DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224720

UNIVERSAL
LIBRARY

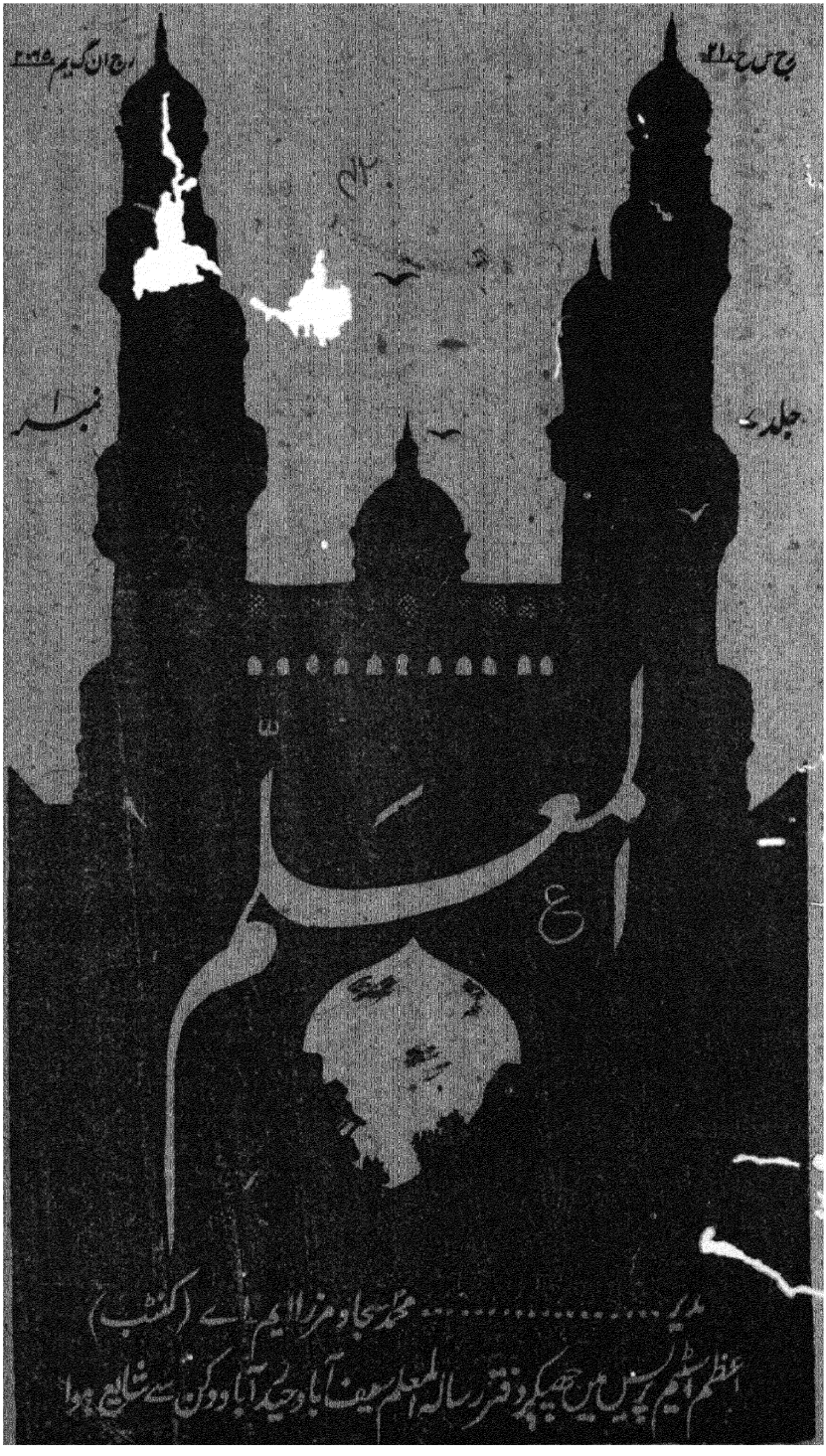
جلد ۱۰
نمبر ۱
المعلم
مدیر ..... محمد سجاد مرزا ایم اے (کنٹب)
اعظم اسٹیم پریس میں چھپکر دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرمادیں

(۴) جو مضامین ناقابل متصور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۸ ہے) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا۔

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی۔

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے۔

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۸	۸ر	۴ر
سہ بار	۲۲ر	۱۲	۶ر
ششماہ	۴۰	۲۲ر	۱۲
سالانہ	۷۲	۴۰	۲۲ر

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہئے۔

دفتر رسالہ المعلم

سیف آباد حیدرآباد دکن

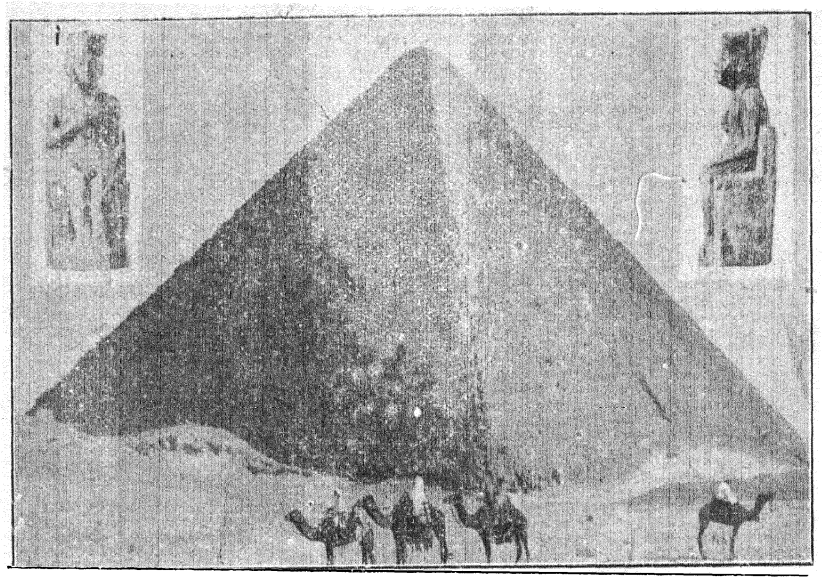

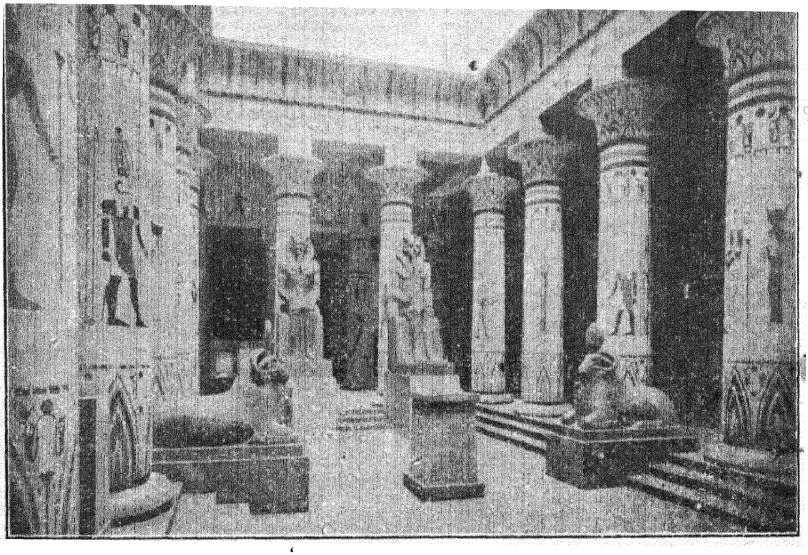

قدیم مصری مناظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مندرجات المعلم

تصاویر ..... قدیم مصر کے مناور

(۱) ہمارا نیا سال ..... مدیر ..... (۱ تا ۳)

(۲) گھر یلو تعلیم ..... میم صاحبہ بی، جے، اسکر صاحب منصرم صدالہام مالگزاری (۳ تا ۱۵)

(۳) بنارس کی ہندو یونیورسٹی ..... رام نرائن مسر ہیڈ ماسٹر ہندو سنٹرل اسکول بنارس (۱۵ تا ۲۰)

(۴) تعلیمی نقش کشی ..... مولوی ثنا اللہ شریف صاحب ایم۔ اے (۲۱ تا ۳۰)

(۵) تبصرے ..... (۳۱ تا ۳۲)

(۶) شذرات ..... (۳۳ تا ۴۰)

(۷) فہرست مضامین رسالہ المعلم جلد ششم بابت سال ۱۳۳۹ف ..... (۴۱ تا ۴۴)

جلد (۷)	بابت ماہ آذر سنہ ۱۳۴۰ فصلے	نمبر (۱)

ہمارا نیا سال

قارئین کرام کی خدمت میں نئے سال کی تہنیت پیش کرتے ہوئے "المعلم" اپنی عمر کا ساتوان دور شروع کرنے کی مسرت حاصل کرتا ہے۔

گزشتہ سال پر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ثابت ہوگا کہ "المعلم" نے تعلیمی دنیا میں اپنے لئے جگہ کرلی ہے۔ اس کے ناظرین کا حلقہ وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اب سلسلہ دہند سے نکلکر سمندر پار تک پھیل گیا ہے۔ "المعلم" اہم ترین ہستیوں کے

اعلیٰ ترین خیالات کے اظہار کا ذریعہ بن گیا ہے۔ آذر ۱۳۱۹ف سے نہ صرف اعلم کے سرورق ہی کو دلکش و دیدہ زیب بنایا گیا بلکہ بمقابلہ سالہائے ماسبق تصاویر کی اشاعت کا بھی عمدہ انتظام کیا گیا چنانچہ کئی عکسی تصاویر کے علاوہ مضامین کی وضاحت کے لئے متعدد دستی تصاویر شائع کی گئیں جو بہت مقبول ہوئیں۔

فہرست مضامین و مضمون نگاران دیکھی جائے تو ظاہر ہوگا کہ اصول و عمل تعلیم کے ساتھ ساتھ ایسے عام مسائل پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی جن کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔

بمقابلہ سابقہ تعلیم نسوان و تعلیم تحتانیہ پر زیادہ زور دیا گیا۔ امور خانہ داری مؤلفہ مولوی سید نور الحسن صاحب۔ تعلیم نسوان مؤلفہ پروفیسر کاروے و بیگم رستم جنگ بہادر بغداد میں تعلیم نسوان وغیرہ ایسے مضامین ہیں جن سے تعلیم نسوان کے مختلف پہلو واضح ہوئے اور حامیان تعلیم نسوان کو عملی تجاویز اختیار کرنے میں سہولت ہوئی۔

تعلیم تحتانیہ سے متعلق شش گھر مؤلفہ مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری نائب ناظم تعلیمات سرکار عالی قابل قدر مضمون ہے اسی کے ساتھ بچوں کا قاعدہ کس طرح پڑھایا جاسکتا ہے۔ مؤلفہ مولوی سید پیر صاحب اردو کس طرح پڑھائی جائے۔ مؤلفہ مولوی عبدالغنی صاحب اور پہاڑوں کی تعلیم مؤلفہ مسٹر ہوگلے ایسے ہی مضامین ہیں جن کو مدرسین کی نظریں تعلیمی رسائل میں بے چین سے ڈھونڈتی رہتی ہیں۔ یہ امر باعث امتنان ہے کہ تحتانیہ مدارس کے مدرسین کی خدمت کرنے میں کوتاہی نہیں کی گئی اور المعلم نے مدرسین تحتانیہ کی اہمیت کار کا احساس بہترین طریقہ سے ظاہر کیا۔

متذکرہ بالا خصوصیات کے علاوہ (کھیل، اور (تعلیم بالغان) کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور حسب سابق ان کے متعلق مختلف نظرے پیش کئے گئے۔

آخر میں "المعلم" کا خوشگوار فرض اپنے قابل مضمون نگاروں کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ اس کی خوش قسمتی سے اس امر کے باوجود کہ سررشتہ تعلیمات کے گزٹیڈ اور اعلیٰ عہدہ داروں نے کماحقہ اپنے خیالات سے اس کو مزین ہونے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے مضمون نگاروں میں برابر اضافہ ہوتا رہا جن کا نام بنام شکریہ ادا کرنا تمسک ہے "المعلم" اپنے تمام قابل مضمون نگاروں کو یقین دلاتا ہے کہ وہ ان سب کا اس قدر رہین منت ہے کہ الفاظ اس کے احساسات کو پوری طرح سے ظاہر نہیں کر سکتے۔

(مدیر)

گھریلو تعلیم

جناب ڈی۔ جے۔ اسکر صاحب عنصرم صدر المہام ماگدازی کی میم صاحبہ غالباً پہلی انگریز خاتون ہیں جنہوں نے اس ریاست میں قدم رکھتے ہی طبقہ نسوان میں علم کی روشنی پھیلانے کا کام ذاتی شوق سے اپنے سر لے لیا۔ خوش قسمتی سے ممدوحہ میں وہ تمام خصوصیات بدرجۂ اتم موجود ہیں جو کہ عامی تعلیم میں ہونی چاہئیں آپ نہ صرف سوسائٹی میں ایک اعلیٰ رتبہ رکھتی ہیں۔ زیور علم سے آراستہ ہیں بلکہ آپ نے فن تعلیم کی تحصیل کے بعد کچھ عرصہ تک درس تدریس کا کام بھی انجام دیا اس پر خوبی یہ کہ آپ کا دل درد سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے طبقہ نسوان کو مشکل سے ایسا کارکن دستیاب ہو سکتا ہے تعلیمی شغف کے باعث ممدوحہ کو "المعلم" سے بھی بہت دلچسپی ہو گئی جس کا عملی ثبوت ذیل کا مضمون ہے۔ آپ نے انگلستان کو روانگی سے قبل "المعلم" کو مرحمت فرمایا۔

ہم ممدوحہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُن کو یقین دلاتے ہیں کہ
اُن کے خیالات اور تجاویز نظرِ غائر سے دیکھے جائیں گے۔ اور اپنا اثر کئے بغیر
نہیں رہیں گے۔

(مدیر)

چالیس سال گزرے کہ شارلٹ میسن صاحبہ نے کتابوں کا ایک سلسلہ والدین کے
لئے "گھریلو تعلیم" کے نام سے بچوں کی بہتر تربیت دینے کے لئے تحریر کیا اور سلسلہ
مذکور بہت کامیاب ثابت ہوا۔

میسن صاحبہ نے اپنی گھریلو تعلیم کا ذریعہ نہ صرف کتابوں اور لکچروں کو بنایا بلکہ
انہوں نے ایک ماہانہ رسالہ موسوم بہ "رسالہ والدین" سے بھی کام لیا۔ والدین نے محسوس
کیا کہ جو کچھ میسن صاحبہ کہتی ہیں وہ درحقیقت درست ہے۔ اور اُن کے اصولوں کے لحاظ
سے بچوں کی تعلیم میں ذمہ داری کم نہیں ہوتی ہے بلکہ بہت زیادہ مؤثر و دلچسپ ہو جاتی ہے
میسن صاحبہ نے دشوار گزار راستہ کے نشیب و فراز واضح کر دئے۔ اندھیرے میں اجالا
کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ بہت سے دلچسپی کے سامان پیدا کر دئے والدین۔ اساتذہ دیگر
اشخاص جنہوں نے میسن صاحبہ کے کام کو سودمند پایا ایک انجمن بنائی اور اس کا نام۔
والدین کی قومی تعلیمی انجمن" رکھا۔ اس انجمن نے بتدریج ترقی کی اور وہ اب ایک وسیع اور نمایاں
حیثیت رکھتی ہے۔ پچھلے چالیس برس میں جو کچھ تبدیلیاں تعلیمی نظریہ میں ہوئی ہیں۔ ان سب کا
راست یا بالراست تعلق اس انجمن سے رہا ہے۔ اچھا تو میسن صاحبہ کی تعلیم کیا ہے؟ مرنے
سے سات سال پہلے انہوں نے تعلیم پر اپنی آخری تصنیف "فلسفہ تعلیم" پر ایک نظر لکھی یہ کتاب
نہ "نصاب تعلیم" ہے اور نہ "اصول تعلیم" اور نہ "طریق تعلیم" ہی بلکہ ایک فلسفہ ہے اس سے
موصوفہ کی ذہنیت کا "جان اور زندگی" کا طریقہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور درحقیقت میسن صاحبہ
کی ہم کو یہی تعلیم ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ "بچہ ایک انسان ہوتا ہے" اس سے کیا مراد ہے؟

ب کچھ ایک انسان سے مراد یہ ہے کہ اس کی دماغی اور جسمانی حالت مکمل ہو ہم سب یہ جانتے ہیں کہ بچہ کا جسم مکمل ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ کیا ہم نے کبھی اس پر بھی غور کیا کہ بچہ کا دماغ بھی اس کے جسم کی طرح مکمل ہوتا ہے؟ لیکن عام خیال تو یہ ہے کہ بچہ ایک کھلونا ہے جس سے ہم حسب منشا دل بہلا سکتے ہیں۔ اور جوں جوں وہ بڑا ہوتا ہے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے لگتا ہے تب کہیں ہم کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اس میں دماغ بھی ہے۔

میسن صاحبہ اس کے متعلق خود یہ لکھتی ہیں۔ نوزائیدہ بھائی کی جسمانی خوبصورتی اس کے انگوٹھے اور انگلیاں کان اور ناک اور دوسرے اعضا پر بچے تعجب کرتے ہیں۔ اس کے سرپرست بچہ سے کچھ نہ کچھ واقف ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بڑا ہونا اس کا خاص کام ہے چنانچہ اس کو ایسی غذا دی جاتی ہے جو اس کی پرورش میں مدد دے۔ اگر وہ سمجھدار ہیں تو اس کو اچھی طرح سے ہاتھ پیر مارنے دیتے ہیں اس سے اس کے پٹھوں میں طاقت آتی ہے اس کے والدین جانتے ہیں کہ اس کا کیا نتیجہ ہوگا اور سمجھتے ہیں کہ اس کی زندگی سے دنیا فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا بچپن میں بچہ کے لئے غذا۔ نیند اور آرام ضروری ہے لیکن سب سے بڑی ضرورت اس کو محبت۔ الفت کی ہے۔ یہ باتیں ہم سب سمجھتے ہیں لیکن کیا ایک شیر خوار بچہ کی حیثیت ایک بڑے گھونگے سے زیادہ ہے! یہ مسئلہ ہمارے پیش نظر ہے لیکن اب تک ماہران تعلیم کا جواب اس کے بابت نفی میں رہا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ الٹ پھیر سے بچہ ماہر تعلیم کی مرضی کے مطابق ہو سکتا ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ ایک بچہ ایسا حیرت انگیز اور قیمتی نگینہ ہے کہ اگر ساری دنیا کو ایک پلے میں اور اس کو دوسرے میں رکھا جائے تو دنیا کا پلہ ہلکا ثابت ہوگا۔

ایک ہوش آدمی کو بھی اس بات کے احساس کا اتفاق ہوا ہوگا کہ بچوں میں دماغ کا وجود ہے۔ اور ایسا دماغ جو حیرت انگیز چستی رکھتا ہے۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ بچہ اپنی ابتدائی عمر کے پہلے دو سال میں مابعد کے زمانہ کے مقابلہ میں اپنے دماغ کو زیادہ استعمال

کرتا ہے۔

ہم یہ رات دن دیکھتے ہیں کہ دوڑنے کودنے اور سیڑھیاں چڑھنے۔ بیٹھنے اور کھڑے ہونے کے لئے اس قدر دماغی کوشش کی ضرورت ہے جس قدر فرش پر پھسلنے۔ ناچنے۔ برف پر بھاگنے یا دوسری جسمانی ورزشوں پر عبور حاصل کرنے کے لئے درکار ہے۔ ان سب امور پر بچہ اپنی ابتدائی دو سالہ زندگی میں قابو حاصل کر لیتا ہے۔ وہ رنگوں میں تمیز کر سکتا ہے مادہ کے اجزا کی شناخت کرتا ہے منجمد اور سیال چیزوں کو پہچانتا ہے۔ اشکال سے واقف ہو جاتا ہے۔ اور تین سال کی عمر میں خوب باتیں بنانے لگتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ وہ ایک سے زیادہ زبانیں سیکھ لیتا ہے۔ مین صاحبہ نے دیکھا کہ ایک تین سال کے لڑکے نے تین زبانوں میں اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی تھی جن میں سے ایک عربی زبان تھی۔ لیڈی ورٹلے مانٹگو کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ میں استمبول کے بچوں کو پانچ زبانوں میں باتیں کرتے سنا ہے۔ اگرچہ ہم یہ ثابت نہ کر سکے کہ بچہ ایک شخصی حیثیت رکھتا ہے جس کا دماغ ایسا ہی عمدہ اور مکمل ہے جیسا کہ اس کا جسم مگر ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس کے پاس کافی دماغ موجود ہے۔ یعنی اس کے دماغ کو تعلیم دی جا سکتی ہے نہ کہ تعلیم اس میں دماغ پیدا کرتی ہے۔

مدرسہ کے بچہ کی دماغی کیفیت لیکن ہمیں ایک شیر خوار بچہ سے قطع نظر کرنا چاہیئے چاہے وہ کیسا ہی ذہین ہو اور اس بچہ پر توجہ کرنی چاہیئے جو تدریس کے قابل ہو جائے۔ میں نے ایک اور مقام پر اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ والدین اور اساتذہ کو بچہ کا اس زمانہ میں ممنون ہونا چاہیئے جب کہ وہ اپنی تعلیم آپ کرتا ہے وہ اس زمانہ میں اپنا سبق ہر ممکنہ ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔ جو وہ دیکھتا اور سنتا ہے اور ہر طریقہ سے اپنے قوا کو اپنے کام میں لا کر مضبوط کرتا ہے۔ اس کتاب میں جو کہ زیادہ تر مدرسہ کی تعلیم کے متعلق ہے میں اساتذہ کے سامنے اس بات کے پیش کرنے کی نہایت خواہشمند ہوں کہ ایک بچہ جو ان کے

سامنے ہے ایسا دماغ رکھتا ہے جو امکانات سے پُر ہے۔ یہ اعتراف کافی ہے کہ بچوں کے دماغ ہوتا ہے۔ اور ہر شخص کا دماغ اس کے معاش کا ذریعہ ہے۔ لیکن میرے خیال میں دماغ کی ضرورت اس سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ اس حالت میں جبکہ کارندے اور پیشہ ور افراد کو مستقبل میں فرصت ملے گی اور وہ اپنے فرصت کے وقت کا جائز استعمال نہ جانیں یہ ایک مباحثہ طلب مسئلہ ہے۔ فی زمانہ کوئی شخص اپنے فرصت کے وقت کو درست طریقہ پر استعمال نہیں کرسکتا اگر اُس کا دماغ روزکام میں مصروف نہ ہو۔ اس آدمی کے زندگی کے مختصر معاملات اُس کے دماغ کو کافی غذا نہیں بہم پہونچا سکتے۔ بلکہ ایک تھوڑی سی ورزش کا باعث ہوتے ہیں۔

سائنس۔ تاریخ۔ فلسفہ اور ادب صرف "تعلیم یافتہ" طبقہ کے لئے مخصوص ہونا چاہئیں یہ تو ہر طبقہ کے ہر فرد کے لئے ضروری ہیں۔ ہر ایک کو ان میں ایسی ہی دلچسپی لینا چاہیئے جتنی کہ، وہ اپنی روٹی کمانے میں لیتے ہیں۔ تاریخ اپنی شان و شوکت۔ سائنس اپنے عجائبات ادب اپنی رنگینی اور فلسفہ اپنے قیاسات اور مذہب اپنے وعدوں سے ہر ایک فرد کو اس سنہری دنیا کی تفریح کے لئے تیار کریں بچہ کا صرف ذہن ہی نہیں بلکہ اس کا دل بھی نہایت پاکیزہ ہوتا ہے۔ کیا ہم میں سے کوئی کسی بچہ کی سی محبت کرسکتا ہے؟ ماں باپ بھائی بہن پڑوسی اور احباب "ہماری بلی"، اور "ہمارا کتا"، خراب سے خراب ٹوٹا ہوا کھلونا دان سب کی۔ بچہ کے دل میں محبت موجود ہے وہ کیسا کشادہ دل اور شکر گزار کتنا رحم دل اور سادہ مزاج ہمدرد اور مطیع۔ وفادار اور کس قدر منصف اور روادار ہوتا ہے۔ اُس کا ضمیر کیسا روشن ہوتا ہے کوئی قصہ سنے تو سوال کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ کیا آدمی نیک ہے؟ اس سے کوئی بھول ہوجائے تو اُس کا ضمیر خود اس کی تنبیہ کرتا ہے۔ اس طرح وہ بتدریج پرورش پاتا ہے اور اس کی قوت ادراک اُس کی زندگی کی ترتیب میں مدد کرتی ہے اُس کو خدا سے دعا مانگنا سکھایا جاتا ہے لیکن ہم عمر رسیدہ مشکل سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اس دعا کو کس قدر اہم

یاں کرتا ہے۔

آپ ایک استاد کو متذکرہ خوبیوں کے بچوں کی جماعت کے ساتھ لائیے تو وہ یہی کہے گا بھلا میں ان کو کونسی نئی بات سکھا سکتا ہوں اس کے لکیر کے فقیر اسباق لے بچوں کے سامنے ہوا ہو جاتے ہیں استاد یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے دقیانوسی سوالات کی وجہ سے بچے اکتا نہ جائیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ بچوں کے دماغ کو ان کے معدہ کی طرح وقت پر بھوک لگتی ہے۔ اور وہ علم کے بھوکے ہوتے ہیں نہ کہ اوپری باتوں کے۔ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے علم کا ذخیرہ کافی نہیں ہے۔ اس کی باتوں میں جان نہیں ہے اور اس کی بے موقع باتیں بچہ کے سلسلۂ تخیل میں رخنہ انداز ہوتی ہیں مختصر یہ کہ وہ اس کام کے لئے تیار نہیں ہے۔

مین صاحبہ نے بچہ کی دماغ کی حالت اور ساخت کا اندازہ کر کے ایک اسکیم تیار کی تاکہ والدین اس نئے نقطہ نظر سے اپنے بچوں کو تعلیم دے سکیں۔ اور انہوں نے طالبات کی ایک جماعت کو اس تعلیم کا طریقہ بتایا تاکہ وہ خانگی طور پر مختلف خاندانوں میں جا کر تعلیم دے سکیں۔ اگرچہ کہ ہر ایک بچہ اپنے ہی گھر میں تعلیم پاتا تھا تمام بچے ایک ہی نظام العمل کے لحاظ سے سبق پڑھتے تھے۔ اور نصاب تعلیم پر ایک میقات کے بعد بدلا جاتا تھا۔ میقات کے آخر میں امتحان لیا جاتا اور مختلف مدارس کے جماعتوں کے پرچے ممتحن کے پاس جانچ کے لئے روانہ کئے جاتے۔ یہ امتحان مقابلہ نہ تھا بلکہ اس سے دو مقصد نکلتے تھے (۱) اول تو یہ میقات کے تمام کام کو ایک اچھی مجموعی صورت میں پیش کرنے کا ذریعہ تھا (۲) دوسرے مختلف مدارس کی جماعتوں کے کام کی جانچ کے لئے ایک معیار قائم ہو جاتا تھا۔ امتحان کا مقصد یہ تھا کہ اس میں خود تعلیمی فائدہ مضمر ہو نہ کہ ٹائی یا اعادہ ہو اس عقیدہ کے ساتھ کہ اگر کتب و واقعات کو خوش اسلوبی اور عمدگی کے ساتھ پیش کیا جائے تو بھی بچہ کا دماغ ان کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے اور یہ کہ حقیقی تعلیم کے لئے

(۱) ماحول کا اثر (۲) عادات تربیت شدہ (۳) مطمح نظر میں پورا بھروسہ۔ مین صاحبہ کے ذہن تعلیمی کام کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ ایک میقات کے لئے جو کچھ کہ نصاب ترتیب دیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مین صاحبہ کا اندازہ ایک بچہ کی استعداد کے بابت کیا ہے میں اُن مضامین کی فہرست دیتی ہوں جو دوسری جماعت کے بچوں کے لئے ترتیب دی گئی ہے اور جن کی عمر ۸ تا ۱۰ برس کی ہو انجیل کے بعد یہ پڑھائی شروع ہوتی ہے۔ املا خوش نویسی مضمون نگاری (زبانی اور تحریری) انگریزی قواعد۔ انگریزی تاریخ۔ فرانسیسی تاریخ۔ عام تاریخ۔ شہریت۔ جغرافیہ مطالعہ قدرت مطالعہ تصاویر فرانسیسی زبان۔ لاطینی زبان۔ حساب اقلیدس جبر و مقابلہ۔ مصوری نظم پڑھنا علم موسیقی ورزش جسمانی۔ دستی مشاغل جیسے باغبانی وغیرہ۔

ایک آٹھ سال کا لڑکا اس سارے نصاب کو بتدریج ۱۰ سال کی عمر تک پورا کرتا ہے۔ جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان کی فہرست بخوف طوالت نہیں دی جاتی لیکن وہ سب کی سب نہایت احتیاط سے ادبی لحاظ سے منتخب کی جاتی ہیں اور اپنے مضمون میں بہترین ہوتی ہیں۔ درسی کتابیں جیسا کہ عام طور پر ان سے مطلب لیا جاتا ہے اس نظام العمل میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک بچہ یہ سب مضامین مدرسہ کے اوقات میں کس طرح پڑھ لے گا؟ مین صاحبہ نے تجربہ سے یہ معلوم کیا کہ بچہ میں غور کرنے کی قوت حیرت انگیز ہوتی ہے لیکن بہت تھوڑی دیر کے لئے کیونکہ وہ آسانی سے تھک جاتا ہے۔ اس لئے ہر مضمون کے لئے وقت تھوڑا ہونا چاہیئے مضامین کی جلد جلد تبدیلی دماغ کو تازہ رکھتی ہے۔ بچے متذکرہ نظام العمل پر کاربند ہوں اُن کے لئے گھنٹے بیس یا تیس منٹ کے ہونے چاہئیں اور بعض اوقات اس سے بھی کم۔ مین اب کچھ اقتباس مین صاحبہ کے "فلسفہ تعلیم" میں سے پیش کرتی ہوں لیکن اُن کی کتابوں کے مطالعہ سے ہی ان کے طریقوں کی اہمیت اور قدر و قیمت سے

. تف ہو سکتے ہیں۔

(۱) ہر اوسط درجہ کے بچّہ کے لئے چاہے وہ کسی فرقہ کا ہو نصاب کی ترتیب میں تین اُمور کا خیال ضروری ہے۔

(۲) یہ کہ بچّہ کو افراد سے معلومات کی ضرورت ہے کیونکہ جسم کی طرح دماغ کو بھی کافی غذا ملنی چاہیئے۔

(۳) معلومات مختلف قسم کے ہونا چاہیئے کیونکہ ایک ہی قسم کے معلومات سے دماغ میں چستی نہیں پیدا ہوتی۔

(۴) تعلیم عمدہ زبان میں دینی چاہیئے کیونکہ بچّہ کی توجہ قدرتی طور پر عمدہ زبان کی طرف راغب ہوتی ہے۔

معلومات کے ذہن نشین ہونے کے لئے ان کا اعادہ ضروری ہے اس لئے بچّوں کو پڑھا یا سُنا ہوا دہرانا چاہیئے یا اس میں سے کچھ ان کو لکھنا چاہیئے سبق کو صرف ایک مرتبہ پڑھنے پر زور دینا چاہیئے کیونکہ بچّوں میں توجہ کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن یہی قوت ذائل ہو جاتی ہے اگر وہی عبارت مکرر سہ کر پڑھائی جائے یا اس پر سوالات کئے جائیں اور اُس کا خلاصہ یاد کرایا جائے۔

بچّوں کے دماغ کی ان خصوصیات پر غور کرنے سے ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ بچّوں میں تعلیم کے قبول کرنے کا بہت زیادہ مادہ ہوتا ہے۔ اور یہ قاعدہ موروثی حالات پر منحصر نہیں ہے۔

مین صاحبہ کے بچّوں کے دماغی غذا کے ابتدائی تجربے کامیاب ثابت ہوئے اور ان کی بدولت اس زمانہ کی جماعتیں مسرت خیز ہو گئیں تعلیم و تربیت کے لئے طالبات آنے لگیں اور والدین ان کی تربیت کردہ استانیوں کو اپنے بچّوں کے لئے طلب کرنے لگے۔ بچّوں کا مدارس میں اضافہ ہونے لگا۔

مختصر یہ کہ مین صاحبہ کا مدرسہ خط و کتابت سے چلتا تھا جس کی کوئی عمارت
یا اس کا نام "والدین کا اتحادی مدرسہ" تھا۔ اس زمانہ میں امتحان کے کل پرچے
مین صاحبہ کے پاس آتے تھے جن سے اُن کے خیالات کی تائید ہوتی تھی۔ بچے
جو کام کرتے تھے اس سے دماغی قابلیت آورد اور خوظ ظاہر ہوتی تھی جس سے ثابت
ہوتا تھا کہ کچھ صحت درست بڑھتے ہوئے دماغ کا نتیجہ ہے کہ "والدین کا
اتحادی مدرسہ" اب اس قابل ترقی پا گیا ہے کہ ممتحنون کا ایک باضابطہ عملہ قائم ہو گیا ہے۔

مین صاحبہ کا انتقال ہوئے سات سال ہوتے ہیں لیکن اُن کے قابل جانشینوں
نے ان کے کام کو برابر جاری رکھا ہے۔ نظام العمل حسب دستور تیار کر کے روانہ کیا جاتا
ہے اور اس طرح یہ عدیم المثال انجمن کی کل چل رہی ہے یہاں تک سب کچھ درست
ہے لیکن جن بچوں نے ابتدا میں "والدین کے اتحادی مدرسہ" میں تعلیم پائی اُن کے
والدین شائستہ تھے۔ اُن کے گھر آرام دہ اور خوشحال تھے اُن کے والدین بہتر سے
بہتر تعلیم دینے کے لئے کوشاں تھے۔ لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے نصاب
کو غریب بچوں کے مدارس یا ناخواندہ گھروں میں جاری کرنا ایک مہمل سی بات ہوگی
ایسی تعلیم سے ان کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ یہ حصول معاش میں مدد نہیں کر سکتی!
لیکن مین صاحبہ کا یہ خیال نہ تھا۔ وہ کہتی تھیں کہ ہر ایک بچہ ایک انسان ہے۔ اُس
کے والدین تعلیم یافتہ ہوں یا نہ ہوں۔ غریب گھرانے میں پیدا ہوا ہو یا محل میں اسپر
میں یہ اضافہ کرتی ہوں کہ وہ چاہے مذکر ہو یا مونث مشرقی ہو یا مغربی کوئی بھی اوسط
بچہ جس کو کافی مقدار میں مناسب غذا ملے وہ بڑھ کر ایک مکمل مرد یا عورت ہو جائیگا
کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے۔ اگر اُس کو موزوں اور کافی غذا نہ ملے تو وہ بڑھ ہی نہ سکیگا
اور اگر زندہ بھی رہا تو ٹھٹھر جائے گا۔

اسی طرح کسی اوسط بچہ کو کافی اور موزوں دماغی غذا ملے تو وہ عالی دماغ مرد

یا ۔ رت ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ اُس کی فطرت ہے۔ اور اگر موزون دماغی غذا ۔ ملے یا کافی مقدار میں نہ ہو تو اُس کا دماغ اُس کے جسم کی طرح کمزور اور نحیف ہو گا۔

تشبیہ کو طول دینے میں خطرات ہیں لیکن یہ بات روز روشن کی طرح ہے کہ صرف موزوں غذا ایک خاصی مقدار میں انسانی نشوونما کے لئے چاہے وہ جسمانی ہو یا دماغی کافی نہیں ہے۔

انسانی نشوونما کے لئے اصلاح کا مادہ اور زندگی کی مناسب ترتیب ضروری ہے سب سے پہلے بچوں کی نگہداشت کا فرض والدین اور اساتذہ پر عائد ہوتا ہے جو جس قدر جلد ہو سکے بچوں ہی کے ہاتھ میں منتقل ہونا چاہیئے۔ تعلیم دینے والوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو اصولوں کی تعلیم دیں اس بارے میں ہم پھر امین صاحبہ کی مدد کے حاجت مند ہیں جو ہماری اس مشکل کو بھی حل کر دیتی ہیں۔ اُن کے خیالات "قوت ادراک کا راستہ" اور "عقلی راستہ" قابل مطالعہ ہیں۔ اور باوجود موجودہ علم نفسیات کے انکشافات کے ہمارے اور ہمارے بچوں کے افعال کے راز کو صحیح طور پر ظاہر کرتے ہیں۔

مین صاحبہ کو اپنی موت سے دس برس پیشتر یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ اُن کے خیالات یارک شائر کے مدرسوں میں رواج پانے لگے کچھ عرصہ کے بعد ویز اور دیگر حصص ملک میں بھی اسی طرز کے متعدد مدرسہ کھل گئے۔

نتائج اُمید سے بڑھ کر نکلے۔ اور مدارس نے بھی تقلید کی اور اب گورنمنٹ کی زیر نگرانی بورڈ آف ایجوکیشن کے ذریعہ بہت سے ایسے مدرسے قائم ہیں جن کے ابتدائی مدارس ترقی پاتے جا رہے ہیں اور پچھلے سال سے ایک لڑکیوں کا پرائمری اسکول بھی قائم ہو گیا ہے۔ وہ اُصول جو تعلیم کے طریقہ کے متعلق ہیں وسیع پیمانہ پر پڑھائے گئے ہیں تا لڑکے جو خانگی طور پر تعلیم پاتے ہیں اور جو ایک بڑے مدرسہ کی مختلف جماعتوں میں یا علیحدہ

چھوٹے چھوٹے مدارس پر ہیں یکساں فائدہ اُٹھا سکیں۔ کیا یہ قابل غور نہیں ہے کہ عام
[illegible] بچے ان کو دنیا کی بہترین چیزیں میسر ہیں اور مزدور پیشہ کی اولاد جو غربت اور
[illegible] ماحول میں رہتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں جو انگلستان کے ہر ایک فرقہ
[illegible] ہیں اور دور دراز مقامات پر رہتے ہیں۔ ایک ہی قسم کی کتاب کے
[illegible] پر اسی نصاب پر کاربند ہوں اور وہی خوشی اُن کو اپنے کام سے حاصل
[illegible] اسی شوق اور محبت پیدا ہو۔ میں پھر میسن صاحبہ کے الفاظ کو دہراتی ہوں
جیسا کہ انگلستان کے زمانہ میں ہر شخص محب وطن ہو گیا تھا۔ اسی طرح
ہمارے مدرسوں میں ہر ایک نے یہ ثابت کر دیا کہ اُس میں استعداد بہت موجود
ہے اس میں ہر ایک بچہ شامل ہے کیونکہ نام نہاد "غبی" بچے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے
میں آپ کے سامنے اپنے چند تجربے پیش کرنے کی جرأت کرتی ہوں جو کہ مجھے
"والدین کے مدرسہ" کے ذریعہ حاصل ہوئے ہیں اور جس سے میں واقف ہوں۔ ان
بچوں کے امتحان کے ہزاروں پرچے جو تحتانیہ یا ثانویہ یا خانگی مدرسوں میں پڑھتے
ہیں میرے نظر سے گذرے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچے علم کے دریا میں کیسے
شوق سے غوطے لگاتے ہیں۔ اور اُن کے جوابات کس قدر عمدہ اور دلچسپ ہوتے
ہیں۔ مجموعی حیثیت سے بچے کیسے صحیح اور عبارت کیسی پاکیزہ ہے۔ ہم کو اس کی تصدیق
کی ضرورت [illegible] میقات کا کام مسرت آمیز تھا۔ کیونکہ جس طرف بچے اپنی معلومات کو
ظاہر کرتے ہیں وہ ان کی مسرت کی شہادت ہے۔ ان بچوں میں سے ہر ایک یہ
جانتا ہے کہ [illegible] کی تصریح کے لئے بہت سے خوشگوار مواقع ہیں وہ مسرور ہیں کیونکہ
یہ بات معلوم [illegible] کی کوشش کی گئی کہ وہ کیا جانتے ہیں اور اُن کی کیا ضروریات ہیں
ان باتوں سے ہماری تربیت کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں جو ہمیشہ سے تعلیمی نقطہ نظر سے
بہت کچھ تبدیلی ہوتی ہے۔

ہمارے ٹریننگ کالج میں طلبا کو یہ نہیں بتلایا جاتا کہ تخیل یا توجہ کو کس طرح ترقی
دیں نمبر کس طرح دینا چاہیئے ضابطہ کی پابندی کیسی ہونی چاہیئے۔ جزا اور سزا کس
چاہیئے ایک بڑے درجہ یا چھوٹے مدرسہ کی نگرانی کس طرح کرنی چاہیئے۔
قدرتاً ایسے مدرسہ میں پائی جاتی ہیں جہاں اساتذہ بچوں کی استعداد اور سر
سے واقف ہیں۔

ہم اپنے جوتے اپنے پیر سے اتار دیتے ہیں مگر یہ نہیں خیال کرتے کہ
سے ہمیں آرام ہے۔ چاہے ہم اُن کے والدین ہوں یا اساتذہ یا صرف تماشائی۔
اگر ہم اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں تو یہ معلوم کر لیں گے کہ بچوں کی تعلیم کن ذرائع پر
مبنی ہونی چاہیئے میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں کوئی ایسی بات کہنا پسند نہیں کرتی
جو کہ سینکڑوں اور ہزاروں تجربے کے بعد ثابت نہ ہوئی ہو" کیا اس سے یہ ظاہر
نہیں ہے کہ مین صاحبہ نے ہم کو اصولی باتیں بتادی ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اس وقت
مجھ کو ہندوستانی عورتوں کی تعلیم کے بارے میں ان ہی اصولوں پر کچھ عرض کرنے
کی اجازت دیجئے۔ مین صاحبہ کے اصولوں میں نہ صرف تعلیم کے نہایت ہی اعلیٰ
مقاصد شامل ہیں بلکہ ایک ایسا نظام العمل بھی تیار ہے جو کہ چالیس سال کے تجربہ سے پختہ
ہو چکا ہے اور ہم کو اُن تک پہونچا سکتا ہے جو موجودہ مدارس کی عمارتوں سے دور ہیں
یا اپنے معاشرت اور رسم و رواج کے باعث مدرسہ آنے سے مجبور ہیں۔ کیا ہم ایسی
تدابیر نہیں اختیار کر سکتے ہیں جن کے ذریعہ ہم مین صاحبہ کے دل ابھارنے والے
تعلیمی مطمح نظر کو چہار دیواریوں کے اندر پہونچا دیں؟

میرا یقین ہے کہ ہر ماہر تعلیم اس امر کا متمنی ہے کہ ہندوستانی عورتوں کا
خواب پورا ہو جائے یہ خواب کہ ان کو کل و دماغ رکھنے والا انسان سمجھا جائے جو دنیا
میں علم کو علم کی خاطر حاصل کرنے کے لئے پہلے پڑھے۔ جو زوجیت۔ مادریت اور خانہ داری

کا ایسا خیال رکھے جسے بہتر قسم کی تعلیم ہی پیدا کر سکے۔
مجھے امید ہے کہ میں صاحبہ کی کتابیں اور تعلیمی ادارے اس خواب کو پورا کرنے
میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

بنارس کی ہندو یونیورسٹی

ہمارے ملک میں ہندو یونیورسٹی کا وجود سلسلہ وار تعلیمی جد و جہد کا نتیجہ ہے۔ بلاشبہ چند اسکول و کالج ایک صدی پیشتر ان مقاصد کے ساتھ قائم کئے گئے تھے لیکن ان میں غیر ملکی کارپرداز تھے اور ان کا نصاب نہیں تو کم از کم غیر مانوس ضرور تھا۔ ان تعلیم گاہوں میں ذریعۂ تعلیم انگریزی تھا اور مقررہ کتابوں کے مضامین مغربی بود و باش۔ مغربی ادب و مغربی تاریخ سے متعلق تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرانے نظامِ تعلیم کا تختہ الٹ گیا تاریخ نے ثابت کر دکھایا ہے کہ نظامِ تعلیم میں انقلاب اتنا ہی خطرناک ہے جیسا کہ کسی مذہب میں ہندوستان کے پاس اس کی تاریخ کا خزینہ ہے ابھی یہ خالی نہیں ہوا تھا کہ زمانۂ سلف کے علمانے جو کہ ادب کے محافظ ہیں اس کو بہت کچھ محفوظ کر دیا۔

دوسرے ممالک کے برخلاف ہندوستان کے تمدن کا سلسلہ اب تک نہیں ٹوٹا ہے۔ باوجود غیر قوموں کے حملوں اور خانہ جنگیوں کے ہندوستان نے اپنی قدیم روایات کو قائم اور اپنے مذہب کو برقرار رکھا ہے۔

پہلے رہنماؤں نے ابتداء میں جو مدارس قائم کئے ان میں انگریزی کی تعلیم جاری رکھی لیکن قدیم طرزِ زندگی اور قدیم ادب پر زور دیا۔ ان شمالی مدارس میں جن سے کہ میں واقف ہوں۔ آریہ سماج جس کا حوالہ مسز للاچوپادھیائے نے بھی دیا ہے اب سے زیادہ کامیاب تھا دیانند اسکول و کالجوں کا جال ایثار و حب الوطنی کی یادگار ہے۔ آریہ سماج کی تعلیمی انجمن کے

نمائندہ میرے معزز دوست بابو گوری شنکر پرشاد ہیں۔ اس انجمن کا آریہ [illegible] میں ایک مشہور ہائی اسکول، ایک سنسکرت پاٹ شالہ اور کئی بچوں کے ابتدائی [illegible] ہیں جن کا تعلق نیچ طبقوں سے ہے۔

ڈاکٹر ولیم بوتھ نے امریکہ اور اسکاٹ لینڈ کی تعلیم جاری و جہد کا مقابلہ کرتے ہوئے برسوں کھا تھا کہ امریکہ کے لئے روپیہ باعث برکت یا نعمت ہے لیکن اسکاٹ [illegible] اپنی روحانی قوت سے روبہ ترقی ہے۔ ہندوستان میں روپیہ ہے نہ برکت ہی ہے بلکہ نحوست ورنہ یہ اسکاٹ لینڈ ہی کے روش پر دوڑ [illegible] سکتا ہے تاہم اس کی بدولت میں اب تک سچی روح پھونکی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

اصلاح جدید کے حامیوں نے عوام الناس سے روپیہ جمع کر کے خود مدارس قائم کئے اور مدرسین کو سوکھی روٹی پر کام کرنے راضی کر لیا۔ انہوں نے نہ صرف مادری زبان کو ذریعۂ تعلیم بنایا۔ قدیم ادب کی بہترین خوبیوں کو زندہ کیا تعلیم کو ارزاں کیا بلکہ ان تمام باتوں کو مٹانے کی کوشش کی جنہوں نے ہمارے تمدن کو پابہ زنجیر کر دیا تھا اور ہماری ترقی کے مانع تھیں۔ انہوں نے شمع علم نہ صرف خواتین بلکہ پسے [illegible] کو دکھائی کچھ عرصے تک لوگ ان کو نہ سمجھ سکے انہوں نے بدنامی اٹھائی اور [illegible] سے مخالفت برداشت کی۔ مغربی ہند میں ایک ایسی ہی کوشش سے فرگوسن کالج قائم ہوا۔ یہ دوسرا قابل تحسین دارالعلوم ہے جس کے لئے ہندوستان کے کئی اعلیٰ اشخاص نے اپنی زندگیاں وقف کر دی ہیں ان میں سے ایک ہمارے رہنما پروفیسر کاردے ہیں جنہوں نے ابھی تقریر کی ہے اُن کی حیرت انگیز فرائض کی پابندی اور لازوال جوش اب دوسری جانب منتقل ہو گیا ہے وہ اب خواتین ہند کی تعلیم و آزادی میں مصروف ہیں۔

بنگال نے بھی اپنی تعلیمی بے چینی کا اظہار کیا اور متعدد درس گاہیں قائم ہو گئیں۔

مسلمانوں نے بھی مختلف مقامات پر متعدد درسگاہوں کے ساتھ ایک نہایت

۱۰ الٰہ آباد کالج علیگڑھ میں قائم کیا۔

یہ تھا وہ امر تھا کہ ہندوستان ایک ایسی تعلیم گاہ کی ضرورت محسوس کرے جس میں مغربی قومی تعلیم دی جائے پنڈت مدن موہن مالویہ نے جن کا شمار ہندوستان کی معزز ترین ہستیوں میں ہے اور جو اہل ہنود کے ایک بڑے رہنما ہیں قومی تعلیم گاہ کی تجویز کی اس کو عملی جامہ پہنانے میں امیر ترین راجہ مہاراجہ سے لے کر غریب ترین دکاندار سے سرمایہ جمع کیا تمام دنیاوی مال و دولت کو خیرباد کہا اور ہندو یونیورسٹی کا ۱۹۱۵ء میں سنگ بنیاد رکھا۔ خوش قسمتی سے وہ آج کل اس کے کاروبار کے پیشوا ہیں اور تمام صوبجات کے چیدہ اشخاص نیز یورپین ان کے ہمدرد معاون ہیں۔

میں نے قصداً گورکلا اور گیکور کے شانتی نکتین کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ ان کا نصب العین جداگانہ ہے لیکن ہندو یونیورسٹی سے قبل کی تحریکات کا سرسری معائنہ مکمل نہ ہوگا اگر میں مسز اینی بیسنٹ کے جفاکش رضاکاروں کو نظرانداز کر دیا جنہوں نے بنارس میں ایک کالج اور اسکول علیحدہ علیحدہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بہ لحاظ ان کے جو ہندو سنٹرل کالج کے نصب العین سے منسوب کی جاتی ہیں قائم کئے۔ ان کے مقاصد یہ ہیں۔

ا۔ ان تمام امور کو محفوظ رکھا جائے جو تمدن ہند میں اچھے اور مفید ہیں۔

ب۔ انگریزی زبان و لٹریچر اور جدید علوم سائنس کی تعلیم دی جائے۔

ج۔ کھیل کود کے میدان میں یا کالج کی چہار دیواری کے باہر استاد و شاگرد کے باہمی میل جول سے طلباء کے چال چلن کو سدھارا جائے۔ اس طرح طلباء کی مودبانہ علیحدگی و دوری کے استادوں کے دل میں ان کی طرف سے خلوص و محبت پیدا کی جائے

اس تحریک نے ہندوستانی اور یورپین کارپردازان کو ایک ساتھ کام کرنے کا موقع دیا۔ حسن گذاری و ایثار کے مشرقی جوہر کو مغرب کی جرأت اور تجسس کی خصوصیات کو خلط ملط کر دیا۔ ہندو یونیورسٹی نے اس تحریک کو جذب کر لیا ہندو سنٹرل کالج اس کا جزو حیات ہو گیا

پہلی تمام تعلیمی جد وجہدیں اخلاقی وتفریقی تھیں ہندو یونیورسٹی زیادہ تر تدریسی ہے۔ ہندوستان میں سینکڑوں فرقے وجماعتیں ہیں۔ میں نے ہمیشہ الہٰیات پڑھنے کا افسوس کیا لیکن میری سیاحتِ یورپ نے مجھے اس بات کا موقع دیا کہ میں عیسائی مذہب کا مختلف حالتوں میں مطالعہ کروں۔ یہاں پر بھی فرقہ بندی ہے۔ میں نے دیکھا روما کے مذہبی رسوم برطانیہ و نیز دوسرے ممالک سے بالکل جدا گانہ ہیں۔ ہندو یونیورسٹی کی یہ خوبی ہے کہ یہ ہندو مذہب کے مختلف فرقوں کو ایک گھاٹ پانی پلاتا ہے۔ اسکول میں تقریباً بارہ سو لڑکے ہیں لیکن اپنی روزانہ اجتماعی عبادت میں سب ایک ہی بھجن گاتے ہیں اور وہ جو کہ بورڈنگ ہاؤس میں رہتے ہیں ساتھ ہی کھانا کھاتے ہیں۔ درسگاہ کے دروازے امیر و غریب کے لئے یکساں کشادہ ہیں چاہے وہ صاحبِ رتبہ ہو یا مسکین۔ ہندو ہو مسلمان ہو یا عیسائی حکمران شہزادوں متمول زمینداروں اور معمولی کسان یا مزدور کے لڑکے ایک ہی بنچ پر بیٹھتے ہیں۔

ہمارے ہاں کئی خاص وظائف نادار و مفلسوں کے لئے علاوہ عمومی وظائف کے وقف ہیں جس سے تقریباً ۳۰ فیصدی طلبا بغیر فیس دئے تعلیم پاتے ہیں۔

اسکول میں کسی شادی شدہ لڑکے کا داخلہ نہیں ہوتا یہ ضابطہ ہمارے پرانے رسوم کے مطابق ہے اور اسے مسز اینی بیسنٹ نے زمانۂ حال میں پہلی دفعہ رواج دیا ایک حد تک اس سے بچپن کی شادیوں میں انحطاط ہو گیا ہے اور صوبجات متحدہ کے سرکاری مدارس میں اس کی تقلید کی جا رہی ہے۔

تمام درس اور امتحان میں ذریعۂ تعلیم امتحانِ داخلہ تک مادری زبان ہے یہ عمدہ اصول جس پر ہندو یونیورسٹی نے سب سے پہلے عمل کیا اب عام طور سے مترویج ہو رہا ہے۔ ایک فیاض مربی نے یہ ممکن کر دیا کہ سائنس یا دیگر مضامین کے تراجم یا اصلی تصانیف انٹرمیڈیٹ کے نصاب تک مرتب کر سکیں اور مجھے امید ہے کہ وہ

وقت دور نہیں ہے جب کہ اعلیٰ تعلیم کے لئے بھی ذریعۂ تعلیم مادری زبان ہو جائے گا
[illegible] میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں اور ایک دوسرے کی ہم پایہ ہیں۔ یہی حالت
یورپ میں ہے۔ ہندوستان تاہم یورپ سے ایک بات میں فوقیت رکھتا ہے
وہ یہ کہ یہاں ایک ایسی زبان ہے جو تقریباً تمام صوبجات میں عام فہم ہے۔ یہ زبان جب
سنسکرت حروف تہجی سنسکرت کے مستعار الفاظ میں لکھی جاتی ہے تو ہندی کہلاتی ہے
اور جب عربی حروف تہجی معدودے چند عربی الفاظ کے ساتھ لکھی جاتی ہے تو اردو سے
موسوم ہوتی ہے۔ ہندو یونیورسٹی نے اس پر بھی اپنے نصاب کے اختیاری مضامین
میں ہر صوبہ کی زبان کا لحاظ رکھا ہے۔

یونیورسٹی طلباء کو ہر قسم کے مضامین میں تیار کرتی ہے منجملہ ہندوستانی و یورپین
زبانوں اور تواریخ کے جدید علوم سائنس مثلاً طبیعات کیمیاء (تجارتی)۔ نباتات معدنیات
تعمیرات وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔ ہمارا انجینیرنگ کالج ملک کے بہترین کالجوں میں شمار
ہوتا ہے کسی سائنس کو مغربی نہیں کہہ سکتے۔ کل علوم سائنس بین الاقوامی ہیں۔ چنانچہ وہ
[illegible] سنسکرت مرکز تہذیب گامزن ہے جو کہ ایسے مضامین کی تعلیم دیتی ہے جس سے ہر قوم
[illegible] والبستہ ہے۔ لیکن یہ اپنی آریہ قماش اور مشرقی تمدن پر مصر ہے یہ اپنے نظریہ
کو کانٹ اور ہیگل کی تعلیم جدید کے مدنظر کاپل اور کناد کے دو ہزار سالہ قدیم فلسفہ کو
چھوڑنے تیار نہیں ہے۔

یونیورسٹی کی کئی درسگاہیں ہیں جس میں سنسکرت پڑھائی جاتی ہے ان میں سے
ایک یونانی طبیب تیار کرتی ہے اور دوسری مغربی قسم کے ڈاکٹر اور جراح۔

ایک علیحدہ کالج خواتین کے لئے ہے جس کے عملہ میں گریجویٹ خواتین مقرر
ہیں لیکن لڑکیوں اور لڑکوں کو ساتھ ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔

چند ماہ کا عرصہ ہوا کہ ایک زراعتی کالج کی بنیاد رکھی گئی۔ اس وقت یونیورسٹی میں

۳۰۰۰ طلبا زیر تعلیم ہیں۔

یونیورسٹی دریائے گنگا کے کنارے ایک پُر فضا مقام پر آبادی کے [illegible] دور واقع ہے۔ میں نے یورپ میں بہت سی یونیورسٹیاں دیکھیں اور ہر جگہ [illegible] کیمبرج و آکسفورڈ کے یہ دیکھا کہ وہ غیر تعلیمی عمارات و مکانات سے گھری ہوئی ہیں۔ بنارس ہندو یونیورسٹی کا محل وقوع اس کے حسن کو دوبالا کرتا ہے۔

ہندو یونیورسٹی اپنی جداگانہ تعلیمی و اخلاقی زندگی۔ اپنی علیحدہ آب رسانی، بجلی اور ٹاؤن ایریا کمیٹی کے لحاظ سے بذات خود ایک شہر ہے۔ اس کے امیر جامعہ مجلل اور ذی عزازی ہیں۔ اس کے چند پروفیسر یورپ و امریکہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

طالب علم جو ایسی فضا میں تعلیم پائیں گے، امید کی جاتی ہے کہ جب اس کے دروازوں سے باہر قدم رکھیں گے تو ہندوستان کا روحانی پیغام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچائیں گے اور اپنے ملک کی بیداری میں نمایاں حصہ لیں گے۔

تعلیمی نقش کشی

بچہ جس وقت چھ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو معلم نقش کشی کو چاہیئے کہ بچہ کے مشاہدے کو اشیا کی جانب پوری توجہ سے رہبری کرے۔ اس مقصد کے مدِ نظر اسکو چاہیئے کہ نقش کشی کا ایک نظام عمل تیار کرے۔ جس کے ذریعہ

(۱) طلبہ کا مشاہدہ تیز ہو۔

(۲) اُن کی دستی مہارت میں اضافہ ہو۔

اس امر کا خاص لحاظ رکھا جائے کہ نقش کشی انہیں اشیا کی کروائی جائے جن سے بچہ فطرتاً دلچسپی رکھتا ہے۔ غیر مانوس اشیا کی نقش کشی کروانا بچوں کی دماغی توانائی اسراف بلکہ قویٰ دماغی کی نشو و نما پر بھی نہایت مضر اثر رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اس ضمن میں ایک دوسرا قابل لحاظ امر یہ ہے کہ طلبہ کو اس مبتدیانہ حالت میں نقش کشی ایسے آلات کے ذریعہ کروائی جائے۔

شکل نمبر ۱

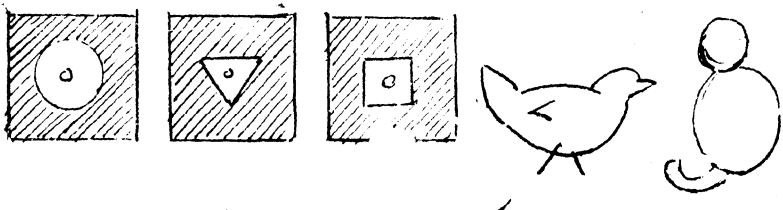

جن سے بچوں کو خطوط کھینچنے ان کو مٹانے اور ان کی تصحیح کرنے میں آسانی ہو۔ ریتی پر نقش کشی کرنے میں اس قسم کی آسانی پائی جاتی ہے لیکن اس درجہ پر پہنچنے کے بعد بچوں کو ریتی سے زیادہ دلچسپی باقی نہیں رہتی علاوہ برین ریتی پر انگلی سے نقش کرنے سے کوئی دستی مہارت حاصل نہیں ہوتی۔ تختہ سیاہ پر نقش کشی کرنے میں خطوط کو دھرانے

اور ان کی تصحیح کرنے کی سہولت تو موجود ہے۔ لیکن جماعت کے ہر طالب علم کو تختہ سیاہ سے مستفید ہونے کا پورا موقع نہیں ملتا۔ اس لئے بعض اساتذہ کا خیال ہے کہ رنگین چاک کی نقش کشی ان سہولتوں کے مدِ نظر مرجح ہے۔

رنگین چاک کی نقش کشی بسا اوقات بادامی اور بعض اوقات مختلف الوان کے کاغذوں پر کی جاتی ہے۔ رنگین چاک میں زرد، سُرخ اور اودی بچوں کے لئے بہترین سمجھی جاتی ہیں۔ چونکہ بچے رنگین چاک کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اس لئے رنگین چاکیں استعمال کروائی جاسکتی ہیں۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو سفید چاک کا استعمال ابتداءً زیادہ کروایا جائے تاکہ طلبہ میں رنگین چاک کی دلچسپی اس وقت تک باقی رہے جب تک وہ الوان کے استعمال اور امیزش الوان پر قابو نہ پالیں۔

بچوں کی دستی مہارت میں اضافہ کرنے اور مشاہدے کو تربیت دینے کے لئے جو امشاق مقرر کئے جائیں اُن میں تدریج کا پایا جانا نہایت ضروری ہے۔ ترتیب امشاق میں جو تدریج پائی جانی چاہیئے اس کو ہم مجملاً درج ذیل کرتے ہیں:۔

(۱) مدور اشیاء کی نقش کشی۔ ابتداءً طلبہ کو مدور اشیاء کی نقش کشی کروانی چاہیئے مثلاً سیب۔ تسبیح کے دانے وغیرہ۔ ملاحظہ ہو شکل (۲)

(۲) مقعر و مہدب خطوط۔ آلو۔ انڈا۔ فٹبال۔ ہلال وغیرہ۔ ملاحظہ ہو شکل (۳)

شکل نمبر ۲

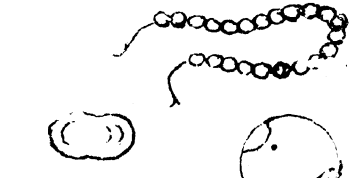

شکل نمبر ۳

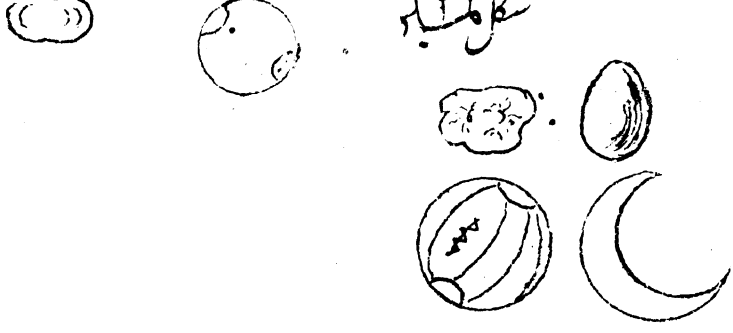

شکل نمبر ۴

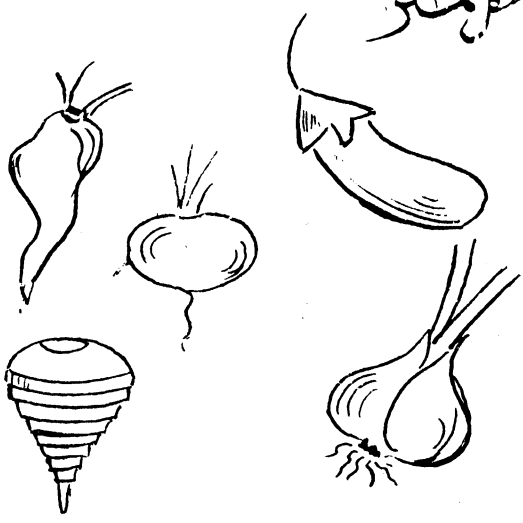

(۳) گاؤدُم کلیر۔ مثلاً شلجم۔ مولی۔ پیاز۔ لٹھو وغیرہ۔ شکل (۴)

(۴) خطی نقوش۔ مثلاً جھنڈی۔ پنکھا۔ (معمولی) موم بتی پتنگ کرکٹ بیاٹ۔ شیشہ۔ ملاحظہ ہو شکل (۵)

(۶) قدرتی اشیاء

شکل نمبر ۵

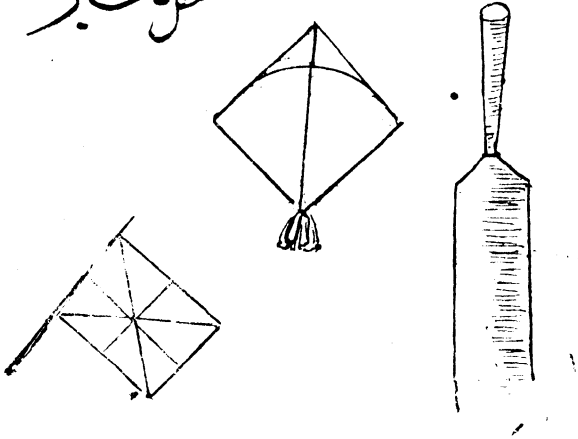

ان اشیاء کی نقش کشی کافی مہارت پیدا ہونے اور قوت مشاہدہ کے ترقی پانے کے بعد شروع کروائی جائے۔ معلم نقش کشی کو چاہیئے کہ وہ بچوں کے ذوق مشاہدے کو ہمیشہ اپیل کرتا رہے ابتداءً گھاس کی پتیاں اور درختوں کے پتے (مختلف حالت میں) کھچوائے جائیں۔ مانوس پتے مثلاً آم کا پتا، نیم کا پتا، پیپل کا پتا اور اسی طرح مانوس پھول مثلاً سورج کا پھول۔ کنول وغیرہ کھچوائے جاسکتے ہیں اسی طرح تخموں اور شاخوں کی نقش کشی بھی کروائی جاسکتی ہے۔ اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے کہ بچے جس شکل کی بھی نقش کشی

کریں اس کا مضامین درسی سے کچھ نہ کچھ ضرور ربط ہو۔ اگر کوئی ربط موجود نہ ہو تو اُن اشیاء کی نقش کشی میں بہت کم تعلیمی اہمیت رہتی ہے۔

(تنبیہ۔ چاک کا استعمال بچے نہایت لاپروائی سے کرتے ہیں۔ چاک کا سفوف اگر سانس کے ذریعہ زیادہ مقدار میں پھیپھڑوں میں پہنچتا رہے تو اطبا کا خیال[1] ہے کہ مرض دق کے پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لئے معلم نقش کشی کا فریضہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ بچوں کے جسم اور کپڑوں سے چاک کے سفوف کو وقتاً فوقتاً دور کروا دیا کرے)

تخیلی نقش کشی بچے جب کبھی کوئی سبق پڑھتے ہیں تو اُن کے نفس میں مماثل تخیلات پیدا ہوتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے بچپن میں الف لیلہ کی کہانیاں سُنی ہیں اگر اب بھی وہ کسی سُنی ہوئی کہانی کو یاد کریں تو متعدد تخیلات جو اُن کے حافظہ میں قائم ہو گئی تھیں سطح شعور پر آجاتی ہیں۔ جذبات اور احساسات کی طرح تخیلات میں بھی ایک خفیف سا رجحان الفاظ یا نقوش کی شکل میں اعادہ پانے کا موجود ہے۔ اگر نقوش کی شکل میں ان کا اعادہ کیا جائے تو اس کو ہم تخیلی نقش کشی کہتے ہیں جماعت اول کے طلبہ جنکی اوسط عمر سات یا آٹھ سال کی ہو تخیلی نقش کشی کر سکتے ہیں۔ جب استاد کو معلوم ہو جائے کہ طلبہ کسی بڑے تصور کے تحت تخیلات قائم کر سکتے ہیں تو وہ آسان بیانیہ نظمیں اور خوشگوار اور دلچسپ قصے بچوں کو سنائے اور اُن سے کہے کہ اجمالی طور پر ان قصوں یا نظموں کا اعادہ کریں۔ اگر اسباق سے متعلقہ تصویریں ہو تو اس وقت تک تصویر نہ دکھلوائی جائے جب تک کہ سبق پورا نہ ہو لے تاکہ ان کے تخیلات کی تشکیل میں کوئی ہرج نہ ہو تصویری توضیحات کے لئے طلبہ کو بہت کچھ مشق کرنی چاہیئے۔

---

[1] ملاحظہ ہو "مدارس کی حفظان صحت" مصنفہ ڈاکٹر بسٹر۔

اولاً اُن کے تخیلات میں وضاحت پیدا کرنے کی خاطر انہیں
عقبی نظر کھینچنا سکھلایا جائے۔ انسانی جسم مختلف حالتوں میں (مثلاً
دوڑتی ہوئی، چلتی ہوئی اور سوتی ہوئی حالت) کھچوایا جاسکتا ہے۔ مگر ابتداً بعض خطوط ہی
سے حرکات انسانی کا علامتی اعادہ کروایا جائے۔ اس صورت میں ہر خط جسم انسانی کی ایک
بڑی ہڈی کو ظاہر کرے گا۔ اس قسم کے متعدد خاکے معلم کو تختہ سیاہ پر خود بھی اتارنا چاہیئے
اور طلبہ سے بھی مشق کروانی چاہیئے تاکہ طلبہ اس علامتی نقش کشی
کو آسانی سے سمجھ لے سکیں۔ اس کے بعد طلبہ بطور خود اس قسم کے نقوش کھینچ سکتے ہیں۔
ملاحظہ ہو تصویری توضیحات صندوق خطوط وغیرہ شکل نمبر (۶)

شکل نمبر ۶

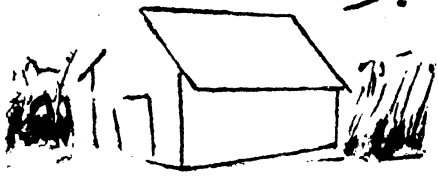

اس میں مہارت
حاصل کرنے کے
بعد انسانی لباس وغیرہ
کی نقش کشی کروائی
جاسکتی ہے۔ مگر یہ بات
یاد رہے کہ اس
پر بھی نقش کشی محض
علامتی رہے گی۔
ملاحظہ ہو شکل نمبر (۷)

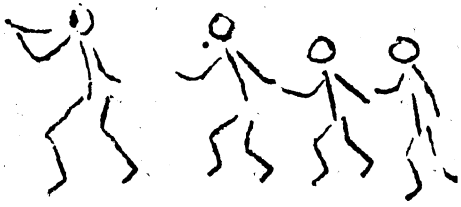

شکل نگاری

لباس وغیرہ کو طلبہ معلم کے زیر ہدایت مناسب رنگین چاکوں سے رنگ دے سکتے ہیں۔ طلبہ آسان تاریخی و ادبی قصوں اور نظموں کی تصویری توضیح کر سکتے ہیں۔

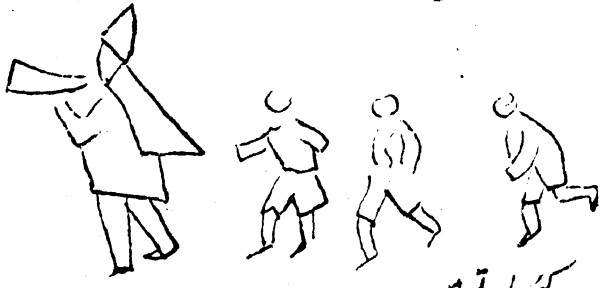

ذیل میں مثال کی طور پر تصویری توضیحات کے لئے چند عنوان پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اتحاد بڑی طاقت ہے (قصہ)

(۲) رام کی جنگ کی کمان خم کرنا۔

(۳) پیاسا کوا (قصہ)

(۴) کتا اور اس کی پرچھائیں (قصہ) وغیرہ

مشاہدے کی نقش کشی

مشاہدے کی نقش کشی سے ہماری مراد وہ نقش کشی ہے جو اشیا کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے۔ جماعت اول کے طلبہ کی توجہ اشیاء کے تاریک اور روشن پہلو کی طرف کروائی جائے معلم کو چاہیئے کہ اشیاء کو میز پر رکھ کر ان کے تاریک ترین اور روشن ترین پہلوؤں کو بچوں کے ذہن نشین کروائے اور اس کے اسباب سمجھائے۔ اس کے بعد سیاہ اور سپید پاک کے ذریعہ اشیاء کی نقش کشی میں ان کے تاریک اور روشن پہلو کو واضح کروایا جائے۔

جماعت دوم وسوم میں جب کہ بچوں کی نظر الوان میں امتیاز پیدا کرنے لگے تو یہ بات اُن کے ذہن نشین کروائی جائے کہ روشنی کا اثر اشیاء کے الوان پر بھی ہوتا ہے یعنے اشیاء کا وہ پہلو جو روشنی میں یا اس کے مقابل ہوتا ہے پھیکا رنگ رکھتا ہے اور جو تاریکی میں ہوتا ہے وہ "سیاہی مائل"[1] رنگ رکھتا ہے معلم نقش کشی الوان متمما (Complementary Colours) کو استعمال کر کے دکھلائے کہ کس طرح کسی شئے کے تاریک یا روشن پہلو میں مدارج الوان (Shades of Colours) پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ قبل اس سے کہ اس قسم کی کوئی مشق کروائی جائے، طلبہ کو طیف (Spectrum) کے مختلف الوان سے واقفیت ہونی چاہیئے اور ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ابتدائی الوان (Primary Colours) کو ثانوی الوان (Secondary Colours) سے کس طرح مرکب کیا جائے کہ سیاہی مائل (Grey) رنگ کے مختلف مدارج پیدا ہوں۔

آمیزش الوان کے متعلق جو مختلف اصول ہیں چونکہ اعلیٰ نقش کشی سے متعلق ہیں اس لئے فی الحال نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ضرورت کے لحاظ سے طلبہ کو یہ سمجھا دیا جائے کہ طیف کے الوان حسب ذیل ہیں (۱) سرخ (۲) نارنجی (۳) زرد (۴) سبز (۵) ازرق (۶) نیلا (۷) اور جامنی۔ الوان ثانوی، الوان ابتدائی کی مختلف آمیزشوں سے حاصل

---

[1] "سیاہی مائل" اس لفظ کو میں نے (Grey) کے معنوں میں استعمال کیا ہے افسوس ہے کہ اس لفظ کا اردو زبان میں کوئی مرادف نہیں ہے "بھورا" اردو میں اس رنگ کو کہتے ہیں جو سفیدی اور سیاہی سے مرکب ہے مگر یہ لفظ (Grey) کا مرادف نہیں ہو سکتا اس لئے کہ نقش کشی کی اصطلاح میں (Grey) اس رنگ کو کہتے ہیں جس میں ایک حد کی سیاہی پائی جاتی ہو۔ دکھنی زبان کا لفظ "مگیا" قریب ترین مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

ہوتے ہیں اور الوان ابتدائی اودا، سُرخ اور زرد ہیں۔ سیاہی مائل رنگ کے پیدا کرنے کے لئے تینوں ابتدائی الوان استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر ایک شئے کا کوئی پہلو تاریکی میں ہو، عام اس سے کہ اُس کا رنگ سُرخ ہو یا زرد ہو یا اودا، بقیہ دو رنگوں کے اضافے سے وہی رنگ سیاہی مائل (Grey) ہو جاتا ہے۔ مثلاً سُرخ رنگ اودے اور زرد رنگ کی آمیزش سے سیاہی مائل (Grey) ہوتا ہے

اودا رنگ زرد اور سرخ رنگ کی آمیزش ،، ،، ،، ،،

زرد رنگ سرخ اور اودے رنگ کی ،، ،، ،، ،،

سیاہی مائل رنگ کے مدارج بقیہ دو رنگوں کی انفرادی مقدار آمیزش پر منحصر ہیں۔ طلبہ کو یہ سمجھانے کے لئے کہ الوان میں روشنی اور تاریکی کے اثرات سے جدا جدا مدارج کس طرح پیدا ہوتے ہیں یہ تدبیر اختیار کی جائے کہ مندرجۂ بالا تین رنگوں کے کاغذات مقوے پر چڑھائے جائیں اور مقوے کو اس طرح موڑ دیا جائے کہ اس کا کچھ حصہ روشنی میں اور کچھ حصہ تاریکی میں ہو تو بچے آسانی سے روشنی اور تاریکی کے اثرات کو سمجھ سکیں گے۔ غرضکہ بچے جب مدارج الوان کو متمیز کر لے سکیں تو پھر مانوس اشیاء کو اُن کے سامنے رکھ کر رنگین چاک سے نقش کشی کروائی جائے اور اشیاء کے تاریک اور روشن پہلو کے مدنظر مدارج الوان کا کاغذ پر اعادہ کروایا جائے۔ ادبی قصوں کی توضیحات اور مناظر قدرت کی نقش کشی اگر رنگین چاک سے کی جاتی رہے تو اُس سے طلبہ کے ذہنی نشوونما میں بڑا اضافہ ہوتا ہے۔

پنسل کی نقش کشی | پنسل کی نقش کشی کے متعلق ہمیں کوئی خاص بات کہنی نہیں ہے۔ اس قسم کی نقش کشی برہمی کم وبیش وہی اصول حائد ہوتے ہیں جو چاک کی نقش کشی کے ضمن میں ہم نے بتلائے ہیں۔ مہارت دستی پیدا کرنے کے لئے اس میں بھی تدریجی نظام عمل کی ضرورت ہے۔ اشیاء کے روشن اور تاریک پہلو کے ظاہر کرنے میں اگر رنگین چاک کی نقش کشی

سے مدد لی جاتی رہے تو اس میں سخت H یا HB اور نرم B یا BB پنسلوں سے کام لینا چاہیئے۔

مناسب تو یہی ہے کہ طلبہ کو جہاں تک ممکن ہو پنسل کی نقش کشی کی مشق بھی ابتدائی مدارج ہی میں شروع کروا دی جائے۔ تاکہ وہ نقش کشی کی اس صنف میں کمزور نہ رہ جائیں۔

موقلمی رنگ کاری Colour Work with the Brush

موقلمی رنگ کاری ایک فن لطیف ہے۔ ہم ذیل میں اس کے متعلق اسی حد تک بحث کریں گے جس تک کہ یہ تعلیمی نقش کشی سے متعلق ہے۔ قبل ازاں کہ طلبہ کو موقلمی رنگ کاری سکھلائی جائے یہ نہایت ضروری ہے کہ اُن سے جمالیاتی احساسات کو اُکسایا جائے۔ جماعت میں عمدہ شاہ کار تصاویر آویزاں کی جائیں جماعت کے ماحول میں جمالیاتی ترتیب پیدا کی جائے تاکہ طلبہ میں حُسن اور تناسب کے تصورات پیدا ہوں جس وقت بھی موقع ملے طلبہ کی توجہ تناسب الوان کی طرف منعطف کرائی جائے مثلاً یہ کہ سورج کی روشنی اگر چھت یا دریچے وغیرہ میں سے چھنتی ہو تو بلورین منشور (Glass Prisms) کے ذریعہ روشنی کے مختلف الوان کا مشاہدہ طلبہ کو کروایا جائے اسی طرح جب قوس قزح دکھائی دے تو طلبہ کو اس کا مشاہدہ کروایا جائے تاکہ وہ الوان کو متمیز کر سکیں اور ایک رنگ کا دوسرے رنگ میں بتدریج مبدل ہونا اُن کی سمجھ میں آجائے۔ اس کے علاوہ طلبہ کے افادہ کے لئے الوان لطیف کا ایک نقشہ جو اُسی کی یا کسی ماہر طالب علم کی رنگ کاری کا نتیجہ ہو جماعت میں آویزاں کیا جائے اس نقشہ میں نہ صرف انفرادی طور پر الوان لطیف دکھلائے جائیں۔ بلکہ یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ ایک رنگ کس طرح بتدریج دوسرے رنگ میں بتدل ہوتا ہے۔

موقلم کے ذریعہ طلبہ کو رنگ آمیزی سکھلائی جائے۔ موقلم کے استعمال کے طریقے نوعیت رنگ کاری کے لحاظ سے جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ معلمان نقش کشی ان طریقوں

خوب واقف ہیں اس لئے ان کا اعادہ یہاں غیر ضروری ہے۔ بچوں کو ابتداً سادہ پتے مثلاً نیم، پیپل، آم اور جام کے پتوں کی رنگ کاری کروائی جائے۔ اور اسی طرح سادہ پھول ٹہنیوں اور تخمنوں کی رنگ کاری کروائی جائے۔ اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے کہ طلبہ کسی پتے، پھول یا تخم وغیرہ کی رنگ کاری کرنے سے پہلے اس کی ساخت کا بغور معائنہ کریں اور اُس کی شکلی خصوصیات کا مطالعہ کریں تاکہ وہ ایک قسم کے پھولوں اور پتوں کو دوسرے قسم کے پھولوں اور پتوں سے متمیز کر سکیں۔ اس ضمن میں طلبہ کو مطالعہ قدرت کا زرین موقع ملتا ہے اور علم نباتات اور علم نور کی ابتدائی معلومات بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔ رنگ کاری میں اشیاء کے تاریک اور روشن پہلو کے ظاہر کرنے کا طریقہ وہی ہے جو شبیہ کی نقش کشی کے ضمن میں ہم نے بیان کیا ہے۔ اگر کافی توجہ سے رنگ کاری کے اشاق کو زندگی کے ساتھ مربوط کر کے طلبہ کے جمالیاتی نفس کو اپیل کیا جائے تو ابتدائی رنگ کاری اعلیٰ مصوری کا زینہ بن سکتی ہے۔

تبصرے

مطبوعات مکتبہ ابراہیمیہ سلسلہ دنیا کے شاہ کار افسانے عبد القادر صاحب سروری نے ہر ملک کے بہترین مختصر قصوں کا مجموعہ کئی اہل ذوق کی مدد سے چودہ حصوں میں ترتیب دیا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ قدیم زمانہ کے دلچسپ اور سبق آموز قصوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ ان کے انتخاب اور ترتیب میں کسی جدت کے دعوی کے بجائے کلاسک اور نسبتاً مشہور و معروف اشخاص کے مجموعوں کو پیش نظر رکھنے کا کشادہ دلانہ سے اعتراف کیا ہے۔ ایک اور امر قابل ذکر یہ ہے کہ ہماری جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل نے اس مفید کام کو انجام دیکر قائم کنندگان جامعہ کی امیدوں کی بڑی حد تک تکمیل کی ہے ہمیں امید ہے سررشتہ تعلیمات اور اس کے کارپردازان ان حضرات دینز مکتبہ ابراہیمیہ کی قدر افزائی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے قیمتیں کم لیکن مختلف ہیں۔ سرورق دیدہ زیب ہے۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے حصہ اول قدیم افسانے قیمتی عہ اور حصہ ہفتم چینی اور جاپانی افسانے قیمتی ۹ر۔

مکمل ہندسہ عملی مولوی محمد منیر الدین صاحب مؤلف کا دعوی ہے کہ مدارس فوقانیہ کے ابتدائی ریاضی کے طلبہ کے لئے عملی ہندسہ میں کوئی خاص کتاب مقرر نہیں ہے، اس لئے نصاب مقررہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کتاب ترتیب دی گئی۔ اس میں مشقیں کافی ہیں۔ یہ اس قابل ہے کہ مدرسین اس کو طبقہ فوقانیہ میں رائج فرمائیں قیمت صرف عہ ہے۔

جیرو مقابلہ برائے ششم و مڈل مرتبہ سید انوار حسین صاحب امرتب کو اس امر کا اعتراف ہے کہ کتابت اور طباعت امید کے مطابق نہ ہوسکی ریاضی کی کتب کیلئے

صحت بہت ہی ضروری ہے۔ ایسی کتب کی اشاعت اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جب کہ معذرت کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ بہر حال غریب و نادار طلبہ کے لئے یہ اپنی کم قیمتی کے باعث کار آمد ہو سکتی ہے۔ قیمت ۱۵ر

جغرافیہ ریاضی و طبعی] یہ بھی سید انوار حسین صاحب کی تصنیف ہے۔ جو طبقۂ فوقانیہ کے لئے تیار کی گئی ہے۔ نقشہ جات و اشکال جغرافیہ کی جان ہیں۔ ہم کو حیرت ہے کہ اس میں ایک بھی نقشہ یا شکل درج نہیں ہے۔ قیمت درج نہیں ہے۔

بچیوں کا قاعدہ] مؤلفہ علامہ سید مختار احمد صاحب و مولانا ذہین۔ قاعدہ کی ترتیب میں کوئی جدت نہیں ہے۔ البتہ متعدد نقاوریر درج ہیں اس کے نام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ لڑکیوں کے لئے مخصوص ہے لیکن افسوس کہ مؤلفین نے اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔

قیمت درج نہیں ہے۔

گشت

مدرسین متعلقہ جماعت سوم و چہارم مدرسہ تحتانیہ خاص بیدر شریف معہ تلامذہ جماعتہائے متذکرہ بیدر سے حسب پروگرام و بہ اتباع حکم محکمۂ صدر مزار حضرت خواجہ عماد الدین محمود گاوان رحمۃ اللہ علیہ گئے جب مقبرہ پر پہونچ چکے تو چار بڑی بڑی مزارین ترتیب وار چبوترے پر دکھائی دیں یہ چاروں مزارین نہایت سادہ ہیں جن میں تیسری مزار خواجہ موصوف کی ہے جس کے سرہانہ ایک بڑا کتبہ سنگ سیاہ کا خواجہ صاحب کی عظمت کو ظاہر کر رہا ہے علاوہ اس کتبے کے خواجہ گاوان کی مزار کو لوہے کی کٹگر سے بھی محفوظ کر دیا گیا ہے اس کٹگر کے اطراف طلباء کو ایک ترتیب نظام کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا اور قبل اس کے خواجہ صاحب کے حالات سے طلباء آشنا کرائے جائیں وہاں کی دوسری مزاروں سے بھی واقفیت کرائی گئی یعنی خواجہ صاحب کی دائیں جانب ملّا کاشفی و ملّا داؤدی اور بائیں جانب ملّا طاہیر کی مزاریں ہیں۔ جو شاہان بہمنیہ کے درباری و علما اور شعرا سے ہیں نیز ان میں سے اوّل الذکر کو تاریخ میں بڑا ملکہ تھا اور ایک کتاب موسوم بہ تحفۃ السلاطین کے مصنف بھی ہیں۔ خواجہ موصوف کی مزار کے جنوبی سمت والی مزار عبدالکریم ہمدانی فارغ التحصیل کی ہے جو خواجہ ہی کے زمانہ کے ہیں بعد ازاں خواجہ کے حالات بالتفصیل بتلائے گئے۔

قصبہ ناگد تعلقہ کنڑ میں بلونت جانوجی صاحب صدر مدرس کا وداعی جلسہ کیا گیا۔ یہ جلسہ مدرسہ کے مدرسین کے جانب سے منعقد ہوا جس میں معززین دیہات کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس جلسہ کے صدر مسٹر بلونت راؤ صاحب بنائے گئے۔

قرارت سے جلسہ کی ابتدا کی گئی۔ اور اسی موقعہ پر "مدرسہ بالغاں" کا افتتاح کیا گیا۔ سید بشیر الدین صاحب مددگار مدرسہ ہذا نے قیام مدرسہ بالغان کی ضرورت پر مختصر سی مؤثر تقریر کی۔ اور چند حضرات کو حصول تعلیم کے لئے آمادہ کیا۔

آخر میں اعلیحضرت بندگان عالی و شہزادگان بلند اقبال ہمایوں فال کی ترقی عمر و اقبال کے لئے دعا فرمائی۔ اور حاضرین نے کھڑے ہو کر آمین کی صدائیں بلند کیں۔ اس کے بعد صدر صاحب موصوف کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔

صدر مدرس صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ قصبہ حسن پرتی میں ایک مدرسہ تحتانیہ درجہ اول قائم ہے جہاں (۲۶۰) طلبا زیر تعلیم اور آٹھ مدرسین کارگزار ہیں حال میں عالیجناب مولوی عبدالرشید صاحب صدیقی بی۔ اے۔ بی ٹی مہتمم تعلیمات ضلع ورنگل کے حسب ارشاد ٹسر بافی کا کام شروع کیا گیا ہے جو نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے چنانچہ اب تک چار طالب علموں نے اس حد تک کام سیکھ لیا ہے کہ بلا امداد غیرے وہ نہایت عمدہ ٹسر تیار کرنے لگے ہیں۔

مدرسہ وسطانیہ تعلقہ وگلور کا سالانہ جلسہ ہوا۔ پروگرام کا آغاز بہ صدارت عالیجناب مولوی شجاع الدین عباس طیب جی صاحب دوم تعلقدار و ویژن دیگلور ہوا۔ "لڑکوں میں تعلیم کا اثر اردو مکالمہ" "مکان اور تیاری اسباق" "مرہٹی ڈرامہ ہوا۔ تقریر بروٹس بزبان انگریزی عبدالجبار خان" متعلم تہرڈ فارم نے کی۔ اور مارک انٹنی" کی تقریر بزبان انگریزی پورے لباس میں ملبوس ہو کر عبدالعزیز قریشی متعلم تہرڈ فارم نے کی۔ اسناد اور (۱۵۰) انعامات طلبا کو بدست صدر نشین صاحب تقسیم کئے گئے۔ عالیجناب مسٹر ابو سنگھ صاحب بی اے صدر مدرس مدرسہ نے مدرسہ سے متعلق ایک رپورٹ پڑھی جو نہایت مؤثر تھی۔ جس کے اختتام پر اعلیحضرت والا حشمت دارا شوکت سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہٗ کی ترقی عمر و اقبال و جاہ و جلال

وشہزادگانِ بلند اقبال و شہزادیانِ فرخندہ فال کے ازدیادِ عمر و اقبال کے لئے بارگاہِ ربّ العزت میں نہایت ادب کے ساتھ دعا مانگی گئی۔ سامعین بہ حضور قلب بہ آواز بلند آمین کہہ رہے تھے۔

انجمن اساتذہ پاتھری کا پہلا ماہواری جلسہ بعد نماز جمعہ بصدارت عالیجناب مولوی شیخ احمد علی صاحب شباب تحصیلدار تعلقہ پاتھری منعقد ہوا۔ جناب تحصیلدار صاحب پرجوش چیرز کی گونج میں کرسی صدارت پر جلوہ فرما ہوئے۔ انجمن کی جانب سے ممدوح کو پھول کا ہار پہنایا گیا اس کے بعد حسب پروگرام جلسہ کا آغاز ہوا۔ معتمد انجمن نے یہ تبلاتے ہوئے کہ انجمن کی بنیاد کب اور کیسے ہوئی آمدنی و خرچ وغیرہ کا بھی ذکر کیا۔ جناب صدر مدرس صاحب مدرسہ تحتانیہ درجہ اول پاتھری نے طلبہ کو مرہٹی چوتھی کتاب کا سبق حسب اصول ٹریننگ پڑھایا۔ طلبہ نے حسب استعداد "علم کے فوائد" پر تقریریں کیں اور اراکین صاحبان انجمن نے زیادہ وضاحت کے ساتھ "علم کے فوائد" پر کافی روشنی ڈالی۔

ختم تقاریر پر عالیجناب صدر نشین صاحب نے مختصر سی تقریر کے بعد "علم" پر اپنی طبع زاد نظم سنائی جو خاص اسی جلسہ کے لئے ممدوح نے موزوں فرمایا تھا نظم نہایت دلکش اور مؤثر تھی۔ آخر میں جناب صدر انجمن نے عالیجناب صدر نشین صاحب و حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

مدرسہ تحتانیہ لاسور تعلقہ دیجاپور کا تعلیمی جلسہ زیر صدارت جناب مولوی سید ساجد علی صاحب مہتمم تعلیمات ضلع اورنگ آباد منعقد ہوا شرکاء کی تعداد چار سو سے کم نہ تھی۔ جلسہ کا آغاز حمد سے کیا گیا۔ طلبائے مدرسہ نے اردو و مرہٹی نظمیں بخوش الحانی سے پڑھیں نیز اردو و مرہٹی میں دلکش مکالمے ہوئے۔

رام چندر دامن راؤ صدر مدرس مدرسہ ہذا نے "تعلیم کی ضرورت" پر نہایت وسیع

۵۵۸۹

تقریر کرتے ہوئے طلبار کے ورثاکو یہ ترغیب وتحریص دلایا کہ مدرسہ ہذا کا کورس ختم کرنے والے طلبار کو مدرسہ وسطانیہ میں شریک کیا کریں تاکہ وہ اپنے معلومات میں اضافہ کرسکیں۔

معزز صدر مولوی سید ساجد علی صاحب مہتمم تعلیمات نے "تعلیم کی ضرورت" پر نہایت وسیع وبلیغ تقریر فرمائی اور دیگر ممالک کے نظائر پیش کرتے ہوئے حاضرین جلسہ کو محو حیرت کردیا اور ساتھ ہی ساتھ "تعلیم نسوان" "وتعلیم بالغان" پر تقریر فرمائی کہ اس کی ہمارے ملک کو نہایت ضرورت ہے۔ آپ کے تقریر کا حاضرین پر اچھا اثر ہوا۔ دوسرے روز سے "تعلیم بالغان" کا شب میں مدرسہ کھول دیا گیا جس میں (۲۰-۲۲) طالب علم شریک ہیں طلبار مدرسہ کو کتب۔ تختی وپنسل وغیرہ کے انعامات قیمتی (عہ) روپیہ منجانب اساتذہ مدرسہ ہذا صدر صاحب نے اپنے دست مبارک سے تقسیم فرمائے۔

مدرسہ تحتانیہ قصبہ جاہور تعلقہ ونگلور ضلع نانڈیڑ کا جلسہ سالانہ بصدارت مسٹر تلسی رام جیو صاحب صدر مدرس مدرسہ تحتانیہ انگلو منعقد ہوا مدرسہ آراستہ کیا گیا تھا۔ شرکار کی تعداد قریب قریب پانسو کے تھی جلسہ کا آغاز حمد سے کیا گیا مدرسہ ہذا کے چند طلبار نے مکالمہ جات مرہٹی وقصہ جات عملی وغیرہ میں بطور ایکٹنگ کے کام کر بتلائے من بعد پنڈت مسٹر گنگا دھر راؤ جیو صاحب اور بابا راؤ صاحب طالب آباد مدرسہ مرہٹی میں اور مددگار صاحبان مدرسہ اور مولوی محمد عبدالرحمان صاحب صدر مدرس مدرسہ تحتانیہ چانڈولہ نے اردو میں شوق تعلیم اور اس کے فوائد وغیرہ پر تقریریں کیں من بعد رگھوناتھ سنگھ صدر مدرس مدرسہ نے مدرسہ کی نسبت رپورٹ پڑھی اس کے بعد صدر نشین صاحب نے زبان مرہٹی میں رعایا قصبہ کو تعلیم کی اہمیت وغیرہ پر نصیحت فرماتے ہوئے تقریر فرمائی نیز حاضرین جلسہ سے سدرام جیو صاحب پٹیل وسدرام جیو صاحب گماشتہ ساہو۔ و

برتاجیو صاحب پٹیل موضع میتھی نے بڑی ہمدردی کے ساتھ طلباء غربا مدرسہ کے لئے تعلیمی اشیاء کے امداد کیلئے چندے دئے اس کے بعد کامیاب شدہ طلباء کو مدرسہ کی جانب سے انعامات تقسیم کئے گئے۔ جلسہ کامیابی کے ساتھ بعد تقسیم شیرنی دا علیحضرت پُرنور وصاحبزادگان بلند اقبال کی عمر و ترقی دولت کی دعا پر ختم ہوا۔

مدرسہ تحتانیہ یڈرامی میں بصدارت عالیجناب مولوی ضیاء الدین بیگ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ناظر تعلیمات درجہ اول ضلع گلبرگہ شریف منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز قرأت و حمد سے کیا گیا۔ جناب منتظم صاحب کوتوالی معہ عملہ و معزز رعایا شریک جلسہ تھے۔ طلباء مدرسہ نے خوش الحانی سے نظمیں پڑھیں۔ کتب انعامی تقسیم کی گئیں۔ نیز اخلاقی مکالمے علمی مضامین پر تقریریں ہوئی عالیجناب صدر نشین صاحب نے بزبان کنڑی تفصیل سے تقریر کر کے رعایا کو مدرسہ کا شوق دلایا۔ فرنیچر مدرسہ کے لئے حال ہی میں عالیجناب مہتمم صاحب کی تحریک پر رعایا نے (۳۰) چندہ کی فہرست مرتب کی تھی۔ عالیجناب صدر نشین صاحب کی تائید پر چندہ کی مقدار اس جلسہ میں (۵۶) تک پہونچی۔ صدر مدرس مدرسہ نے اعلیحضرت بندگانعالی مدظلہ العالی خلد اللہ ملکہ کی ترقی عمر و اقبال کی دعا مانگی۔ بعد حاضرین کا شکریہ ادا کیا گیا۔

بمین دورہ جناب مولوی فقیر محمد صاحب بی ڈی ایچ۔ مولوی عالم ناظر تعلیمات درجہ اول حلقہ نلگنڈہ مدرسہ تحتانیہ اکن پلی کا جلسہ کیا گیا۔ پردہ وغیرہ کا معقول انتظام تھا۔ بدین وجہ تقریباً (۶۰) مستورات شریک جلسہ ہوئیں۔ جلسہ کا آغاز حمد نعت سے کیا گیا۔ صاحب موصوف نے پہلے اولاد کی تعلیم و تربیت پر تقریر فرمائی۔ بعد ازاں نماز و روزہ اور دینی احکام سے آگاہ فرمایا۔ اس کے بعد خاص کر مستورات کے متعلق اولاد کی تربیت پر زور دیتے ہوئے بعض بدعنوانیاں جو شادی بیاہ عید محرم وغیرہ

کے موقع پر کرتی ہیں۔ منع فرمایا۔ اور من بعد جلسہ کے اختتام پر حاضرین کا شکریہ ادا فرماتے ہوئے اعلیحضرت قدر قدرت و شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان ہمایوں فال کی عمر و اقبال و ترقی کے لئے ہاتھ اُٹھایا۔

جلسہ تعلیمی مدرسہ بیچ محلہ تماپور تعلقہ شوراپور زیر صدارت عالیجناب مولوی محمد عبداللہ صاحب عثمانی ناظر تعلیمات ضلع گلبرگہ شریف منعقد ہوا۔ باشندگان قصبہ و دیگر مدارس کے مدرسین شریک جلسہ تھے۔ شرکاء کی تعداد پانچ سو سے زاید تھی۔ تحریک و تائید صدارت و قرأت کے ساتھ جلسہ کا آغاز ہوا۔ طلبہ جماعت دوم نے خانگی و سرکاری تعلیم پر مکالمہ اور کرشمہ جہالت کا ڈرامہ عمدگی سے کیا جو درحقیقت طلبہ کی عمر اور قابلیت کا لحاظ کرتے قابل تحسین تھا۔ مولوی شیخ داؤد صاحب نے رپورٹ مدرسہ پیش کی۔ بعد ازاں معززین چندہ دہندگان کا شکریہ ادا کیا گیا کہ جنہوں نے نادار طلبہ کے لئے کتب و سلیٹ کے لئے امداد فرمایا تھا۔ نیز دیگر معززین نے مدرسہ کے لئے گھنٹہ عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جناب صدرنشین صاحب نے طلبہ کو انعامات تقسیم کرکے رعایا قصبہ کو تعلیمی اہمیت پر مؤثر پیرایہ میں نصیحت فرمائی جلسہ کامیابی کے ساتھ اعلیحضرت و صاحبزادگان بلند اقبال کی عمر و ترقی دولت کی دعا پر ختم ہوا۔

آرمور ضلع نظام آباد کا ایک وسیع الرقبہ اور کثیر المدارس تعلقہ ہے۔ مدارس تحتانیہ۔ ابتدائی آزمائشی اور بوکلفنڈ مدارس طریقۂ تعلیم۔ نظم و نسق مدارس۔ اور قواعد و ضوابط سے کماحقہ واقف نہیں ہیں۔ منجانب سررشتہ کے مدرسین کے اضافہ معلومات کے مدنظر جناب محمد عثمان مختار صاحب ناظر تعلیمات ضلع نظام آباد نے اپنے زمانۂ دورہ میں مدرسۂ تحتانیہ درجہ اول قصبہ مورتاڑ پر ایک جماعت مرکزی کے انعقاد کی تجویز کی جو ایک باضابطہ جلسۂ تعلیمی کی شکل میں

منصۂ ظہور پر آئی۔ شرکا میں مدارس لوکلفنڈ و آزمائشی کے علاوہ مدارس تحتانیہ بیگل وویلیور کے اساتذہ صاحبان بھی تھے۔ کارروائی کا آغاز تلاوت آیات قرآنی کے بعد ہوا۔ اولاً ملک محمد صدیق صاحب صدر مدرس مدرسۂ تحتانیہ مورتاڑ نے سنٹرل کلاس کے فوائد کو نہایت وسیع پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے ادھر کے دائمی طور پر ہر مہینہ ہر مدرسۂ تحتانیہ پر قیام کی تحریک پیش کی۔ بالاتفاق یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ اس قسم کے کلاس سہ ماہی ہوا کریں۔ اس کے بعد عبدالحمید صاحب مددگار نے دیہی تعلیم کے مشکلات اور اُس کے حل پر ایک بسیط مضمون پڑھا جس میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ مدارس کی آبادی کے لئے زراعتی وصنعتی تعلیم کو رواج دیا جائے۔ اس کی سعی تحصیل حاصل ہے اس لئے کہ ہمارا سررشتہ اس ضرورت سے غافل نہیں ہے نیز ملک کی بڑی بڑی انجمنیں (حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس۔ انجمن اساتذہ حیدرآباد) اِن امور میں خاص دلچسپی دکھا رہی ہیں۔ بحالت موجودہ جن امور پر آپ کو دسترس ہے اوس کے لحاظ سے عملی کام فوراً شروع کردیں۔ ہر مدرسہ کی عمارت میں کم وبیش صحن ہوتا ہے۔ یا تعمیر مکان سرکاری کے لئے زمین حاصل کی ہوئی ہوتی ہے اُس میں باغبانی یا زراعت کا کام آغاز کیا جاسکتا ہے۔ زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعات بطور نمبرات قائم کردیں۔ ہر نمبر لڑکوں کو مناسب دہارہ پر بطور قول یا پٹہ دیا جائے۔ اور طلبہ میں وہ تمام کاروبار تقسیم کردئے جائیں جو تحصیلات اور دیہی دفاتر میں مالگزاری سے متعلق منقسم ہیں۔ اس طریق عمل سے جملہ کارروائیوں کے لکھنے پڑھنے اور دیہی معلومات پر خاصہ عبور ہوجائے گا۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ادائی زرلگان کی فکر اور پیداوار کی آمدنی کے حصول کی توقع طلبہ میں زراعتی شوق کو بغیر کسی محرک کے پیدا کردیگا اور دلچسپی کے ساتھ اس کام کو خوشی خوشی انجام دیں گے۔ حاضرین نے اس تقریر کو کافی غور کے ساتھ سنا۔ اور اس طریقہ کو آیندہ رواج دینے کا وعدہ کیا۔

اس کے بعد حسب ذیل باتوں کو بعض اساتذہ صاحبان نے نمونے کے اسباق دے

جماعت صغیر تلنگی۔ ابجد آموزی تلنگی۔
جماعت دوم اُردو۔ ادب اُردو۔
" " ضرب سادہ۔
" تلنگی ادب تلنگی۔

ہر سبق پر حاضرین کو نکتہ چینی کا موقع دیا گیا تھا۔ ہر نکتہ چینی بڑی دلچسپ اور دل آویز تھی۔ آخر میں صدر جلسہ نے اون اصول و نکات کا اظہار فرمایا جن پر کسی نکتہ چین صاحب نے روشنی نہیں ڈالی تھی جس کو حاضرین نے کامل دلچسپی اور گہرے انہماک کے ساتھ سنا تلنگی اسباق پر جو تبصرہ فرمایا گیا تھا وہ نہایت قابل قدر اور لائق عمل تھا جس میں یہ وضاحت کیگئی تھی کہ تعلیم کا آغاز صفر سے کیا جائے اور قدرتی اصول پر ترتیب سے بالکل قطع نظر کیا جائے کہ یہی تعلیم فطرت کے موافق ہے۔

من بعد محمد عبدالرؤف صاحب صدر مدرسہ تحتانیہ بمگل نے انتظام تعلیم اقوام ارذل کی تحریک پیش کی۔ فرمایا کہ دنیا کی ہر قوم تعلیمی فوائد سے مالا مال ہو رہی ہے۔ لیکن قوم ارذل کا اکثر حصہ کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ اور تعلیمی فقدان نے انہیں سخت مشکلات اور مصائب میں ڈال رکھا ہے۔ جس طرح صدر مدرس صاحب مدرسہ تحتانیہ مورتاڑ نے اپنے مدرسہ میں دھیڑوں کی ایک جماعت جو فی الوقت (۲۲) نفوس پر مشتمل ہے کوشش و محنت سے فراہم کر لی ہے۔ اور ان کی تعلیم کا انتظام کیا ہے اسی طرح ہر مدرسہ میں اس طرف توجہ کی جائے تو کامیابی لازمی ہوگی۔ بعد تائید یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ جملہ مدارس میں حتی الامکان اس باب میں کامل سعی کی جائے۔ اور جب تعداد خاطر خواہ ہو جائے تو علیحدہ مستقلاً مخصوص مدرسہ کے قیام کی تحریک صدر میں کی جائے۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ حاضرین کا فوٹو لیا گیا۔

فہرست مضامین رسالہ المعلم جلد ششم نمبر ۱ بابتہ ماہ آذر ۱۳۳۹ف

(۰)

مدیر ..... محمد سجاد عمر ایم۔ اے (کنٹب)

تصویر ..... مولوی سید محی الدین صاحب پرنسپل انٹرمیڈیٹ کالج اورنگ آباد

مضمون ..... مضمون نگار

(۱) ہمارا نیا سال ..... مدیر

(۲) سررشتہ تعلیمات پر ایک نظر ..... اقتباس از رپورٹ نظم و نسق سررشتہ عالی بابتہ ۱۳۳۸ف

(۳) بالک گھر ..... مدیر

(۴) برتر انسان ..... مولوی مرزا عصمت اللہ بیگ عصمت

(۵) تبصرے .....

(۶) شذرات .....

نمبر ۲ ماہ دے ۱۳۳۹ف

(۱) علیگڈھ کا مطمح نظر ..... جناب سید راس مسعود نواب مسعود جنگ بہادر وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

(۲) آبرسانی ..... مولوی محمد احمد مرزا صاحب اسی، ای لندن۔ ناظم آبرسانی اضلاع۔

(۳) اُمور خانہ داری ..... مولوی سید نور الحسن صاحب بی۔ اے، بی ٹی مدرس گارمدرسہ فوقانیہ چادر گھاٹ

(۴) شذرات .....

نمبر ۳ ماہ بہمن ۱۳۳۹ف

(۱) آلات بصری ..... مولوی علی حسینی صاحب مدرس گارمدرسہ فوقانیہ چادر گھاٹ

(۲) تعلیم اور سیرت کا باہمی تعلق ..... مولوی نثار اللہ شرمیف صاحب ایم۔ اے

(۳) اُستاد کا رتبہ ..... مولوی محمد عبد السلام صاحب ناظر ۱۰۳ ضلع بیدر

(۴) بچوں کا قاعدہ کس طرح پڑھایا جاسکتا ہے ..... مولوی سید پیر صاحب کنڈرگارٹن ماسٹر ہائی سکول چادر گھاٹ

(۵) سب سے چھوٹی جماعت ..... مولوی عابد حسین خانصاحب صاحب مدرسہ سنگاپوری۔
(۶) تبصرہ .....
(۷) شذرات .....

نمبر ۴ ماہ اسفندار ۱۳۳۹ف

تصویر ..... نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس
(۱) ہمارے دیہات ..... از نواب " " " " " "
(۲) تعلیم میں کھیل کا مرتبہ ..... از مولوی سید نور الحسن صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی (علیگ) مدرس مدرسہ فوقانیہ چادرگھاٹ
(۳) شیشہ ..... از مولوی سید محمد عسکری جعفری صاحب
(۴) اساتذہ کے فرائض اور ذمہ داریاں ..... از مولوی عبد الحی صاحب
(۵) ٹراونکور میں بے روزگاری اور اس کے انسدادی تدابیر ..... ماخوذ از رپورٹ حکومت ٹراونکور
(۶) کانفرنس برائے تعلیم بالغان کیمبرج ..... مسز ایگلر صاحبہ ایم۔اے۔ایل۔ٹی صدر مہتممہ مدارس نسوان سرکار عالی
(۷) ریاست بڑودہ کا کتب خانہ ..... مرحوم مولوی سید نور الحسن صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی (علیگ) مدرس مدرسہ فوقانیہ چادرگھاٹ
(۸) شذرات .....

نمبر ۵ ماہ فروردی ۱۳۳۹ف

(۱) صدارت نامہ ..... نواب سر نظامت جنگ بہادر سی۔آئی۔او۔بی۔ای۔ایم۔اے۔ایل۔بی کیمبرج
(۲) انٹر سکول ٹورنمنٹ ..... ایک تماشائی
(۳) پہاڑوں کی تعلیم ..... مسٹر ڈی سی بھوگلے بی۔اے۔بی۔ٹی مدرس عثمانیہ ٹریننگ کالج
(۴) خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں مسلمانوں کی علمی حالت ..... مولوی محمد شفیع الدین صاحب
(۵) تبصرے .....
(۶) شذرات .....

نمبر ۶ ماہ اردی بہشت ۱۳۳۹ف

(۱) مدارس ... مسٹر جیمس سی ایچ نیونان۔ مترجمہ مولوی علی حسین صاحب بی۔ اے مدرسہ فوقانیہ چادرگھاٹ
(۲) ریاضی کا حصہ عملی زندگی اور قوائے عقلی کی نشوونما میں ... مولوی کاظم حسین صاحب مددگار مدرسہ فوقانیہ محبوب نگر
(۳) شیواجی اور سنیہ گڑھ ... مولوی محمد عبدالسلام صاحب مولوی فاضل ناظر مدارس ضلع بیدر۔
(۴) شذرات ...

نمبر ۷ ماہ خورداد ۱۳۳۹ف

(۱) تعلیم بالغان ... مولوی سید علی اکبر صاحب ایم۔ اے۔ (کنٹب) صدر مہتمم تعلیمات بلدہ
(۲) زراعتی تعلیم کا فلسفہ ... مولوی سید امیر علی صاحب بی۔ اے۔ جی
(۳) تعلیم نسوان ... مسٹر ڈی کے کارو ے پروفیسر پونہ
(۴) دیہات میں کھیلوں کی تنظیم ... ماخوذ از رسالہ رفیق التعلیم
(۵) شذرات ...

نمبر ۸ و ۹ ماہ تیر و امرداد ۱۳۳۹ف

تصاویر ... مدرسہ ڈاٹ فورڈ
(۱) شش شو گھر ... مولوی محمد حسین صاحب جعفری بی۔ اے (آکسن) نائب ناظم تعلیمات سرکار عالی
(۲) ایثار کی تعلیم ... سر فرڈیرک ڈبلیو ٹوگوڈ انسپکٹر آف اسکولز ڈاکریز یونیٹی۔ مترجمہ مولوی محمد حامد مرزا صاحب بی کام
(۳) حیدرآباد کے تعلیمی مسائل ... مولوی عبدالرحمن خانصاحب صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ
(۴) اردو کس طرح پڑھائی جائے ... مولوی عبدالغنی صاحب مدرس مدرسہ گھونڈ
(۵) امام المدرسین ... ایک پردہ نشین خاتون از بیدر
(۶) شذرات ...

نمبر ۱۰ ماہ شہریور ۱۳۳۹ف

(۱) صدارت نامہ ... نواب اکبر یار جنگ بہادر معتمد امور تعلیمات و صدر مہتمم تعلیمات سرکار عالی
(۲) تعلیم نسوان ... بیگم صاحبہ نواب رستم جنگ بہادر

دنیائے ادب میں ایک شاندار اضافہ

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

کا

جوبلی نمبر

جو رسالہ کی پچیس سالہ عمر کی خوشی میں نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۳۱ء میں شائع کیا جائے گا

یہ نمبر اعلیٰ پائے کے تعلیمی۔ تاریخی۔ ادبی اور علمی مضامین نصیحت آمیز اور اخلاقی نظموں و نثر پارے سبق آموز افسانوں کا ایک بے نظیر بے مثل اور لاجواب مجموعہ ہوگا۔ اس کا حصہ اطفال خاص طور سے دلچسپ مفید اور شاندار بنایا گیا ہے۔

مشاہیر ادب کے فوٹو۔ قدیم ادیبوں کی تصاویر۔ افسران تعلیم کی شبیہیں
اور مستند اہل قلم اصحاب کے ہاتھ کی عکسی تحریریں اس نمبر کی زینت ہونگی

رسالہ کو بہتر سے بہتر بنانے۔ اس کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین مہیا کرنے اور اس کو موجودہ تعلیمی اور ادبی دنیا میں بے مثل اور بے نظیر بنانے میں کوشش اور سعی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا گیا۔

جوبلی نمبر دو روپے (۲) اس نمبر سے خریداری کرنے والوں اور قدیم خریداروں کو مفت

رسالہ کی سالانہ قیمت چار روپئے (۴) ہے

آج ہی اپنا نام رجسٹر خریداران میں درج کرانے کا بندوبست کریں۔ ورنہ اس بے نظیر نمبر کے مطالعہ سے محروم رہنا پڑیگا

اشتہار دہندگان کے لئے اس نمبر میں اشتہار دینا بے انتہا فائدہ اور شہرت کا ذریعہ ہے

اجرت اشتہار کے لئے علیحدہ خط و کتابت کی جائے

خط و کتابت کا پتہ

مینیجر سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم انارکلی لاہور

دنیائے ادب میں ایک شاندار اضافہ

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

کا

جوبلی نمبر

جو رسالہ کی پچیس سالہ عمر کی خوشی میں نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۳۱ء میں شائع کیا جائے گا

یہ نمبر اعلیٰ پائے کے تعلیمی۔ تاریخی۔ ادبی اور علمی مضامین نصیحت آمیز اور اخلاقی نظموں و نثر پارے سبق آموز افسانوں کا ایک بے نظیر بے مثل اور لاجواب مجموعہ ہوگا۔ اس کا حصہ اطفال خاص طور سے دلچسپ مفید اور شاندار بنایا گیا ہے۔

مشاہیر ادب کے فوٹو۔ قدیم ادیبوں کی تصاویر افسران تعلیم کی شبیہیں
اور مستند اہل قلم اصحاب کے ہاتھ کی عکسی تحریریں اس نمبر کی زینت ہونگی

رسالہ کو بہتر سے بہتر بنانے۔ اس کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین مہیا کرنے اور اس کو موجودہ تعلیمی اور ادبی دنیا میں بے مثل اور بے نظیر بنانے میں کوشش اور سعی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا گیا۔

قیمت۔ جوبلی نمبر دو روپے (۲ر) اس نمبر سے خریداری کرنے والوں اور قدیم خریداروں کو مفت رسالہ کی سالانہ قیمت چار روپے (۴ر) ہے

آج ہی اپنا نام رجسٹر خریداران میں درج کرانے کا بندوبست کرلیں۔ ورنہ اس بیظیر نمبر کے مطالعہ سے محروم رہنا پڑیگا

اشتہار دہندگان کے لئے اس نمبر میں اشتہار دینا بے انتہا فائدہ اور شہرت کا ذریعہ ہے
اجرت اشتہار کے لئے علیحدہ خط و کتابت کی جائے

خط و کتابت کا پتہ

مانہ جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم نارنگی لاہور

ضروری اطلاع

برائے طلبا مدارس تحتانیہ وسطانیہ و فوقانیہ

چونکہ ٹکسٹ بک کمیٹی نے نئے سال تعلیمی سے مختلف جماعتوں اور درجوں کے کتب نصاب میں اہم تغیرات فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم نے طلباء مدارس کی سہولت کے لئے ان تمام جدید کتب کا کافی اسٹاک فراہم کر لیا ہے۔ جس میں سے اکثر مطبع ہذا کی مطبوعہ بھی ہیں یا جن کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کر لی ہے۔ خصوصاً انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے مرتبہ کل اردو ریڈریں پہلی سے ساتویں تک (جو شریک نصاب ہوئی ہیں) ان سب کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کر لی ہے جدید منظورہ نصاب کتب کی فہرست کتب خانہ ہذا نے طبع کی ہے یہ فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے امید کہ مدرس صاحبان مدارس طلباء کو خریدی کتب میں بموجب نصاب جدید ہدایات فرما کر قدیم کتب کی خریدی سے احتیاط کرنے کی مناسب تدابیر اختیار فرمائیں گے۔

المشتہر

سید عبدالقادر تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ آفیشل پرنٹر

اورنگ آباد دکن

ج ر ح ۲۱
ان گیم ۲۶۵

جلد (۷)

نمبر (۲)

المعلم

محمد سجاد مرزا ایم اے (کنٹب)
اعظم پریس حیدرآباد میں چھپکر دفتر رسالہ المعلم سلیف آباد حیدرآباد سے شائع ہوا

مدرسۂ تحتانیہ

ہر قصبہ کا علمی مرکز ہے۔ لیکن کوئی ایسا ذریعہ نہیں رکھتا کہ جو دوسرے ممالک تو کیا خود اپنے ملک کے حالات سے باخبر رہ سکے۔ وہ دنیا کی مختلف تحریکات خواہ وہ سیاسی۔ سماجی۔ معاشی ہوں یا معاشرتی لاعلم رہتا ہے "منشور" نے اس کا انتظام کیا ہے۔

وہ ہر تحتانیہ کے مدرس کا ساری دنیا سے تعلق پیدا کر دیگا۔

قیمت میں مدارس تحتانیہ کے مدرس کے لئے خاص رعایت رکھی گئی ہے۔ اور اس کی شنبہ کی اشاعت مفت روانہ کی جائے گی۔

جنرل منیجر روزنامہ منشور کنٹہ روڈ سے دریافت کیجئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مندرجات المعلم

(۱) حسابی جوابات کی جانچ اور مدرس کا فرض۔ مسٹر ڈی سی ہوگلے بی اے بی ٹی مدرس عثمانیہ ٹریننگ کالج (۱ تا ۶)

(۲) پیشۂ مدرس کے لئے ضروری باتیں۔ ڈاکٹر پی۔ رتھ ایلیٹ۔ ایم۔ بی۔ (۷ تا ۱۲)

(۳) ابتدائی تعلیم کی درسی کتب۔ مولوی احمد حسین صاحب قدوائی بی اے (۱۳ تا ۲۴)

(۴) مدارس تحتانیہ کا دوسرا رخ۔ ایک مدرس (۲۵ تا ۲۸)

(۵) چوہا۔ جناب ناظم صاحب محکمۂ طبابت سرکار عالی (۲۹ تا ۳۲)

(۶) دیا سلائی۔ ماخوذ از دلگداز (۳۳ تا ۳۹)

(۷) شذرات (۴۰ تا ۴۴)

جلد ۲	بابتہ ماہ دسمبر ۱۳۴۰ فصلی	نمبر ۴

حسابی جوابات کی جانچ اور مدرس کا فرض

تعلیم حساب کا مدعا تو ہر مدرس پر روشن ہے کہ حسابی تعلیم سے بچوں کو روزمرہ کاروبار کے سوالات حل کرنے میں مدد ملے اور ساتھ ہی ساتھ اُن کی ذہنی تربیت بھی ہو۔ حسابی تعلیم کا نتیجہ اسی وقت مفید ثابت ہو سکتا ہے جب کہ طلبا سوالات عجلت، صحت اور بانداختگی کے ساتھ حل کر سکیں۔

ہر استاد کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ طالب علم سوال کا جواب صحیح نکالے۔ اگرچہ ابتدا میں بچے صحت کے ساتھ سوالات حل نہ کرسکیں مگر قاعدہ ٹھیک طور پر سمجھانے کے بعد نیز کافی مشق کے بعد تو ضرور ان کے جوابات صحیح ہونے چاہئیں۔ اگر بچے جوابات صحیح نہ نکالیں تو اس نقص کی تلافی کسی دوسری چیز سے نہیں ہوسکتی۔ تعلیم حساب کی اصلی جان صحت و صداقت ہے۔ صحیح یا غلط اس کے سوائے اور کوئی درجہ حساب کے جواب کا نہیں ہوسکتا ذرا سی غلطی اور بہت سی غلطی دونوں ایک ہی نتیجہ ظاہر کرتے ہیں۔

بچے اکثر سوال کا صحیح جواب دینا پسند کرتے ہیں اور ذاتی کوشش سے نکالے ہوئے صحیح جواب کو جوہر ذاتی سمجھتے ہیں۔ اور غلط جواب سے اُن کو رنج ہوتا ہے اور اس کو وہ عیب سمجھتے ہیں۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ طلبا، حساب کا جواب نکالتے ہی صحیح یا غلط معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نتیجہ معلوم ہونے تک پریشان رہتے ہیں۔ اُن کے جواب کا نتیجہ معلوم کرانے میں اگر تاخیر ہوجائے تو طلبا، بعد میں لاپروا بن جاتے ہیں۔ سوال کا جواب اُن کے ذہن سے نکل کر کاغذ یا تختی پر ظاہر کرتے ہی اُس کا تصفیہ معلوم ہونے کے لئے وہ کوشاں رہتے ہیں۔ اور اسی صورت میں جوابات کی جانچ مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت انہوں نے جو کام کیا ہے وہ اُن کے ذہن میں تازہ ہونے کی وجہ سے اُن کی غلطی (اگر کوئی ہو تو) جلد سمجھ میں آسکتی ہے اور اُس غلطی کی تصحیح وہ فوراً کرسکتے ہیں۔ اگر جواب کی جانچ میں تاخیر ہو تو جو عمل انہوں نے کیا وہ ذہن سے اُتر جانے کا اندیشہ رکھتا ہے اس لئے ان کی غلطی ان کو صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جوابات کی جانچ میں پہلی بات جو مدنظر رکھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ تصحیح بلا تعویق کی جائے "جانچ بلا تاخیر" کی پابندی ہر مدرس کو بالکل باقاعدہ طور پر کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی جواب غلط پایا جائے تو اس کی تصحیح کئے بغیر نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اور بعد تصحیح وہی سوال صحیح طور پر غلطی سے حل کرایا جائے۔ تاکہ اُس سوال کا مفہوم و عمل کس حد تک درست ہے معلوم ہوسکے۔

حساب کے اسباق میں مندرجہ ذیل تین امور مدنظر رکھے جائیں۔ (۱) حل (۲) جانچ

اور ۳) صحت۔ ہر سہ امور صدر نہایت احتیاط کے ساتھ عمل میں لائے جائیں جس قدر اُن کی پابندی کی جائے گی اُسی قدر بچے حساب میں بہتر ہوں گے۔ بچوں سے سوال حل کرانا اُس کی جانچ کرنا۔ جواب صحیح ہو تو آگے بڑھنا ورنہ غلط جواب کی تصحیح کرکے وہی سوال غلطی کرنے والوں سے صحت کے ساتھ حل کرانا یہ عمل ہر مدرس کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

مندرجہ بالا اصول کو عمل میں لانا گو موجب طوالت ہے مگر حتی الامکان کامیابی کی کوشش کرنا ہر استاد کا فرض ہے۔ اور جو مدرس سب طلباء کے جوابات کی جانچ انفرادی طور پر کرنا چاہے اُس کے لئے تو یہ کام ضرور تکلیف دہ ہے۔

حسابی جانچ کا کوئی عملی طریقہ تجویز کرنا بہت مشکل ہے۔ جوابات کی جانچ خود استاد سے ہونا بہتر تو ہے مگر جہاں تعداد طلباء کثرت سے ہے وہاں یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو تمام جوابات کی جانچ وقت مقررہ پر ہونا ممکن نہیں۔ بعض ریاضات کے بغیر تصحیح رہ جانے کا اندیشہ ہے۔ لہذا بغیر سپردگی کے تصحیح کا کام ہونا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے جوابات کی جانچ کا کام بنروی طور پر دوسروں کے سپرد کیا جائے۔ مانیٹر اور دیگر ذہین بچوں سے جوابات کی جانچ کا کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن میری رائے میں جوابات کی جانچ کے لئے خود ہر طالب علم ہی مناسب ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔

مدرس کی زیر نگرانی بچے اپنے جوابوں کی جانچ خود کیا کریں۔ یہ بات بظاہر تو بالکل ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے لئے تجربہ کی ضرورت ہے۔ اگر احتیاط اور صبر سے کام لیا جائے تو یہ ترکیب کامیاب ہو سکتی ہے۔ اگر تعلیم حساب سے بچوں کو زیادہ فائدہ پہنچانا ہو تو یہ ذریعۂ جانچ حساب کا نہایت ضروری ہے۔ جوابات کی تصحیح کا طریقہ طلباء کو بتایا جائے۔ سوال کا جواب اُن کو معلوم کرایا جائے۔ اگر کتابی سوال ہو تو کتاب میں اس سوال کا جواب دیکھنے کے لئے اُن کو کہا جائے۔ اور مدرس ان پر نگرانی کرتا رہے۔ وقتاً فوقتاً طلباء کے تصحیح کردہ ریاضات پر نظر ڈالتا رہے۔ تو حساب کی جانچ آسانی سے ہو سکتی ہے اور ہر ایک طالب علم کے

جواب کی تنقیح بھی ہو سکتی ہے۔

اس پر یہ ایک اعتراض پیدا ہو سکتا ہے کہ طالب علم خود اس کام کی ذمہ داری کے لئے قابل نہیں ہے۔ لیکن یہ عذر میرے خیال میں معقول نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ذاتی جوابات کی جانچ میں اُستاد کو دھوکا دینے کی لالچ طالب علم میں پیدا ہو۔ لیکن اس قسم کی جوکھم اُٹھانا غیر واجب نہیں ہے۔ خاطیوں کی تعداد اکثر کم ہوتی ہے اور ان کی عیب گیری کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اور اس صورت میں ان کو سزا دینے کی تجویز نکالنا بھی بہت مشکل نہیں ہے۔ لہٰذا حساب کی جانچ بچوں سے ذاتی طور پر کرانا نامناسب نہیں ہوگا۔ اگر جواب کی جانچ کرتے وقت کوئی طالب علم بد دیانت پایا جائے تو مدرس اس کو دیانت دار بنانے کی کوشش کرے۔ بد دیانتی کے نتائج کے مثال ان کے سامنے رکھے جائیں مثلاً بد دیانتی سے حسابات حل کرنے سے قابلیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ دوسروں کی امداد پر منحصر رہنا پڑتا ہے۔ بدی کا نتیجہ ہرگز اچھا نہیں ہو سکتا اور یہ عیب دوسروں کو معلوم ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ وغیرہ باتیں اُن کے دل پر نقش کرائی جائیں۔ نصیحت سے اُن کو نیک راستہ پر لایا جائے۔

اگر کسی نے غلط جواب کو صحیح باور کرایا ہو تو اس کی غلطی بتائی جائے اور اس کو تاکید کی جائے کہ وہ آیندہ ایسا نہ کیا کرے۔ اگر کوئی طالب علم بعد تاکید پھر بد دیانت پایا جائے تو چند روز تک اس کو خود کی کاپی جانچنے کی اجازت نہ دی جائے۔ بعد چند روز کے اور ایک موقعہ ذاتی جواب کی تنقیح کرنے کا دیا جائے۔

اس طرح تمام جماعت پر بھروسہ رکھ کر بچوں سے ہی جوابات کی جانچ کرائی جائے اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مدرس وقتاً فوقتاً بچوں کے کام کی نگرانی کیا کرے۔

دوسرا طریقہ حساب کی جانچ کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کاپیوں (یا تختیوں) کو ادل بدل کر ایک طالب علم کے جواب کی تنقیح دوسرا طالب علم کرے۔ اس صورت میں بھی سازش کا بہت کچھ اندیشہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی خاطی کی گرفت ہو سکتی ہے استاد کی باقاعدہ و کافی نگرانی

نقص مذکور کو رفع کر سکتی ہے۔

جس قدر بچے حسابی تعلیم میں ترقی کرتے جائیں گے زیادہ مشکل اور پیچیدہ سوالات اُن کو حل کرنے ہوں گے۔ اُس صورت میں جواب کا محض صحیح ہونا کافی نہیں ہوتا۔ اُن سوالات کا عمل بھی دیکھنا نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ چیز نظر آتی ہے کہ جو جواب سادہ اور مختصر عمل سے حاصل ہو سکتا ہے وہ طول طویل عمل سے بچے نکالتے ہیں۔ بعض وقت ان کا سوال حل کرنے کا عمل بالکل ہی بے ڈھنگا ہوتا ہے۔ اس میں بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔ اس طرح کے عمل سے حساب کی اہمیت اور اصول باطل ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب طلبا، کو اُن کی بیاضات کی جانچ کرنے کے لئے کہا جائے تو ان کو یہ بھی تاکید کی جائے کہ جواب کا صرف صحیح ہونا کافی نہیں ہے بلکہ سوال کے حل کا عمل بھی درست اور با ترتیب ہونا چاہئے۔ اس طرح سے اگر کام لیا جائے تو مدرس کو بچوں کی مشکلات رفع کرنے کے لئے اور دیگر سوالات سمجھانے کے لئے کافی وقت مل سکتا ہے۔ مناسب طور پر اگر ترغیب دی جائے تو طلبا، ضرور دلچسپی سے کام کیا کریں گے حساب میں کامیاب ہونے کی خوشی یہ خود ایک قسم کی ترغیب ہو سکتی ہے جس سے طلبا مستفید ہو سکتے ہیں۔

سوالات کی جانچ میں دوسری بات جو مدنظر رکھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ جو جوابات بچوں نے غلط نکالے ہوں بعد تصحیح وہی سوالات خاطروں سے حل کروائے جائیں۔ حتی الامکان غلطی کی صحت بچوں کی ذاتی کوشش سے کرائی جائے تختہ سیاہ پر ہر ایک غلطی کی صحت کو مدرس کا خود بتانا قدرے ناقص طریقہ ہے۔ حالانکہ اس کی تشریح نہایت بہتر اور بے نقص ہوتی ہے۔ مگر وہ غیر ضروری ہے۔ کیونکہ حساب میں اکثر غلطیاں بچوں کی لاپروائی کی وجہ سے ہوا کرتی ہیں۔ اور اس کا صحیح علاج بچوں کے کام پر کافی نگرانی اور فوری (بروقت) تصحیح سے ہی ہو سکتا ہے جو کام بچے خود کر سکتے ہیں وہ مدرس کا خود کرنا حقیقی علاج نہیں ہو سکتا۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ طالب علم ہمیشہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کا جواب صحیح

آوے۔ غلط جواب آنے کی صورت میں اس کو بہت رنج ہوتا ہے۔ لہذا ایسی حالت میں اُس کو پست ہمت نہ بنایا جاوے ورنہ وہ کم ہمت ہو جائے گا۔

ترتیب سوالات کے متعلق تھوڑا ذکر کر کے اس مضمون کو ختم کیا جائے گا۔ سوالات کی ترتیب نہایت احتیاط کے ساتھ کی جائے۔ سوالات اس قدر آسان بھی نہ ہوں کہ اُن کو حل کرنے میں بالکل غور یا کوشش کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ کیونکہ اس قسم کے سوالات ذہنی تربیت میں امداد نہیں دے سکتے۔ سوالات اس قدر مشکل بھی نہ ہوں کہ وہ طلبا کی استعداد کے باہر ہونے کی وجہ سے ان کو پست ہمت کر دیں۔ سوالات ایسے ہوں کہ طلبا امید کے ساتھ اور طبیعت پر بار ڈالے بغیر ذاتی کوشش سے حل کر سکیں۔ سوالات سادے مختصر لیکن بتدریج سخت بنائے جائیں۔ نہایت دقیق سوالات کے بجائے معتدل سخت سوالات زیادہ مناسب اور تربیت پذیر ہوا کرتے ہیں۔ سخت سوالات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو کہ بچوں کی ہمت بڑھاتے ہیں اور دوسرے وہ جو بچوں کو مایوس کر دیتے ہیں۔ آخر الذکر قسم کے سوالات حتی الامکان بچوں کو حل کرنے کے لئے نہ دیے جائیں۔

سوالات کے حل میں زیادہ تر عمل کو ملحوظ رکھا جائے۔ عمل کو زیادہ اہمیت دی جائے صرف سننے یا پڑھنے سے حساب میں قابلیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس میں ذاتی کوشش کی ضرورت ہے۔ بغیر عمل کے حساب کے جواب کو قبول نہ کیا جائے۔ دوسرے کے حل کردہ جوابات کی نقل اُتارنے سے تعلیم حساب میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ ذاتی کوشش سے کیا ہوا حل زیادہ اطمینان بخش ہوا کرتا ہے۔ ایک مشکل کو ذاتی کوشش سے حل کرنے سے دوسری مشکل کو حل کرنے میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ منزل مقصود کو پہونچنے کے لئے دلی کوشش کی ضرورت ہے۔ بیرونی امداد زیادہ مؤثر نہیں ہو سکتی۔ لہذا حسابی تعلیم میں یہ طریقہ اختیار کرنا مناسب ہوگا کہ طلبا کو ان کی فطرتی رفتار سے کام کرنے دیا جائے اگر بچہ کند ذہن ہو تو اس کو دوسرے کند ذہن طلبا کی وجہ سے روکنا نہ چاہیے۔ اور بچہ اگر کند ذہن ہو تو اس کو ذہین طلبا کے ساتھ زبردستی سے دوڑایا نہ جائے

ورنہ وہ پریشان و پست ہمت ہوگا۔

جو کام طالب علم کرتا ہے اُس کی نگرانی کی سخت ضرورت ہے۔ اگر اس کے کام کی جانچ نہ ہو تو اس کو کام کی اہمیت محسوس نہ ہوگی اور وہ لاپروا بن جائے گا۔ لہٰذا ہر جگہ، ہر وقت میں طالب علم کے کام کی جانچ کرنا بہت ضروری ہے۔

پیشہ مدرسی کے لئے ضروری باتیں

پیشہ مدرسی میں داخل ہونے والے اُمیدوار کے لئے یہ اہم سوال ہے "کیا میں اس پیشہ کے لئے موزوں ہوں؟"

تمام ارادہ مند اساتذہ جانتے ہیں کہ ان کو صحت جسمانی کا سرٹیفکیٹ داخل کرنا ہوگا لیکن حقیقتاً بہت سے لوگ تعلیماتی بورڈ کے سخت قواعد کو جو بولنے سننے اور بینائی کے متعلق ہیں محسوس نہیں کرتے یہ ان باتوں میں سے ہیں جو نظر انداز کردی جاتی ہیں بہرا پن اور قوت گویائی میں رکاوٹ استاد کی بڑی خامی ہے رہا بینائی کا سوال۔ دشواری یہ ہے کہ معلمی میں نگاہ سے بہت کام کرنا پڑتا ہے اور جس شخص کی نگاہ کمزور ہو اس کو اس لازمی خطرہ کے لئے تیار نہ ہونا چاہئے۔

ہمت تعلیماتی بورڈ کے میڈیکل سرٹیفکیٹ میں صحت کے متعلق اور بھی چند اہم قابل توجہ باتیں ہیں ایک ہولناک خیال ہمت کا ہے۔ سب تجربہ کار معلم اس سے متفق ہوں گے کہ ان کے کام کا بار بہت دقت طلب ہے ان کا کام بچوں سے سابقہ کا ہے بچہ آدمی کا باپ ہوسکتا ہے لیکن بچہ چھوٹا انسان نہیں ہے دونوں میں بڑا فرق ہے اور جب ان کو جماعت میں ایک دوسرے سے سابقہ پڑتا ہے تو معلم کو بچہ کے مطابق ہونا پڑتا ہے خود کو دوسری حیثیت میں نمایاں کرنے کی

کوشش بہت مشکل کام ہے۔ اس بات سے صرف ناتجربہ کار قیاس والا انکار کرے گا اس وجہ سے پہلی اہم چیز ارادہ مند معلم کے لئے مستقل اور پرسکون قوت ارادی کو قرار دینا ہے ایسی سرشت جو ارتسٹ کو زیبا ہے جس کا کام تنہائی میں ہوتا ہے مشغول معلم کے لئے بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

بقائے صحت | اسی طرح میں تندرست نووارد کو مشورہ دوں گا کہ وہ اس کے قیام کی معقول فکر کرے۔ کم سے کم دشواری کے ساتھ اصول تندرستی پر عمل کرکے خود کو تندرست رکھو سونے ورزش کھانے اور اوقات کار کی پابندی دماغی صحت اور جسم دونوں کے لئے ضروری ہے معلم کی ایسی ابتدا بیکار ہوگی اگر تم یہ سمجھو کہ زندگی ناقابل برداشت حد تک بے لطف ہے جب تک تم اپنے اوقات کو دوسرے مشاغل میں مسرور نہ ہونے دو اور شب بیداری استثنا نہ ہو بلکہ قاعدہ بن جائے۔ خود کو اصولی اور معمولی فہم کی زندگی کا نمونہ بناؤ اور اس کی پابندی کی کوشش کرو کھانا کھانے سے انکار کرنا کوئی عجیب بات نہ سمجھو مشکل پسند طبیعت پر ملازمت کرو معمولی اور غیر استوار دوستی مت کرو اپنی زندگی کو سستی کے اوقات مت بناؤ ان میں کثرت کار سے اوقات کا توازن کیا گیا ہو اور کسی حالت میں بھی خود کو مضرت کے بارے لطف اندوز ہونے کا موقع نہ دو یہ امور مدرس کی اہم اور دشوار زندگی کے قواعد صحت کے لحاظ سے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے کہ دیگر بدیہی قواعد مثلاً دو کھانے کے اوقات کے درمیان کھانا نہ کھاؤ اپنی کھڑکی بند کرکے مت سوؤ یا دھیمی روشنی میں مت پڑھو۔

از ٹریننگ کالج تا مدرسہ | یہ امور کالج میں آسان ہونے چاہئیں کیونکہ تمہاری کالج کی زندگی اسی مشاغل کے لئے مجوز ہوتی ہے وہ مدرس ہی ہے جو ابتدا تقرر کے وقت اس کو مشکل محسوس کرتا ہے کالج میں اوقات مقررہ پر کھیلنا کافی آسان تھا روزانہ کا نظام الاوقات جس میں کھانے اور سونے کے اوقات مقرر تھے تمہارے لئے تجویز ہوا تھا تمہارے مدرسہ میں رہنے اور مدرسہ میں تعلیم دینے کی حالت میں بہت بڑا فرق ہے لہذا اپنے لئے ہر قسم کی ضروری احتیاط کرو باقاعدہ مناسب غذا کے پابند ہو جاؤ روزانہ کچھ نہ کچھ ورزش کرو خواہ وہ مدرسہ کی سڑک پر جزوی چہل قدمی ہی کیوں نہ ہو اور

ہفتہ کی سہ پہر کو کھلے میدانوں کی تازہ ہوا کھانے کے پابند بنو۔ اپنے مفوضہ کام کے بارے دماغی توازن کو قائم رکھنے کے لئے دو دیگر اصول بہت کارآمد ہیں وہ یہ کہ کسی بیرونی کلب یا سوسائٹی میں شریک ہو جاؤ یا ایسے اشخاص سے ملنے کی تدبیر کرو جو تعلیم نہ دیتے ہوں اور دوسرے یہ کہ اپنے تعطیلات کو اپنے شریک کار خواہ وہ مرد ہو یا عورت کے ساتھ بسر نہ کرو۔

بچوں کی صحت | دوسری منزل اسکول کے بچوں کی صحت ہے۔ اسکول کی تندرستی کے متعلق جو کچھ کر سکو سیکھو کسی دن یہ کام آئیگا بہت عرصہ تک کے لئے گرمی روشنی کے معاملات ڈسک کی شکل اور قدامت تمہارے علاقہ سے اس قدر غیر متعلق ہیں کہ میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ ان کا تذکرہ اس مضمون میں مفید ہوگا تاہم تم کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ معمار کے ترتیب ہوا داری کی ہو لیکن جب تک تم اس کا معقول استعمال دوران بحث میں نہ رکھو بالکل بیکار ہے

مشاہدہ | تمہارا مقصد اصلی تمہارے زیر نگرانی بچوں کا انفرادی مطالعہ ہے اور وہ مشکل کام ہے بدقسمتی سے آج کل جماعتیں اس قدر بڑی ہیں کہ بہت مستعد اور تجربہ کار مدرس بھی کسی خاص لڑکے میں کوئی خاص خامی نہیں دیکھ سکتا جس کی جلد اصلاح ہونی چاہئے۔ نیا مدرس بچوں کی تندرستی کے مطالعہ کی عادت بہت جلد نہیں ڈال سکتا ہم میں سے بہت سے غیر معمولی طور غیر ملتفت ہوتے ہیں ہمیں باتوں کے دیکھنے کے لئے توجہ کرنا پڑتا ہے ورنہ ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے اگرچہ وہ آنکھوں کے سامنے ہوتی رہتی ہیں جب کسی دوسرے کام میں مشغول ہو اس وقت بھی خرابی صحت کی علامات کو دیکھنا سیکھو مثلاً جب تم دروازہ میں کھڑے ہو اور لڑکے تمہارے سامنے سے گزر رہے ہوں اگرچہ تم انتظام قائم رکھنے کے لئے وہاں کھڑے ہو اور ممکن ہے یہ دیکھنے کو بھی کہ کوئی بچہ اپنے ساتھ کا سامان لئے بغیر نہ جائے اس وقت بھی بچوں کی چال کا مطالعہ کرو اور جب کہ زید کو بغیر پورے کپڑے پہنے باہر جانے سے روکو یہ بھی دیکھو کہ وہ آج لنگڑاتا ہوا تو نہیں چل رہا ہے پھر جب تم تحریری کام کے دوران میں جماعت میں گشت کرو لڑکوں کے بیٹھنے کا انداز دیکھو جو لڑکا بورڈ کی طرف دیکھنے میں چہرے کو کاغذ کے قریب سرلا کر لکھے اس کو دیکھو کیونکہ ان باتوں سے نگاہ کی

کمزوری کا پتہ چلتا ہے ان لوگوں کو بھی دیکھو جو ایک طرف بیٹھکر کام کرتے ہیں اگر کوئی ایسا کرے تو ممکن ہے ڈسک اس کے لئے موزوں نہ ہو یا صرف عادت ہو لیکن ہر دو صورت میں بیٹھنے میں کمر خمیدہ ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ چہرہ کا مطالعہ توجہ کی علامات یا شرارت کی مشغولیت کے لئے ہی نہ کرو بلکہ خرابی صحت کا بھی مطالعہ کرو اول بہت بدیہی باتوں کا مطالعہ کرو یعنی خراش نشان خارش وغیرہ وغیرہ اور ان چیزوں کو چہرہ اور ہاتھوں دونوں پر دیکھو اور ان بدیہی باتوں میں دکھتی آنکھوں اور بہتے کانوں کا خیال رکھو کسی کے چہرہ پر غیر معمولی سرخی کو دیکھو ممکن ہے وہ برانگیختگی کی وجہ سے ہو یا اسکو حرارت بڑھ گئی ہو زردی بھی اہم ہے لیکن بعض بچے تندرست اور فطرتاً زرد ہوتے ہیں ان صورتوں میں تم ان کے لبوں کو اچھے رنگ کا اور آنکھوں میں صحت کے آثار پاؤ گے اسی طرح بعض لڑکے فطرتاً دبلے ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی دبلا بچہ بے پرواہ اور غافل ہو تو یا تو وہ بیمار ہے یا بھوکا ہے۔

احتیاط یہ تمام ہدایات بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن دو احتیاطیں بتانی ضرور ہیں اول یہ کہ آہستہ روی پر راضی رہو اگر تم فطرتاً متوجہ نہیں ہو تو تم کو ان باتوں کا اثر لینے کے لئے عرصہ لگے گا جب تم دوسرے کام میں مشغول ہوتا ہم یہ کہیں بہتر ہے کہ پہلی مرتبہ میں تم اپنے مشاہدہ میں ناکام رہو بہ نسبت اس کے کہ تمہارے بیجا جوش سے جماعت یہ محسوس کرے کہ تم ان کا مطالعہ کر رہے ہو تندرست اور غیر تندرست دونوں کے لئے یہ خیال کہ اس کا مطالعہ ہو رہا ہے بہت برا ہے دوسری ہدایت یہ ہے کہ یاد رکھو کہ اگر تم کسی لڑکے کو بیمار دیکھو تو تم نے اپنا فرض ادا کر دیا اور لوگ باقی کاموں کی دیکھ بھال کے لئے ہیں مناسب شخص کو اس کی اطلاع دو خواہ وہ اسکول نرس ہو والدین یا صدر مدرس ہو۔ حقیقتاً بہت عرصہ نہ گزرے گا کہ تم جماعت میں (Impetigo) کی عام شکایت سنو گے اعصاب کی بیماری سے تم کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ کس قسم کی شکایت ہے لیکن اس کی تشخیص کی کوشش نہ کرو اگر تم مختلف بیماریوں کے کتابی بیان پڑھنا شروع کرو اور پھر لڑکے کے متعلق خود تصفیہ کرو کہ اس کو کیا بیماری ہے تو تم کو اور بھی زیادہ تکالیف کا مقابلہ ہوگا۔

لڑکوں پر اثر لڑکے کی صحت کے متعلق ایک رخ بالکل تمہارے قبضہ میں ہے اور وہ یہ کہ میں ان پر کیسا اثر ڈالتا ہوں ؟ میں نے مدرس کے لئے مستقل اور مطمئن مزاج کی اہمیت بیان کی ہے خود مدرس کے لئے لڑکے کے واسطے بھی یہ اہم ہے۔ ایک لڑکے کیلئے جو ایک جدید خیال بڑے آدمی کے زیر نگرانی ہو اعصابی بار بہت زیادہ ہوتا ہے اگرچہ بڑا آدمی مہربان اور ہمدرد ہی کیوں نہ ہو اور اپنے خیالات کو ناخوشی اور ناراضی کی شکل اختیار نہ کرنے دیتا ہو۔ بچہ اعصابی خاتمہ کو اس طرح ظاہر نہیں کرتا جیسا کہ ایک بالغ اور اسی وجہ سے اکثر وہ اعصاب کا مالک نہیں خیال کیا جاتا۔ فرد میں اختلاف ہوتا ہے ایک بیل کی طرح حلیم ہوتا ہے اور دوسرا تیز گھوڑے کی طرح شوخ۔ ایک مدرس کے پاس دونوں شوخ طبیعت والے ہوتے ہیں اور وہی باعث تکلیف ہوتے ہیں اگرچہ وہی اعصابی بار سے نقصان اٹھانے میں پیش پیش رہتے ہیں لہذا اس کا خیال رکھو کہ جب تم مدرسی سیکھو تم پڑھانے میں نمونی چالیں نہ سیکھو کم از کم بری تو بالکل بھی نہیں بعض باتیں صرف خودی کا اظہار ہوتی ہیں اور بعض نوخیز ناظرین کے لئے صرف باعث دلچسپی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب ایک استاد غیر ارادی طور پر مگر بار بار بیٹھنے کے اونچے اسٹول کی ایک ٹانگ پر توازن قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا مجھے وہ دلچسپی بھی یاد ہے جس سے لڑکے اسے غور سے دیکھتے تھے اور ہماری دیرینہ لیکن نہ برآنے والی حادثہ کی خواہش بھی یاد ہے پھر بھی بہت سی چالیں جن سے اعصابی چالیں مراد ہیں صرف برافروختہ کرنے والی ہوتی ہیں اور بعض بدقسمتی سے مؤثر ہوتی ہیں لہذا اگر تمہاری ایسی بری عادت کے متعلق اعتراض کیا جائے تو تم کو مشکور ہونا چاہئے جب کہ تم ان کو درست کر سکتے ہو بہت زیادہ چیخنے سے پرہیز کرو اور تحکمی انداز سے جو صرف انداز ہی ہو لیکن ایک کمزور لڑکے کے لئے بہت ہی خوف کن ہے پرہیز کرو۔

سزا خوش قسمتی سے لڑکے کی صحت خراب کرنے والے سزا کے دن گزر گئے لیکن پھر بھی سزا کو غور سے دیکھنا چاہئے شرارت بعض اوقات صرف اعصابی بار کی وجہ سے ہوتی ہے اور سزا کی تجویز اس بار پر اور زیادتی ہوتی ہے۔ اگر کوئی بچہ چیختا ہے اور کسل مند ہے تو شاید پرانا طریقہ

اس کو سلا دینے کا سب سے بہتر ہے۔ لیکن اگر اس کا چڑچڑا پن اس کی بے چین طبیعت کو دبانے کی وجہ سے برافروختگی کا نتیجہ ہے تو اس کو سلانا ظلم ہوگا مدرسہ میں اگر کوئی بچہ اپنا پیمانہ بہت چیخ کر پھینکتا ہے کیونکہ اس کو خاموش رکھا گیا ہے اور وہ کچھ کرنے کے لئے بے چین ہے سب سے خراب بات اس کے لئے یہ ہے کہ اس کو خاموشی کے ساتھ جماعت کے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ دو ایک سال گزرے جو میں نے ایک استاد کو دیکھا ہے جو چار پانچ سال کے بچوں کی جماعت کو ۲۵ منٹ تک پیر یکجا کئے اور ہاتھ پشت پر باندھے ہوئے قائم رکھتا تھا جب کہ وہ ان کو خود تعلیم دیتا تھا وہ پرانے زمانہ کا استاد ایک پرانے اسکول میں تھا اور میں جانتا ہوں کہ تم میں سے کوئی بھی اس کا مرتکب نہ ہوگا لیکن جب تک تم تجربہ حاصل کرو تم کو بچوں میں برداشت کی عادت ڈالنی پڑے گی۔ اسبات کو یاد رکھو جب تم کو شرارت سے واسطہ پڑے بہت سے لڑکے مکانوں کی خرابی کی وجہ سے (کم از کم شہروں میں تو ضرور) دائمی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوتے ہیں۔

معمولی شکایات | میں مضمون کے ختم پر آگیا مگر میں نے سنٹ وٹس ڈانس کے متعلق ذکر نہیں کیا یہ شکایت اس قدر عام ہو رہی ہے کہ مائیں نہ صرف اس کو پہچانتی ہیں بلکہ اس کے طبی نام کو رہا سے واقف ہیں نادان عورت بھی اپنے بچہ کو آؤٹ پیشنٹ ڈپارٹمنٹ میں ہسپتال میں لائے گی اور بہت ہی اہمیت کے ساتھ ظاہر کرے گی کہ "ڈاکٹر میرا خیال ہے کہ اس کو کوریا ہو گیا ہے" اور واقعی اس کو وہی ہے تمام استاد موجودہ زمانہ میں کوریا کی بدیہی علامات کو دیکھتے رہتے ہیں مثلاً چلبلاہٹ۔ منہ بنانا اور چیزوں کے گرانے اور ڈالنے میں بھدا پن وغیرہ ہسپتال کی پرانی روایات بالکل غائب ہو گئی ہیں مثلاً "میری بہت شدید تھی اور اس نے اپنی دادی کو چڑایا اور وہ پٹی وہ اور زیادہ شریر ہو گئی اور بے وجہ چلاتی تھی جس کی وجہ سے اس کو مارنا پڑا۔ مگر وہ خراب ہوتی گئی اور اس نے ایک دن گھر کا بہترین چائے دان گرا دیا اس پر اسے بہت پیٹا گیا اب اس کے واسطے کوئی کچھ نہیں کر سکتا" Sadness کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس کا زیادہ خیال نہ کرنا چاہئے اگر کوئی بچہ درمیان سبق میں سو جائے بہت ممکن ہے کہ شب کو فوجیجے اس کی ماں اس کو سینما لے گئی ہو نہ کہ وہ بیمار ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرا خیال غلط ہوگا لیکن اگر تمھارے اسکول میں یہ قاعدہ ہے کہ ہر وہ بچہ جو اعصابی تبدیلی کا بین اظہار کرے ڈاکٹر کے پاس بھیجا جائے تو تم زیادہ غلطی پر نہ ہوگے۔

ابتدائی تعلیم کی درسی کتب

ہم اس وقت بیسویں صدی کے اس دور میں سے گزر رہے ہیں جس میں ہر شے نفسیاتی اصولوں پر جانچی جاتی ہے۔ سائنٹفک قاعدوں پر اس کی بنیادیں قائم ہو رہی ہیں۔ نفسیات جو پہلے فلسفہ کی ایک شاخ تھا اب سائنس کا ایک سرچشمہ ہے۔ علما نے اب ایسے آلات بنا لیے ہیں جن سے ذہن کی پیمائش ممکن ہے اور ابتدائی تعلیم کے بنیادی اصول ان آلات کی مدد سے قائم ہو رہے ہیں۔

سر دست ملک کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ پیش ہے کہ آیندہ ہمارے مدارس کا نصاب کیا ہو اور اس کا معیار کیا ہونا چاہیے۔ مضامین کی نوعیت اور اقسام ملک کے مختلف طبقات و نیز مختلف مدارج تہذیب و معاشرت اور اختلاف عقائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیونکر قرار دیے جائیں۔ یہ ہیں اہم سوالات جو ہمارے ماہرین فن تعلیم کے پیش نظر ہیں اور جن کے حل پر آیندہ نسلوں کی ترقی کا دارومدار ہے۔

پرائمری تعلیم سے مراد وہ تعلیم ہے جو بچوں کو ۶ سال کی عمر سے ۱۲ سال کی عمر تک دی جاتی ہے۔ اس عمر میں چونکہ ان کے قوا ذہنی کا نشو و نما ہوتا اور وہ بتدریج فکر نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کرتے ہیں لہذا یہ زمانہ سب سے زائد نگہداشت کا ہے جس میں بالکل فطری اور نفسیاتی اصولوں پر تعلیم ہونا چاہیے۔ ملک میں طریقہ تعلیم کے مختلف نارمل اسکول اور ٹریننگ کالج موجود ہیں جہاں اساتذہ کو خاص طور پر تربیت دی جاتی ہے کہ کس مضمون کو کیونکر پڑھائیں کہ بچے بلا زاید

بار محسوس کیے ان کو سمجھ لیں اور پختہ طور پر ذہن نشین ہو جائیں۔ لیکن اب تک ان کے لئے یہی طے نہ ہوا کہ انھیں پڑھایا کیا جائے۔

نصاب مروجہ | فی زمانہ جو نصاب مدارس میں رائج ہے اور جس معیار سے اس کی تعلیم دی جاتی ہے اس میں چند در چند نقائص ہیں اور ایک طرح سے ماہرین فن تعلیم کی توجہ اس طرف مبذول ہو رہی ہے لیکن ابھی تک کوئی مستقل قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اس وقت پرائمری تعلیم میں اول مادری زبان کی سلسلہ وار ریڈریں ہیں اس کے بعد حساب کے ابتدائی ضروری قاعدے۔ ملک یا صوبہ کا جغرافیہ مقامی تاریخ کے چند قصص اسباق الاشیاء وڈرائنگ وغیرہ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ہر مضمون پر مروجہ کتب، و معیار تعلیم کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مفصل بحث کریں۔ اور ان کے نقائص حالیہ پر توجہ دلا دیں۔

زبان مادری کی تعلیم | صوبجاتی زبانوں سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم صرف اس وقت ملک کی عام مشترکہ زبان جس نے اب حقیقی معنی میں Lingua Franca (عام زبان کی حیثیت حاصل کر لی ہے یعنی زبان اردو کی تعلیم سے بحث کریں گے۔ سب سے اول تعلیم ابجد پر نظر ڈالتے ہیں یعنی قاعدے یا پرائمر کی تعلیم پر تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ملک کے سامنے دس یا بارہ قاعدے پیش ہیں اور ہر مدون نے مختلف اصولوں کو پیش نظر رکھکر انھیں تیار کیا ہے اس میں ان چند مخصوص اشخاص کو چھوڑ کر جنھوں نے واقعی کوئی نیا طریقہ اختیار کیا ہے باقی سب ایک دوسرے کی نقل ہیں جن میں ترتیبی رد و بدل کے سوا کوئی جدت نہیں۔ ضرورت ہے کہ ان سب کی نفسیاتی تحقیق کر کے جو سب سے زائد مفید اور ترقی یافتہ ثابت ہو اس کو بطور نصاب کے اختیار کر لیا جائے۔ اور آئندہ تغیر و تبدل کے لئے گنجائش رکھی جائے۔

سب سے پہلا جو نقص عام طور پر ان قاعدوں میں پایا جاتا ہے وہ قواعد بغدادی کی کورانہ تقلید ہے اور جس شخص نے اول اول اس سے کسی قدر انحراف کیا وہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کی ذات تھی کہ جنھوں نے ایک اختیاری نظر ڈال کر چند امور سے اختلاف کیا اس کے

بعد دیگر حضرات نے کچھ تو مولوی صاحب موصوف کے اتباع میں اور کسی قدر ترمیم کے ساتھ دوسرے قاعدے تیار کئے لیکن اصل خرابی تک ان کی رسائی نہ ہوسکی۔ بعد ازاں مختلف صوبجات کے سررشتہ ہائے تعلیم نے انگریزی پرائمر کی تقلید میں حروف و مرکبات کی تعلیم ذریعہ تصاویر دینا شروع کیا جس میں سے بعض اشیاء تو اعد خوانوں کے لئے روزمرہ کے مشاہدے کی لیکن کچھ دور فہم اور نوتہالوں کے دماغوں کے لئے بعید از قیاس ہیں مثلاً ز سے زنیم بمعنی شیر وغیرہ چونکہ سب حرفوں کے لئے اشیاء نہ مل سکیں جیسے کہ ذ ز ط ق غ وغیرہ تو ان کے لئے خواہ مخواہ اور کی کوڑی لانے کی کیا ضرورت تھی۔ حروف کی تعلیم وقتی کے لئے تکڑے یا تختہ سیاہ پر بڑے موٹے حروف خوشخط لکھے ہوئے استعمال ہونے لگے بعض حضرات نے اطفال کی نفسی کیفیت سے واقف ہوکر کچھ کھانے پینے کی شئے مثل شیرینی یا اناج کے دانوں سے حروف بنوا کر بچوں کی ترغیب و دعوت کا سامان کیا اور جن کو کچھ نہ مل سکا تو کنول یا سنگ ریزوں ہی سے حروف تہجی کا کھیل کھلایا۔ کتنوں نے ریت پر انگلیوں سے نقش و نگار بنوائے جو نقش کالحجر کے بجائے شاید نقش برآب ثابت ہوئے ہوں۔ یہ طریق تعلیم ہے نہ کہ کتاب تعلیم اس لئے موضوع سے ہٹکر صرف اشارۃً ذکر کیا گیا۔ ہمارے ملک کے سررشتہ تعلیم کے ایک ماہر فن نے حال ہی میں بچوں کا نیا قاعدہ تصویر بالکل تقلید سے آزاد ہوکر تیار کیا ہے جس کی متعدد اشخاص و اخبارات نے تعریف کی ہے اور جو اس وقت ملک کے سامنے بغرض تجربہ پیش ہے

انجمن ترقی اردو نے بیس سال کی متواتر کوشش اور تجربات کے بعد ایک قاعدہ اور اس کی کلید تیار کی تھی لیکن اس میں بھی ابھی تکمیل و ترتیب کے لئے گنجائش ہے اور سنا گیا ہے کہ حال میں پھر اس میں نئی ترمیم ہو رہی ہے۔ اب رہے باقی قاعدے تو ان پر کچھ لکھنا ہمارے مضمون کو ضرورت سے زائد طویل کردے گا۔ اس لئے نظر انداز کئے گئے۔

اب ہم دوبارہ عام نقائص جو اس کی مبادیات میں ہیں دکھلانا چاہتے ہیں۔ اول یہ کہ مرکبات کی تعلیم دو یم حرکات کا استعمال سیوم ہندی کے مفرد مگر اردو کے غیر مثل ہیں۔ تھ۔ چھ

ڈھ وغیرہ جن کو بعض نے مقرر ہی سمجھا ہے خلاف فطرت و اصول ہیں اور جن کی تعلیم سخت دشوار ہے۔ اس کے علاوہ رسم الخط کا مسئلہ ہے جس میں مسلم حروف کے بجائے ان کے ٹکڑوں سے نقطہ ملتے ہیں اور جن کی بدولت نستعلیق ٹائپ آج تک مکمل نہ ہو سکا اور ہماری زبان متعدد مقامی زبانوں کے مقابلہ میں ترقی سے محروم رہی۔ ہمارے ملک کے بچوں کو بجائے انگریزی کے ۲۶ حروف کے تقریباً چار سو جوڑ و بند سے سابقہ پڑتا ہے جو اگرچہ ملک چین کے تین ہزار حروف تہجی کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے لیکن پھر بھی غیر معمولی بار گراں ہے۔ لیکن اس بحث کو ہم سر دست دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔

انگریزی میں جس طرح پانچ vowels ہیں اسی طرح ہماری زبان میں بھی حرکات زیر، زبر، پیش، جزم و سکون موجود ہیں مگر وہ مستقل حروف نہیں ہیں صرف معمولی اشارات ہیں اور جن کا استعمال بچوں کے دماغ پر کچھ کم مؤثر نہیں ان کی تعلیم نہایت دشوار ہے لہذا ایک قدرتی طریقہ اس مسئلہ کے حل کرنے کے لئے ضروری ہے۔

حال ہی میں مجھ کو ڈھاکہ تک سفر کا اتفاق ہوا اور وہاں ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی سابق پرنسپل عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد و حال پروفیسر عربی و اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا۔ موصوف کے زبانی معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے شش سالہ بچے کی تعلیم کے لئے ایک مدرس مقرر کیا اور روزانہ ایک نیا سبق ابجد سے شروع کر کے لکھ کر اور ٹیوٹر کو مناسب ہدایات کر کے پڑھوانا شروع کیا اس طرح تین ماہ میں ایک مستقل کتاب قاعدے کی مرتب ہو گئی اور اس عرصہ میں بچے نے لکھنا بھی ساتھ ہی ساتھ سیکھ لیا اس کو اب حساب کے ابتدائی قاعدے سکھائے جا رہے ہیں اور اس نئے قاعدے کے فوائد تجربہ میں پورے اترے۔ موصوف نے یہ بھی بیان کیا کہ اس جدید کتاب کو انجمن ترقی اردو کے سکرٹری صاحب کے پاس بھی بھیجا گیا ہے اور فاضل سکرٹری نے اگرچہ ابتداءً اس اصول کی مخالفت کی لیکن بعد مسلسل تشریحات کے موصوف بھی بالکل متفق ہو گئے ہیں اس میں پرانے اصولوں کی اتباع سے گریز کیا گیا ہے اور عام نقائص دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے خصوصاً

حرکات کی تعلیم میں بالکل انقلاب پیدا کر دیا گیا ہے اور اطفال کی نفسیات پر پوری توجہ کی گئی ہے پروفیسر موصوف چونکہ جرمانیا میں سات سال تک مسلسل رہے ہیں اس لئے موجودہ جرمانی مدارس کو دنیا میں سب سے بہتر خیال فرماتے ہیں جن میں اصول نیچر کو فراموش نہیں کیا جاتا۔ امید ہے کہ اس قاعدے کے پبلک میں آجانے کے بعد اس کے عیب و صواب پر ماہران فن بعد غور و تجربہ کچھ رائے قائم کر سکیں گے۔

اردو ریڈروں کا سلسلہ | اس سے ترقی کر کے اب درجہ اول سے سلسلہ وار حصص نصاب کے شروع ہوتے ہیں جن پر ہم ایک نظر غائر ڈالنی چاہتے ہیں درنا کیولر مدارس کو جاری ہو کے تقریباً ساٹھ سال کا زمانہ ہوتا ہے اس وقت کے ارباب تعلیم نے مختلف نصاب کے لئے ملک کے بہترین دماغوں کی پیداوار سے کام لیا اور ان کو مدارس میں رواج دیا ان بزرگوں میں سب سے نمایاں ہستی شمس العلما، ڈاکٹر نذیر احمد خاں کی تھی ان کے علاوہ مولوی محمد حسین آزاد و مولوی ذکاء اللہ وغیرہ نے بھی نصاب کی کتب تیار کیں جو عرصہ تک مدارس میں جاری رہیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب، سر سالار جنگ مرحوم کی طلبی پر حیدرآباد بھی آئے اور حسب الحکم ایک سلسلہ رسائل کا بغرض تعلیم اعلیٰ حضرت خلد آشیانی سابق فرمانروائے دکن مرتب فرمایا جو افسوس ہے کہ شائع نہ ہو سکا۔

اس کے بعد مدارس میں جن کتب نے رواج پایا وہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم سابق مدرس فارسی نارمل اسکول آگرہ کی مرتبہ نمبر اسے ۵ تک ہیں جو تقریباً ایک چوتھائی صدی سے ملک میں بدستور پڑھائی جا رہی ہیں۔ ان کتب میں تقریباً نثر کا کل حصہ خود مؤلف کا ہے اور نظمیں ایک بڑی تعداد میں نہایت درجہ سلیس زبان و اخلاقی تعلیم کو مدنظر رکھکر بطور خود تصنیف کیں باقی نظمیں دوسرے اساتذہ کی انتخاب کیں چونکہ ملک میں اچھے شعراء کی نہایت درجہ قلت تھی اس لئے یہ چارہ کار اختیار کیا۔ ان روزمرہ کی [illegible] نظموں کی زیادہ تر موصوف ہی کے سر ہے۔ تمام مواد کو بتدریج آسان و مشکل اسباق میں بچوں کے [illegible]

نشو و نما دماغی کو ملحوظ رکھ کر منقسم کیا اور سبق نہایت درجہ دلچسپ روزانہ مشاہدے اشیاء یا بعض نوایجاد چیزوں کے متعلق اس طرح پر لکھے کہ جن کی مثال اب تک نہ ہو سکی۔ مرحوم نے اس تعلیم کو بالکل مجتہدانہ نظر سے مطالعہ کر کے ایک نیا راستہ اختیار کیا تھا مگر زمانہ حال میں ملک کی عام بیداری اور سیاسی رجحان ملکی و قومی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سلسلہ پرانا ہو کر بعد از وقت ہو گیا ہے اور زمانہ کا ساتھ اب یہ کتب بھی نہیں دے سکیں۔ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے سررشتہ تعلیمات نے مختلف کتب سائنس ریڈرس کے نام سے تیار کرائیں لیکن وہ بھی صرف چند دنوں کی مہمان تھیں اور ان کا درجہ بھی نہایت ادنیٰ تھا۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی سلسلے ہیں۔

عام خامیاں سب سے اول جو شے ملحوظ خاطر ہونا چاہئے وہ یہ کہ اول سے پچوں کے دماغی نشو و نما کے لحاظ سے ترتیب وار زبان کی سلاست اور اس کی درجہ بدرجہ ترقی ہونا چاہئے لیکن عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو زبان حصہ اول میں استعمال کی گئی ہے وہ ہی تقریباً چوتھے اور پانچویں میں بھی ہے اور فرق مراتب پر نظر نہیں کی گئی ہے اس کے برخلاف بعض اوقات جو سبق اول یا دوم میں موزوں ہوتے ان کو چہارم یا پنجم میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یا اس کے برعکس حصہ پنجم میں جماعت اول کی باتیں درج ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ ہر حصہ میں بعض سبق نہایت آسان اور بعض ان کی استعداد سے بہت اونچے ہیں۔ اس بے ترتیبی کا نتیجہ یہ ہے کہ مضامین عام فہم نہیں رہتے اور طلباء کی سمجھ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ وہ صرف ان کو رٹ لیتے ہیں۔ یہ نقص بعض جگہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی ریڈروں میں بھی موجود ہے اس کے بعد اگر مضامین کی نوعیت پر لحاظ کیا جائے تو بعض مضامین اسقدر غیر مانوس ہوتے ہیں کہ بچے ان کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں وہ تو صرف روزمرہ کے مشاہدات یا اخلاقی حکایات ہی سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں مشکل اور ادق مسائل مثل سیاسی و ملکی حالات یا اعلیٰ ادیبوں کے شہ پارے ان کی استعداد سے باہر ہوتے ہیں۔ عام معلومات بیشک نہایت عمدہ شے ہے لیکن نوعمروں کے دماغوں میں غیر ضروری و بیجا [illegible] کا ٹھونس دینا کہاں تک روا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا مضامین کی نوعیت

کیا ہونا چاہئے اور کن اشیاء سے پرہیز کیا جائے۔ میرے خیال میں ابتداء چھوٹے چھوٹے قصص وحکایات سے اگر ہو تو نوخیزوں کے لئے نہایت درجہ دلچسپ شے ہوگی اخلاقی تعلیم کے لئے حکیم السیف کی جانوروں کی تمثیلات ایک ایسا پاکیزہ لٹریچر ہے جو اطفال کے دل ودماغ پر ایک گہرا نقش بٹھانے میں بنیاد کا کام دے گا۔ پھر اس کے بعد اتحاد و اتفاق کی تمثیلات بھی بہت ضروری ہیں۔ یہاں اشارہ کافی ہے زیادہ تفصیل محض طوالت ہوگی۔

سردست ملک کی ضروریات حالیہ کے لئے بعض ایسی اہم تبدیلیوں کی ضرورت ہے جو حقیقی معنوں میں نیشنل یا قومی تعلیم کے لئے ضروری ہیں۔ اور جن کی تعلیم پاکر ہمارے نونہال ملک کے کارآمد شہری اور سوسائٹی کے مفید ممبر ہوسکیں اور اپنے قوم وملک کے سچے فرزند ثابت ہوں ہر حال ماضی کا عکس ہے اس لئے اب حال کا مستقبل اس سے بہتر ہونا چاہئے خدمت ابنائے جنس ان کا پہلا سبق ہو اول خادم بنیں پھر مخدوم خود ہی بن جائیں گے مگر ہم کو ایسی تعلیم کے لئے ایک قطعی انقلاب کی ضرورت ہے جو بالکل کایا پلٹ دے اور جس کی بنیاد اول مدارس ابتدائی سے ہوگی۔ چونکہ یہ زمانہ بچوں کے دماغ میں مستقل اور دیرپا نقش بٹھانے کے لئے موزوں ہوتا ہے اس لئے اول ہی سے نہایت سوچ سمجھ کر اس کی بنیاد قائم کرنا چاہئے ورنہ خشت اول کی کجی ساری عمارت ہی کو ٹیڑھا کردے گی۔

دیگر ممالک کا نصب العین اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس باب میں دوسرے ممالک جنھوں نے ابھی ترقی کے زینہ پر قدم رکھا ہے انھوں نے کیا طریق کار اختیار کیا ہے۔ حال میں ٹرکی میں جو انقلاب رونما ہوئے ہیں اور اس کے بعد وہاں کے ماہران تعلیم نے جو نصاب بچوں کے لئے تجویز کیا ہے اس میں پہلا سبق اپنا مکان دوسرا اپنا شہر اور تیسرا اپنا ملک اس کے بعد ملت ومذہب کی باری آتی ہے منشاء یہ ہے کہ صغیر سنی ہی سے ان کے دماغوں میں قومیت وطنیت کی روح پھونک دی جائے اور مندرجہ بالا اشیاء ابتدا ہی سے بطور عقیدے کے دلوں پر راسخ ہوجائیں کہ وہ آپ ہی آپ ایک مکمل انسان بن سکیں مگر یہ آزاد اور زندہ قوم کی باتیں ہیں۔ ہمارے لئے ابھی یہ منزل بہت ہے۔

جاپان کی ابتدائی تعلیم | اس وقت ملک وکن کی خصوصاً اور ہندوستان کی عموماً نظریں جاپانی ترقی کو بغور دیکھ رہی ہیں کیونکہ اس مشرقی ملک نے یورپ امریکہ کے قدم بقدم چل کر اس قدر سرعت کے ساتھ ترقی کی ہے جو نہایت حیرت انگیز ہے۔ اب رہا ابتدائی تعلیم کو جاپانی اصول پر چلانا یا اس کی اگر نقل نہ سہی تو کسی قدر ترمیم کے ساتھ اس کا رواج دینا وہ امید ہے کہ جلد یا دیر میں ظہور پذیر ہوگا۔ بہرحال جاپان کی ترقی مشرقی ممالک کے لئے ایک فال مبارک ہے اور اس عجیب و غریب ملک کے حیرت انگیز کارنامے دوسروں کے لئے بہت کچھ سبق آموز ہو سکتے ہیں اور بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہاں کی سا۔ی ترقی ابتدائی تعلیمی بنیاد کی مرہون منت ہے۔

اس وقت ملک مصر بھی غیر معمولی ترقی کر رہا ہے اور اس نے اپنی قومی تعلیم کا نیا پروگرام تیار کر لیا ہے اور جامع ازہر کی جکڑ بندیوں سے خود کو آزاد کر دیا ہے۔ افغانستان، ایران سبھی ملکوں میں اس وقت ایک ہنگامہ برپا ہے اور وہ لوگ نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کی راہ میں گام زن ہیں۔

ہمارے ملک کی ابتدائی غلط تعلیم ہی نے جو بد حالات اور مکدر فضا پیدا کر دی ہے اس کی ذمہ داری خود اپنے اوپر ہے لہٰذا پچھلے تجربات سے ہم کو سبق لینا چاہیئے۔ البتہ یہ ایک حد تک صحیح ہے کہ اس ملک کے لئے کسی خاص نصاب کی تیاری یقیناً دشوار ترین کام ہے جہاں نہ ایک قوم نہ ایک مذہب نہ زبان مشترک چھوت چھات کے جھگڑے اور مختلف مدارج تہذیب موجود ہوں کوئی عام پسندیدہ درس تیار کرنا کیا کوئی سہل کام ہے۔

اس معاملہ میں ہمیں امریکہ کی مثال سے کسی قدر فائدہ پہونچ سکتا ہے جہاں اختلاف زبان کا مسئلہ نہایت آسانی کے ساتھ حل ہو گیا اور قومی مشترکہ زبان انگریزی قرار پائی باوجود اس کے کہ یورپ کی تمام قومیں وہاں آباد ہیں۔ لیکن یہ صرف مسئلہ کا ایک حصہ ہے۔ ورنہ ہندوستان و امریکہ کے حالات میں بعد المشرقین ہے۔ یہاں کے مخصوص حالات کی مثال دنیا میں کہیں نہیں جو کہیں کیا یہ بھی محال ہے کہ ملک میں ابتدا سے ایک ایسی تعلیم

دی جائے جس میں آشتی کے ساتھ رہنا ملک کے مشترک مقاصد کے لئے اتحاد و اتفاق مابین ابناء جنس ممکن ہو یا میرے خیال میں ایسی تعلیم کا امکان ہی نہیں بلکہ متیقن ہے۔ اگر شروع سے بچوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی تو بڑے ہو کر وہ امن و سلامتی کی زندگی کی راہ اختیار کریں گے جس طرح ملک کے مختلف دریا الگ الگ بہتے اور پھر سب ملکر ایک ہی سمندر میں جا گرتے ہیں اسی طرح اپنی انفرادی حیثیتوں کو برقرار رکھتے ہوئے ملکی مفاد پر متحد ہونا بھی کوئی امر دشوار نہیں

نصاب کے چند جدید سلسلے حال ہی میں سررشتہ تعلیمات پنجاب نے اردو ریڈروں کا نیا سلسلہ تیار کرایا ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اس [illegible] اصول نفسیات کے [illegible] کی کوشش کی گئی ہے اور گرد و پیش کی اشیاء اسباق میں اختیار کی گئی ہیں بچوں کی ترغیب و تربیت کا سامان بھی موجود ہے۔ روزمرہ کی اشیاء مثلاً ماں بچہ کو لئے گود میں بیٹھی ہے۔ درزی کپڑے سیتا ہے۔ دھوبی دھوتا ہے۔ کبوتر اڑ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ طرز بیان بالکل نیچرل ہے زبان سلیس اور دلکش ہے البتہ پنجابیت کے اثر سے مبرا نہیں۔ دوسری شے جو قابل غور ہے وہ یہ کہ ان میں قومی تعلیم کے متعلق جو اشارات اوپر کئے گئے ہیں ان کے لئے کوئی انتظام نہیں نظمیں بھی کچھ زیادہ بہتر نہیں اس کے علاوہ دیگر ضروریات کا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔

انجمن حمایت الاسلام کا سلسلہ سراسر تاریخ و سیرت پر مشتمل ہے اس لئے وہ صرف مسلمانوں کی تعلیم کے کام کا ہے ہمارے نظریہ کے مطابق نہیں سراسر بے انصافی ہوگی اگر اس ضمن میں خواجہ حسن نظامی کو فراموش کر دیا گیا خواجہ صاحب کی ہمہ گیر طبیعت نے اس صنعت کو بھی محروم نہ رکھا اور بیوی کی تعلیم سے فراغت کرتے ہی اپنے تجربات سے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بھی ایک نہایت مفید سلسلہ نصاب تیار کر دیا۔ شہر دہلی کی زندگی اور خصوصاً خانگی حالات اپنے اسباق میں برمحل اور دلکش پیرایہ میں بیان کئے ہیں اور موصوف کی جدت کی بغیر داد دیئے نہیں رہ سکتا کہ نہ صرف "سائنے سلونے شربت" کو بلکہ "[illegible] بھائی کا [illegible]" بھی اس میں داخل ہے لیکن یہ شئے صرف دہلی یا لکھنؤ ہی کے بچوں کا مشاہدہ ہے۔ لکھنؤ کے کنجڑے کی

سدا۔ کیا نرم ٹکڑیاں ہیں۔ مجنوں کی پسلیاں لیلیٰ کی انگلیاں ہیں ایک دہقانی بچے کے کان اس کے کہاں آشنا ہو سکتے ہیں۔ بخلاف اس کے شہری لڑکے دیہات میں گیہوں کے کھیت کو بھی پہچاننے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا یہ بھی چند در چند نقائص سے خالی نہیں اور پھر سب سے بڑی شے [illegible] ضروریات کا تو سرے سے ان میں ذکر بھی نہیں۔

ملکی نصاب کیا ہونا چاہیئے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے ہم کو ذیل کی چند باتوں کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ ہمارے ملک کی آبادی کا ستر فی صدی حصہ زراعت پیشہ ہے اور عموماً چھوٹے چھوٹے دیہات میں گزر کرتا ہے۔ ان کی ابتدائی تعلیم میں ان کے پیشہ کے لایق جو نصاب تیار ہو ان میں فن زراعت باغبانی چڑیوں اور جانوروں کا پالنا۔ دودھ۔ مکھن تیار کرنے کے جد[illegible] جو ان کی گھریلو صنعتیں عملی زندگی کے قریب اور بسر اوقات میں مدد و معاون ہوں نہایت ضروری ہے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی کتب میں دو ایک سبق آخر میں کاشتکاری کے متعلق موجود ہیں مگر وہ بالکل ناکافی ہیں۔ باقی جو شہری آبادی ہے اس کی ضروریات کے لحاظ سے تمدنی زندگی کے لوازمات رعایا کے حقوق مقامی شہری صفتیں اور بیرونی تجارت۔ مشین کارخانے وغیرہ کے متعلق و نیز صفائی و میونسپل حالات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اب رہا دونوں کے مشترک مقاصد یعنی اتحاد مابین اقوام مختلف اس کا بھی کافی حصہ نصاب میں ہونا چاہیئے۔ چونکہ بچوں کو نظم و نثر جلد ازبر ہو جاتی ہے لہٰذا اہم مضامین صرف نظم میں پڑھائے جائیں اور نظم بھی اس طرح کہ اس کا پورا اثر ان کے دل و دماغ پر ہو جس کی آسان صورت یہ ہے کہ طلباء کو Action Song کی تعلیم دی جائے۔ بعض حضرات شاید اس سے اتفاق نہ کریں کہ شہری تعلیم حقوق رعایا وغیرہ کے سیاسی مسائل قبل از وقت ہوں گے لیکن میرے خیال میں ہر بچے کو سب سے پہلے یہی تعلیم ملنا چاہیئے کہ اس کا انفرادی و جماعتی وجود میں کیا درجہ ہے۔ ادبی تعلیم کے ساتھ کسی ایک صنعت کی بھی تعلیم ضروری ہے تاکہ تعلیم پاکر پے خود کچھ اپنے لئے کر سکیں اور آج کل کی بے روزگاری کے زمانہ میں صرف نوکریوں کی تلاش میں نہ رہیں۔ اور ملک کو اقتصادی معاملات میں مدد دے سکیں۔ شاید یہ

اشارات کافی ہوں۔

اب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بحالت موجودہ ایسا کوئی نصاب موجود نہیں ہے اور ضرورت کا احساس ہو چکا ہے تو ملک کے ماہرین فن کے لئے موقع ہے کہ وہ اپنا فرض ملک کے بچوں کے لئے ادا کریں۔

ملک میں تعلیمی بیداری اس وقت علاوہ حکومت انگریزی کے ہندوستانی ریاستیں بھی ترقی تعلیم میں غیر معمولی انہماک کا اظہار کر رہی ہیں۔ بڑودہ۔ میسور اور ٹراون کور میں ابتدائی لازمی تعلیم رائج ہو گئی ہے تو کوئی وجہ نہ تھی ملک دکن ایسی شئے میں کسی سے پیچھے رہتا۔ یہاں بھی تعلیم اگرچہ لازمی ہونے کے لئے ایک عرصہ درکار ہے لیکن ہمارے سرکار دولت مدار کے پیش خیال فرمانروا کے زمانے میں اس طرف خاص توجہ کی جا رہی ہے لیکن افسوس ہوتا ہے کہ کام کرنے والے نہیں۔ ملتے ملک میں تعلیم یافتہ طبقہ کی کمی نہیں مگر اس جمود کو کیا کہئے جو عام طور پر پھیل گیا ہے۔

دیگر مضامین کی تعلیم اب ہم ادب کے بعد دوسرے مضامین پر متوجہ ہوتے ہیں اور ایک سرسری نظر ڈال کر رخصت ہوتے ہیں ورنہ خوف ہے کہ کہیں طوالت اصل مقصد کو نہ خبط کر دے بچوں کی تعلیم میں حروف شناسی کے ساتھ ساتھ حساب بھی پڑھایا جاتا ہے مگر اس کے متعلق صرف اس قدر کہنا ہے کہ پہاڑوں کا زبانی رٹنا اور مینٹل ارتھمیٹک پر ابتدا ہی میں زور دینا اطفال کے ذہن و حافظہ پر بار ہوتا ہے۔ ڈیوڑھا۔ پونا زبانی گرچہ بڑی مفید شئے ہے لیکن اس کی تعلیم میں آسان طریقے زیادہ مفید ہوں گے۔

جغرافیہ کی بھی تعلیم داخل نصاب ہے اور پرائمری تعلیم میں ملک یا صوبہ کا جغرافیہ داخل ہے مگر اس پر کوئی عمدہ کتاب اب تک موجود نہیں ہے۔ سب سے زیادہ غلط تعلیم اصطلاحات کی ہے اور ان کی تعریفات کا زبانی رٹنا ہے تاریخ میں چند تاریخی کہانیاں پڑھائی جاتی ہیں جو فائدے سے خالی نہیں لیکن ابھی اس کی بھی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جس میں کوئی خاص اصول مدنظر رکھکر اور تعصب سے مبرا ہو کر لکھی گئی ہو۔ دنیا کے تمام بڑے آدمیوں نے صرف تاریخی

قصص ہی اپنی ماؤں کے گود میں رہکر سنے اور بڑے ہوکر ان میں اولوالعزمی کے خیالات پیدا ہوئے۔ لہذا مشہور اشخاص کے حالات اگر سلیقہ سے پڑھائے جائیں جو بچوں میں ایک جوش پیدا کرسکتے ہیں جو آیندہ زندگی میں نہایت درجہ کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔ اس کے بعد سائنس بھی داخل نصاب ہے جس کی کتابیں اردو میں اب انگریزی اصول پر لکھی جارہی ہیں۔ ڈرائنگ کا فن بھی نہایت درجہ کارآمد ہے مگر ایک شئے جو نہایت درجہ میرے خیال میں مقدم ہے وہ غیر زبانوں کی تعلیم ہے۔ پرائمری جماعت کی کل تعلیم صرف مادری زبان میں ہونا چاہئے درجہ سیوم سے انگریزی وفارسی یا سنسکرت شروع کرانے میں جو تضیع اوقات ہوتی ہے اس کی تشریح فضول ہے کہ کورس مضامین غیر زبان اطفال پر ایک بڑا بار ہے۔ جونئے دماغوں پر اس قدر مؤثر ہوتا ہے کہ بہت سے لڑکے آگے پڑھنے سے محروم رہتے ہیں۔ اب دوسری مشکلات ان کو ہر شخص جو تعلیم سے کچھ بھی دلچسپی رکھتا ہے یا اسکول میں جس کو ہمیشہ معلمی سے سابقہ پڑتا ہے اس کو بخوبی معلوم ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہ تھی مختصر داستان جو ہماری موجودہ ابتدائی تعلیم کی نصابی کتب کے متعلق بیان ہوئی۔ امید کہ ہمارے احباب اس کو پڑھ کر شاید غور کریں۔

مدارس تحتانیہ کا دورہ

مدرسہ تحتانیہ کے ایک تجربہ کار مدرس صاحب نے ذیل کا مضمون روانہ فرمایا ہے ہم اس کو بخوشی شائع کرتے ہیں تاکہ معائنہ کنندگان کی نظر ان امور پر بھی پڑے جو کہ دورہ کی تکالیف، قلت قیام اور صدر مدرس صاحب کی دور بینی سے پس پشت ہو جاتے ہیں۔ اس مضمون میں بعض باتیں ذرا مبالغہ کے ساتھ بیان کی گئی ہیں تاہم بعض بالکل سچی ہیں جن کے اظہار اور اعتراف کے لئے کافی اخلاقی جرأت درکار ہے ہم امید کرتے ہیں کہ کوئی تجربہ کار صدر مدرس بھی اس موضوع پر روشنی ڈالیں گے۔

مدیر

دیکھا یا جاتا ہے کہ ہر ایک افسر تعلیمات اضافہ تعداد طلبا کی نسبت سالانہ اور بروقت معائنہ ہدایات دیا کرتا ہے۔ اور صدر مدرس بھی اپنی [illegible] کی [illegible] [illegible] آباد تک کچھ نہ کچھ تعداد میں اضافہ کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس تعداد کی وجہ سے ترقی تعلیم میں رکاوٹیں عاید ہو کر بچوں کی تعلیم کا حرج ہوتا ہے۔ اگر ہر دو حضرات اضافہ تعداد کو نظر انداز کر کے ترقی تعلیم کی طرف اپنی اپنی خاص توجہ مبذول فرمائیں تو تعلیمی خرابیاں دور ہو کر تعداد کے علاوہ تعداد خود بخود بڑھتی رہے گی۔

مدارس کی [illegible] [illegible] کہ اکثر مدارس میں دیکھا گیا ہے کہ [illegible] کی [illegible] طویل عرصہ گزر رہا ہے۔ ان میں سے کوئی ایسے طلبا [illegible] حصول علم سے خارج نہیں ہوئے کہ جن کو [illegible] کہا جا سکے۔ اکثر و بیشتر طلبا جو سالانہ بوجہ اختتام تعلیم خارج ہوا کرتے ہیں۔ ان کا [illegible] جاتا ہے۔ جو [illegible] میں پوری طور سے کامیاب ہونا تو کیا معمولی گفتگو سے بھی [illegible] ہوتے ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ امتحان تحتانی تو برخاست ہو چکا ہے جس [illegible] صدر مدرس کے ہاتھ ہے وہ من مانے کام کرتے ہیں۔ یعنی اضافہ تعداد کے مدنظر اختتام تعلیم میں اخراج کی زیادہ تعداد

ان طلباء کی رہا کرتی ہے جو مدتوں غیر حاضر چلے آئے ہیں۔ ان کو صدر مدرسین آخری سال تک برائے نام جماعت میں رکھ کر بوجہ اختتام تعلیم خارج کرتے ہیں۔ اس سے دو فائدہ ہیں۔ ایک تو زیادہ بچے تحصیل علم سے فارغ ہو کر خارج ہونے سے کارگزاری متصور ہوئی دوسرا غیر حاضر بچے خارج ہو چکے افسران بالادست کو ان باتوں کی کیا خبر۔ اگر یہ بات غلط متصور ہو تو تصدیق کے لئے دیکھا جائے ہندوستان بوقت موجودگی امتحان تحتانی کن کن مدارس سے کتنے کتنے طلباء کامیاب ہوئے شاذ و نادر ہی بڑے بڑے مدارس تحتانیہ میں اوسطاً دس کے اندر چار چھ ہوں گے۔ مگر یہ بھی دو دو تین تین سال جماعت چہارم میں پڑے ہوئے ہوں گے۔ جماعت سوم سے منتقل ہو کر ایک ہی سال میں کامیاب شدہ کی تعداد شاید ہی ایک دو کی ہوگی۔ جب کہ باضابطہ امتحان تھا تو یہ نوبت تھی۔ مگر اب یہ بدعت اس تک جو رقم ان مدارس پر صرف کی گئی وہ فضول گئی۔ کیا اس بات کا خیال کسی افسر کو ہوا اگر ہوا بھی ہے تو چشم پوشی کر لی گئی۔ اس واسطے کہ اس کی نسبت مدرسین پر سختی کی جائے گی تو تعداد پر برا اثر پڑے گا جس سے اپنی کارگزاری پر دھبہ آئے گا۔ میرے ناچیز خیال میں نہیں آتا کہ محض اضافہ تعداد سے کارگزاری کا طرہ کیوں لگایا جاتا ہے؟ قیام مدارس کا مقصد ترقی تعلیم کا ہے نہ کہ اضافہ تعداد کا اگر قیام مدارس کا مطلب صرف از دیادہ طلباء کا ہے تو آسانی کے ساتھ موجودہ تعداد دوگنی ہو سکتی ہے۔

معائنہ مدرسہ جب کوئی افسر متعلقہ بغرض معائنہ مدارس آیا کرتا ہے تو اس کی اطلاع قبل از قبل مدرسین کو ہوا کرتی ہے۔ نہایت سراسیمہ حال اجتماع طلباء میں سرگرم کوشاں رہ کر ایک طرف چپراسی دوڑتے ہیں۔ دوسری طرف معززین علاقہ سے امداد طلب کی جاتی ہے اور ایک جانب خود سعی بلیغ سے کام لے کر دربدر پھر پھرا کر جو توں کر کے بچوں کو جمع کرتے ہیں۔ مگر یہ حاضری بھی فی صدی بہت کم ہی رہا کرتی ہے بعض جگہ مدرسین اکثر بچوں کو کسی خانگی مدرسہ یا گاؤں کے تعلیم یافتہ بچوں کو جن کا نام مدرسہ میں نہیں رہا کرتا ہے غیر حاضر بچوں کی جگہ لا بٹھایا کرتے ہیں۔ معائنہ کنندہ افسر جماعت میں آکر صدر مدرس یا مدرس جماعت متعلقہ سے تعداد حاضری دریافت کر کے اپنی رپورٹ میں لکھ لیتا ہے۔ مدرسین موقع کو

قیمت جان کردس پانچ زیادہ کرکے کھلاتے ہیں۔ تعداد کی کمی یا نووارد بچوں کی جانچ تو مطلق نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی افسر حاضری لے کر تعداد دیکھ لے تو مدرسین کی چالاکی کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اور حاضری کی تعداد کے بہت کم رہے گی اب ذرا خیال کرنا چاہئے کہ اس قدر کوشش پر بھی حاضری میں کمی کیونکر واقع ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر حاضر طلبا، جو مدتوں سے مدرسہ کو خیرباد کہے بیٹھے ہیں ان کی عمریں اس قدر بڑی ہوئی ہیں کہ جماعت میں لاکر بٹھانا مدرس کے لئے شرم کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اگر ان کو خارج کیا جائے تو تعداد میں کمی ہوا کرے گی۔ اکثر تو غیر حاضر طلبا، کے متعلق دریافت ہی نہیں کیا جاتا پانچ یا چھ ماہ کا امتحان گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں ختم کر لیا جاتا ہے۔ کتاب الرائے کا لکھنا تو افسر کی صوابدید پر منحصر ہے "جس کو پیا چاہا وہ سہاگن"۔

انتظام مدرسہ | انسران متعلقہ تو مدرسہ کا انتظام من مانے کیا کرتے ہیں۔ اس بات کو سب افسر جانتے ہیں کہ صدر مدرس مدرسہ کی جان ہے۔ اس اہم عہدہ پر ایک ایسے شخص کا انتخاب ہونا چاہئے جو تجربہ کار ٹرینڈ ہونے کے علاوہ علمی استعداد اچھی رکھتا ہو۔ متحمل صاحب سمجھ مدبر منتظم ہو۔ زبان ملکی سے واقف۔ چست خلیق نیک طینت خداترس ہمدرد ہو۔ ونیز بحر مدرسہ کی تعلیم و انکار اصلاح حالات مدرسہ کے اور کوئی کاروبار و شغل نہ ہو۔ ان سب باتوں کو جان کر بھی چشم پوشی کی جاتی ہے اور ایسے حضرات صدارت پر رکھے جاتے ہیں کہ یہ اوصاف تو درکنار علمی استعداد بہت کم ہوتی ہے۔ پڑھانا تو ایک طرف مدرسہ کو برابر وقت پر آکر مددگاروں سے کام لینا دشوار گزرتا ہے چند معزز رعایا کو ہمراہ کر لیتے ہیں اور یہ سادہ لوح قوم جب کبھی ایسے صدر مدرس کا تبادلہ ہو جاتا ہے تو درخواستیں دے دے کر واپس طلب کرتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ ایک الگ ہی ہے طوالت کے خوف سے لکھنا اچھا نہیں سمجھتا جب کہ صدر مدرس کی یہ حالت ہو تو کیا مددگاروں سے محنت کرنے کی توقع کی جا سکتی ہے ہرگز نہیں مددگار یہ چاہتے ہی ہیں کہ ہمیں کب ایسا صدر مدرس ملے گا۔ تاکہ ہم بآرام تنخواہیں حاصل کرتے رہیں چند دنوں تک یہی حالت رہے گی۔ تو اندازہ لگایا جائے کہ تعلیمی حالت کیسی رہے گی؟ مدرسہ برباد ہو رہے گی۔

میں نے ایک متنزل صدر مدرس سے دریافت کیا کہ آپ حصول صدارت کے تفکرات میں اس قدر غلطاں کیوں ہو۔ جواب ملتا ہے کہ "جناب صدارت میں دس روپئے زیادہ ملنے کے علاوہ اور کیا آرام ہے کہ مددگاری میں کہاں۔ مددگاری میں دوسرے کے ماتحت رہ کر محکوم ہونا پڑتا ہے صدارت خود اختیاری ہے چاہیں مدرسہ کو جائیں چاہیں گھر میں آرام کریں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدارت کے معنی خود اختیاری اور آرام طلبی کے سمجھ لئے گئے ہیں صدارت تفکرات و آلام کا خزینہ ہے اس سے ہرگز آرام نصیب نہیں۔ رات دن بہبودی طلاب میں اس قدر محو ہونا پڑتا ہے جس سے آرام بالکل مفقود ہو جاتا ہے اس کی اہم ذمہ داریوں کو وہی شخص بخوبی جانتا ہے جو صدارت کا اہل ہوتا ہے۔ گزشتہ اور جو کہ بہبودی طلاب اور اس نئی پود کو (جس کا بار آیندہ چل کر ملک و ملت کو سود مند ہونے والا ہے) ترقی کے زینہ پر لانے کی بجائے تنزل کے گرداب میں لے جا کر ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں صدارت آسان اور آرام دہ معلوم ہوتی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہوگا کہ جب مدرسہ کی ایسی حالت ہے تو افسر معائنہ کنندہ کیوں خاموش رہے گا؟ اس کا جواب سرخی معائنہ مدرسہ میں دیا گیا ہے۔

تدابیر انسداد خامی ان جملہ خرابیوں کو دور کرنا اور تعلیم کو ترقی کی اصلی راہ پر لے چلنا مقصود ہو تو ذیلی تدابیر مفید ثابت ہوں گی۔ اور یقیناً بہت جلد خرابی تعلیم کا ازالہ ہوگا۔ وہ یہ ہیں کہ پہلے اضافہ تعداد کی تحریک منسوخ کردی جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ موجودہ تعداد کو گھٹا کر بالکل کم کرنے کے احکام نافذ کئے جائیں بلکہ یہ کیا جائے کہ اضافہ تعداد کے متعلق سختی نہ کی جائے اور کچھ کچھ کمی کردی جائے تو باز پرس نہ کیا جائے۔ بوقت معائنہ حاضر شدہ طلبا کا ہی سختی سے معائنہ کیا جائے تعلیم کی خامی کی نوٹس مدرسین متعلقہ سے لی جائے ایک موقع دے کر دوسری مرتبہ سخت تدارک کیا جائے۔ بہتر یہ ہوگا کہ نااہل صدر مدرس کو پہلے ہی وقت بدل دیا جائے۔ تعلیمی حالت مجموعی حیثیت سے اوسطاً جانچی جائے ضمنی کو محنت کا صلہ دیا جائے متعین کا ارادہ ہر ایک مدرس کی نسبت نیک ہو کسی کو کسی نفسی معاملہ بدلہ نہ لیا جائے۔ ہر مدرسہ میں اس بات کا خاص لحاظ رہے کہ ابتدائی تعلیم بحیثیت زبان اول بچہ کی مادری زبان میں دی جائے۔ خاص صورت میں بدل بھی دی جاسکتی ہے۔ اکثر صدر مدرسین [illegible]

نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ خلاف فطرت بچوں کو ابتدائی تعلیم ہی غیر زبان میں دیا کرتے ہیں جس سے بچوں کو بے حد مشکلین درپیش ہوتی ہیں علاوہ وہ کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔

چوہا

ناظم صاحب طبابت نے طاعون کی روک تھام کے لئے جو تدابیر اختیار کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خواص طاعون سے لوگوں کو واقف کرایا جائے چنانچہ چوہے کے متعلق ذیل میں ان کا مضمون درج ہے۔ اساتذہ صاحبان کو اس پر توجہ کرنی چاہئے۔ بعض مدارس میں اس مضمون کی بنا پر اسباق دئے گئے اور طلباء سے چوہے کے متعلق مضامین لکھائے گئے۔ جب تک انفرادی اور مجموعی کوشش نہ ہو یہ مرض مہلک قیمتی جانوں کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔

مدیر

یہ ایک واضح امر ہے کہ چوہے اپنے نقصان رسان اور تکلیف دہ خصائل کے باعث خطرناک پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ چند بیماریوں کے وجود کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسے۔

(۱) مرض پلیگ (طاعون)

(۲) ایک خاص قسم کا بخار جو چوہے کے کاٹنے سے پیدا ہوتا ہے۔

(۳) سیروکیٹی اکٹروہموراجکا (ایک خاص قسم کی بیماری جو چوہوں سے پیدا ہوتی ہے۔)

(۴) امراض جانوراں۔

اور نقصانات جو چوہوں سے واقع ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اناج کا ناجائز خرچ اور اناج کو نقصان پہنچانا۔

(۲) فصلوں کو ضرر پہنچانا۔

(۳) مکانات فرنیچر اور کپڑوں کا نقصان۔

یہ امر قطعی طور پر ثبوت کو پہنچا ہے کہ موش کے نقصان رساں حرکات کی وجہ سے کا میں ساٹھ کروڑ روپیوں کا نقصان سالانہ ہوتا ہے۔

ہر ایک چوہا جو مکان یا گودام وغیرہ میں سکونت کرنے پاتا ہے وہ روزانہ $\frac{3}{4}$ سے ایک اونس اناج یا غذا کھاتا ہے جس کے لحاظ سے فی چوہا سالانہ تین روپیہ آٹھ آنہ کا اناج کھاتا ہے اور اس کا نصف نقصان مال واسباب کا کرتا ہے یعنی ہر چوہا چار روپیہ آٹھ آنے یا اندازاً پانچ روپیہ کا نقصان کرتا ہے چوہوں سے ہر ملک میں جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں اس کا سالانہ تخمینہ حسب ذیل ہے۔

(۱) انگلستان میں ..... (۱۵) ملین پونڈ

(۲) جرمنی میں ..... (۲۰۰) ملین مارک

(۳) ہالینڈ میں ..... (۱۵) ملین فرانک

(۴) فرانس میں ..... (۲۰۰) ،، ،،

(۵) امریکہ میں ..... (۲۰۰) ملین ڈالر

(۶) ہندوستان میں (۶۰) کروڑ روپیہ

ہم کو اس امر کا اچھی طرح علم ہے کہ شہر حیدرآباد میں گزشتہ بارہ سال سے مرض طاعون موجود ہے اس مرض کے باعث نہ صرف کئی ہزار جانیں تلف ہو رہی ہیں بلکہ تجارت پیشہ لوگوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اور ریاست بھی زیر بار ہوتی ہے کیونکہ کارخانہ اناج کے گودام اور دکانیں بند کردئے جاتے ہیں اور پلیگ کے خوف سے لوگ اپنے مکانات سے متنقل ہوتے ہیں۔

چوہوں کی پیدائش کثرت سے ہوا کرتی ہے اگر ایک چوہے کے جوڑے کو لیبرٹری کے آزمایشی کمرہ میں کثیر غذا کے ساتھ ایک سال کے لئے رکھا جائے تو ختم سال پر کل چوہوں کی تعداد (۱۱۰) ہو جائے گی۔

چوہوں کی اوسط عمر عام حالات کے مدنظر کوئی قریب ۱/۲ ۲ سال کی ہوتی ہے پیدائش کے دو ماہ بعد چوہا بالغ ہوتا ہے اور بچہ کشی کے قابل ہوتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چوہوں کی افزائش ان کی پیدائش کے لحاظ سے کس طرح عجلت کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے اگر اس کا انسداد عمل میں نہ لایا جائے تو چوہوں کی کثرت کی بدولت مرض پلیگ (طاعون) آغاز ہو جاتا ہے۔ جس سے ان کی تعداد گھٹتی ہے جب مرض پلیگ کا حملہ چوہوں پر ہوتا ہے تو وہ ہوا کی ضرورت محسوس کر کے اپنے پناہ کے مقامات کو چھوڑ کر کھلی جگہ پر آکر مر جاتے ہیں اس طریقہ سے گویا ہم کو ایک نوٹس دی جاتی ہے تاکہ مکان کا تخلیہ کریں اگر اس پر بھی عمل نہ کریں تو لازماً ہم کو موت کا شکار ہونا پڑتا ہے کئی مرتبہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جہاں چوہوں کی تعداد کم ہو وہاں مرض طاعون بھی پیدا نہیں ہوتا۔

چوہوں کو پنجروں میں گرفتار کرنے کی تدابیر کے ذریعہ ہم صرف اپنے جانوں کی حفاظت ہی نہیں بلکہ اپنے دیگر بھائیوں کے جان و مال کی بھی حفاظت کرتے ہیں پس ہر ایک چوہے کے مارنے سے ہر سال ہمارے شہر میں اوسط پانچ روپے کی بچت ہوتی ہے اس لئے عوام سے توقع کی جاتی ہے کہ موش کشی کے کام میں سرکار کی مدد کریں تاکہ جان و مال کی حفاظت ہو سکے۔

چند انسدادی تدابیر چوہے مارنے کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) سرکار نے چوہے مارنے کے تدابیر کی قدر دانی کرنے کے بعد رفاہ عام کے لئے ایک خاص عملہ چوہے مارنے کے لئے قائم کیا ہے ہر شخص سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس عملہ کے کام میں مدد کرے

(۲) غذا رسانی کے تمام ذرائع بند کر دیں تاکہ چوہوں کی پیدائش میں کمی واقع ہو۔

(۳) بنگلہ اور اناج وغیرہ کے گودام چوہوں سے محفوظ رہنے کے اصول پر تعمیر کرائے جائیں تاکہ چوہوں کی پوشیدہ سکونت اختیار کرنے کا موقع نہ ملے اس بارہ میں مزید توضیح اور رائے اسپیشل پلیگ افسر کے لئے باعث دلچسپی ہوگی جن کا دفتر ہوجس ٹون مشیر آباد میں واقع ہے۔

(۴) تمام چوہوں کے سوراخیں بند کر دئے جائیں اور اگر مکانوں میں چوہوں کے سوراخ موجود ہوں تو عملۂ پلیگ کو اس کی اطلاع دی جائے تو وہ ان کو بند کر دیں گے۔

(۵) چوہے مارنے کے گولیوں کی تقسیم عملہ پلیگ کر رہا ہے ان گولیوں کو حاصل کریں اور گولیوں کو ایسے مقامات میں رکھ چھوڑیں جیسا کہ عملہ ہدایت کرے ان گولیوں سے مکانات کے اکثر چوہے مارے جائیں گے۔

(۶) سرکاری چوہے ان جو تقسیم ہوتے ہیں اُن کو حاصل کریں اور عملہ پلیگ کو گرفتار شدہ چوہے لے جانے کی اجازت دیں۔

گولیوں کے بارہ میں ایک عام غلط فہمی یہ ہوتی ہے کہ بچوں کے لئے وہ بالکل مہلک ہیں جس کی کوئی اصلیت نہیں ہے کیونکہ ان گولیوں سے زہر کے معمولی آثار نمایاں ہونے کے لئے تقریباً چالیس گرین کی بچہ کو ضرورت ہے جو ایک ناممکن امر ہے اس لئے کہ پانچ یا چھ گولیاں بچے غفلت سے کھاتے ہی پیٹ میں درد پیدا ہو جاتا ہے جس کا علم ہونے پر صرف ایک خوراک تیل ارنڈی پلائیں تاکہ گولیوں سے پیٹ صاف ہو جائے۔

بہبودی عام کے مدنظر یہ اطلاع بغرض معلومات عامہ شائع ہو کر تقسیم کر دی گئی ہے تاکہ چوہوں کو شہر سے دفع کرنے میں سرکار کے ہاتھ بٹائیں۔ سال حال اور وقت تک چوہوں کی تعداد میں اتنی کمی واقع ہوئی ہے کہ پلیگ بھی ختم ہو چکا تجارت کے کاروبار میں بھی کسی قسم کا ہرج نہیں پہنچا۔ جس سے اکثر نقصانات جو کم از کم تیس لاکھ روپے سالانہ ہوا کرتے ہیں اس کی بھی بچت ہوئی اس سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ آئندہ دس سال تک شہر کی ترقی و بہبودی تیس کروڑ روپوں کے اضافہ سے ہوگی۔

بڑے بڑے ممالک جیسے انگلستان امریکہ فرانس جرمنی جاپان اور ہندوستان کے بڑے شہر جیسے بمبئی کلکتہ رنگون کراچی اور دیگر اضلاع میں جہاں پلیگ کا کام جاری ہے اور اطمینان بخش بھی واقع ہوا ہے اس طرح ہم کو بھی توقع ہے کہ امداد و اتفاق عامہ کے ذریعہ سے شہر حیدرآباد کو مرض پلیگ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کیا جائے گا تاکہ رعایا سرکار عام طور پر خوشحال زندگی بسر کرے اور ریاست ہذا کو روز افزوں ترقی ہو۔

دیا سلائی

کیا تم نے کبھی اس امر پر غور کیا ہے کہ آگ ہمارے کتنے اور کیسے بڑے بڑے کاموں میں استعمال ہوتی ہے؟ ذرا اس دنیا کا نقشہ اپنے تصور میں باندھ کر دیکھو جس میں آگ کا وجود نہ ہو۔ فرض کرو کہ موسم سرما میں کسی روز جب ہم صبح کو بیدار ہوں اور سردی کا سخت زور ہو اور اس وقت دنیا میں ہر کہیں آگ بجھی ہوئی ہو۔ یا ہمارے پاس آگ جلانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ یا یوں سمجھ لو کہ ہم آگ جلانا ہی بھول گئے ہوں تو اس وقت ہماری کیا حالت ہوگی؟ ہم سب سردی کے مارے ٹھٹھرنے لگیں گے کیونکہ انگیٹھیوں بھٹیوں اور الاؤں سے ہمیں مطلق حرارت حاصل نہ ہو سکے گی۔ ہمیں بہت جلد بھوک محسوس ہونے لگے گی پر ہم کھانا تیار نہ کر سکیں گے ہم سب بیکار ہو جائیں گے۔ انجن ٹرینوں (ریل گاڑیوں) کو نہ چلا سکیں گے تیلی گھروں کے کام بند ہو جائیں گے۔ بیوپار اور تجارت رک جائے گی۔ رات کے وقت ہم تاریکی میں راستہ ٹٹولتے پھریں گے کیونکہ آگ کے بغیر تو ہم نہ لیمپ سے کام لے سکیں گے اور نہ گیس اور بجلی سے اس حالت میں یہ معلوم کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ آگ کی عدم موجودگی میں روشنی اور حرارت دونوں چیزوں کے حاصل نہ ہونے سے انسان کی زندگی سخت افسوسناک اور مصیبت سے بھری ہوئی ثابت ہونے لگے گی

دنیا میں کوئی ایسا وقت نہیں گذرا جب کہ آگ موجود نہ رہی ہو۔ ہاں! ایک ایسا وقت ضرور گزرا ہے جب کہ انسان آگ جلانے کا طریقہ نہیں جانتا تھا۔ جب اُسے آگ جلانے کا طریقہ معلوم ہو گیا تو مدت مدید کے بعد وہ اسے بہت سہل سمجھنے لگا آج کل ہم بلا وقت آگ جلا سکتے ہیں کیونکہ ہمیں بآسانی "دیا سلائی" دستیاب ہو سکتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ "دیا سلائی" دنیا کی سب سے زیادہ عجیب چیزوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اور انسان کو اس کے بنانے کا طریقہ سیکھنے میں ہزارہا سال گزارنے پڑے ہیں۔ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ "دیا سلائی" کیا چیز ہے! مگر بہت کم لوگ اس کی تاریخ سے واقف ہوں گے۔ آؤ ہم اس کے تاریخی

پہلو پر غور کریں۔

سب سے پہلے انسان کو آگ براہ راست قدرت سے مہیا ہوئی تھی جب کسی پاس کی آتش فشاں پہاڑی سے نکلی ہوئی چنگاریوں کے ذریعہ سے جنگل میں آگ لگ جائے یا بجلی گرنے سے کسی درخت میں سے شعلے نکلنے لگیں۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قدرت کی جلائی ہوئی آگ ہے۔ دنیا کی ابتدائی تاریخ میں ہر قسم کی آگ قدرت ہی کو جلانی پڑتی تھی کیونکہ انسان اپنی کوشش سے ایک چنگاری بھی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ بس اتنا تھا کہ آگ حاصل کرنے کا ابتدائی طریقہ انسان کے لئے یہ تھا کہ وہ کسی شعلہ میں جو قدرت نے کسی آتش فشاں پہاڑ یا بجلی کے ذریعہ سے جلایا ہو۔ لکڑیاں سلگا لاتا تھا۔ اس طرح پر سلگائی ہوئی لکڑیاں گھر لے جا کر ان کی مدد سے آگ جلائی جاتی تھی۔ اس طرح پر جو آگ حاصل کی جاتی تھی اُسے بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا جاتا تھا اور حتی الامکان کوشش کی جاتی تھی کہ وہ بجھنے نہ پائے لیکن ظاہر ہے کہ خواہ آگ کی کتنی ہی حفاظت کی جائے وہ کبھی نہ کبھی ضرور بجھ جاتی ہوگی۔ آندھی چلنے یا پانی برسنے سے اس کا بجھ جانا بالکل قرین قیاس ہے۔ ایسی حالتوں میں دوبارہ لکڑیاں سلگا کر لانی پڑتی تھیں۔ اور اس مطلب کے لئے بسا اوقات طویل سفر طے کرنے اور سخت مصائب جھیلنے پڑتے تھے۔

رفتہ رفتہ دنیا کے کسی حصہ میں کسی شخص کو ایک ایسا طریقہ معلوم ہوا جس کے ذریعہ سے وہ خارجی طور پر آگ حاصل کئے بغیر آگ جلا سکتا تھا۔ اس کا مطلب صاف الفاظ میں یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے مصنوعی طور پر آگ جلانے کا طریقہ معلوم کر لیا۔ وہ پہلے ہی سے یہ بات جانتا تھا کہ اگر ہاتھوں کو زور زور سے ملا جائے تو وہ گرم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد اُس نے تجربہ سے یہ بات معلوم کی کہ اگر خشک لکڑی کے دو ٹکڑوں کو آپس میں رگڑا جائے تو انھیں بھی بہت گرم کیا جا سکتا ہے۔ اس تجربہ سے اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا ہوگا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اگر لکڑی کے دو ٹکڑوں کو آپس میں زور سے رگڑا جائے تو آگ پیدا ہو جائے۔ پس اُس نے بالکل خشک لکڑی کا ایک ٹکڑا زمین پر رکھ کر اُس کی سطح کو دوسری چھری کے نوکدار سرے سے یہاں تک رگڑا کہ اس میں ایک

نالی بن گئی۔ رگڑنے کے عمل کے دوران میں اس نالی کے اندر ایک قسم کا لکڑی کا برادہ سا جمع ہو گیا اس پر بھی وہ تیزی اور سختی کے ساتھ لکڑیوں کو رگڑتا گیا حتیٰ کہ وہ برادہ جو نالی میں جمع ہو گیا تھا دہکنے لگا۔ اس دہکتے ہوئے برادہ پر اس نے تھوڑی سی خشک گھاس رکھی۔ اور اس کے بعد یہاں تک پھونکیں مارتا رہا کہ اس میں شعلہ پیدا ہو گیا۔[1] یہ پہلا موقع تھا کہ انسان نے اپنے لئے خود آگ جلائی شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ "دیا سلائی" کی ابتدا تھی۔ ہاں! اسی "دیا سلائی" کی ابتدا جو تاریخ عالم میں سب سے بہترین ایجاد کہلائے جانے کی مستحق ہے!

سہولت کی غرض سے آگ جلانے کے اس طریقہ کا نام "چھری کے ذریعہ سے لکڑی میں نالی تیار کرنا" رکھتے ہیں۔ واقعی یہ طریق آگ کو محفوظ رکھنے اور جا بجا لئے پھرنے کے طریقے سے زیادہ اچھا تھا لیکن اس پر بھی وہ ایک بہت بھدا اور غیر موزوں طریقہ تھا۔ اس مطلب کے لئے بالکل خشک لکڑی درکار ہوتی تھی اور رگڑنے کا عمل صبر کے ساتھ بہت دیر تک جاری رکھنا پڑتا تھا بعض اوقات ایک چنگاری پیدا کرنے میں کئی گھنٹے صرف ہو جاتے تھے۔ ایک عرصہ دراز کے بعد کسی شخص نے یہ بات دریافت کی کہ لکڑی کو اوپر نیچے جا کر رگڑنے سے یہ طریقہ بہتر ہے کہ اسے ایک ہی جگہ رکھ کر گھمایا جائے۔ اس طرح گھمانے سے نیچے کی لکڑی میں ایک سوراخ پیدا ہو جاتا تھا۔ اور رگڑ کے ذریعہ سے جو حرارت پیدا ہوتی تھی اس سوراخ ہی کے اندر مرکوز رہا کرتی تھی ابتداً چھری کو گھمانے کا عمل ہاتھ کی ہتھیلیوں سے کیا جاتا تھا لیکن اس سے ہاتھوں کو تکلیف محسوس ہوتی تھی جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا آگ جلانے والوں نے ہتھیلیوں کے بجائے چھری کو ایک رسی یا تسمہ کے ذریعہ سے گھمانا شروع کیا۔ جس چھری سے برمے کا کام لیا جاتا تھا اس کا بالائی سرا دانتوں میں دبایا جاتا تھا اگر تم اس طرح آگ جلانے کا تجربہ کر کے دیکھو تو معلوم ہو گا کہ برمے کی حرکت سے جبڑوں کو سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

---

[1] مسٹر والٹر ہو بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ محض دو لکڑیوں کو رگڑنے سے آگ پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اس عمل سے صرف اسی قدر ہو سکتا ہے کہ وہ دہکنے لگیں۔

ان دونوں مذکورہ بالا طریقوں میں آگ رگڑ کے ذریعہ سے پیدا کی جاتی تھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانہ کے تمام لوگ اسی رگڑ کے طریقے سے کام لیتے تھے۔ اور اب بھی دنیا کے مختلف حصوں میں وحشی قومیں اسی سے کام لیتی ہیں۔

آگ جلانے کے سلسلہ میں دوسرا قدم اس وقت اٹھایا گیا جب یہ بات دریافت ہوئی کہ پتھر اور لوہے کی خام دھات کو ایک دوسرے سے ٹکرانے سے آگ کا شرارہ پیدا ہو سکتا ہے اس کا اصول یہ تھا کہ چقماق (آتشین پتھر) کا ایک ٹکڑا خام لوہے کے ایک ٹکڑے سے ٹکرایا جاتا تھا۔ اور اس عمل سے متعدد شرارے نکلتے تھے۔ اگر ان شراروں کو خشک کاہی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں یا کوئلہ کے سفوف میں گرنے دیا جائے تو فوراً آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ اس طرح پر جو آگ پیدا ہوتی ہے اس میں سے بھی شعلے نہیں نکلتے بلکہ وہ صرف دہکنے لگتی ہے۔ اب اگر اس دہکتی آگ پر خشک لکڑی رکھ کر پنکھے سے ہوا کریں یا پھونکیں ماریں تو شعلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر لکڑی کے ٹکڑے کو دہکتی آگ میں ڈالنے سے پیشتر گندھک میں ڈبو لیا جائے تو فوراً شعلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ آگ جلانے کا وہ طریقہ تھا جو رگڑ سے پیدا کرنے کے طریقے کے بعد مروج ہوا۔ اور فی الحقیقت یہ ایک اصلاح یافتہ طریقہ تھا۔ کیونکہ اس میں آگ جلانے کے لئے نہ صرف کم محنت کرنی پڑتی تھی۔ بلکہ وقت بھی بہت کم صرف ہوتا تھا اس طرح پر آگ جلانے کے لئے جو سامان درکار ہوتا تھا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) ایک اس قسم کی ڈبیہ (ٹنڈر بکس) جس میں کاہی کے کئے ہوئے ٹکڑے اور کوئلہ کا سفوف وغیرہ موجود ہو۔ (۲) ایک ٹکڑا فولاد (۳) ایک ٹکڑا چقماق (۴) گندھک لگی ہوئی تیلیاں۔ چقماق اور فولاد کو آپس میں ٹکرایا جاتا تھا اور اس طرح جو شرارے پیدا ہوتے تھے وہ اس ڈبیا میں گرائے جاتے تھے جس میں کاہی کے ٹکڑے اور کوئلہ کا سفوف ہوتا تھا شرارے ڈبیا میں گرتے ہی دہکنے لگتے تھے اس کے بعد فوراً گندھک لگی ہوئی تیلی اس دہکتی آگ میں ڈال دی جاتی تھی جو فوراً روشن ہو جاتی تھی۔ اس کے جلتے ہی اس موم بتی کو جلا لیا جاتا تھا جو ٹنڈر بکس پر لگی رہتی تھی تیلی میں آگ لگتے ہی ٹنڈر بکس کو بند کر دیا جاتا تھا تاکہ دہکتا ہوا مصالحہ بجھ جائے اور پھر دوسرے وقت میں کام میں لایا جا سکے۔

آگ جلانے کا یہ طریقہ اب سے ہزارہا برس قبل دریافت ہوا تھا اور دنیا کی قریب قریب تمام مہذب اقوام[1] اسے اپنے اپنے وقت میں استعمال کر چکی ہیں۔ اس طریقہ کو چھوڑے ہوئے بھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ اب بھی بہت لوگ ایسے ہوں گے جنھیں، وہ وقت یاد ہوگا جب کہ فولاد چقماق اور ٹنڈر بکس کا استعمال ہر گھر میں ہوا کرتا تھا۔

اب سے کوئی ۳۰۰ سال قبل آگ جلانے کا ایک اور طریقہ دریافت ہوا۔ اگر گندھک کے تیزاب کی تھوڑی سی مقدار کلوریٹ آف پوٹاس اور کھانڈ کے مرکب پر ڈالی جائے تو چمکدار شعلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جلانے کا ایک نیا طریقہ دریافت کرنے کے لئے یہ ایک اشارہ تھا۔ چنانچہ آخر کار سترھویں صدی میں واٹنا کے ایک سمجھ دار شخص نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ ٹنڈر بکس کے ساتھ جو گندھک لگی ہوئی تیلیاں استعمال کی جاتی تھیں۔ اس نے ان میں سے ایک تیلی لے کر اُسے گندھک کے تیزاب میں ڈبویا۔ اور اُس کے بعد اُسے کلوریٹ آف پوٹاس اور کھانڈ کے مرکب میں ڈالا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ تیلی میں فوراً آگ لگ گئی اور شعلہ پیدا ہو گیا۔ یہ طریقہ آگ پیدا کرنے کے پہلے دونوں طریقوں سے مختلف تھا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہوتی تھی کہ چند کیمیائی اجزا کو ایک دوسرے سے ملا دیا جائے پھر اُن میں خود بخود آگ لگ جاتی تھی۔ مطلب یہ کہ کیمیائی طریق پر آگ پیدا ہو جاتی تھی۔

واٹنا کے اس شخص کی دریافت کی بدولت لوگوں کی توجہ نئی قسم کی۔ دیا سلائی (یعنی کیمیائی دیا سلائی) کی طرف رجوع ہوئی اب آگ جلانے کے لئے جن اشیا کی ضرورت ہوتی تھی وہ حسب ذیل تھیں۔ ایک بوتل گندھک کے تیزاب کی ایک بنڈل تیلیوں کا جن کے سروں پر گندھک اور کلوریٹ آف پوٹاس اور کھانڈ کا مرکب لگا ہوا ہو۔ اس قسم کی دیا سلائیوں پر بہت زیادہ لاگت آتی تھی۔ یعنی قریباً پندرہ روپیہ میں ۱۰۰ دیا سلائیاں تیار ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ یوں بھی غیر طمانیت بخش تھیں

---

[1] قدیم اہل یونان آتشی شیشہ کے ذریعہ سے آگ جلایا کرتے تھے۔ آفتاب کی شعاعیں شیشہ کے اندر سے گزر کر کسی چیز پر مرکوز ہوتی تھیں جس میں بآسانی آگ لگ جاتی تھی لیکن شیشہ کا "دیا سلائی" کے ارتقا سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔

بسا اوقات جب تیلی کو تیزاب میں ڈالا جاتا تھا تو اس میں آگ نہ لگتی تھی۔ اور وہ دھک دھک تیزاب کو اِدھر اُدھر اُڑانے لگتی تھی۔ اس سے کپڑے بھی خراب ہوتے تھے۔ اور مزاج بھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اٹھارھویں صدی میں اس قسم کی دیاسلائیوں کو صرف وہی لوگ استعمال کیا کرتے تھے جن کو یہ پسند تھیں یا جو انھیں خریدنے کی توفیق رکھتے تھے۔ عام طور پر ٹنڈر بکس کے ذریعہ سے آگ جلانے کا طریقہ رائج رہا۔

آخر کار انیسویں صدی یا یوں کہنا چاہیئے کہ اس صدی میں جس کے اندر بہت سی عجیب و غریب دریافتیں عمل میں آئیں دیاسلائی کے ارتقاء میں چوتھا قدم اٹھایا گیا۔ ۱۸۲۷ء کا ذکر ہے کہ انگلستان کے ایک چھوٹے سے قصبے میں جان واکر نامی ایک دوافروش نے تیلیوں کے سروں پر گندھک، کلوریٹ آف پوٹاس اور سلفائڈ آف اینٹی منی کا مرکب لگا کر انھیں ریگ مال پر رگڑا تیلیاں فوراً جلنے لگیں یہ رگڑنے والی کیمیائی دیاسلائی وہ تھی جس کا استعمال کم و بیش اصلاح کے ساتھ ہم آج تک کرتے ہیں۔ اسے رگڑنے والی کیمیائی دیاسلائی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اسے چند کیمیائی ادویہ کے مرکب سے تیار کیا جاتا ہے۔ ہر چند کہ جان واکر کی دیاسلائی کے لئے ایسڈ کی بوتل درکار نہ ہوتی تھی۔ تاہم وہ اچھی قسم کی دیاسلائیاں نہ تھیں انھیں صرف اسی صورت میں جلایا جاسکتا تھا کہ خوب زور سے رگڑا جائے۔ اس کا شعلہ پھڑ پھڑانے لگتا تھا اور ہر طرف آگ گرتی تھی اس کے چند سال بعد اینٹی منی کے بجائے تیلیوں پر فارسفورس لگایا جانے لگا۔ اس سے دیاسلائی کی صنعت میں انقلاب عظیم واقع ہوا اب دیاسلائی معمولی رگڑ سے روشن کی جاسکتی تھی اب اس میں وہ پھڑ پھڑاہٹ بھی باقی نہ رہی تھی یہی وہ فارسفوس کی دیاسلائی تھی جس سے ہم سب اچھی طرح آشنا ہیں۔

جب اس طرح پر آسانی سے جلنے والی فارسفورس کی دیاسلائیاں ایجاد ہوگئیں تو پھر تیزاب میں تیلی ڈبو کر یا ٹنڈر بکس کے ذریعہ سے آگ جلانے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ رفتہ رفتہ آگ جلانے کے پرانے طریقے لوگوں کو فراموش ہوتے گئے۔ اس وقت اس قسم کی دیاسلائیاں بارہ آنہ فی پیکٹ کے حساب سے فروخت ہوتی تھیں۔ ایک پیکٹ میں بارہ درجن دیاسلائیاں ہوا کرتی تھیں۔ بہت کم لوگ ان کے استعمال کی توفیق رکھتے تھے۔ مگر اب ایک پیشہ میں عمدہ قسم کی سو دیاسلائیاں خریدی۔

جاسکتی ہیں اب ان کا رواج اس قدر ہو گیا ہے کہ صرف صوبجات متحدہ امریکہ میں اندازاً.....۱۵ دیا سلائیاں ہر سال استعمال ہوتی ہیں یعنی فی کس ۵ دیا سلائی روزانہ۔

فارسفورس کی دیا سلائی میں ایک نقص ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں آگ فوراً لگ جاتی ہے ممکن ہے بے خبری میں ہمارا پاؤں فارسفورس کی دیا سلائی پر پڑ جائے اور وہ جلنے لگے اور ہم اُسے جلتا ہوا چھوڑ کر چلے آئیں اور گھر میں آگ لگ جائے بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ چوہیوں نے فارسفورس کی دیا سلائی کو کترا ہے۔ اور وہ جلنے لگیں۔ اور اس طرح مکان میں آگ لگ گئی۔ ایک شہر کا ذکر کرتے ہیں جس میں تیس تباہی خیز آتش زدگیاں صرف چوہیوں کے دیا سلائی کترنے سے واقع ہوئی تھیں

ان دیا سلائیوں کے حوادث سے محفوظ رہنے کے لئے کچھ مدت سے "سیفٹی دیا سلائیاں" ایجاد ہوئی ہیں۔ ان دیا سلائیوں میں فارسفورس نہیں ہوتا۔ بلکہ اسے ایک قسم کی باریک ریت میں ملا کر اس ڈبیا کے پہلوؤں پر لگا دیا جاتا ہے۔ جس میں دیا سلائیاں رکھی جاتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک ان دیا سلائیوں کو ان کے خاص مکس پر نہ رگڑا جائے وہ نہیں جلتیں۔ یہ دیا سلائیاں فارسفورس کی معمولی دیا سلائیوں سے اس قدر بہتر ہیں کہ دن بدن فارسفورس کی دیا سلائیوں کی مانگ کم ہوتی جاتی ہے۔ اور بعض ممالک میں اس قسم کے قوانین نافذ ہو چکے ہیں کہ سیفٹی دیا سلائی کے علاوہ کسی اور قسم کی دیا سلائی فروخت نہ کی جائے۔

آگ جلانے کی طویل تاریخ میں سیفٹی دیا سلائی کی ایجاد آخری قدم ہے۔ ابتداءً آگ رگڑ سے پیدا کی جاتی تھی۔ اور اب ہمارے زمانہ میں بھی رگڑ ہی سے پیدا کی جاتی ہے۔ مگر ذرا غور کیجئے کہ دونوں طریقوں میں کس قدر فرق ہے۔ برمے کے ذریعہ سے آگ پیدا کرنے یا چھری کو لکڑی پر رگڑ کر آگ جلانے کے لئے فرصت اور مہارت درکار ہوتی تھی۔ لیکن سیفٹی دیا سلائی کے ذریعہ سے ایک بچہ بھی ایک لمحہ میں آگ جلا سکتا ہے۔

لیکن ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ اس قسم کی عمدہ دیا سلائی تیار کرنے میں کتنا زمانہ صرف ہوا ہے اس سادہ اور چھوٹی سی سیفٹی دیا سلائی کی ایجاد سے پیشتر دخانی انجن تار، ٹیلیفون اور برقی روشنی وغیرہ وغیرہ چیزیں

مستعمل ہو چکی تھیں۔

شذرات

ایک ان تھک اعداد جمع کرنے والے نے کتب خانوں اور کتابوں کے اشاعت کے متعلق چند دلچسپ اعداد جمع کئے ہیں وہ لکھتا ہے کہ پیرس کا کتب خانہ دنیا کے تمام کتب خانوں سے مقدم ہے اس میں چالیس لاکھ نسخہ زیادہ ہیں۔

واشنگٹن کی لائبریری آف کانگریس دوسرے نمبر پر ہے اس میں تیس لاکھ پچاس ہزار کتابیں زیادہ ہیں۔ اور اس میں بحساب نوے ہزار فی سال اضافہ ہو رہا ہے۔

جرمنی کے کتب خانے کتابوں کی تعداد کے اعتبار سے سب سے بڑے ہوئے ہیں جرمنی میں (۱۶۰) عام کتب خانے ہیں جن میں تقریباً تین کروڑ کتابیں ہیں۔

فرانس میں (۱۱۱) کتب خانے ہیں جن میں دو کروڑ کے قریب کتابیں ہیں۔

برطانیہ عظمیٰ میں (۱۰۱) کتب خانے ہیں۔ جہاں ایک کروڑ اسی لاکھ کتابیں ہیں۔

تمام دنیا کی کتابوں کی سالانہ پیداوار کا اندازہ تقریباً دو لاکھ تراسی ہزار کیا گیا ہے اسوقت ساری دنیا کی کتابوں کی تعداد ایک کروڑ ستر لاکھ ہے۔

دوسری صدی میں پانچ لاکھ ستر ہزار۔ تیرھویں میں بارہ لاکھ پچاس ہزار۔ اٹھارھویں میں بیس لاکھ اور انیسویں میں بیاسی لاکھ پچاس ہزار کتابیں طبع ہوئی ہیں۔

اخبار تعلیم میں مولوی عبدالغنی صاحب رقمطراز ہیں کہ طریق تبھی میں ہیں قدرتی ترتیب کے خلاف

چلنا پڑتا ہے۔ کیونکہ جب بچہ بولنا سیکھتا ہے۔ تو مکمل لفظ اس کی زبان سے نکلتے ہیں۔ وہ حروف کی آوازوں کو جوڑ کر لفظ نہیں بناتا۔ نیز یہ طریق تعلیم بچے کے لئے دلچسپی کا کوئی سامان اپنے میں نہیں رکھتا جو ذہنی نشو ونما کا جزو اعظم ہے۔ تدریسی نقطہ نظر سے بھی اس طریق میں کئی نقائص ہیں۔ یعنی

(۱) پڑھنا اور ہجے کرنا دو باتیں ایک ہی دفعہ سکھانی پڑتی ہیں۔ جو خلاف اصول ہے۔

(۲) چونکہ ہجے کرنے میں حروف کے ناموں کا مجموعہ الفاظ کے برابر نہیں ہوتا۔ اس لئے بچے کو ایک قسم کی حیرانی ہوتی ہے۔

(۳) بے فائدہ الفاظ کے سکھانے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔

(۴) رواں پڑھنا دیر سے آتا ہے۔

(۵) ہجے کرتے وقت حروف کے نام بار بار دہرانے سے طبیعت پر ایک قسم کا جبر ہوتا ہے جو باعث تکان ہے۔

(۶) حروف کے نام کچھ ہیں۔ اور ان کی آوازیں کچھ اور۔ "ب" کی آواز "بے" نہیں بلکہ "ب" ہے۔ اسی طرح باقی تمام حروف کے ناموں کے مجموعے سے کسی لفظ کا درست تلفظ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ "ب" اور "ٹ" کو آپس میں ملانے سے ان کی آوازوں کے اعتبار سے لفظ "بٹ" کا تلفظ "بیٹے" ہونا چاہئے۔ لیکن اس کا درست تلفظ "بٹ" ہے۔ بیٹے نہیں۔

مدرسہ تحتانیہ قصبہ تملور تعلقہ دیگلور ضلع ناندیڑ میں عرصہ سے کوئی جلسہ نہیں ہوا تھا لیکن محمد عبدالرحیم صاحب کی کوشش سے جلسہ سالانہ زیر صدارت مسٹر کاسی ناتھ راؤ صاحب صدر مدرس شاہ پور منعقد کیا گیا پہلے طلبائے مدرسہ نے ریاست کے نشان کو سلامی دی پھر حمد و ترانہ پڑھا۔ مکالمے اور تقاریر کے بعد مسٹر مہمنت راؤ صاحب دیسکھ قصبہ تملور نے غریب اور مکالمے کرنے والے طلبا کو مبلغ (۵) دس روپیہ کے کتب تقسیم کئے اس کے بعد اعلیحضرت شہریار دکن و شہزادگان بلند اقبال کی ترقی عمر و درجات کی دعا مانگی گئی۔

ماڈل اسکول قصبہ باسہ۔ بتاریخ یکم دے ۱۳۴۸ف روز چہار شنبہ انجمن اساتذہ زیر صدارت عالی جناب مولوی کریم احمد خاں صاحب بی۔ اے۔ یم۔ ٹی مہتمم تعلیمات ضلع ناندیڑ ٹھیک ۱۱ ساعت صبح منعقد ہوا۔ دعا پر ارتھنا کے بعد نرسواں راؤ شرمانت صدر مدرسہ نے خطبہ استقبالیہ میں عرض کیا کہ ہمارے کوششوں کی ترقی کا یہی ثبوت بھی ہے کہ دوسرا جلسہ ممدوح شان کے زیر صدارت منعقد ہوا بعد پنڈت ماروتی راو صاحب معتمد نے رپورٹ انجمن سابقہ سنایا۔ پنڈت ناگوراو صاحب نے تائید کی۔ خطبہ صدارت میں فضیلت مآب نے فرمایا کہ شرما کا کام قابل قدر ہے۔ بعد مولوی محمد صادق خاں صاحب نے جماعت چہارم کو حساب کسور۔ کا نمونہ سبق دیا۔

درگا بائی صاحبہ صدر معلمہ مدرسہ نسوانیہ تنگی قصبہ بھوکامڑی تعلقہ مکتھل کے تبادلہ کے وقت مدرسہ مذکور میں وداعی جلسہ قرار پایا متبدلہ صدر معلمہ صاحبہ نے طالبات کو نہایت جرأت کے ساتھ نصیحت کی۔ آپ نے آخر میں دعا پر اپنی تقریر نصیحت ختم کی۔ کہ ہمارے بادشاہ ظل اللہ کا سایہ عاطفت ہمیشہ ہمارے سر پر قائم رہے۔ اور حکام بالادست کی بے پایاں احسانات شریک حال رہیں۔ خدا جل شانہ ملک کے نازک نازک نونہالان کو شرف علم سے مزین کرکے مقاصد دینی و دنیاوی پوری کرے۔

مدرسۂ وسطانیہ قصبہ سدا سیو پیٹھ کے بازیگاہ پر عالی جناب نواب فخر جنگ بہادر صوبہ دار صوبہ میدک کی تشریف آوری کے اعزاز میں اسپورٹس ہوئے جس میں مقامی سیٹھ ساہوکار اور معززین کثرت سے شریک تھے نواب صاحب معزنے جیتنے والے طلبار کو انعامات تقسیم فرمائے نے بوقت تشریف آوری و روانگی سلامی دی۔

ہندوستان کی ترقی تعلیم کی پنج سالہ رپورٹ کے ایک مقالہ میں طلباء مدارس کے طبی معائنہ پر ایک دلچسپ مضمون ہے جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مدارس کے عام اور امدادی مدارس کے اخراجات معائنہ طبی کی مالی امداد کی تجویز جو گزشتہ میقات پنج سالہ میں نافذ کی گئی وہ اس میقات (۲۲ تا ۲۶) میں روک لے گئی تھی مگر ۲۵ء کے آغاز میں وہ اسکیم دوبارہ وصول ہوئی اور اب ثانوی مدارس کے طلباء دکور کا طبی معائنہ لازمی و ضروری قرار دے دیا گیا ہے۔ اور اب تک بنگال میں معائنہ طبی کا کوئی وسیع اور تفصیلی طریقہ اختیار کیا گیا اور جو اجمالی طریقہ اس وقت جامعہ کلیہ میں نافذ العمل ہے وہ ایک تفصیلی اور بسیط طریقہ کار کا متقاضی ہے۔ ۲۲ء میں صوبہ جات متحدہ کے دس بڑے بڑے مرکزی مقامات میں طبی معائنہ کی ایک نئی تجویز زیر عمل لائی گئی۔ ہر بڑے مرکز کا ایک حلقہ ایک طبی افسر (ڈیکل افسر) کے تحت دیدیا گیا۔ اور یہ طبی ماہران فن اپنے اپنے حلقہ کے تربیتی جامعات نارمل اسکولس درمیانی جامعات (انٹرمیڈیٹ) اور سلہ (اینگلو ورنیولر) ثانوی مدارس کے طلباء کے طبی معائنہ اور امتحان کے ذمہ دار گردانے گئے ہیں اور ہر طالب علم کا صحت نامہ محفوظ رکھا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت اس سے کام لیا جاتا ہے۔ اور توقع کی جارہی ہے کہ یہ نئی تجویز جب وسیع کی جائے گی اور اعلیٰ پیمانہ پر کام ہونے لگے گا تو سب اسسٹنٹ سرجنوں کے ذریعہ طبی معائنہ کی نوبیر پرانے طریقہ کار سے بہت زیادہ مفید اور سود مند ثابت ہوگی۔ پنجاب کے طریقہ معائنہ طبی میں اس وجہ سے بھی بہت زیادہ ترقی ہوئی کہ وہاں مابعد معائنہ طلباء کے علاج معالجہ کا بھی انتظام کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ تقریباً تمام مدارس خصوصاً دیہات (کے مدارس) میں دواخانوں کے قیام نے مقامی طبی ضروریات میں بڑی آسانی پیدا کردی ہے۔

برما میں ۲۲ء میں اس سے بھی زیادہ ایک قدم آگے بڑھایا گیا یعنے از روئے تجویز (اسکیم) ناظم صحت عامہ پر انگریزی اور (اینگلو ورنیولر) مدارس میں ایک سند یافتہ طبی افسر کا تقرر لازمی قرار دیا گیا تاکہ وہ طلباء کے داخلہ کے وقت ان کا طبی معائنہ کرے اور فرداً فرداً ان کا صحت نامہ

محفوظ رکھے۔ یہ طبی افسر سالانہ ایک رپورٹ ناظم طبابت و ناظم تعلیمات کے پاس پیش کرتا ہے۔ طبی معائنہ کے اخراجات بصورت مدارس سرکاری جملہ اخراجات اور امدادی مدارس کے نصف اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ گو طبی معائنہ لازمی قرار دیا گیا ہے مگر حقیقتاً ۲۸۵ مدارس میں سے صرف ۱۲۲ مدارس طبی افسروں کے تحت ہیں۔ گزشتہ میقات کے ختم پر زنانوی مدارس کے طبی معائنہ کی نگرانی کے لئے ایک مددگار ناظم صحت عامہ کے تقرر کی تجویز زیر غور تھی۔ بہار اوڑیسہ کے ناظم تعلیمات اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔ طبی معائنہ کا طریقہ جو ۱۹۲۰ء میں نافذ کیا گیا وہ طبی افسران متعینہ مدارس فوقانی دنارمل کے ہمیشہ کے تبادلوں کی وجہ سے ناکام رہا۔ تاہم ۱۹۲۶ء میں طبی افسروں کی پانچ جدید امدادی مستقلاً تقرر کیا گیا اور پانچ زائد مددگار ان طبی افسران کا اضافہ کیا گیا۔ اب یہ توقع کی جارہی ہے کہ طبی معائنہ بہ نسبت پہلے کے زیادہ موثر اور مفید ثابت ہوگا۔

نواب ناظر یار جنگ بہادر کی صدارت میں اولڈ بائے اور بہی خواہاں علیگڈھ کا جلسہ ہوا۔ اور حسب ذیل قرارداد منظور کر کے بذریعہ تار نواب مسعود جنگ بہادر کو روانہ کی گئی۔

مسلم یونیورسٹی نے نواب مسعود جنگ بہادر کے وائس چانسلری کے زمانہ میں جس تیزی سے اخلاقی اور تعلیمی ترقی کی ہے۔ اس پر اولڈ بائے اور بہی خواہاں علیگڈھ اظہار مسرت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی نے نواب صاحب ممدوح کی نمایاں کوشش سے جو وقار اور عظمت حاصل کی ہے۔ اس پر دل سے مبارک باد دیتے ہیں دعا ہے کہ مسلم یونیورسٹی نواب صاحب ممدوح کی قابل اور ہمدرد رہنمائی میں مزید فخر اور امتیاز حاصل کرے۔

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے۔ سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرماویں۔

(۴) جو مضامین ناقابل متصور رہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۸/-) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا۔

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی۔

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ قیمت وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے۔

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱	۸/۵	۸/۳
۳ بار	۸/۱۰	۱	۸/۵
ششماہ	۱	۸/۱۰	۱
سالانہ	۱	۱	۸/۱۰

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے۔

دفتر رسالہ المعلم

سیف آباد حیدرآباد دکن

ضروری اطلاع

برائے طلبا مدارس تحتانیہ و سلطانیہ و فوقانیہ

چونکہ ٹکسٹ بک کمیٹی نے نئے سال تعلیمی سے مختلف جماعتوں اور درجوں کے کتب نصاب میں اہم تغیرات فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم نے طلباء مدارس کی سہولت کے لئے ان تمام جدید کتب کا کافی اسٹاک فراہم کرلیا ہے جس میں سے اکثر مطبع ہذا کی مطبوعہ بھی ہیں یا جن کی ایجنسی بھی کتبخانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے۔ خصوصاً انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے مرتبہ کل اردو ریڈریں پہلی سے ساتویں تک (جو شریک نصاب ہوئی ہیں) ان سب کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے کتب منظورہ نصاب جدید کی فہرست کتب خانہ ہذا نے طبع کی ہے یہ فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے امید کہ مدرس صاحبان مدارس طلباء کو خریدی کتب میں بموجب نصاب جدید ہدایات فرماکر قدیم کتب کی خریداری سے احتیاط کرنے کی منظور فرمائیں گے۔

مکتبہ

سید عبدالقادر تاجر کتب و مالک اعظم سٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر حیدرآباد

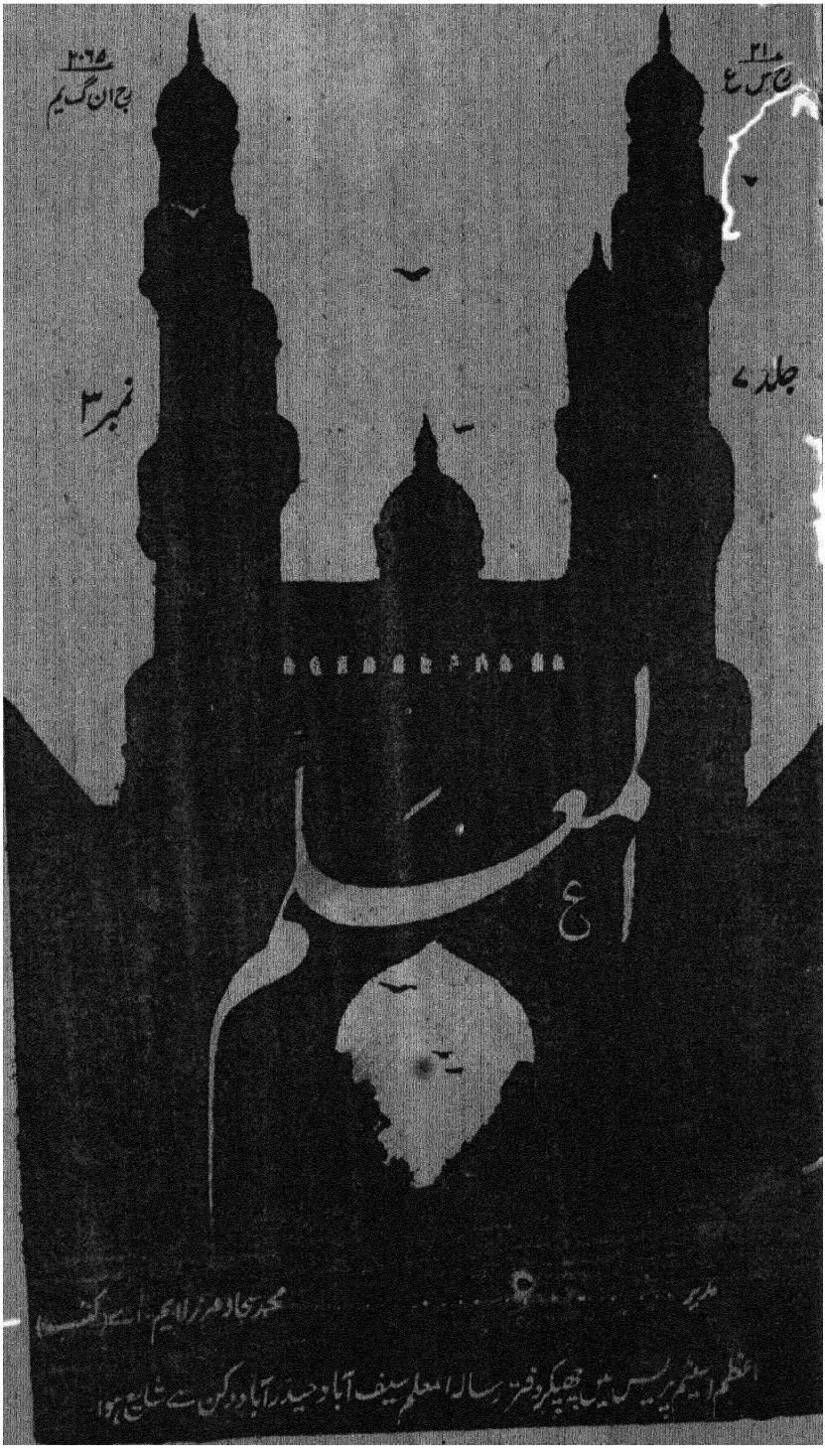
۲۰۶۵
مارچ ان گ یم
۲۱۰
مارچ س ع
جلد ۷
نمبر ۳
المعلم
ع
مدیر ..... محمد سجاد عمر را یم۔ اے (کنٹب)
اعظم اسٹیم پریس میں چھپکر دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

مدرسۂ تحتانیہ

ہر قصبہ کا علمی مرکز ہے۔ لیکن کوئی ایسا ذریعہ نہیں رکھتا کہ جو دوسرے ممالک تو کیا خود اپنے ملک کے حالات سے باخبر رہ سکے۔ وہ دُنیا کی مختلف تحریکات خواہ وہ سیاسی ہوں سماجی۔ معاشی ہوں یا معاشرتی لاعلم رہتا ہے "منشور" نے اس کا انتظام کیا ہے۔

وہ ہر تحتانیہ کے مدرس کا ساری دنیا سے تعلق پیدا کر دے گا۔

قیمت میں مدارس تحتانیہ کے مدرس کے لئے خاص رعایت رکھی گئی ہے۔ اور اُس کی شبنہ اشاعت جو مفت روانہ کی جائے گی۔

جنرل منیجر روزنامہ منشور کنٹ روڈ سے دریافت کیجیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

(۱) صدارت نامہ . . . . . بیگم صاحبہ نواب مکرم الدولہ . . . . (۱ تا ۱۲)

(۲) مضمون نگاری اور زبانی خواندگی . مترجمہ مولوی علی حسین صاحب بی۔اے . . (۱۳ تا ۱۸)

(۳) مرض ہیضہ . . . . . (دو یا دھمر جوشی صاحب . . . . . (۱۸ تا ۲۰)

(۴) زیورات یا بنک . . . . . سر پی۔ین مترا صاحب . . (۲۱ تا ۲۶)

(۵) طلبہ کی تقریح . . . . . مولوی سید وحید اللہ صاحب . . (۲۶ تا ۲۹)
مددگار مدرسہ دیوبند

(۶) شذرات . . . . . (۲۹ تا ۳۲)

جلد	بابتہ ماہ بہمن ۱۳۴۰ف	نمبر ۳

صدارت نامہ

جلسہ انجمن ترقی تعلیم نسواں حیدرآباد دکن میں جو صدارت نامہ بیگم صاحبہ نواب مکرم الدولہ نے پڑھا وہ نہایت مسرت کے ساتھ درج ذیل ہے۔

مدیر

انجمن ترقی تعلیم نسواں کی اس چوتھی سالانہ کانفرنس میں آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے میں

آپ سب کا دلی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اس اہم کانفرنس کی صدارت کے لئے مجھ ہیچمدان کا انتخاب فرمایا۔ میں قدامت پسند طبقہ سے تعلق رکھتی ہوں اور فی الحقیقت آپ کی رہنمائی اور کانفرنس کی صدارت کے لئے تعلیمات حاضرہ کی معلومات کی جس قدر ضرورت ہے اس کا لحاظ کرتے میں اس اعزاز کی کسی طرح مستحق نہیں تھی جلسہ میں ایسی متعدد شخصیتیں دکھائی دے رہی ہیں جو اس کام کو مجھ سے زیادہ عمدگی اور سلیقے سے انجام دے سکتی ہیں۔

صدارت کانفرنس کے لئے جب آپ نے مدعو فرمایا تو اس کے قبول کرنے سے میں محض اس وجہ سے انکار نہ کرسکی کہ خواتین کی تعلیم اور ترقی سے مجھے گہری دلچسپی ہے۔ میں اپنی ہم جنسوں کی تعلیم اور اُن کی فلاح و بہبود کے کاموں میں حصہ لینا اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتی ہوں تاہم میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ میں نے صدارت کانفرنس اسی اُمید سے قبول کی ہے کہ متحدہ جوش عمل اور امداد و اعانت اور قیمتی مشوروں سے ہم جس مقصد کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں اس کو تھوڑا بہت پورا کریں گی۔

آپ سب خواتین اس امر سے واقف ہیں کہ انجمن ترقی تعلیم نسواں کن مفید اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھ کر قائم کی گئی ہے اور تقریباً چار سال سے اس نے عورتوں کی تعلیم اور ان کی معاشی اصلاح و معاشرتی ترقی اور تنظیم کے کتنے اچھے اچھے کام انجام دیئے اور کیسی کچھ دوڑ دھوپ اس سارے میں کی ہے۔ آپ اس سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ عام طور پر ہندوستان اور خاص طور پر حیدرآباد میں تعلیم نسواں کی رفتار ترقی کس قدر سست اور حوصلہ فرسا ہے۔ اگرچہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری علم پرور اور فیاض حکومت کی طرف سے لڑکوں کی تعلیم کے لئے متعدد مدرسے اور کالج قائم ہیں اور حصول تعلیم کی سہولتوں میں آئے دن اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے وہاں لڑکیوں کو بھی برکات تعلیم سے متمتع کرنے کی برابر کوشش کی جارہی ہے اس وقت بھی متعدد مدارس نسواں اور ایک کلیہ خواتین موجود ہے۔ لیکن ملک کی وسعت، قابل تعلیم لڑکیوں اور عورتوں کی کثرت تعداد کا لحاظ کرتے یہ کوششیں بجائے خود ناکافی ہیں۔ اور کیا سرکاری اور کیا خانگی دونوں

ذریعوں سے اس معاملے میں بڑی سرگرم جد و جہد درکار ہے تاکہ ہمارے ملک میں بھی عورتیں تعلیمی اور معاشرتی ترقی میں دوسرے تہذیب یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کی عورتوں کے ساتھ ہمسری کے قابل ہو سکیں۔ انجمن ترقی تعلیم نسواں اسی نیک مقصد کے لئے عالم وجود میں آئی ہے۔ اس کے کارکن جو ملک کی درد مند اور اپنی جنس کی خیر خواہ خواتین ہیں مقدور بھر کوشش کر رہی ہیں۔ باوجود ان تمام دشواریوں کے جو ان کی راہ میں حائل ہیں انہوں نے اپنی طرف سے سعی و کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور یہ ان ہی کی جد و جہد کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ہم سب اپنے طبقہ کی ضروریات پر غور و فکر کرنے کے لئے آج یہاں جمع ہوئی ہیں۔ انھوں نے اس وقت تک جو کچھ کیا ہے وہ بہت کچھ امید افزا ہے۔ عورتوں سے جہالت و ناخواندگی کو خاطر خواہ دور کرنا آسان کام نہیں اور اس کے انصرام کے لئے بہت زیادہ ہاتھوں کی ضرورت ہے۔ ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور ہمیں دراصل یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے مقابلے میں جو کچھ ہوا وہ کچھ بھی نہیں اس گرانبار اور مشکل کام کو کسی طرح مٹھی بھر ارکان کی دوڑ دھوپ پورا نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے بہت سے دردمندوں اور مخلص کارکنوں کی ضرورت ہے جو رضاکارانہ جوش و سرگرمی کے ساتھ کارکنان انجمن کا ہاتھ بٹائیں اور اس کی کوششوں کا دائرہ اپنی امداد سے بہت وسیع کر دیں۔

معزز خواتین!

ترقی تعلیم نسواں کی کانفرنس میں جمع ہو کر ہمیں جس مسئلے پر سب سے زیادہ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے وہ خود نفس تعلیم ہے۔ آج کل میں دیکھتی ہوں کہ عام طور پر کیا لڑکوں کے لئے اور کیا لڑکیوں کے لئے بالکل مغربی وضع کی اور نامانوس تعلیم کے رجحانات بڑھتے جا رہے ہیں اور جس طرح دوسری چیزوں میں اپنے خاص حالات کا لحاظ کئے بغیر یورپ کی کورانہ تقلید کا شوق نظر آتا ہے تعلیم میں بھی یہی رجحان زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان خیالات کے اظہار پر مجھے بعض خواتین رجعت پسند کہیں مگر میں آپ کی اجازت سے اس خصوص میں اپنے چند خیالات کا اظہار کرنا ضروری سمجھتی ہوں اور مجھے قوی امید ہے کہ سنجیدہ اور صاحب نظر خواتین میرے خیالات پر کماحقہ

غور فرمائیں گی۔ یہ ایک ظاہر بات ہے کہ عورتوں اور مردوں کے فرائض زندگی ایک دوسرے سے بہت کچھ مختلف ہیں۔ مردوں کو جو تعلیم دی جانی چاہئے وہ ان کی ضروریات اور حالات کے موافق ہو اور عورتوں کو جس قسم کی تعلیم و تربیت ہونی چاہئے اس کا ان کی خاص ضروریات اور فرائض زندگی کے موافق ہونا ضروری ہے۔ مردوں کی یورپ پرستی یا یورپ کی اندھی تقلید سے جو کچھ بھی نقصان پہونچ سکتا ہے وہ اتنا زیادہ نہیں جو عورتوں کی مغرب پرستی اور ہر بات میں یورپ کی کورانہ نقل سے پہنچ سکتا ہے ہمیں مشرقیت و نسوانیت دونوں کو پیش نظر رکھ کر عورتوں کے لئے ایسی تعلیم کا اہتمام کرنا چاہئے جو ایک طرف ان کو اچھی بیویاں اور اچھی مائیں بنائے تو دوسری طرف ان کے اپنے ماحول کے مطابق اور مشرقی خصوصیات کے ساتھ انھیں نہ صرف ایک ترقی یافتہ طبقہ میں بدل دے بلکہ قومی زندگی میں مردوں کے ساتھ برابر کی شریک اور ذمہ داریوں میں ہم دوش ہونے کی اہل بنا دے۔

اس سلسلہ میں میں عرض کروں گی کہ عورتوں کا نصاب تعلیم ہرگز اس کی نقل نہ ہونا چاہئے جو مردوں کے لئے ہے۔ مجھسے قبل بہت سے صاحب رائے اصحاب کی طرف سے کانفرنسوں میں اس خیال کا اظہار ہو چکا ہے۔ اور اب ایک حد تک اس کی توقع بھی کی جا سکتی ہے کہ مدارس میں لڑکیوں کا نصاب تعلیم بہت کچھ ان کی ضروریات کے مطابق ہو جائے گا۔ یہاں میں یہ امر بھی واضح کر دینا مناسب سمجھتی ہوں کہ لڑکے اور لڑکیوں کے نصاب تعلیم میں تفریق سے یہ مراد نہیں ہے کہ لڑکیوں کو ان تمام علوم سے محروم رکھا جائے جن کے دروازے لڑکوں پر کھلے ہوئے ہیں بلکہ کالجوں اور فوقانیہ مدرسوں میں صرف تھوڑے سے فرق کے ساتھ علمی تعلیم کا نصاب وہی ہونا چاہئے جو لڑکوں کے لئے ہے۔ البتہ عام نصاب تعلیم جس کا تعلق کسی جامعہ سے نہیں بالکل ایسا ہونا ضروری ہے جو ہماری تہذیب و روایات کے موجب بھی ہو اور جس کی تکمیل سے عام طبقہ اناث اپنے فرائض زندگی کو زیادہ خوش اسلوبی سے انجام دے سکے اور نصاب میں متعدد مفید مضامین جیسے فنون لطیفہ، پکوان، سلائی، سوزن کاری، حفظان صحت، طبی امداد،

تیمارداری وغیرہ داخل کئے جاسکتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ کچھ پیشہ ورانہ رجحان بھی پیدا کیا جاسکتا ہے اور کارچوب کوروسازی گروشیا پارچہ بافی سکھائے جاسکتے ہیں۔ بہرصورت تعلیم نسواں کے نصاب میں معاشیات خانہ داری کو خاص جگہ دی جانی چاہئے علاوہ ازیں اخلاقیات کا مضمون ایسا ضروری اور ناگزیر ہے کہ ہم اسے کسی صورت نظرانداز نہیں کرسکتے۔ ہمیں ایسی نئی تعلیم کوئی فائدہ نہیں پہونچاسکتی جس کا نتیجہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولنا مشرقی وضع چھوڑ کر نئے رنگ کی خاتون بننا اور مشرقی اخلاق اور قدیم روایات سے بیزاری اور محض سطحی اور ظاہری آراستگی وغیرہ ہوتا ہے۔

تعلیم کی نوعیت اور مناسب حال تفریق نصاب کی وضاحت کے بعد ہمیں جس چیز پر متوجہ ہونا ضروری ہے وہ دائرہ تعلیم کی توسیع ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے ہماری علم پرور سرکار تعلیم نسواں کی طرف سے غافل نہیں اور اس کی طرف سے اس خصوص میں قابل لحاظ کام ہو رہا ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ موجودہ رفتار سے ہماری ترقی اس قدر دشوار ہے کہ ہم صدیوں میں جاکر اس درجہ کو پہنچیں گے جہاں آج ترقی یافتہ ملکوں کی عورتیں فائز ہیں۔ تعلیم نسواں کا دائرہ وسیع ہونا نہایت ضروری ہے اور اس کی واحد صورت لڑکیوں کے لئے کم از کم چار سالہ جبریہ تعلیم کا تدریجی نفاذ ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ پختہ عمر عورتوں کو جو یا تو سرے سے ان پڑھ ہیں یا بچپن میں چند سال تعلیم پائی تھیں جہالت سے نکالنے اور ان کی خواندگی کو برقرار رکھنے کے لئے باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے۔

جبریہ تعلیم کا آغاز چند خاص خاص مقامات کا انتخاب کرکے کیا جاسکتا ہے اس کے لئے پہلے تربیت یافتہ استانیوں کی ضرورت ہوگی تاکہ تعلیم ایسے طریقے پر دی جائے کہ کم از کم مدت میں خاصی قابلیت پیدا ہوسکے جبریہ تعلیم کے نفاذ سے پہلے ایک جماعت ایسی استانیوں کی تیار کرلینی ہوگی جو کم از کم ایک سال تک علم التعلیم میں تربیت پاچکی ہوں۔ اس طرح کا تعمیری کام شروع کیا جائے تو بہت جلد تعلیم نسواں آگے بڑھنے لگے گی۔ بچپن کے ابتدائی ایام میں

چند سال تعلیم پاکر بعد کو گھر کے کام دھندوں میں پھنس جانے سے اس کا خطرہ لگا ہوا ہے کہ کہیں پھر ان میں جہالت نہ عود کر آئے۔ اور سب لکھا پڑھا نہ بھول جائیں۔ اس کی روک تھام کے لئے تعلیم شعور یافتگاں اور رسائل واخبارات اور عام مطالعہ کے کتابوں کی ضرورت ہے پختہ عمر عورتوں اور لڑکیوں کے لئے جو عموماً عام مدارس میں جاکر باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کرسکتیں خاص خاص اوقات اور مضامین کے مدارس ہونے چاہئیں۔ اس طرح اگر ہم مفید مطلب ضروریات کو پیش نظر رکھ کر تعلیم نسواں کی داغ بیل ڈالیں تو مجھے یقین ہے کہ ملک میں ایک طرف ایسی اعلیٰ علمی قابلیت کی خواتین بھی پیدا ہوں گی جو آیندہ مستحکم اصولوں پر ہر درجے کی تعلیم نسواں کی تجاویز کے اجرا پر قادر اور ان کی نگرانی و نظارت کی ذمہ دارانہ خدمات کے قابل ہوسکیں گی اور دوسری طرف اچھی بیویاں اور اچھی مائیں بن سکیں گی۔ ماؤں کی تعلیم پر بچوں کی تعلیم کا بہت کچھ انحصار ہے۔ اعلیٰ اور متوسط طبقات میں مرد تو تعلیم یافتہ ہوتے ہیں لیکن بڑی حد تک عورتیں ناخواندہ ہوتی ہیں اس سے گھر اور خانگی زندگی دونوں بری طرح متاثر ہوتے ہیں اور بچے جیسا چاہئے اعلیٰ خیالات اور عمدہ سیرت کا نمونہ نہیں بن سکتے۔ تعلیم یافتہ ماں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیم یافتہ باپ سے کہیں زیادہ ضروری ہے کیونکہ بچے کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اور ابتداً ایک عرصہ تک بچے ماں کے ساتھ جس قدر وابستہ ہوتے ہیں ظاہر ہے اگر انھیں اس زمانہ میں تعلیم یافتہ ماں کی گود ملی اور اچھے خیالات اُن کے ذہن نشین کرائے گئے تو پھر اس کا اثر دیرپا اور مدت العمر طور پذیر ہوتا رہے گا۔

یہ امر ہم سب لوگوں کے لئے موجب مسرت ہے کہ باوجود خواتین ہند کی گوناگوں کمزوریوں اور دقتوں کے کم و بیش ہندوستان کے ہر صوبے میں تھوڑی بہت بیداری پیدا ہوتی جارہی ہے۔ بعض صوبوں میں عورتیں اپنے آپ کو منظم بھی کررہی ہیں اور اپنے طبقہ کو تعلیم یافتہ بنانے میں بڑی سرگرمی دکھا رہی ہیں۔ تقریباً ہر جگہ امید افزا آثار نظر آتے ہیں اور آیندہ کی ترقی کی توقعات قائم ہونے لگی ہیں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بعض ایسے مقامات پر جہاں پردہ کی

پابندی بہت زیادہ ہے تعلیمی جدوجہد نہ صرف شروع ہوگئی ہے بلکہ خاصی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ ہر فرقہ کی عورتوں کی اسی بیداری کا نتیجہ ہے کہ اب ہم عورتوں کو بعض معاشرتی خرابیوں مثلاً کمسنی کی شادی وغیرہ کے رفع کرنے میں بھی اپنی آواز بلند کرتی دیکھتی ہیں۔ ان میں یہ خواہش بھی نظر آتی ہے کہ اپنی لڑکیوں کو نہ صرف ملازمت وغیرہ کی خاطر بلکہ اچھی بیویاں اور اچھی مائیں بنانے کی غرض سے معقول تعلیم دلائیں۔ اسی سلسلہ میں جامعہ خواتین یونہ اور اس کے ملحقہ ادارے جو بنیادی اور گرانقدر کام کر رہے ہیں ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح مختلف مقامات میں "سیوا سدن" کی شاخیں بہت ہی مفید اور بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض ترقی یافتہ صوبوں اور علاقوں میں ہندوستانی عورتیں معاشی اور معاشرتی سرگرمیوں سے نکل کر قومی تعمیر کی دیگر سرگرمیوں میں بھی خاطر خواہ حصہ لینے لگی ہیں اور اکثر مخیر خواتین کی کوشش اور عام تعلیم یافتہ عورتوں کے اشتراک عمل سے انجمنیں، کلب، کتب خانے، مطالعہ خانے، مراکز فلاح اطفال، مراکز صحت، مراکز اصلاح کردار وغیرہ متعدد مفید ادارے بھی قائم ہو رہے ہیں۔

یہ سب چیزیں بلاشبہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ مادر ہند کی دختریں خواب غفلت سے بیدار ہوتی جا رہی ہیں اور زیادہ وسیع معاشرتی اور اصلاحی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی متمنی ہیں نیز اُن کی بیداری اور سرگرمی مردوں کو متاثر کر چکی ہے اور اب ایسے لوگ روز بروز بالکل کم ہوتے جا رہے ہیں جن کا خیال تھا کہ دولت تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا ایک اور صرف ایک طبقہ یعنی مرد ہی مستحق ہے۔ آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ خود مردوں کی طرف سے عورتوں کو ہر طرح زیور علم سے آراستہ کرنے کی نہ صرف تائید ہو رہی ہے بلکہ پرزور مطالبہ بھی کیا جا رہا ہے اور یہ طبقہ جو آج تک ہماری ترقیوں میں ہمارا ہم نوا نہ تھا اب خود بخود طرفدار بنتا جا رہا ہے۔

گو حیدرآباد تعلیم نسواں میں بہت ہی پیچھے ہے لیکن جیسا کہ اوپر بھی اشارہ کر چکی ہوں میں کبھی یہاں کی ترقی سے مایوس نہیں۔ یہاں بھی ترقی کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ کیا ہندو

اور کیا مسلمان دونوں فرقوں کی عورتوں میں تعلیم پانے کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ خاص و عام مسلمان خواتین ضرور تھوڑی بہت قرآنی اور ابتدائی تعلیم پائی ہوئی ہوتی ہیں۔ پیغمبر خدا صلعم اور بزرگان دین کے حالات و روایات سے اچھی طرح واقف ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہندو خواتین گیتا، وید، رامائن اور مہابھارت سے ضرور آشنا ہیں۔ اور اپنی مذہبی روایات اچھی طرح جانتی ہیں۔ اگر قدیم تہذیب و شائستگی اور موروثی خصائل حمیدہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو باوجود ان پڑھ اور جاہل ہونے کے اگر ذرا توجہ سے کام لیا گیا اور تعلیمی فضا پیدا کر دی گئی تو پھر جلد یہ بھی بام ترقی پر چڑھ جائیں گی ہمیں اپنی کوششوں کے لئے زمین ہموار کرنے اور تعلیم نسواں کی ضرورت کا گھر گھر جا کر تے پھرنے کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کہ حصول تعلیم میں سہولتیں پیدا کرنے اور مضبوط اصولوں پر مفید مطلب تعلیم کا اہتمام کرنے کی ہے جب ہماری فیاض سرکار نے جامعہ عثمانیہ جیسا مہتم بالشان اور سارے ہند میں واحد نوعیت کا تعلیمی ادارہ قائم کر دیا ہے تو اس کا حلقہ اثر بلا استثنائے اضلاع تمام مدارس پر خواہ وہ ذکور کے ہوں یا اناث کے حاوی ہونا چاہیئے۔

علم پرور حکومتوں کا ایک عام طریقہ ہے کہ اپنی رعایا میں جس طبقہ میں تعلیم یافتہ کم دکھتی ہیں اس کو پس افتادہ طبقہ قرار دے کر اس کی تعلیمی ترقی کے خاص خاص ذرائع اختیار کرتی ہیں اور جن رکاوٹوں کی وجہ سے اس طبقہ میں تعلیمی ترقی نہیں ہو رہی ہے انھیں دور کرنے کی ہر طرح کوشش کی جاتی ہے۔ تعلیم کے بارے میں حیدرآباد کے طبقہ خواتین کی پس افتادگی مسلمہ ہے۔ ہمارے ملک میں بھی عورتوں کے لئے کئی طرح کی تعلیمی سہولتوں کی ضرورت ہے اور ہمارا طبقہ اپنی موجودہ پس افتادگی کی وجہ سے ہر طرح کی رعایت کا مستحق ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ متوسط اور کم معاش خاندانوں میں تعلیم نسواں کی نشر و اشاعت میں ایک بڑی رکاوٹ اخراجات تعلیمی کی ہے اگر ان کا بوجھ کسی قدر ہلکا کر دیا جائے تو میں توقع کرتی ہوں کہ تعلیم نسواں کی خاطر خواہ ترقی ہونے لگے گی۔ ہماری مہربان سرکار اپنی رعایا کی ہر طرح کی سہولتوں کو ہر وقت پیش نظر رکھتی ہے

اور خصوصاً تعلیم کے معاملے میں اس کی طرف سے جو کچھ کوششیں ہو رہی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے میں یقین رکھتی ہوں کہ اگر ہم متحدہ طور پر آواز بلند کریں اور ہر درجے کی تعلیم نسواں کو بالکل مفت کر دینے کی درخواست کریں تو ضرور حکومت اس کو منظور کرے گی۔ جہاں اس نے خاص و عام کے لئے ابتدائی تعلیم بالکل مفت کر دی ہے، یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ عورتوں کی تعلیم بھی مفت کر دی جائے ہمیں اپنے مطالبہ کے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یقین کرنا چاہئے کہ وہ اس کو ہمدردی کے ساتھ سنے گی اور قبول کرے گی۔ اس سلسلہ میں ہمیں یہ بھی درخواست لازمی طور پر کرنی پڑے گی کہ نہ صرف طالبات کی فیس معاف کر دی جائے بلکہ ان میں ذہین اور ہونہار لڑکیوں کو فراغ دلی کے ساتھ ایک خاص اسکیم کے تحت وظائف تعلیمی بھی عطا کئے جائیں تاکہ یہ غریب بہ طیب خاطر حصول تعلیم میں چند سال کوشاں رہیں۔

اچھی تعلیم کے لئے جہاں اور کئی باتوں کی ضرورت ہے پڑھانے والے کا بہ ہمہ صفت متصف ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ہر تعلیمی اسکیم کی کامیابی کا انحصار بالآخر استاد پر ہے موجودہ مدارس نسواں میں جو استانیاں مامور ہیں وہ بہت کم تعلیم و تربیت یافتہ ہیں اور پڑھنے والی لڑکیوں کی ہر طرح کی ترقی اور فلاح میں کافی مدد پہنچانے کے قابل نہیں ہیں۔ استانیاں ایسی نیک صفات شفیق اور لڑکیوں کی ہر طرح نگران ہونی چاہئیں جیسی کہ مائیں ہوتی ہیں تاکہ ان کی تعلیمی، اخلاقی، جسمانی، اور ذہنی ہر طرح کی درستگی و شائستگی میں روز بروز اضافہ ہو۔ اگر اس سلسلہ میں حکومت، مقامی مشاورتی مجالس قائم کرے اور معزز خواتین اس کے ارکان بنائی جائیں تو مجھے یقین ہے کہ ان کی دلچسپی اور مشوروں سے نہ صرف ابتدائی تقررات کے وقت بلکہ آئے دن مدارس کے معائنوں وغیرہ کے ذریعہ سے بھی ایسی مجالس گورنمنٹ کا ہاتھ بٹا سکیں گی اور تعلیم نسواں کو بالآخر جبری قرار دینے کے لئے ابھی سے مقبول انام نگرانی کی صورت نکل آئے گی۔

عام طور پر ہمارے ملک میں طلبا کی صحت اتنی اچھی نہیں ہوتی جتنی کہ دوسرے ملکوں کے طلبا کی صحت سنی جاتی ہے اور خصوصاً عورتیں جن کی دنیا محدود ہوتی ہے اور جو اکثر کھلی ہوا سے

محروم رہتی ہیں صحت کے معاملے میں بہت ہی کمزور ہیں۔ اس عام کمزوری ہی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ملک میں شرح اموات بہت زیادہ ہے اور بچے کیا بڑے خرابی صحت کے شکار ہیں۔ مدارس نسواں میں ہم اس کی طرف خاص توجہ کر سکتے ہیں۔ ایسی صحت بخش ورزشیں جو عورتوں کے لئے آسانی ممکن ہیں مدارس نسواں میں رائج کی جائیں اور تعلیم کے ساتھ جسمانی ترقی اور صحت کا لحاظ پیش نظر رکھا جائے اور باضابطہ طبی معائنہ وقتاً فوقتاً لازمی کر دیا جائے تو اس سے بہت ہی اچھے نتیجے برآمد ہوں گے اور آئندہ ہم ایسی نسلیں دیکھ سکیں گی جو ہر حیثیت سے ہم سے بہتر ہوں گی۔

تعلیم نسواں کے سلسلہ میں خیال ہو سکتا ہے کہ پردے کی نسبت بھی خیالات کا اظہار نہایت ضروری ہے۔ میں نے اوپر اس کا کہیں ذکر نہیں کیا اور قصداً اس لئے گریز کیا کہ میری رائے میں پردہ اور تعلیم نسواں کی حیثیت لازم و ملزوم کی نہیں۔ اب بھی میں اس کی موافقت یا مخالفت میں کچھ زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتی۔ یہ مسئلہ آج کل ہر چھوٹے بڑے کے زیر غور ہے اور اس کی نسبت ہر طرح کی خیال آرائی اور عمل پیرائی ہو رہی ہے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ پردے کی وجہ سے طبقۂ خواتین کی ترقی میں ایک گونہ رکاوٹ پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی میری نظر میں یہ اتنی خراب چیز نہیں کہ فی الفور اسے نکال پھینکا جائے۔ پردے کے معنی ہی حجاب اور روک کے ہیں۔ مسلمانوں میں اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک تو ظاہری پردہ ہے عورت اپنا چہرہ چھپائے رکھے اور دوسرے ذہنی حجاب ہے اور اس میں مسلمان مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ ہماری ذہنی روش ہماری معاشرت کے خط و خال کی مظہر ہے جب مردوں کا یہ ذہنی حجاب تعلیمی اور معاشرتی ترقی کے باعث دور ہو جائے گا تو خود بخود عورتوں کا ذہنی پردہ اور اس طرح علمی پس افتادگی دونوں رفع ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ ظاہری پردے کی حیثیت میں بھی کچھ نہ کچھ فرق آ ہی جائے گا۔ جو لوگ پردے کے مخالف ہیں وہ اکثر ایسی غلط کارانہ کوششیں کرتے رہتے ہیں جو بجائے اس کے کہ عام لوگوں پر اچھا اثر ڈالیں ان کے طریقہ ہی کو برا ثابت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس بارے میں جو بھی قدم اٹھایا جائے

وہ سوچ بچار کر اور بڑی احتیاط کے ساتھ ہو تاکہ نہ لوگوں کے مذہبی احساسات کے خلاف کوئی بات ہو اور نہ ایسی کوششیں بے مطلب اور مضحکہ خیز ہو کر رہ جائیں۔

میں نے اوپر کئی جگہ اشارہ کیا ہے کہ ہماری مہربان اور علم پرور سرکار عالی ہمارے طبقہ کی اصلاح اور ترقی کی طرف کس قدر متوجہ ہے اس کے پیش نظر تعلیم نسواں کی کوششوں کا اچھا لائحہ عمل ہے اور وہ ہر طرح عورتوں کو زیادہ سے زیادہ تعلیم یافتہ بنانے پر آمادہ ہے مجھے یقین ہے کہ اگر ہم سنجیدہ اور خوب سوچ سمجھ کر مفید مشورے دیا کریں تو وہ ان کو ضرور قبول کرے گی۔ ہم کو ایسے مطالبات نہیں کرنے چاہئیں جن کے ابھی ہم اہل نہیں ہیں۔ آج کل ہر چیز فنی اور سائنٹیفک نقطہ نظر سے دیکھی جاتی ہے اور کوئی کام ماہرین کے بلا مشورہ انجام نہیں پا سکتا۔ اسی طرح تعلیم بھی ایک فن ہے اور اس کے کئی ماہرانہ پہلو ہیں جن کی فنی اور خاص تربیت ضروری ہے۔ دریں صورت ہمیں بھی اپنے حدود اور قرار واقعی معلومات کے باہر قدم نہیں رکھنا چاہئے۔ فی الوقت ہمیں صرف انھی امور کی خواہش کرنی چاہئے جن کے انصرام کی ہم میں صلاحیت بھی ہے۔ اگر ہم ایسے کام اپنے سر ڈال لیں جن کو پورا کرنے کی ہم استعداد نہیں رکھتیں تو ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے ہماری ساکھ میں اضافہ کی بجائے کمی ہو جائے گی۔ اور ہم سرکار اور عامتہ الناس دونوں کا اعتماد بالکل کھو بیٹھیں گی۔

اس وقت سب سے بڑی ضرورت ہمیں اپنے آپ کو منظم کرنے کی ہے۔ انجمن ترقی تعلیم نسواں ایک مرکزی حیثیت کی انجمن ہے اس کے علاوہ ملک میں اور بھی انجمنیں ہیں اور امید ہے کہ آیندہ اور بھی قائم ہوں گی۔ اگر یہ باہم متفق اور متحد ہو کر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے لگیں اور خلوص اور سچے دل سے اپنے طبقہ کی خدمت پر آمادہ ہو جائیں تو بہت کچھ کر سکتی ہیں ہمیں سرکار سے زیادہ خود اپنی ہم جنسوں سے تعاون و مدد کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ اگر ہم اپنی مدد کے لئے آپ تیار ہو جائیں تو پھر کوئی مشکل ایسی نہیں جو ہم حل نہ کر لیں۔ چونکہ ہم نے اب سے پہلے ایسے کام نہیں کئے ہیں اس قسم کے معاشرتی کاموں کا جیسا چاہئے تجربہ نہیں اس لئے اس کا اندیشہ ہے

کہ ہم کام کرنے نکلیں تو کہیں اصل مقصد کو نہ بھول جائیں اور ظاہری نام و نمود شہرت و تشہیر کا شکار نہ بن جائیں۔

رضاکاروں کا کام تنخواہ یاب کارکنوں سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور اس کی ذمہ داری بھی بہت زیادہ ہے رضاکار بننا آسان نہیں۔ اس کے لئے بڑی بے جگری کے ساتھ کام کرنے، ہر سرد و گرم کو سہنے اور عظیم ایثار اور بے نفسی کی ضرورت ہے۔ اور اگر ان صفات کا ہمارا طبقہ نمونہ نہ بنے تو پھر ہم اپنی ترقی کی کسی سے کیا توقعات کر سکتی ہیں؟

آپ نے جس توجہ سے میری تقریر سماعت فرمائی اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی تقریر ختم کرتی ہوں اور پاک پروردگار کی بارگاہ میں سچے دل سے دعا کرتی ہوں اور امید ہے کہ آپ سب بھی میری ہم نوا ہوں گی کہ ہمارے علم نواز بادشاہ اعلیحضرت بندگانعالی شہزادگان بلند اقبال اور شہزادیان فرخ فال کی عمر و اقبال میں ترقی دے اور اپنی عاجز بندیوں کو راہ راست پر چلنے اور بنی نوع انسان سے ہمدردی رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مضمون نگاری اور زبانی خواندگی

مضمون

گو یہ مضمون ایسے مدارس کے لئے لکھا گیا ہے جہاں ذریعہ تعلیم انگریزی ہے لیکن مصنف نے چند ایسے نکات پر روشنی ڈالی ہے جو نئے مدرس کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوں گے نظریہ کو جب عملی جامہ پہنایا جائے اس وقت حسب ذیل تجاویز کی عمدگی ثابت ہوگی۔

مدیر

تمھین سب سے پہلے جس سے سابقہ پڑے گا وہ انگریزی کا مضمون ہوگا۔ انگریزی ہر سبق میں داخل ہے۔ یعنی یہ کہ تمھارے اور تمھارے شاگردوں کے درمیان ذریعہ یا وسیلہ ہے۔ تمھارا انگریزی کا نصاب وسیع ہو سکتا ہے۔ اور محدود ہی یہ کام تمھارا ہے کہ اس اسکیم یا تجویز کو شرح وبسط کے ساتھ عملی جامہ پہنا دو جس کو تمھارے صدر مدرس نے وضع کیا ہے۔ یہ تجویز دو اہم امور کی طرف تمھاری توجہ منعطف کرے گی۔ یعنی

(ا) میقات مدرسہ کے لحاظ سے نصاب تعلیم کا غور وفکر کے ساتھ تجویز کرنا۔

(ب) اسباق کی تیاری۔

تیاری اسباق کے متعلق یہ بات ہے کہ عمدہ طور سے تیار کیا ہوا سبق کسی حالت میں بھی ناکام ثابت نہیں ہوا۔ اور صدر مدرس کسی ایسے کمزور یا ناتجربہ کار، مبتدی کو جو تیاری اسباق میں جو شیلا ہو بالکل ہی ناکارہ نہیں ٹھہرائے گا۔ نوٹ بک یا رکارڈ بک میں جو کچھ بھی تم لکھو گے وہ تمھارے موافق شہادت دے گا۔ تمھارے شاگرد خواہ کسی سن وسال کے ہوں تیار کردہ اور بے ڈھنگی گفتگو کے فرق کو بآسانی ظاہر کر سکیں گے۔ انگریزی کے اسباق کی تیاری بالکل ایسی ہی اہم ہے جیسی کہ تاریخ یا جغرافیہ کی۔ اگرچہ کہ یہ بات بالکل عام ہے کہ نوجوان مدرسین تاریخ اور جغرافیہ

سباق کی تیاری کرتے ہیں مگر مضمون نگاری۔ پڑھنے اور اعادہ سبق کے نوٹ نہیں لکھتے۔

تصحیح شاگردوں کے کام کی تصحیح اسی قدر اہم امر ہے جس قدر کہ مختلف سباق کی تیاری تمہارا تاثر تمہارے اس خیال پر منحصر ہوگا جس کو تم مشقوں کی تصحیح کے لئے توجہ کے ساتھ صرف کروگے۔ اس معاملہ میں جس قدر تم تندہی کروگے اس سے تمہارے کام کا اندازہ ہوگا۔

مثلاً تمہارے شاگردوں کی گفتگو اعلیٰ درجہ کی نہ ہو۔ لیکن اگر تمہارا اصلاحی کام سرگرمی سے رہا ہے تو دیکھنے والا بآسانی یہ بتا سکے گا کہ تمہارے زیر نگرانی کس قدر اس میں ترقی ہوئی ہے۔ وہ یہ بھی بتا سکے گا کہ تمہارے بچوں کی بات چیت دوسری جماعتوں کے بچوں کی گفتگو کی بہ نسبت کس قدر مستمیز ہے نیز بازاری زبان اور مدارس کی زبان میں کس قدر فرق ہے۔

تحریری مضامین کی تصحیح میں بڑی دردسری ہوتی ہے گو اس میں شک نہیں کہ یہ دردسری ناگزیر ہے۔ بری طور پر صحیح کی ہوئی کاپیوں سے کسی مدرس کے متعلق جس قدر برا اثر ایک معائنہ کنندہ کو ہوگا اس سے بدتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ مضمون کی کاپیاں خود اپنی داستان سناتی ہیں۔ ایک سرسری نظر یہ بات ظاہر کردے گی (د) کہ آیا مضمون کی مشقیں سلسلہ وار چل رہی ہیں یا نہیں۔ (ب) مشقوں کے لئے موزوں عنوان دئے گئے ہیں یا نہیں (ج) ہتھام ترقی پر ہیں یا کمی پر ہیں (د) جماعت کا ضبط عمدہ ہے یا نہیں۔ بے سلیقہ تحریر سست ضبط کے مرادف ہے۔ (ہ) جماعت کی فریق واری تعلیم ہوتی ہے۔ (و) غبی طلبار کے لئے خاص مشقیں دی گئی ہیں یا نہیں (ز) روشن دماغ طلبار کو ان کی قابلیت کے لحاظ سے کام دیا گیا ہے یا نہیں۔ (ح) دشوار ترقسم کے مضامین صرف بیانیہ ہیں یا نہیں (ط) آیا مدرس صرف ضابطہ کی تصحیح سے مطمئن ہوگیا ہے یا وہ اسلوب کا بھی متمنی ہے۔ تم کو خود اپنے واسطے بھی ان امور کا لحاظ کرنا چاہئے۔ ایسی بیشمار چیزیں ہیں جن کو تم اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے سیکھ سکتے ہو اگر تم طلبار کی تحریری مشقوں کو غور سے دیکھو۔ تقریر اور تحریر میں جس قدر بھی عام غلطیاں ملیں ان کو جمع کرو تو بہت عمدہ کام ہے کیونکہ ہر مدرسہ کے طبقہ میں مختلف قسم کی غلطی ہوا کرتی ہے۔

جب ایک دفعہ تم نے ان کو جمع کرلیا تو پھر ان کو کام میں لاؤ یہ تمھارے قواعد کے اسباق اور انگریزی کے زبانی اسباق کے واسطے عمدہ و مستحکم بنیاد کا کام دیں گی۔

مضمون (الف) ہدایت یا تنبیہ۔

ایک خاص عمر تک بچہ جیسا بولتا ہے ویسا ہی لکھتا ہے۔ اس کے بعد۔ بالعموم طبقہ وسطیٰ میں بچہ لکھتے وقت اپنی تحریر سے لغت نکالتا جاتا ہے۔ یہ لغت تقریری لغت سے کسی قدر جدا اور ممیز ہوتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بچہ اپنے کاپی کو بہترین غور و فکر سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے اور مطالعہ کے ذریعہ الفاظ اور جملوں کے خزانہ میں سے ہشیاری کے ساتھ تحریر کے وقت ان کے انتخاب کی کوشش کرتا ہے۔ وہ امر جس کی تم کو یہاں احتیاط کرنی ہے یہ ہے کہ تحریری لغت کے استعمال پر زور مت دو بلکہ اس کی آمد ہونی چاہئے اگر وسیع مطالعہ کے مواقع ہوں تو بچہ خود اس دوسری قسم کے لغت کو موقع و محل سے استعمال کرے گا تحریری لغت کا قبل از وقت استعمال سہارے والے اور غیر طبعی مضمون کے انجام کا باعث ہوگا۔

(ب) ربط و مناسبت

چونکہ تحریری مضمون کا تقریر اور زبانی اور خاموش مطالعہ سے گہرا تعلق ہے ایسی حالت میں تمھارا یہ فریضہ ہے کہ جب تم اپنے کام کا اسکیم تیار کرو تو اس قسم کے اسباق میں ربط و تسلسل قائم کرو۔

(ج) جزو انسانی۔

تمھاری جماعت میں طلباء کے درمیان انفرادی طور پر کوئی معمولی اختلاف قابلیت نہ ہوگا۔ بعض بچے آسانی کے ساتھ اظہار مطلب کرسکیں گے۔ دوسرے بچے اگر ان کو مدد و ہدایت ملی ہے متوسط کام کرسکتے ہیں اور بعض شاید ہچکچائیں گے اگرچہ یہ اجزا بیشتر جماعتوں میں پائے جاتے ہیں تاہم یہ عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک جماعت کے تمام طلباء ایک وقت میں ایک ہی عنوان پر مضمون لکھتے رہتے ہیں فرق واری تعلیم سے بڑھ کر اس مضمون میں عام عاجلانہ ترقی کے واسطے اور کوئی چیز نہیں۔ یہ بات صرف اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ طلباء کے

شعار کا فرداً فرداً بغور مطالعہ کیا جائے اور اس کی پابجائی کی جائے تاکہ مواد اور طرز تحریر میں بحیثیت مجموعی اضافہ ہو سکے۔ تم کو دو باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں۔

(الف) بچہ اس بات کو سمجھتا ہے کہ انفرادی حیثیت سے کب اس کے ساتھ سلوک ہوتا ہے۔

(ب) متفرق عنوان پر لکھی ہوئی پچاس مشقوں پر غور کرنا ایک ہی مضمون پر پچاس مشقوں کے صحیح کرنے سے زیادہ مشکل نہیں ہے۔

اگر تمام بچے ایک ہی وقت لکھ رہے ہوں تو ایسی حالت میں پچاس یا اس سے کم و بیش جماعت انفرادی یا صرف ایک ہی شخص کی توجہ مائل کرنے کے لئے بہت ہی بڑی ہوگی لیکن اگر مضمون نگاری اور خاموش مطالعہ ایک ہی ساعت میں لئے جائیں اس طرح کہ نصف جماعت ایک کام میں مشغول ہو اور بقیہ نصف دوسرے کام میں تو ایسی حالت میں تمہارے واسطے یہ بالکل ممکن ہے کہ ہر شخص سے انفرادی طور پر بخوبی واقف ہو جاؤ۔

(د) وقت کا تفنن۔

حتیٰ کہ پختہ عمر لوگ بھی ہمہ وقت تحریری تفنن میں لطف اندوز نہیں ہوتے۔ پس یہ بالکل نامناسب ہے اگر بچوں سے یہ توقع کی جائے کہ جب کبھی بھی ضرورت ہو بچے مضمون کے سبق سے ہم ساز ہوں۔ بعض اوقات (بالخصوص جب کہ طبع زاد مشقیں دی گئی ہوں) تمام جماعت کو آپ سے باہر دیکھ سکتے ہو۔ تب سوال پیدا ہوتا ہے ایا مجھے سبق کو ملتوی کرنا پڑے گا؟ ایسا ہرگز نہ کرو۔ ایسا کرنے سے تم اپنے نوجوان بچوں کو ادائے فرض سے باز رکھتے ہو۔ نفس اس بات میں مضمر ہے کہ مشق بے وقت دی گئی ہے۔ مشکل پر سر برہونے کے لئے حلوں کی آدھے راستہ میں ہی مدافعت کرو۔ وہ اس طرح کہ۔

(الف) عنوان بدل دو اور اس کے مساوضہ میں زیادہ دلچسپ عنوان دے دو۔

(ب) اختیاری عنوان دیدو۔

(ج) عنوان کی عمدگی کے ساتھ تصریح ہو یعنی بچوں کو ابھارنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہے۔ وہی کوئی چیز اس عنوان میں ان کو ملجانی چاہیئے۔

(ہ) عنوان اور سرخیاں۔

عنوان کا یہ کام ہے کہ بچے کو مرغوب کرے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ عنوان دلکش ہو۔ اس میں شک نہیں کہ عنوان اور الفاظِ عنوان دونوں بچے کے کام کی نوعیت و منزلت سے بہت کچھ تعلق رکھتے ہیں اور غالباً ان دونوں میں سرخی کا پلہ زیادہ بھاری ہے۔ یہی چیز ذریعہ میزان ہے۔

تم کو تمام سرخیاں قائم کرنے کی ذمہ داری نہیں لینی چاہیئے۔ طلبار کو اس میں حصہ لینا چاہیئے ان کو سرخیوں پر تنقید کرنے کی ہدایت کی جائے۔ اور ان سے ان سرخیوں کی جن کے مناسب الفاظ نہ ہوں ترمیم کرنے کی توقع کرنی چاہیئے۔ سربراہی کے بہتیرے ذرائع ہیں۔ مثلاً سگرٹ کارڈ دیاسلائی کی ڈبیاں۔ ذخیرہ کتابیں۔ اخبار۔ بے تار کے ذریعہ گفتگو۔ گراموفون۔ مقامی رقص و سرود کا جلسہ۔ ڈرامہ کا تماشہ اور خانگی بات چیت۔ جملہ آوازیں۔ ترانے جو ان ذرائع سے جمع کر لئے جاتے ہیں اکثر عنوانوں کے ذخیرہ کو بڑھا دیتے ہیں۔ اگر نصابی کتابیں نظموں کے مجموعہ ہشیاری سے استعمال کئے جائیں تو وہ بے انتہا مثالیں بہم پہنچائیں گی۔ بچے ہر اس عنوان کی جو شریا نظم کے حصہ میں سے انتخاب کیا گیا ہو قدر کریں گے کیونکہ وہ سمجھ جائیں گے کہ اس کو کسی استاد دبیر نے تیار کیا ہے۔ تم کو بچوں سے بہتیرے عنوان ملیں گے اگر جہان بین شروع ہو جائے۔ یہ ذمہ تمہارا ہے کہ ذخیرہ پر طرہ لگا دو اور جماعت کی فہرست کی ایسی ترتیب کر دو کہ اس میں بہترین ہی شامل ہوں بعض اوقات تم بچوں کو ایسے موقع دو کہ اس فہرست میں سے خود عنوان انتخاب کر لیں۔ قاعدہ کے لحاظ سے اگرچہ تم کو ہی قبل از قبل مستقل کام قائم کر دینا چاہیئے اور جماعت کو مشقوں کی تیاری کے لئے اجازت دینی چاہیئے۔

(و) توازن۔

مختلف نوعیت کی مشقوں کے درمیان تم کو توازن قائم کرنا چاہیئے۔ ایک نوعیت کے مضمون کو زمین پر مت پٹک دو اور نہ دوسرے کو نظر انداز کرو۔ تم کو یہ بات معلوم ہونے کی توقع کرنی چاہیئے کہ اوسط بچہ اس عنوان میں جس سے اکثر اپنے تصور یا کہانی کے اعادہ کی قابلیت بار سمجھتے ہیں سرگرم ہے۔ لیکن وہ ایسی مشق کا جو بالکل بیانیہ ہے وحشت سے مقابلہ کرے گا تم اس کو اس مشکل پسند کام سے باندھ کر ڈالو وہ جلد تھک جائے گا اور تم کو بہت ہی اوقات پر غور و تامل کرنے کی حالت میں چھوڑ دے گا۔ تم کمترین مدافعت کے راستہ پر چلنے کی طرف مائل ہو جاؤ گے اور بچوں کو ایسا کام کرنے کی اجازت دو گے جس کو وہ بہترین طور پر انجام دے سکیں اس راستہ کو اختیار کرنے کے بجائے تم کو چاہیئے کہ خود کرخت بنا لو اور بیانیہ کام پر اپنی توجہ مرکوز کر دو۔ تمام کاموں کی یہی ابتدا ہے۔ اور غالباً سب سے زیادہ دل شکن بھی یہی ہے

مرض ہیضہ

ہیضہ ایک نامراد مہلک مرض ہے۔ جو کہ عموماً اسوج اور کاتک کے مہینوں میں نمودار ہوتا ہے۔ اس مرض کے مندرجہ ذیل علامات ہیں۔

(۱) قے کا بار بار آنا۔
(۲) دستوں کا بار بار آنا جن کا رنگ عموماً چاولوں کی پیچھ جیسا ہوتا ہے۔
(۳) پیٹ میں درد کا ہونا۔
(۴) پیاس کا زیادہ لگنا۔
(۵) جسم کا سرد ہو جانا۔
(۶) ہاتھ پاؤں کا ٹیڑھا ہو جانا۔
(۷) پیشاب کا بند ہو جانا۔
(۸) آنکھوں کا اندر کی طرف دھنس جانا۔

اگر احتیاط کی جائے تو بیماری اکثر رک جاتی ہے۔ اگر بڑھ جائے۔ تو آدمی کے بچنے کی اُمید نہیں رہتی۔

وجوہ — کچے اور گلے سڑے پھل کھانے سے۔ خراب پانی اور دودھ پینے سے یہ مرض ہو جاتا ہے مکھیاں گندگی پر سے آکر کھانے کی چیزوں پر بیٹھتی ہیں اور غلاظت اور ہیضہ کے جراثیم ان پر چھوڑ جاتی ہیں۔ اور بیماری کا سبب بنتی ہیں۔

پرہیز — کچے اور گلے سڑے پھلوں کو ہرگز استعمال نہ کرنا چاہئے۔ ککڑی۔ کھیرے۔ خربوزے اور پھلیاں تربوز۔ امرود وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کھانے پینے کی اشیاء کو ڈھانپ کر رکھنا چاہئے پیٹ بھر کر کوئی چیز نہ کھانی چاہئے۔ بازار کا دہی۔ گھی۔ مٹھائی اور دودھ وغیرہ قطعی استعمال نہ کرنے چاہئیں۔ ایام ہیضہ میں مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱) پانی کو جوش دے کر ٹھنڈا کر کے پینے اور کھانا پکانے کے کام میں لانا چاہئے

(۲) دودھ کو اُبال کر پینا چاہئے۔

(۳) تمام سبزیاں پوٹاشیم پرمنگنیٹ کے لال پانی سے دھو کر استعمال کرنی چاہئیں

(۴) کھانے پینے کی اشیاء کو مکھیوں سے محفوظ رکھا جائے۔

(۵) ہیضہ کا ٹیکہ لگوا لیا جائے۔

(۶) صبح کے وقت گھر سے خالی معدہ کام پر نہ جانا چاہئے۔

(۷) ان ایام میں دکان میں سفیدی کرا دینی چاہئے۔

(۸) بدن اور لباس کو صاف رکھا جائے نیز صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

(۹) بیمار کی کوٹھڑی میں گندھک جلانا مفید ہے۔

(۱۰) ایام ہیضہ میں لیموں کی شکنجبیں پینا مفید ہے۔

(۱۱) سرکہ اور پیاز کا استعمال زیادہ مفید ہے۔

(۱۲) ہیضہ کی دوائی گھر میں رکھی جائے۔

(۱۳) بیماری کا خوف دل میں نہ آنے دینا چاہئے اور خدا پر بھروسہ رکھنا چاہئے خدانخواستہ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو شروع میں فوراً دست اور قے بند کرنے کی دوا نہ دینی چاہئے گرم پانی میں سرکہ ڈال کر پلانا مفید ہے۔ مرض کا حملہ ہوتے ہی فوراً ڈاکٹر کو اطلاع دینی چاہئے

اور اس سے مفید مشورہ لینا چاہئے۔ نیز مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱) مریض کو علٰحدہ۔ ہوادار اور روشن کمرہ میں رکھو۔

(۲) مریض کی چارپائی کے اردگرد اَن بجھ چونا اور راکھ بچھا دو۔

(۳) مریض کو قے اور دست گلہ میں کراؤ۔ اور انھیں آبادی سے دور لے جاکر جلا دو یا دبا دو۔

(۴) مریض کے کھانے سے بچا ہوا کھانا نہ کھانا چاہئے۔ نہ ہی اس کے کمرے میں کھایا جائے۔

(۵) بیمار پرسی کرنے والے آدمی کو چاہئے کہ کھانا کھانے سے پہلے صابون سے ہاتھ منھ کو خوب صاف کرلے۔

(۶) مریض کے برتن علٰحدہ رکھے جائیں اور انھیں گرم پانی سے صاف کر دیا جایا کرے

(۷) مریض کے پارچات کو جلا دینا چاہئے۔ یا ہوشیاری سے ذرا دھک کی دھونی دے کر کھولتے ہوئے پانی میں دھو ڈالنا چاہئے۔ یا فینائل لوشن میں تقریباً دو ڈھائی گھنٹے تک بھگو کر دھوپ میں ڈال دینا چاہئے۔

زیورات یا بنک

ایک مشہور مستند انگریز نے بنکنگ کی اس طرح تعریف کی ہے "میرا دماغ اور دوسروں کا روپیہ۔ بنکنگ کی نشوونما کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ عوام کا ایک اہم طبقہ کفایت شعار اور روپیہ کا مالک ہو جس کو کاروبار بنک کے لئے ممکن الوصول بنایا جا سکے۔ اور یہ کہ وہ اس شخص پر ایک بنک اعتماد کرنے کے لئے آمادہ ہوں جو روپیہ سے بنکنگ کی عادت کو ترقی دینا چاہتا ہے۔ آپ میں سے جنھوں نے صوبہ وار کمیٹیوں کی رپورٹیں پڑھی ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ مدارس بمبئی اور بہار و اڑیسہ کی رپورٹ ضرور پڑھی ہوگی۔ ہندوستان ان لوازمات میں جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے افسوسناک طور پر پیچھے ہے۔

ہندوستان کی ایک کثیر آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ اور بدقسمتی سے یہ حال ہے کہ عام طور پر اس ملک میں کسان قرض سے آزاد نہیں ہے۔ صوبہ واری کمیٹیوں کی ان رپورٹوں میں جس کا میں نے ذکر کیا ہے سب سے پہلی مرتبہ اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان کی دیہاتی آبادی کے قرض کا ایک سرکاری تخمینہ حاصل کیا جائے۔ میں ان طریق کار سے بحث نہیں کروں گا جن کی پیروی کی گئی ہے۔ بلکہ آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنے کی کوشش کروں گا کہ ہندوستان کے دیہات کی بھیانک اور مسلسل تحقیقات کے بغیر کسی ایسے تخمینہ کا حاصل کرنا جس کے بالکل صحیح ہونے کا دعویٰ کیا جا سکے ناممکن ہے بعض کمیٹیوں نے نمونہ کا طریقہ اختیار کیا ہے اور خاص تفصیلی مساحت (Survey) کے لئے چند دیہات کا انتخاب کیا ہے بعض صوبہ جات میں یونیورسٹی کے طلبا نے مساحت سے اپنا تعلق پیدا کر لیا ہے اور یہ کہتے ہوئے مجھے خوشی ہوتی ہے کہ یہ امداد بیش بہا ثابت ہوئی ہے۔ علیگڈھ کے ایک طالب علم نے

صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ کے گاؤں کا بڑا دلچسپ سماجیہ (Survey) کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس بارہ میں جامعہ میسور بھی پیچھے نہیں ہے۔ اگر آپ میں سے چند اس جانب تحقیقاتی کام (Research work) کے لئے اپنی معمولی اور طویل تعطیلات وقف کریں تو یہ بہت ہی ممد ترقی ہوگا۔ یہ آپ کو ہندوستانی عوام الناس کے حقیقی مسائل کی گرفت تک پہنچا دے گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر یہ کام اخلاص اور جوش عمل سے انجام پائے تو یہ آپ کے اندر کاشتکار کی فلاح و بہبود کو ترقی دینے کی ایک طویل العمر دلچسپی پیدا کرے گا۔

تعلیم مزارعین

میں اور مجھ جیسے لوگ بھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہندوستان کی ترقی کا زیادہ تر انحصار طلبا کی نئی پود۔ ان کے مقاصد اور خواہشات پر ہے۔ بلاشبہ آج خواتین بھی ہندوستان کے مقصد کو آگے بڑھانے میں اپنا فرض انجام دیتا ہوگا سب سے زیادہ طالبعلموں کا کام آپ کے سامنے شمع تعلیم کو بعید ترین دیہات تک پہنچانا ہے اور کسانوں کے دماغ سے جو ملک کی بمقابلہ ریڑھ کی ہڈی کے ہیں جہالت کی تاریکی کو دور کرنا ہے۔ جو آج ہر شعبہ میں ان کو نقصانات طور پر متاثر کر رہی ہے۔ ناخواندگی اور جہالت کے برے نتائج کی مثالیں زرعی کمیشن کے رپورٹ کے صفحوں میں درج ہیں اور نیز صوبہ داری کمیٹیوں کی بنکنگ کی تفتیش نما اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ لوگ اس کے فوائد سے واقف نہ کر دائے جائیں اور اس سے حاصل ہونے والی سہولتوں کے ٹھیک استعمال کی قدر کرنے کے اہل نہ بنائے جائیں

مثال کے طور پر ساہوکاروں کے ساتھ کاشتکاروں کے تعلقات کو لیجئے کاشتکار اپنے کاروبار کا کوئی حساب نہیں رکھ سکتا اور جیسا کہ بمبئی کی کمیٹی نے بتلایا ہے ان میں سے اکثریت تک نہیں جانتے کہ آیا وہ اپنا کاروبار نفع کے ساتھ چلا رہے ہیں یا نقصان کے ساتھ ناخواندہ ہونے کی وجہ سے کاشتکار اعتبار کی قدر کے سمجھنے سے قاصر ہے اور اس کے استعمال میں

اپنی رائے اور ہوشیاری کو کام میں نہیں لاسکتا۔ کاشتکار کو بددیانت قرض دہندہ کے پنجوں سے چھڑانے کا بہترین طریقہ اس کو تعلیم دینا ہے۔ آپ میں سے اُن کے لئے جو اصلاح معاشرت کا کوئی کام کرنا چاہتے ہیں دیہاتیوں کی تعلیم ایک ایسا کام ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ غیر ممکن ہے۔ آپ خواتین ایک سیدھے سادھے دیہاتی کے دماغ پر بہ نسبت خشک مزاج مردوں کے زیادہ اثر ڈال سکتی ہیں۔ مگر ایسا کام بالکل اعزازی ہونا چاہئے اور اس کے صلہ کے لئے ملک کی بہبودی آپ کے پیش نظر رہنی چاہئے۔

اگر آپ رپورٹ کے ان صفحات کی طرف متوجہ ہوں جن کا میں نے ذکر کیا ہے تو آپ کو ان کثیر فوائد کا علم ہوگا جو ترقی تعلیم کے سلسلہ میں دیہاتیوں کو حاصل ہوں گے تعلیم ان کو اپنی محنت کے پورے ثمرے سے متمتع ہونے کا اہل بنائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ کاشتکار نہ صرف زرعی کاروبار کے ذریعہ ذکی روکے لئے ساہوکاروں سے قرض لیتے ہیں بلکہ اپنے غیر پیداوار مصارف کو پورا کرنے کے لئے نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی پیداوار کو مقررہ شرح پر ساہوکار کے ہاتھ فروخت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اس وقت بھی جب کہ اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوتا یہ کہا جاتا ہے کہ فصل کے موقع پر ساہوکار کا دباؤ اور کاشتکار کی قوت عدم استطاعت انتظار اس کو نامناسب شرح اور غیر موزوں وقت پر اپنی پیداوار کے فروخت کرنے پر مجبور کرتے ہیں اپنے صلہ محنت کی تقسیم سے ٹھیک ٹھیک فائدہ اٹھانے کے لئے تعلیم کاشتکار کو قرض لینے میں ہوشیار رہنا اور بدنیت ساہوکاروں کی ناپاک کوششوں سے بچنے کا سبق سکھائے گی۔ یہی سب کچھ نہیں۔ کیونکہ موجودہ طریقۂ فروخت کی چند خرابیاں بھی مثلاً غلط اوزان اور پیمانوں کا استعمال درمیانی لوگوں کا ناجائز استحصال وغیرہ محض ناخواندگی اور جہالت کا نتیجہ ہیں جو تعلیم سے دور ہو جائیں گی۔

اسی سلسلہ میں کاشتکار کو پیداوار کے ذخیرہ کرنے کے لئے جگہ بہم پہنچانے کے سوال کا بھی ذکر کیا جاسکتا ہے۔ ایسے گوداموں کے قیام سے جہاں کاشتکار اپنی پیداوار کو ذخیرہ کر سکتا ہے

دو فائدے ہوں گے۔ اول تو یہ کہ اپنی پیداوار کو منڈی میں پہنچانے کے بعد اس کو اطمینان کے ساتھ لینے کا موقع ملے گا اور پیداوار کی فروخت میں دلال یا درمیانی شخص کے مقابلہ میں اس کی حالت مستحکم ہو جائے گی۔ دوسرے اگر اشیا، زیادہ عرصہ کے لئے وہاں رکھی جائیں تو وہ رسائد گودا (Warehouse Receipt) حاصل کر سکتا ہے جس کی کفالت پر پیداوار کے بیچے جانے تک وہ بنک سے قرض حاصل کر سکتا ہے۔ مگر اس طریقے سے فائدہ اٹھانے کے لئے کسی قدر تعلیم ضروری ہے۔ حقیقت میں جیسا کہ بہار و اڑیسہ کی کمیٹی کا کہنا ہے۔ یہ قطعی یقینی نہیں ہے کہ آیا اس طریقے کے فوائد اور ارزاں قرضہ موجودہ حالات میں معمولی ناخواندہ فروشندوں کی کثیر تعداد تک پہنچ سکے گا بھی یا نہیں۔

گھریلو صنعتیں (Cottage Industries)

صوبہ واری کمیٹیوں نے چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کی طرف کچھ توجہ مبذول کی ہے کمیٹیوں کا مشورہ ہے کہ موجودہ حالت کو بہتر بنانے کا واحد ذریعہ جولاہوں اور کاریگروں کی انجمن ہائے امداد باہمی کا قیام ہے۔ مگر ساتھ ہی جہاں کہیں بھی ایسا کیا گیا ہے ہمیشہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے جس کا ایک سبب منجملہ اور اسباب کے جولاہوں کی جہالت۔ ذاتی کمزوریاں۔ کاروباری اصولوں جیسے طریقوں سے ناواقفیت اور ایسے مرد اور عورتوں کا فقدان ہے جو سادہ ترین انجمن امداد باہمی کو چلانے کے قابل ہوں۔ اگر آپ تعلیم یافتہ نوجوان طالبات اس سلسلہ میں کچھ خدمت کر سکیں اور گھریلو صنعتوں کے کاریگروں کی انجمن ہائے امداد باہمی کے جاری کرنے میں اور ان کو کامیاب بنانے میں امداد کی غرض سے اعزازی کارکنوں کی ایک جماعت فراہم کر دیں تو گویا آپ نہ صرف کاریگروں کو بلکہ پورے ملک کو بیحد فائدہ پہنچائیں گی۔ جہاں زراعت معمولی حالت میں سال میں سات ماہ سے زیادہ آبادی کے لئے کام نہیں بہم پہنچا سکتی۔ زراعت کے لئے صنعتی پیشوں کی ضرورت حقیقت میں بہت زیادہ ہے

روپیہ ذخیرہ کرنے کے تکلیف دہ سوال کو اٹھائے بغیر پیداوار کاروبار میں روپیہ لگانے کے لئے عوام کے اندوختوں کو بنک اور دوسرے ادارات کی طرف مائل کرنے کی شدید ضرورت کا

ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اگر اندوختوں کی حوصلہ افزائی کرنے اور ان کا رخ مشغل کے پُر منافع ذرائع کی طرف پھیرنے کے لئے کوئی منظم کوشش کی جا سکے۔ تو ہندوستان کے معاشی اور صنعتی ارتقا میں عظیم الشان ترقی یقینی ہے۔ دوسرے ممالک میں کفایت شعاری اور پس اندازی کی عادت اسکول اور کالجوں میں سکھائی جاتی ہے اور طلبا کا سیونگ بنکس کا استعمال ان کی تعلیم کا پہلا قدم ہے۔ انگلستان میں عہدہ داران تعلیمات طلبا کی صوبہ داری انجمنوں کی تشکیل کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تاکہ ان کی ایک تعداد متحد ہو کر اپنے اندوختوں سے کیش سرٹیفکیٹس (Cash Certificates) خرید سکیں جن کی ان میں انفرادی طور پر استطاعت نہیں ہوتی ہے۔ حکومت ہند کے ٹیپ کے کیش سرٹیفکیٹس کے بارہ میں یہاں بھی آپ وہی کر سکتے ہیں۔ دس روپیہ کی کم رقم کے لئے یہ مکمہ دستیاب ہو سکتے ہیں اور اگر آپ کو اس امر میں دلچسپی ہے تو میں پس اندازی امداد باہمی کی تفصیلات بھیجنے کا انتظام کر سکتا ہوں اگر آپ کفایت شعاری کی عادت ڈالنے کی کوشش کے سوا کفایت شعاری اور پس اندازی کے خیال کو دوسروں کے گھر تک پہنچا سکیں تو آپ ہندوستان کے صحیح ارتقا، بنکنگ کے راستہ کی چند عظیم ترین مشکلات حل کر لیں گے۔

خواتین اور زیورات

اس مسئلہ کا ایک اور پہلو ہے جس کا ذکر نوجوان خواتین کے جلسہ میں مجھے ترک نہ کرنا چاہئے۔ معاشیات ہند کے ایک ممتاز پروفیسر نے ایک دفعہ کہا تھا کہ ایک ہندوستانی کے لئے اس کی بیوی سیونگ بنک ہے۔ جس پر وہ اپنے اندوختوں کو لٹکاتا ہے۔ ان کا اشارہ آپ کے جواہرات و زیورات و نیز سرمایہ کو اصلی نہ کہ مجازی سیونگ بنک میں مشغول کرنے کی خواہش کی طرف تھا۔ جب میں اپنے گرد نظر ڈالتا ہوں تو میں یہ نہیں دیکھتا کہ آپ میں سے کوئی اپنی قوت جاذبہ نظر کے لئے بیرونی امداد کی محتاج ہے۔ میری تمنا ہے کہ آپ خود محسوس کریں اور اپنی بہنوں کو یہ محسوس کروائیں کہ قیمتی دھات کا ہر اونس جس کو آپ علیحدہ کر دیں مادر وطن کے سنہری مالے کی ایک

کڑی کے کام آئے گا۔

میں اس سلسلہ میں بجا طور پر بہار و اڑیسہ کی کمیٹی کی ایک سفارش کا ذکر کر سکتا ہوں جو خواتین کے کیشن سرٹیفکیٹس کی ایک مخصوص شکل کے متعلق ہے یہ "استری دھن" سرٹیفکیٹس کہلاتے ہیں اور تجویز ہے کہ صرف خواتین کے لئے معمولی یا شاید کسی قدر زیادہ شرح سود پر جاری کئے جائیں ان سرٹیفکیٹس کو اسی طرح قانونی حفاظت ہوگی جیسی کہ اور استری دھن جائداد کو حاصل ہے کمیٹی کو توقع ہے کہ اس قسم کی تحریص سے خواتین کو اپنے زائد از ضرورت زیورات گولڈ سرٹیفکیٹس Gold certificates میں تبدیل کرنے کی ترغیب ہوگی کیا میں آپ سے اس مشورہ پر کافی غور و خوض کرنے اور اگر آپ کے پسند آجائے تو اس کو خیر و برکت عطا کرنے کی استدعا کر سکتا ہوں۔

طلبا کی تفریح

جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا "دیکھو بولو کے" زرین اصول کے مدنظر رٹنے رٹانے کے قاعدے مسدود ہوتے جائیں گے۔ لیکن اب سے بہت پہلے ہی تعلیم یافتہ ممالک نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ انسان گردانوں اور الفاظ کے رٹنے کے لئے نہیں پیدا ہوا بلکہ زندگی کا اور اس سے سوا اہم مقصد ہے۔ انسان ایک ترقی کن وجود ہے اس لئے تعلیم کا مقصد بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کہ روحانی اور جسمانی بالیدگی میں مدد ملے اور ایسی قابلیت پیدا کرے کہ اپنے ماحول میں بوجوہ احسن زندگی بسر کر سکے کیونکہ۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند　　تا تو نانے بکف آری و غفلت نہ خوری

اسی زبردست احساس نے انہیں بیتاب کر دیا تھا کہ انھوں نے عجیب عجیب قابل تقلید طریقہائے

تعلیم ڈھونڈ نکالے ان جدید طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کھلے اور پُر فضا مقامات پر تعلیم دی جائے۔ یہ طریقہ بالکل فطری ہے۔ یورپ کے مدارس میں چند معیّن دنوں میں طلبا مدرسہ کی چار دیواری سے الگ کھلے میدانوں میں صحیفۂ فطرت کی تعلیم دی جاتی ہے اور کتاب کے حروف و نقوش سے ان کو بے نیاز کیا جاتا ہے۔

اس طریقہ میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ تمام مظاہر قدرت نظر آجائیں اور تمام حواس خصوصاً تفکر اور مشاہدہ کو تربیت اور شگفتگی حاصل ہو۔ خریف اور ربیع میں شام کے وقت گرمیوں میں صبح کے وقت جاڑوں میں دن چڑھے طلبا، میدانوں میں نکل جاتے ہیں، اساتذہ ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، قدرت جو کچھ دکھاتی ہے دیکھتے ہیں، غور کرتے ہیں، جو سمجھ میں نہیں آتا پوچھتے ہیں جو معلوم ہوتا ہے اپنی اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں۔

جرمنی کے ایک [illegible] طریقۂ تعلیم میں اور وسعت پیدا کی۔ جنگل میں اس نے تین مدرسے مختلف مقامات پر قائم کئے۔ ایک کمسن طلبا کے لئے، ایک متوسط عمر والوں کے لئے اور ایک نوجوانوں کے لئے مخصوص کر دیا۔ تاکہ ہر عمر کے لڑکے اپنے شخصی خصوصیات کو ترقی دیں۔ اور شہری مدرسوں سے آزاد ہوں۔ ملک کے معاشرتی اور تمدنی اختلاف اور تنوع سے آگاہ ہو کر ایک وسیع عملی میدان قائم کریں۔ ہمارے لئے ایسی باتیں محال ہیں۔ یہی بہت غنیمت ہوگا کہ مہینے پندرہ روز میں موسمی اور مقامی حالات کو ملحوظ رکھ کر طلبا، کو آبادی کے باہر لے جایا کریں۔

ظاہر ہے کہ ایسی تفریحوں سے بچوں کو گرد و نواح کی اشیا سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ دلچسپی جلب توجہ کا موجب ہوتا ہے۔ جب تک توجہ کامل نہ ہو مشاہدہ کی عمارت قائم نہیں ہو سکتی ڈاکٹر مانٹی ساری کے طریقے کے مطابق حرکت، زبان اور حس سب سے کام لینا چاہئے۔

طلبا، مناظر قدرت کی سیر سے وہ واقعات دیکھ سکتے ہیں جو جماعت کے کمرے میں میسر نہیں ہوتے اساتذہ جو کچھ سکھاتے ہیں وہ ایک مجرد شکل میں ان کے سامنے آتا ہے۔ اساتذہ کی حیثیت بالکل ایسی ہوتی ہے، جیسے کوئی سر پر مسلط ہو کر کام لیتا ہے۔ لفظوں کے علم سے

حقایق اشیاء کا علم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اشیاء کا علم، جانی الفاظ کے سمجھنے کا ملکہ پیدا کر دیتا ہے۔ بہ طریقہ تعلیم اشیاء کو محسوس صورت میں پیش کرتا اور دنیا کو اس کی اصلی صورت میں لا کھڑا کرتا ہے۔ عقلی تربیت بلا اعانت حواس ناممکن ہے۔ یہ طریقہ حواس کو قوی کرتا ہے۔ پھولوں کی خوشبو سے شناسائی، پھلوں کے چکھنے سے ذائقہ، رنگ برنگ کے پھولوں اور پتوں کو دیکھنے سے باصرہ اور آبشاروں سے سامعہ پر نہایت مفید اثر مترتب ہوتا ہے۔ احساسات جو دماغ تک پہنچتے ہیں مراکز دماغی پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور ڈالتے ہیں۔ انھیں تاثرات پر حافظہ، ذہن اور دیگر قوائے ذہنیہ کی عمارتیں قائم ہوتی ہیں۔

ایسی سیروں سے طلباء اور اساتذہ میں محبت اور مودت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ شاید اسی قسم کی محبت کے متعلق رسکن نے کہا ہے ہر علم اور سائنس کا آغاز محبت سے ہوتا ہے۔ جب اس طریقہ تعلیم سے طلباء مستفید ہو کر نکلیں گے تو ایک عملی انسان ہوں گے، مادر وطن سے محبت ہوگی۔ زمین کی پیداوار سے گزشتہ اور موجودہ نسلوں نے جو فائدے اٹھائے ہیں ان کی محسوس تاریخ ان کے سامنے آجائے گی۔ اور طلباء یہ سمجھیں گے کہ زمین اور انسان میں کیا کیا تعلقات ہیں۔

اس طریقہ تعلیم سے اخلاقی حیثیت سے بھی عمدہ اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ بہت سے آدمی کھیتوں میں کام کرتے نظر آتے ہیں۔ بہت سے باغبانی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور بہت سے کارخانوں میں کام کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ طلباء ان سے ملتے ہیں، بات چیت کرتے ہیں تو ان کو محسوس ہوتا ہے کہ کوئی کام ذلیل نہیں بلکہ بیکاری ہی بدترین ذلت و خواری ہے، صرف عمل ہی ایک چیز ہے جو انسان کا اعلیٰ ترین سرمایہ ہے۔

قدرت کی عظیم الشان صناعیوں میں غور اور فکر سے خدائے قادر کی عظمت اور محبت دل میں جاگزین ہونے لگتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ قدرت ہاتھوں سے اپیل کرتی ہے ہاتھ ملاتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ ہمت کرو! کوشش کرو!! پھر نزدیک آکر کہ دل کی حرکت سن سکیں کہتی ہے کہ تلاش کرو! دریافت کرو!! پھر ہم آغوش ہو کر سرگوشی کرتی ہے اپنا راز بتلاتی ہے۔ اور کہتی ہے محظوظ ہو! تعلیم کرو!!

بیشک ازاں کہ نہ صرف نیچر کے مناظر کی سیر پر ہی اکتفا کرنا چاہیئے بلکہ اس ظہور کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہیئے جو تمام نیچر میں جاری اور ساری ہے

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

بہرصورت یہ طریقہ تعلیم ایک عمل نشاط انگیز ہے۔ اس لئے مدرس صاحبان اس کی جانب توجہ فرمائیں۔

گذشت

روز دوشنبہ سہ پہر سے مغرب تک مدرسہ محمڈنیہ نسواں اردو تعلقہ یادگیر کا جلسۂ تقسیم اسناد زیر صدارت مسز ابو احمد صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ بڑی دھوم دھام سے منایا گیا تاریخ یادگیر میں اس نوعیت کا یہ پہلا جلسہ ہے۔ مدرسہ رنگ برنگ کے پھریروں اور مصنوعی کمانوں وغیرہ سے آراستہ کیا گیا تھا مدرسہ کی تزئین کا تمام کام طالبات نے اپنے ہاتھوں سے انجام دیا تھا۔

جناب تحصیلدار صاحب تعلقہ کی بیگم صاحبہ اور دیگر معزز خواتین اور تعلیم سے دلچسپی رکھنے والی بیگمات اور ساہوکاروں کی بیویاں سب جلسہ میں مدعو تھیں۔ علاوہ ازیں تماشائیوں کے ہجوم سے مدرسہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔

کارروائی جلسہ کا آغاز حمد و نعت اور ترانہ سلامتی اعلیحضرت حضور پرنور خلد اللہ ملکہ سے کیا گیا۔ اس کے بعد مدرسہ کی دو لڑکیوں نے ایک دلچسپ مکالمہ کیا اور چند اشعار پڑھے۔ اس کے سوا

دوسری طالباۃ نے بھی اخلاقی نظمیں خوش آوازی سے پڑھیں۔ آخر میں جناب صدر معلمہ صاحبہ نے ایک نصیحت خیز تقریر فرمائی اور صدر جلسہ کو پھولوں کے ہار پہنائے اور مبارکباد دی۔ سب سے آخر میں صدر جلسہ نے جلسہ کی کامیابی پر جناب صدر معلمہ صاحبہ کو مبارکباد دی۔ اور انعام تقسیم فرمائیں اور طالباۃ کے لئے پانچ روپیہ بغرض شیرینی عطا فرمائے اور برخاست جلسہ کا اعلان فرمایا۔

مدرسہ وسطانیہ جونگیر کے سالانہ جلسہ کا انعقاد زیر صدارت عالیجناب مولوی فیض الدین صاحب بی۔ اے بیرسٹریٹ لا صدر مہتمم تعلیمات صوبہ میدک ہوا جس میں عمال و عہدہ داران مقامی خوشباشان مقامی وکلا، دگتہ دار و اولیائے طلبا، کافی تعداد میں شریک جلسہ تھے شاہی سڑک سے کر مدرسہ تک ایک سڑک ڈالی گئی تھی جس کے دونوں طرف سفید پتھر جمائے گئے تھے۔ مدرسہ کی پھاٹک پر شاندار کمان سجائی گئی تھی جس پر سالانہ مدرسہ وسطانیہ جونگیر لکھا ہوا تھا۔ کمان سے لے کر مدرسہ تک دونوں طرف رنگا رنگ کی بیرقیں لگائی گئی تھیں۔ ایک طرف والی بال دوسرے طرف بیاڈمنٹن اور فٹ بال کے کوٹ خوشنما نظر آرہے تھے۔ اے آمدنت باعث آبادی ما لکھا ہوا تھا۔ اندر کے حصے میں جا بجا مقامات پر ولکم اور خوش آمدید سنہری حروف میں لکھے ہوئے تھے۔ تمام مدرسہ رنگا رنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔ چھت پر اعلیحضرت کے نام مبارک کا جھنڈا لکھڑا کیا گیا تھا۔ صحن مدرسہ کا چمن نہایت خوبی سے سجایا گیا تھا جس میں ایک طرف بادلی کے ذریعہ زراعتی کام معہ آلات زراعت و دیہاتی زندگی بتلائی گئی تھی۔ دوسرے طرف اصطلاحی جغرافیہ جس میں دریا پہاڑ میدان۔ ریگستان۔ آتش فشاں پہاڑ جھیل لائٹ ہوز نہایت عمدگی سے بتلائے گئے تھے۔ صحن میں ایک طرف۔ یا رب رہے سلامت شاہ دکن ہمارا اور گاڈ سیو دی نظام بذریعہ رالہ گائے گئے تھے۔ چمن میں مختلف قسم کے بیل بوٹے چمن کے حسن کو دوبالا کر رہے تھے جلسہ کا بڑا کمرہ بہترین طریقے سے سجایا گیا تھا جس میں اعلیحضرت اور مختلف مقامات کے تصویروں کے علاوہ عمدہ قطعات اور نصیحت آموز اشعار لکھے گئے تھے۔ کاغذی پھولوں اور گجروں خوشنما پھول پتوں اور ڈرا

عمدہ عمدہ نقشوں سے ڈرائنگ ہال سجایا گیا تھا جس میں سرکار کی تصویر کے نیچے گاڈ سیو دی نظام پھولوں اور رنگینوں میں لکھا ہوا تھا۔

ٹھیک چار بجے جناب صدر مہتمم صاحب تعلیمات و جناب مہتمم صاحب تعلیمات تشریف لائے اسکوٹ بائز نے بسر لرد ٹی مولوی سردار فیروز علی صاحب باقاعدہ سلامی اتاری۔ تمام طلبا، مدرسہ نے جو سڑک مدرسہ پر دو قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے چیرز دئے۔ اور اساتذہ صاحبان نے استقبال کیا۔ آتے ہی آپ نے پہلے مدرسہ کا معائنہ فرمایا۔ ایک کمرہ جس میں موضع کلپاک کا سامان نجاری و آہنگری و پارچہ بافی تھا ملاحظہ فرمایا اس وقت کلپاک کے طلبا، ایک طرف نجاری کا کام کر رہے تھے دوسرے طرف قلعی کا کام ہو رہا تھا۔ تیسرے طرف اصلاح سازی ہو رہی تھی۔ اس عملی کام کو دیکھکر آپ محظوظ ہوئے۔ اور قابل فروخت سامان سے ایک صراحی دان اور سرپوش اور جناب مہتمم صاحب نے اسٹانڈ دیوار و کھونٹی وانیں خرید فرما کر دو مزدوں کے لئے قابل تقلید مثال قائم فرمائی۔ دوسرے کمرے میں مدرسہ وسطانیہ بھونگیر کے آلات دا سباب نجاری ملاحظہ فرما کر اظہار مسرت فرمایا۔ نمائشی سامان دیوار کنڈہ سُرپا پیٹھ۔ مرپال گوڑہ وغیرہ کے معائنہ کے بعد مقام اسپورٹس پر رونق افروز ہوتے ہی اسپورٹس شروع ہوئے اسپورٹس کے بعد مدرسہ کے خورد سال طلبا، نے فزیکل ڈرل اور جھنڈی کا کام نہایت پھرتی سے بتلایا۔ طلبا، کا یہ کام سپلیک سے خراج تحسین و آفرین حاصل کر رہا تھا۔ فزیکل ڈرل کے وقت اٹ ہوم اور چاء سے مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔ اس کے بعد فٹبال ہوا جس میں طلبا، مدرسہ ایک طرف اور اساتذہ صاحبان جس میں جناب صدر مدرس صاحب بھی شامل تھے۔ کھلایا گیا۔ طلبا، نے ایک گول سے کامیابی حاصل کی۔

بصدارت عالی جناب نواب فخر جنگ بہادر صوبیدار صوبہ میدک ایک جلسہ تقسیم کتب انعامی مدرسہ تحتانیہ پرگی منعقد ہوا۔

کم از کم حاضرین جلسہ کی تعداد (۲۰۰) سے اونچی تھی جلسہ کی ابتدا نعت و قرأت سے ہوئی

اس کام کو مولوی حفیظ الدین صاحب۔ مددگار مدرسہ ہذا نے نہایت خوش الحانی سے انجام دیا۔ علاوہ اس کے ایک قصیدہ بھی سنایا۔ بعدازاں مرزا حسن بیگ صاحب۔ صدر مدرس مدرسہ ہذا نے تفصیلی روئداد جو ترقی مدرسہ سے تعلق رکھتی تھی۔ پڑھی۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنی روئداد میں یہ بتایا کہ مدرسہ کا ابتدائی قیام بحیثیت لوکلفنڈ ہوا۔ بعدازاں ۱۳۲۴ف میں شاہی ہوا۔

مولوی سید محمد جواد صاحب کے پہلے جلسہ صدارت تعلیمی میں (۵۰) کا اضافہ پوفنڈ میں ہوا بعدازاں معائنۂ ثانی بہ صدارت مولوی شمس الدین صاحب مددگار تعلقدار جڑچرلہ جو جلسہ منعقد ہوا اس میں ۵۰ کا اضافہ ہوا۔ اس کے بعد تعلیمی فوائد کے متعلق اور جلسے منعقد ہوئے جن کا تعلق شوق اور تحریص رعایا سے رہا ہے۔

اختتام روئداد پر صدر صاحب نے اپنے دست مبارک سے موجب فہرست کتب تقسیم فرما کر اپنے زرین خطبہ صدارت میں۔ صدر مدرس صاحب مدرسہ و اسٹاف کا شکریہ ادا کر کے علم کے فوائد پر مختصر سی تقریر فرما کر طالب علموں کو فوائد علم کی بہترین نصیحت فرمائے۔ واقعی یہ نصیحت طالب علموں کے سینوں میں کندہ ہونے کے قابل ہے۔ اس کے بعد بادشاہ ذی جاہ کے حق میں دعا مانگی گئی اور حاضرین جلسہ نے بآواز بلند آمین کہا۔

مدرسہ تحتانیہ درجہ اول قصبہ بڑبڑہ میں ایک جلسہ پہلی دفعہ کیا گیا جو زیر صدارت مولانا مولوی واسع الہدیٰ صاحب بی۔ اے علیگ تحصیلدار تعلقہ بلوٹی ضلع نادیڑ منعقد ہوا۔ مدرسہ کو خوب سجایا گیا تھا۔ ماڈل دستی مشاغل کے نمونوں کو حاضرین نے غور سے ملاحظہ فرمایا۔ شرکا کی تعداد (۵۰۰) کے قریب تھی قرب وجوار کے دیہاتی شوق سے شریک جلسہ رہے اس تعلقہ میں تعلیمی شوق نہیں ہے تحصیلدار صاحب کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ رعایا نے بچوں کو تعلیم دلانے کا وعدہ کیا۔

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرمادیں

(۴) جو مضامین ناقابل تصور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۴) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا۔

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱	۸ر	۴ر
سہ بار	۲ر۸	۱ر۴	۸ر
ششماہ	۱۴	۲ر۸	۱ر۴
سالانہ	۲۴	۱۴	۲ر۸

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے۔

دفتر رسالہ المعلم

سیف آباد حیدرآباد دکن

اس کام کو مولوی حفیظ الدین صاحب۔ مددگار مدرسہ نہال نے نہایت خوش الحانی سے انجام دیا۔ علاوہ اس کے ایک قصیدہ بھی سنایا۔ بعدازاں مرزا حسن بیگ صاحب۔ صدر مدرس مدرسہ ہٰذا نے تفصیلی روئداد جو ترقی مدرسہ سے تعلق رکھتی تھی۔ پڑھی۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنی روئداد میں یہ بتایا کہ مدرسہ کا ابتدائی قیام بحیثیت لوکلفنڈ ہوا۔ بعدازاں ۱۳۲۴ف میں شاہی ہوا۔

مولوی سید محمد جواد صاحب کے پہلے جلسہ صدارت تعلیمی میں (۵۰) کا اضافہ پوفنڈ میں ہوا بعدازاں معائنہ ثانی بہ صدارت مولوی شمس الدین صاحب مددگار تعلقدار جڑچرلہ جو جلسہ منعقد ہوا اس میں ۵۰ کا اضافہ ہوا۔ اس کے بعد تعلیمی فوائد کے متعلق اور جلسے منعقد ہوئے جن کا تعلق شوق اور تحریص رعایا سے رہا ہے۔

اختتام روئداد پر صدر صاحب نے اپنے دست مبارک سے موجب فہرست کتب تقسیم فرما کر اپنے زرین خطبہ صدارت میں۔ صدر مدرس صاحب مدرسہ و اسٹاف کا شکریہ ادا کر کے علم کے فوائد پر مختصر سی تقریر فرما کر طالب علموں کو فوائد علم کی بہترین نصیحت فرمائے۔ واقعی یہ نصیحت طالب علموں کے سینوں میں کندہ ہونے کے قابل ہے۔ اس کے بعد بادشاہ ذی جاہ کے حق میں دعا مانگی گئی اور حاضرین جلسہ نے باواز بلند آمین کہا۔

مدرسہ تحتانیہ درجہ اول قصبہ بڑبڑہ میں ایک جلسہ پہلی دفعہ کیا گیا جو زیر صدارت مولانا مولوی واسع الہدیٰ صاحب بی۔ اے علیگ تحصیلدار تعلقہ بلوی ضلع ناندیڑ منعقد ہوا۔ مدرسہ کو خوب سجایا گیا تھا۔ ماڈل دستی مشاغل کے نمونوں کو حاضرین نے غور سے ملاحظہ فرمایا۔ شرکا کی تعداد (۵۰۰) کے قریب تھی قرب وجوار کے دیہاتی شوق سے شریک جلسہ رہے اس تعلقہ میں تعلیمی شوق نہیں ہے تحصیلدار صاحب کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ رعایا نے بچوں کو تعلیم دلانے کا وعدہ کیا۔

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرمادیں

(۴) جو مضامین ناقابل متصور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۲) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا۔

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱ع	۱ص ۸ر	۱ے ۸ر
۳ بار	۱ع ۸ر	۱لا ۱ع	۱ک ۸ر
ششماہ	۱لا ۱ع	۱ع ۸ر	۱و ۱ع
سالانہ	۱و ۱ع	۱لا ۱ع	۱ع ۸ر

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے۔

دفتر رسالہ المعلم

سیف آباد حیدر آباد دکن

۲۶۵
بجاان گسیم

۲۱
ج س ع

جلد ۷

نمبر ۳

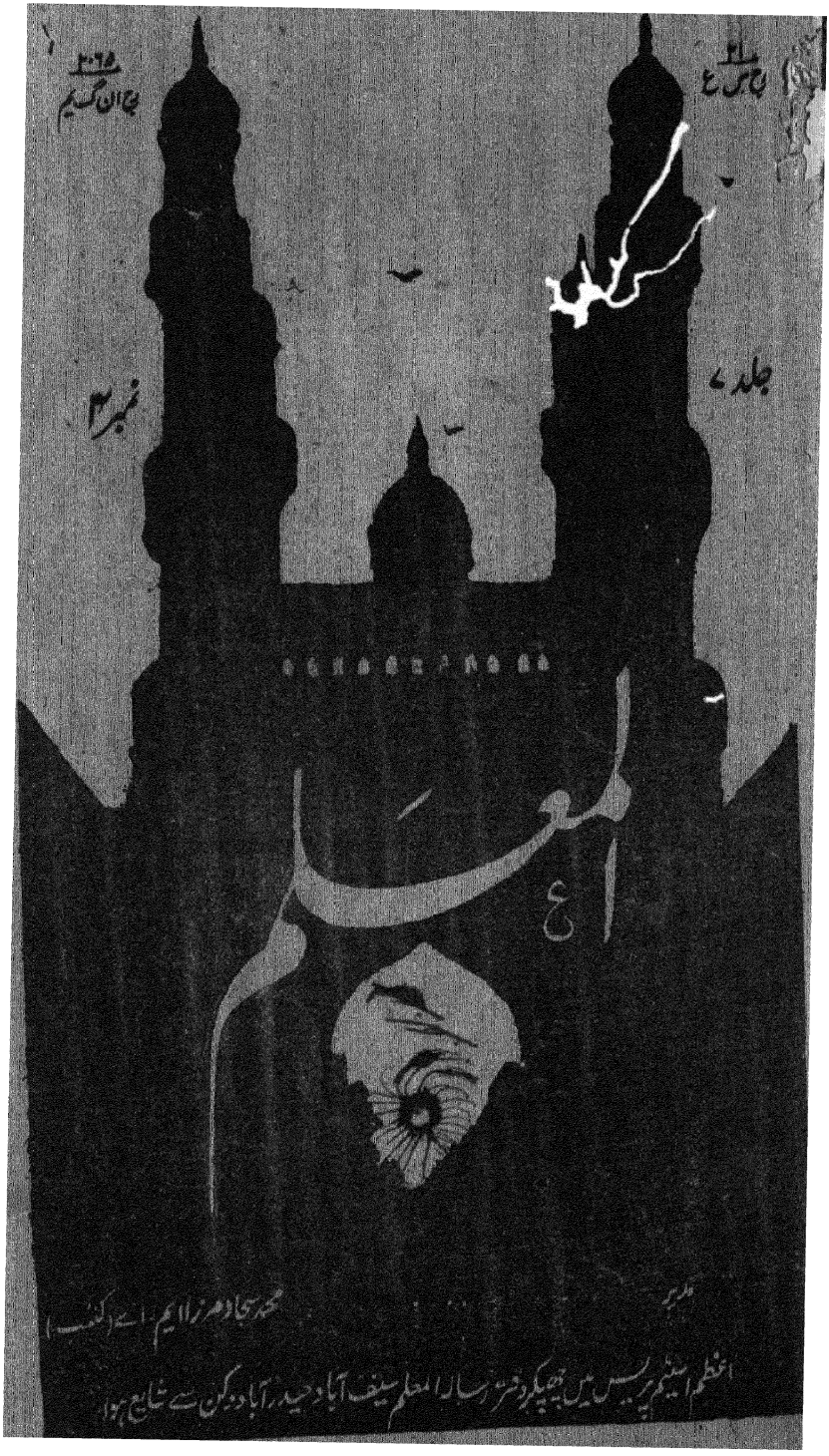

المعلم

ع

مدیر
محمد سجاد عمر ایم اے (کنٹب)

اعظم اسٹیم پریس میں چھپکر دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

اشتہار

انگریزی اُردو کتابوں کا نادر سرمایہ

انگلستان اور امریکہ میں جیسے جیسے کتابیں شائع ہوتی ہیں ہر ہفتہ بذریعۂ میل نہایت پابندی سے ہمارے ہاں آتی اور جلد فروخت ہوتی ہیں کہ فہرست ترتیب دینے کا بھی موقع نہیں ملتا۔ لہذا آپ کو جس قدیم سے قدیم اور جدید سے جدید کتاب کی ضرورت ہو اس کا آرڈر روانہ فرمائیے۔ اور نہایت ہی معقول قیمت پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گی۔

ملنے کا پتہ

دی حیدرآباد بک ڈپو چادرگھاٹ حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین المعلم

(۱) صدارت نامہ ..... عالیجناب سید راس مسعود (نواب مسعود جنگ بہادر) (۱ تا ۱۳)

(۲) کیا ہمارے مکانات باعث امراض ہیں.. محکمۂ حفظان صحت صوبہ متحدہ ..... (۱۴ تا ۲۴)

(۳) جامعہ عثمانیہ ..... مولوی حمید احمد صاحب انصاری رجسٹرار عثمانیہ یونیورسٹی.. (۲۵ تا ۳۴)

(۴) ہم تاریخ کے پراجکٹ سے کیا حاصل کر سکتے ہیں؟ مترجمہ مولوی علی حسینی صاحب بی۔ اے (۳۵ تا ۳۹)

(۵) عورتوں کا مرتبہ ..... ماخوذ از رسالہ معارف ..... (۴۰ تا ۴۳)

(۶) کل یوم ہو فی شان ..... مولوی ثناء اللہ شریف صاحب ایم۔ اے (۴۴ تا ۴۵)

(۷) شذرات ..... (۴۶ تا ۴۸)

جلد ۷	بابتہ ماہ اسفندار سنہ ۱۳۴۰ ف	نمبر ۴

صدارت نامہ

نہ صرف ہمارا بلکہ متعدد انگریزی وارد و اخبارات کا یہ خیال ہے کہ عرصہ دراز سے کسی تعلیمی کانفرنس بالخصوص آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں ایسا پرمغز پرزور اور قابلانہ صدارت نامہ نہیں پڑھا گیا ہم نہایت مسرت سے اس کو درج کرتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ناظرین کرام اسکو نہایت غور سے ملاحظہ فرمائیں گے

میں نہایت صدق دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اس سال کے اجلاس کی صدارت کی دعوت دے کر میری بہت بڑی عزت افزائی فرمائی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُس شخص کی حیثیت سے جس نے مسئلہ تعلیم کی خدمت میں بہترین سعی کی ہو میں کسی عزت کو اس عزت سے زیادہ نہیں سمجھتا جو آج آپ نے مہربانی فرما کر مجھے بخشی ہے لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے مباحث کی رہبری کے اہم فرض کے واسطے کسی ایسے شخص کا انتخاب بہتر ہوتا جس کا تجربہ میرے تجربہ سے پختہ تر ہے خصوصاً ہمارے ملک کے ارتقاء کے اس نازک موقع پر جب کہ اکثر وہ باتیں جن کے ہم عادی ہو گئے تھے بالکل اُلٹ پلٹ ہو رہی ہیں

میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ ماہرین تعلیم کے اس مجمع کے روبرو کسی ایسی چیز پر بحث کروں جس کا تعلق اُس شئے سے ہو جسے "تعلیم کی باریکیاں" کہتے ہیں کیوں کہ اس میں انتہائی گستاخی سمجھتا ہوں البتہ میں آپ کے غور کے لئے بکمال عاجزی چند روہ تعلیمی اور نیم تعلیمی مسائل آپ کے سامنے پیش کروں گا جو میری رائے میں ضرور حل ہونے چاہئیں اگر ہم مسلمانوں کو جدید ہندوستان میں جو نئی صورت اختیار کر رہا ہے کوئی وقیع حصہ لینا چاہیے۔

واقعات کا کھلونا | مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی قومی زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں ہم نے یہ خطرناک روح فرسا اصول اختیار کر رکھا ہے کہ اپنے آپ کو واقعات کا کھلونا بنا دیتے ہیں۔ زندگی کی جانب اس کمزوری کے اس رویہ نے نہ صرف ہمیں خود اپنی نظروں میں حقیر کر دیا ہے بلکہ وہ اپنے عقب میں تباہی کی اُن قوتوں کو بھی لایا ہے جس کو اگر روکا نہ گیا تو وہ جلد ہمیں کامل کس مپرسی کے درجہ کو پہونچا دیں گی وہ اثر جو ہمارا ہونا چاہیئے اس کو از سر نو حاصل کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ ہم مردانہ وار ان مشکلات کا مقابلہ کریں جو ہم سے دوچار ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک یہ نہ ہوگا ہم بہت جلد وہ خودداری بھی کھو بیٹھیں گے جس کے بغیر کبھی کوئی قوم کوئی بڑا کام نہیں کر سکتی۔

ہماری تہذیب | اب وقت یہ آگیا ہے کہ ہم واقعی اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ: اُس شائستگی کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے جسے ہم اپنے لئے بنیاد زندگی قرار دیں؟ جب اس سوال کا جواب

مل جائے گا تو پھر یہ سوال بھی حل ہو جائے گا کہ اُس طرزِ تعلیم کی جو ہم مسلمانوں کو سنجیدہ طور پر اختیار کرنی چاہیے کیا خصوصیات ہوں؟ لیکن قبل اس کے کہ ان دونوں سوالوں کا جواب ہو ہمیں ایک اور اس سے بڑی زیادہ بڑے سوال کا جواب ملنا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ کیا اسلامی شائستگی اس لائق ہے کہ اُس کی حفاظت سے ہماری مادرِ وطن کو کوئی فائدہ پہونچ سکے؟

بغیر اس کے کہ میں آپ کو اس قسم کی توضیحات و تعریفات کی زحمت دوں کہ اصطلاح "اسلامی شائستگی" سے کیا مراد ہے اور اس طرح آپ کا وقت ضائع کروں میں خود آزادی کے ساتھ یہ تسلیم کئے لیتا ہوں کہ ہم سب جو یہاں جمع ہیں یہ رائے رکھتے ہیں کہ من حیثیت مسلمان ہندوستان کی تہذیب و شائستگی میں ہم نے جو حصہ لیا ہے اُس سے ہندوستان کو فی الجملہ حقیقی فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ اب اگر ہمیں یقین ہے کہ جو کچھ میں نے ابھی کہا ہے وہ صحیح ہے تو اس سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ اس حیثیت سے ہماری شائستگی ضرور اس لائق ہے کہ وہ محفوظ رکھی جائے اور جس عظیم الشان ملک کے اندر ہم آباد ہیں اُس کی بہترین نفع رسانی کی خدمت انجام دینے کے لئے ابھی اور بھی اُس کو کام میں لایا جائے۔

پہلی مشکل بقیہ ہندوستان کے ساتھ اس وقت ہم ایک دوراہہ پر کھڑے ہوئے ہیں جن میں سے ایک راستہ ترقی و عزت کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرا جمود اور کامل بیحسی کی جانب۔ اگر ہم سچے دل سے اپنی حالت کو ترقی دینے کی خواہش رکھتے ہیں تو پھر اپنی منزلِ مقصود کی عظمت پر انتہائی اعتماد کے ساتھ ہمیں فوراً ان مشکلات کو دور کرنے میں لگ جانا چاہیئے جو ہمارے راستہ میں حائل ہیں۔ اور پہلی مشکل جو دور ہونی چاہیئے وہ وہ ہے جس کا تعلق اُس نہایت ناقابلِ اطمینان حالت سے ہے جو مسلمان عورتوں کو آج ہماری جماعت کے اندر ہے۔

چونکہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو عورتوں کو کسی قوم کی بہترین روایات کا حافظ و حامل سمجھتے ہیں مجھے بعض ان رجحانات سے سخت اذیت ہوئی ہے۔ جو میں نے چند اُن لوگوں میں پائے ہیں جنھوں نے وہ تعلیم حاصل کی ہے جسے غلطی سے مغربی تعلیم کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کی تعلیم کسی نہ کسی طرح آج ہماری نوجوان لڑکیوں کو دی جا رہی ہے اُس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس تہذیب

ورثہ کو حقیر سمجھنے لگتی ہیں جو اُن کے بزرگوں نے اُن کے لئے چھوڑا ہے اور ان جذبات کو وہ اس طرح ظاہر کرتی ہیں کہ ایسے ملک کی طرزِ زندگی کی نہایت بھونڈے طریقہ سے نقل اُتارتی ہیں جو اُن میں سے اکثر کے لئے سراسر ایک نامعروف سرزمین ہے۔

اس کا حل اب اس بدنما رجحان کو صرف اس طرح روکا جا سکتا ہے کہ ہماری ساری زنانہ تعلیم گاہوں کے اندر ایسی اُستانیاں ہوں جنھیں نہ صرف زمانہ حال کی چیزوں کا بلکہ اسلامی تہذیب و شائستگی کی گزشتہ تاریخ کا خود بھی معقول علم حاصل ہو۔ جاپان میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا جہاں قوم کو اس قسم کے مسئلہ سے اس وقت دوچار ہونا پڑا تھا جب کہ انیسویں صدی کے وسط میں اس کو اوّل اوّل براہ راست غیر ملکی خیالات اور بیرونی طرزِ زندگی سے سابقہ پڑا۔

میری رائے میں ہم مسلمانانِ ہند اب اس سے بہتر کچھ نہیں کر سکتے کہ اپنا دل پکا کر کے اس قسم کی رسوم کو (جہاں کہیں بھی وہ ہمیں ملیں) جرأت کے ساتھ اختیار کریں جو ہماری ہیئت کو مضبوط کرنے والی ہوں اور ہمارے مذہب کے بنیادی اصول کے اندر مخل نہ ہوں اگرچہ یہ طریقہ بالضرور طویل ہوگا لیکن یہ کام بغیر مزید تاخیر کے شروع ہونا چاہیئے مثلاً اس قسم کی رسوم جیسے کہ بلاضرورت ہماری لڑکیوں کی اوائلِ عمر کی شادی ترک کر دینی چاہئیں اور جہاں تک براہِ راست تعلیم کا تعلق ہے ہمیں نہایت غور کے ساتھ ان مضامین کی فہرست پر نظرثانی کرنی چاہیئے جو ہمارے زنانہ مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔ چوں کہ میں مؤخر الذکر معاملہ کو نہایت اہم سمجھتا ہوں، میں تجویز کرتا ہوں کہ یہ کانفرنس اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان خواتین کی ایک کمیٹی مقرر کرے جس کے سپرد ایسے نصابِ تعلیم کی ترتیب کا کام ہو جو ان کی رائے میں ہمارے زنانہ مدارس میں مروج کیا جا سکے۔

پردہ یہاں سے میں اس پریشان کن سوال پر پہنچتا ہوں کہ پردہ کے بارہ میں ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیئے۔ حالت جیسی کہ میں دیکھتا ہوں یہ ہے کہ خود آپ میں پسند کریں یا نہ کریں اقتصادی اور دوسری قوتیں جو پردہ کے بقا کے خلاف عمل کر رہی ہیں اتنی زبردست ہیں کہ یہ پیش گوئی کرنا [illegible] ہے کہ [illegible] کے اندر پردہ بطور ایک رسم کے اب مردود ہو چکا۔ میں یہ یقین

کرنے سے انکار کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اندر مسلمان عورتیں اس پر قانع ہونگی کہ پردہ کی دیواروں کے پیچھے تنہائی کی زندگی بسر کریں جب کہ دنیا کے دوسرے اسلامی ممالک میں انکی تمام بہنیں اس کے بالکل برعکس عمل پیرا ہیں۔

بنیاد زندگی اب اگر پردہ ترک کر دیا گیا (جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ ہوگا) تو یک قلم تبدیل شدہ حالاتِ زندگی وجود میں آئیں گے جن کے اندر شاید اُن حالات سے زیادہ نشیب و فراز ہوں گے جن میں ہماری عورتوں نے اب تک زندگی بسر کی ہے۔ اگر میرا اس حالت کا مطالعہ صحیح ہے تو کیا یہ ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اس بڑی تبدیلی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنا شروع کر دیں جو ہم پہلے ہی دیکھتے ہیں کہ ہمارے ملک کی زندگی میں رونما ہے! اب وقت ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ ہماری خانگی زندگی کی بنیادیں کن چیزوں پر ہونی چاہئیں کیا کل کے ہندوستان کی مسلمان عورت اس سے کچھ زیادہ نہ ہوگی کہ اپنی مغربی بہنوں کی صرف ایک تیسرے درجہ کی نقل ہو اور یا باوجود تنہائی کو چھوڑنے کے جس میں وہ اب تک رہی اور جس نے اُسے مقابلہ کی زندگی کی سخت کش مکش میں محفوظ رکھا وہ خود اپنی شخصیت باقی اور قائم رکھے گی؟ بالفاظِ دیگر کیا وہ اپنی ترکی بہنوں کے نقشِ قدم پر چلے گی یا جاپانی بہنوں کے؟

اس زمانہ کی ترکی عورتوں سے (جیسا کہ آپ سب واقف ہیں) یکایک یورپین طرز معاشرت اختیار کرایا گیا ہے، جاپانی عورتوں نے ایک نہایت دلچسپ درمیانی راستہ نکالا ہے جو یہ ہے کہ وہ خود اپنے گھروں میں اور خود اپنی جماعت میں خود اپنے طریقے برتتی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ نہیں کرتیں کہ یورپین لڑکیوں کے طریقوں سے [illegible]

تقلید یورپ میں پھر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہماری بعض نوجوان لڑکیوں کی یہ خواہش ایک بدنما بات ہے کہ یورپینوں کی تمام رسوم و عادات کی نقل کریں۔ وہ شاید یہ نہیں سمجھتیں کہ اس طرزِ عمل کے اندر قومی خودداری کی کس درجہ تذلیل مضمر ہے۔ کسی قوم کے آداب و رسوم

اُس ماحول کا نتیجہ ہوتے ہیں جس کے اندر وہ قوم بڑھتی ہے اور اس لئے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو بات ایک قوم کے لئے صحیح اور درست ہو وہ تمام دوسری اقوام کے لئے بھی صحیح اور درست ہو۔ اس سلسلہ میں مجھے عجیب وغریب نہایت تکلیف دہ حالات کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ کچھ زیادہ سرد نہیں ہوا مجھے بتایا گیا کہ میری ایک ہم وطن خاتون مجھ سے اس بات پر ناخوش ہوئیں کہ میں نے اُن سے ہندوستانی میں بات چیت کرنے کی کوشش کی۔ اُنھوں نے ازراہِ حماقت یہ سمجھا کہ میرا یہ فعل محض اس خیال کی بنا پر تھا کہ شاید وہ انگریزی زبان نہ جانتی ہوں میں سمجھتا ہوں کہ صرف میرا ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں مجھے اس قسم کا سوء اتفاق پیش آیا اس سے مجھے خیال پیدا ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا "اُس قوم کا کیا حشر ہونا ہے جس کی عورتیں خود اپنی زبان کے اُس فخر سے اور خود اپنی شائستگی پر اُس اعتماد سے دست بردار ہو چکی ہوں جس کے بغیر کوئی قوم کسی قسم کی خودداری حاصل نہیں کر سکتی"؟ میں صرف یہ اُمید کر سکتا ہوں کہ میری قوم کے اندر اس خاتون کی ذہنیت کی (جس سے اپنی بدنصیبی سے میں ملا) بہت سی دوسری خواتین نہیں ہیں۔

تہذیب کی نوعیت | یہ سوال کہ اُس شائستگی کی کیا نوعیت ہونی چاہیئے جو ہماری قوم کا مدارِ زندگی بنے اس کا حقیقی جواب نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم یہ قطعی فیصلہ نہ کر لیں کہ ہماری جماعت کے اندر ہماری عورتوں کا کیا درجہ ہونا چاہیئے اور جب تک یہ صاف نہ ہو جائے کوئی ایسا معین نظامِ تعلیم قائم نہیں ہو سکتا جو ہماری قوم کے لئے اُن سنگلاخ راستوں پر (جو ہمارے سامنے ہیں) صحیح رہنما ہو۔

کسی قوم کی زبان اور اس کی شائستگی کے مابین رابطہ اس درجہ مربوط ہوتا ہے کہ یہ ممکن نہیں ہوتا کہ ایک کو چھوڑا جائے تو دوسرا خود بخود نہ چھوٹ جائے اگر دنیا اس نقطۂ نظر سے ہمارا زائچہ لینے لگے اور اگر وہ ہماری زبان کی مطبوعہ کتابوں کی صرف ظاہری شکل وصورت پر لحاظ کرنے لگے تو ہماری شائستگی کے متعلق وہ کتنی ادنیٰ درجہ کی رائے قائم کرے گی!

میں اپنی ایک بار کی ذلت کو کبھی نہیں بھول سکتا جب اتفاقاً ایک فرانسیسی دوست کے ساتھ دہلی جا نکلا اور اُن کے لئے دیوانِ غالب کی ایک جلد خریدنے کا ذمہ لیا اور اس غیر فانی شاعر کے کلام کی ایک ستھری جلد کی تلاش میں دلّی کی گلیوں میں پھرا لیکن اس سے بہتر نسخہ دستیاب نہ ہو سکا کہ سستے زرد رنگ کے اخبی کاغذ پر چھپا ہوا تھا جس سے یورپ میں لوگ اپنے بوٹ بھی نہ صاف کرنا چاہیں گے جب میں نے یہ کتاب اپنے اس فرانسیسی دوست کے ہاتھ میں دی اور اس وقت اس کے چہرے سے تعجب کے جو آثار نمودار ہوئے اُن کے تصور سے میں اب تک کانپ جاتا ہوں۔ اُسے یہ کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ میری مادری زبان کے سب سے بڑے شاعر کے کلام کا یہ بہترین نسخہ تھا جو خود اس کی بود و باش کے شہر میں دستیاب ہوا!

محض اس ذلت کو دور کرنے کے خیال سے چند سال ہوئے کہ دوستوں کی مدد سے میں نے اپنے ایسے بڑے بڑے شعرا کے کلام کو جیسے کہ میر اور انیس عمدہ چھپے ہوئے نسخوں میں شائع کرنا شروع کیا۔ لیکن مجھے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ میرے ہم وطن اس کے لئے تو تیار ہیں کہ ردی ناولوں پر جو تیسرے درجہ کی انگریزی میں لکھے گئے ہوں سات روپیہ خرچ کر دیں لیکن خود اپنے بڑے مصنفوں کی تصانیف کے دیدہ زیب نسخوں پر چار روپیہ بھی خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہم دوسروں سے یہ توقع کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا احترام کریں جب کہ ہم خود اپنی چیز کا احترام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں؟

کیا یہ انتہائی ذلت کی بات نہیں ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم سات کروڑ ہیں ہم ابھی تک اپنی زبان کی جسے ہم بولتے ہیں ایک عمدہ چھپی ہوئی اور علمی طور سے ترتیب دی ہوئی لغت کی اشاعت میں کامیاب نہیں ہوئے؟ اس خیال سے بھی مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے کہ آج ہم کہاں ہوتے اگر اعلیٰ حضرت حضور نظام انتہا درجہ کی عالی ہمتی کے ساتھ اس معاملہ کی

جانب اپنی توجہ مبذول نہ فرماتے اور ایک یونیورسٹی قائم کر کے جہاں ہماری زبان ذریعۂ تعلیم ہے اس تہذیبی ورثہ کو بچانے کی بہترین سعی نہ فرماتے جس پر ہمیں ہمیشہ ناز رہا ہے لیکن جس کی حفاظت کے لئے ہم نے کبھی کچھ نہیں کیا۔

ایک اہم تجویز ہمارے ملک میں اس وقت تین بڑے نظام ہیں جو اُردو زبان کے لئے کام کر رہے ہیں یعنی عثمانیہ یونیورسٹی، انجمن ترقی اُردو، اور ان صوبہ جات کے اندر ہندوستانی اکیڈمی۔ اب یہ صحیح وقت ہے کہ ان کی کوششوں کو مجتمع کرنے کے لئے کوئی آلہ ایجاد ہوتا جس سے جو کام ہو رہا ہے اس کی مقدار اور نوعیت دونوں ہی میں تیزی اور ترقی پیدا ہوتی۔ میں سفارش کرتا ہوں کہ یہ کانفرنس اس غرض کے لئے پانچ اصحاب کی ایک کمیٹی مقرر کرے جن کی رپورٹ پر بلا تاخیر مزید عمل کیا جائے۔

ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ایسے ذرائع اور وسائل پر غور کریں جن سے ہم اپنی قوم کے لئے نہ صرف ایک تازہ ترین اور عمدہ چھپی ہوئی لغت اپنی زبان کی مہیا کر سکیں بلکہ اپنے مصنفین کی تمام وہ تصانیف بھی اُن کو دے سکیں جو حقیقی تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے ہمارے نزدیک کوئی قدر و قیمت رکھتی ہیں۔ جب تک ہم یہ نہ کریں گے اس امر کا بہت بڑا اندیشہ ہے کہ ہمارے بچے یہ خیال لے کر بڑھیں گے کہ ہمارے بزرگ وحشیوں سے تھوڑے ہی بہتر تھے جن کے پاس کوئی ایسا اہم ترکہ نہ تھا جو وہ ہمارے لئے چھوڑ جاتے یقین رکھئے کہ جس چیز کو ہم اسلامی شائستگی سمجھتے ہیں وہ ہمارے ملک اور ہمارے گھروں سے یک قلم مفقود ہو جائے گی اگر ہم نے اپنی زبان کو زمانۂ حال کے خیالات کے اظہار کا معقول ذریعہ نہ بنایا، جب میں بنگال میں اپنے دوستوں سے ملتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ بنگالی زبان کے لئے انھوں نے کیا کچھ کیا ہے اور کر رہے ہیں تو اُن کے کام کی طرف سے میرے دل میں عمیق ترین احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے افسوس کہ ہم ابھی تک اسی مسئلہ پر جھگڑ رہے ہیں کہ ہماری کتابیں چھپوانے کیلئے

لوئی یکساں ٹائپ ہو۔ ہمیں اُمید رکھنی چاہیئے کہ اس سلسلہ میں جو کام نظام گورنمنٹ کر رہی ہے اُس سے ہمارے راستہ سے یہ مشکل جلد ہٹ جائے گی اور پھر ہم بھی اس قابل ہو سکیں گے کہ اپنی زبان کی کتابیں اُسی آسانی کے ساتھ چھاپ سکیں جس آسانی کے ساتھ آج تمام دنیا کے مہذب ملکوں میں چھپتی ہیں۔

حضرات چونکہ یہ میرا مستحکم عقیدہ ہے کہ نہ تو عام جہالت کا مسئلہ (لفظ کے وسیع ترین معنی میں) نہ قومی تعلیم کا مسئلہ واقعی طور پر حل ہوگا جب تک ہماری دیسی زبانیں واسطہ تعلیم قرار نہ دے دی جائیں۔ اُن کی ترقی میرے لئے بہت بڑے تعلق خاطر کا موجب ہے میں اُس خوش آیند دن کا منتظر ہوں جب کہ ہماری ملک کی ہر بڑی زبان کی قائم مقام خود اس کی ایک یونیورسٹی ہوگی کیونکہ میں نے ایک مختلف موقع پر بیان کیا ہے "یہ صرف علم کی چھوٹی چھوٹی ندیوں سے جو اسی قسم کے تعلیمی سرچشموں سے نکلیں گی وہ عظیم الشان دریا پیدا ہوگا جو مثل ہماری مادر وطن کی پوتر گنگا کے ہماری ذہنی زندگی کیلئے سرسبزی اور شادابی لائے گا جو آج مثل صحرائی راجپوتانہ کے خالی اور بے برگ وگیاہ پڑی ہوئی ہے"

اگر ہندوستان صرف ایک زبان اور ایک شائستگی کا ملک ہوتا تو بہت سی مشکلات جن سے من حیثیت المجموع دوچار ہونا ہے ان کا حل ہونا نسبتاً ایک آسان کام ہوتا لیکن چوں کہ حالت یہ نہیں ہے چونکہ ہم مسلمانوں کو یقین ہے کہ گزشتہ زمانہ کی طرح زمانہ مستقبل میں ہماری شائستگی ہماری مادرِ وطن کی خدمت انجام دے گی ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ دولت مند تنوع جو ہمارے گرد وپیش ہے ہماری قوم کی زندگی کے اندر کامل انتشار کی حالت پیدا نہ کر دے۔

برخلاف اس کے اگر ہم واقعی محسوس کریں کہ من حیثیت قوم مسلمان ہندوستان کو دینے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے تو ہمارے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ سرتاسر اُن لوگوں کی رسوم اور شائستگی اختیار کریں جو ہمیں گھیرے ہوئے ہیں۔ اسلامی

اُصول زندگی کے بقاء و قیام کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں ہے کہ اُن لوگوں کے ساتھ جو ان اصول میں ہمارے شریک نہیں ہیں ایک دائمی جدال و قتال کی حالت پیدا کر دی جائے میرا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے اور یہ عقیدہ آج سے زیادہ کبھی مضبوط نہ تھا کہ نفرت کی بنیاد پر کبھی کوئی مضبوط عمارت قائم نہیں ہو سکتی۔ علاوہ بریں ایک قوم جو اپنے اوپر اعتماد رکھتی ہے اور جسے خود اپنی شائستگی کی عمدگی کا یقین ہے وہ وہ قوم نہیں ہے جو اپنے پڑوسیوں سے ہمیشہ لڑنے جھگڑنے کی عادت رکھتی ہو۔

اعتراف ہندو تہذیب ہم ہندوستانی مسلمانوں کو علانیہ یہ واقعہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ ہندو تہذیب و شائستگی سے ہم نے اتنا ہی لیا ہے جتنا اُسے دیا ہے۔ نتیجہ لقدیہ ہے کہ خیال یا فن کے حدود کے اندر ہماری زندگیوں میں ہندو عنصر ہی تھا جس نے ہمیں اُن مسلمانوں سے ایک مختلف قوم بنایا جو دنیا کے دوسرے حصوں میں آباد ہیں۔

چند اور تجاویز اب میں ایک اور سلسلہ تک آتا ہوں جو حل کا منتظر ہے۔ ہم اپنی قوم سے تعلیمی پس ماندگی کا خوفناک داغ کسطرح دور کر سکتے ہیں؟ بغیر اس کے کہ اُن اسباب میں جاؤں جنھوں نے موجودہ حالت پیدا کی ہے میں اس سلسلہ میں اپنی کچھ تجاویز آپ کے سامنے پیش کروں گا جن کے مرتب کرنے میں میں نے نہایت غور و تعمق سے کام لیا ہے۔

میں اس اصول موضوعہ سے شروع کرتا ہوں کہ ایک قوم جو خود اپنی نگرانی کرنے کے لئے تیار نہ ہو وہ کوئی حق نہیں رکھتی کہ دوسروں سے توقع کرے کہ وہ اس کی نگرانی کریں گے۔ مسلمان گھروں کے اندر اتحاد و اتفاق کا فقدان اور مجموعۂ قوم کی وسیع تر زندگی میں اُن کا عظیم تر عدم اتحاد ہماری قوم کی ترقی کے راستہ میں سب سے بڑے سنگِ راہ ہیں۔ آج حالت ایسی افسوس ناک ہے کہ جب تک ہم مسلمان متحد ہو کر ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا نہ سیکھ لیں ہم بہت جلد اُس حالت کو پہونچ جاویں گے جو ہندوستان میں رہنے والی قدیم ترین وحشی قوموں کی حالت سے بھی پست تر ہو گی۔ کم از کم جہاں تک تعلیمی معاملات کا

تعلق ہے شرکتِ عمل کی جانب پہلا قدم یہ تجویز کرتا ہوں کہ ایک ہی درجہ کے اسلامی نظاموں کے درمیان تعلقات فی مابین قائم ہونے چاہئیں۔ آغاز کار کے لئے میں ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر ضلع کے اندر یہ دیکھنا پسند کروں گا کہ خود قوم کی بنائی ہوئی ایسی مضبوط کمیٹیاں ہوں جن میں تعلیم یافتہ مسلمان شامل ہوں جن کا واحد فرض یہ دیکھنا ہو کہ مسلمان بچے بڑی سے بڑی تعداد میں اُن مدارس میں تعلیم پائیں جو اُن کی دسترس کے اندر اُن کے لئے کھلے ہوئے ہیں وہ بچے جو ضلع کے ابتدائی مدارس میں عمدہ کام کریں اگر وہ غریب ہوں تو اُن کو معقول وظائف دئے جائیں تاکہ وہ اپنی تعلیم وسطانیہ اور فوقانیہ مدارس میں اور آگے چل کر یونیورسٹیوں میں جاری رکھ سکیں۔ ہر ضلع کے اندر اس غرض کے لئے کافی سرمایہ کا فراہم ہونا کوئی مشکل امر نہ ہونا چاہیئے بشرطیکہ ہر ضلع کے اندر چند مسلمان اس قابل عزت کام کو اپنے سر لینے کے لئے آمادہ ہوں۔

لیکن یہ ساری اسکیم بالیقین ناکام رہے گی اگر ہم من حیثیت القوم مسلم یونیورسٹی کو ایک ایسی تعلیم گاہ بنانے میں ناکام رہے جہاں اعلیٰ ترین نمونے کی تعلیم اس کی مختلف شاخوں میں ہمارے چیدہ نوجوانوں میں سے اُن لوگوں کو دی جائے جو اُن مضامین کے اندر یک فنی ہونا چاہتے ہیں جن کے لئے وہ سب سے زیادہ موزون ہیں۔ اگر میں یہ کام کروں تو ابتدائی مدارس سے لڑکے چُن کر مدارس وسطانیہ میں بھیجوں گا، مدارس وسطانیہ سے مدارس فوقانیہ میں، مدارس فوقانیہ سے یا تو مسلم یونیورسٹی میں یا ایسی دوسری تعلیم گاہوں میں جن کو ضلع اور صوبہ کی کمیٹیاں موزوں تصور کریں۔

مقصد مسلم یونیورسٹی | درحقیقت میری رائے میں ایک ایسی یونیورسٹی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جو مسلم یونیورسٹی کا بلند آہنگ نام رکھتی ہو اگر وہ ہماری قوم کے دماغ کے اعلیٰ ترین نمونہ کے لئے تعلیم کا اعلیٰ ترین نمونہ بہم نہ پہونچائے اور یہی سبب ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تعلیمی لحاظ سے مسلمانوں کی حالت مضبوط نہیں ہو سکتی اگر پہلے مسلم یونیورسٹی کو

مضبوط نہ کر لیا جائے۔

جس تعلیمی نظام کا میں نے نہایت اختصار کے ساتھ خاکہ دیا ہے اسے علمی بنیاد پر پھیلانا چاہیئے اور علی گڑھ کو جو موزوں ترین جگہ ہے مرکز بنا کر اس تمام تر کوشش کی نگرانی وہاں سے ہونی چاہیئے۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے دفتر کو ایک بڑے صیغہ میں تبدیل کر دینا چاہیئے جو نہ صرف ہندوستان کے مختلف حصوں میں تعلیم کی عام ترقی پر سختی کے ساتھ نظر رکھے بلکہ صوبہ وار کمیٹیوں کے ذریعہ سے اضلاع کے کمیٹیوں کے کام کی خبر رکھے یہ صیغہ اس قابل بھی ہو کہ جو لوگ چاہیں ان کو وہ نہایت صحیح اطلاع ہمارے ملک کے مختلف اضلاع کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیمی ترقی کے متعلق بہم پہونچا سکے۔ طالب علموں کی تعداد جن کی ہر ضلع کی کمیٹی مدد کرے گی بالکل روپیہ کی مقدار پر منحصر ہوگی جو وہ کمیٹی اس غرض کے لئے فراہم کرنے میں کامیاب ہو چونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کام کو ایک مستقل بنیاد پر دیکھوں اس لئے میں تجویز کرتا ہوں کہ ہر ضلع میں سرمایہ کا فنڈ قائم کیا جائے اور یہ کام صرف چند دن کے ذریعہ سے نہ کیا جائے جن کی نسبت تجربہ ہے کہ وہ اس درجہ کم و بیش ہوتے رہتے ہیں کہ ایک رقم جو سال بسال ایک خاص مقصد کے لئے آتی رہتی ہو اس پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم مسلمانوں کے لئے یہ بسا بہتر ہے کہ ہر ضلع میں تعلیم کے اعلیٰ ترین درجہ تک پہونچنے کے لئے صرف ایک لڑکے یا لڑکی کی مدد کریں بہ نسبت اس کے کہ اس قسم کے تین سو لڑکوں اور لڑکیوں کی ہر ضلع میں مدد کرنے کا ذمہ لیں اور یہ یقین نہ ہو کہ ہم اسے بخوبی نباہ سکتے ہیں یا نہیں۔

اب وہ وقت نہیں رہا کہ ہم اپنے معاملات کو یوں ہی بے تکے طور پر چلنے دیں جو کچھ میں نے ابھی کہا ہے وہ بعینہ وہی ہے جو میں نے اپنے کمزور شانوں پر مسلم یونیورسٹی کے واسطے لیا ہے یعنی یہ کہ جب تک وافر سرمایہ مستقل طور سے محفوظ نہ ہو میں کوئی ایسا نیا صیغہ نہیں کھول سکوں گا جس کی بنیادیں لامحالہ متزلزل رہیں ہیں اس امر کو اپنے کام کی ایک

خصوصیت بنالینا چاہیئے کہ جو کچھ بھی ہم کریں اس کی حیثیت مستقل ہو۔

یہ اب سب پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ ایک قوم جو آج دس قدم آگے بڑھتی ہے اور کل بیس قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتی ہے وہ یہ اُمید نہیں کر سکتی کہ کسی طرف سے بھی اپنے واسطے عزّت یا ہمدردی حاصل کر سکے گی۔

اگر آپ تمام حضرات اس طریقہ کو منظور کر لیں جو میں نے اپنی قوم کی تعلیمی حالت کی پس ماندگی کی اصلاح کے واسطے پیش کیا تو میں آپ کو یہ یقین دلانے کے لئے تیار ہوں کہ ہم علی گڑھ میں اس کے لئے بالکل تیار ہیں کہ آپ کی ہر طرح مدد کریں اور مذکورۂ بالا نظام کو مستحکم بنیاد پر قائم کر دیں۔ بشرطیکہ آپ اس پر آمادہ ہوں کہ اخلاقی اور مالی طور پر آپ بھی ہماری مدد کریں۔

ہندو مسلمانوں کے اتحاد کی اپیل۔

حضرات! اس شہر کے اندر جو ایک عظیم الشان تہذیب کا مولد ہے اور عقیدت و خدمت نے قدیم ترین زمانہ سے جس کی خاک تک کو مقدس بنا دیا ہے، میں اپنی تقریر کو بغیر اس کے ختم نہیں کر سکتا کہ ہندوستان میں رہنے والی دونوں بڑی قوموں سے نہایت صدق دل کے ساتھ درخواست کروں کہ دونوں باہم دگر بدگمانی و بے اعتمادی کا خاتمہ کریں جس سے کسی کو کوئی نفع نہیں پہونچ سکتا۔ کیا ہمارا ملک اتنا بڑا نہیں ہے کہ اس میں دو ایسی شائستگیاں سما سکیں اور پہلو بہ پہلو ترقی کر سکیں جن میں سے ہر ایک نایاب ہدایا پیش کر سکتی ہے! کیا وہ سرزمین جہاں گزشتہ زمانہ میں بڑے بڑے مذاہب اور فلسفے پیدا ہوئے اب اس درجہ پست ہو گئی کہ ایک رزم گاہ بن جائے جہاں انسانوں کے دو گروہ ایک دوسرے کو فنا کرنے کے لئے ایک طویل جنگ میں باہم مصروف پیکار رہیں!

ہندوستان کے سچے فرزند ہونے کی حیثیت سے میں سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتا کہ اس دن کی تمنا کروں جب کہ یہاں سے محبت اور رواداری کے ایک نئے

صحیفہ کا وعظ کہا جائے گا اور اس طرح جب گزشتہ بدگمانیوں کے ڈالے ہوئے بدنما زخم مندمل ہو جائیں گے تو کاشی کا مقدس نام مسلمانوں کو بھی اتنا ہی عزیز ہوگا جتنا کہ وہ آج اُن کے ہندو ہم وطن کو ہے!!!

کیا ہمارے مکانات باعث امراض ہیں؟

صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ نے رعایا کی بہتری کے لئے چند ایسے مضامین شائع کئے ہیں جو ہمارے ملک میں اے دن کی بیماریوں کے باعث نہایت ہی اہم ہیں کوئی حکیم یا ڈاکٹر یا افسر حفظان صحت کوئی کارگر تدبیر امراض کے دفعیہ کے لئے اس وقت تک نہیں اختیار کر سکتا جب تک کہ اجتماعی طور پر سب انسداد امراض کے لئے کمر نہ باندھ لیں۔ مندرجہ ذیل مضمون پر نہ صرف مدارس میں سبق دیا جائے اس پر مضامین لکھوائے جائیں بلکہ مدرسین کو چاہیئے کہ رعایا کو پڑھکر سنائیں اور ان کو پیش کردہ تجاویز پر عمل کرنے کے لئے توجہ دلائیں۔ ہم اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے اُمید کہ اس کو بنظر استحسان دیکھا جائے گا۔

مُدیر

مکانات گاؤں کے باشندوں کے لئے اُصول صحت کے موافق مکان بنانا ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اُصول صحت کے خلاف مکان بنانے سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ کسی حد تک تعداد موت کو زیادہ بڑھاتی ہیں اور عام طور سے تفصیل ذیل میں منقسم ہیں۔

(۱) بہت گنجان آبادی۔ مکانوں میں صحن یا کھلے ہوئے رقبہ کی کمی۔ ہوا اور روشنی کی ناکافی مقدار۔

(۲) مکانوں اور کمروں میں بہت سے آدمیوں کا رہنا۔ غلہ جمع کرنے کے ایسے

طریقے جو اصول صحت کے خلاف ہیں۔ مویشیوں اور اُن کا چارہ رکھنے کے خراب انتظام۔

(۳) غلیظ اور گندہ پانی بہا دینے کے لئے نالیوں کا انتظام کافی بلکہ بالکل ہی نہ ہونا۔

(۴) گھروں کی آلائش۔ گندگی۔ پاخانہ وغیرہ کے دور کرنے کے لئے خراب اور ناکافی طریقہ۔

(۵) پانی کا پاک وصاف نہ رہنا۔

(۶) بازار اور ہاٹ کے لئے کافی اور مناسب جگہ کا تجویز نہ کرنا۔

گاؤں میں آج کل مکانات بالکل بے ترتیب جیسا چاہا اور جہاں چاہا بنا لیتے ہیں کیوں کہ ناواقف ہوتے ہیں۔ مکانات اس قدر ملے ہوئے اور ایسے ڈھنگ سے بنائے جاتے ہیں کہ کشادہ صحن بہت ہی تنگ ہو جاتا ہے اور ہوا اور روشنی کا گذر جو صحت کے لئے بہت ضروری ہے بالکل نہیں ہوتا۔

مویشیوں اور اُن کا چارا رکھنے کا کوئی علیحدہ انتظام نہیں ہوتا۔

غریب آدمی جن کی تعداد گاؤں میں زیادہ ہوتی ہے جھونپڑوں میں رہتے ہیں اُن جھونپڑوں کا فرش مٹی کا ہوتا ہے جس میں اکثر تری وسیلن رہتی ہے۔ دیواریں کچی اینٹ کی ہوتی ہیں یا مٹی یا بانس کی ٹٹی جن پر مٹی لیپ دیتے ہیں چھت عام طور سے چھپر گھانس تاڑ کے پتوں وغیرہ وغیرہ کی ہوتی ہے۔ جھونپڑوں میں جانے کے لئے صرف ایک دروازہ ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ کہ اُن کے اندر اندھیرا رہتا ہے۔ تازہ ہوا کا نام نہیں اور صحت کے لئے مضر۔ یہ ضروری امر ہے کہ ایسے جھونپڑوں میں صحن یا کشادہ جگہ ہو۔ اُن میں کافی کھڑکیاں یا روشن دان ہوں جس سے تازہ ہوا کا گذر ہو اور ایسے جھونپڑے ایک مسلسل لین میں بنائے جاویں۔ موجودہ طرز کے جھونپڑوں میں بہت زیادہ اچھا بنائے جانے کی گنجائش نہیں ہے لیکن گاؤں کی موجودہ حالت کو بہتر بنانے کے لئے ذیل کی تجویز پر غور کرنا چاہیئے۔

ہر ایک کمرہ میں کم از کم دو کھڑکیاں دو فٹ مربع ایک دوسرے کے مقابل ہونا چاہیئے۔ اگر ایک کھڑکی ہو تو ایک گز مربع مٹی کی دیوار رسال میں دو دفعہ چونے پوتنا چاہیئے دروازہ و کھڑکیاں صبح اور شام تازہ ہوا کی آمد رفت کے لئے کھلی چھوڑ دینا چاہیئے۔

میلا پانی۔ خراب کھانا اور گھر کی آلائش گھر کے قریب نہ ڈالنا چاہیئے۔ گاؤں کے باشندے رفع حاجت کے لئے عام طور سے کھیتوں میں جاتے ہیں یہ طریقہ خراب ہی نہیں بلکہ خطرناک ہے۔ ممکن ہے کہ مکھیوں کے ذریعہ سے وبائی مرض پھیل جاوے۔ پاخانوں کا استعمال بہتر ہے مگر موجودہ جھونپڑوں کے ساتھ کسی قدر مشکل ہے اس سے یہ تجویز بہتر ہے کہ اس کام کے لئے ایک جگہ مخصوص کر دی جاوے۔ ایسی جگہ آبادی سے دور ہو اور روزمرہ پاخانہ کو مٹی سے دبا دینے کا انتظام کر دینا چاہیئے۔ اوسط درجہ کے آدمیوں کے لئے جو مکانوں میں رہیں ذیل کے قواعد کی پابندی لازم ہے۔ مکانوں میں کشادہ صحن یا برآمدہ ہونا چاہیئے جس میں ہر ایک کمرہ کے دروازہ ہوں۔ کمروں میں دروازہ اور کھڑکیاں ایک دوسرے کے محاذی تازہ ہوا کی آمد رفت کے لئے ہونا چاہیئے۔ کمروں کے فرش پختہ ہونا چاہیئے زنانہ کمرے بھی اسی طریقہ پر بننا چاہیئے اور زنانہ صحن میں داخل ہونے کے لئے ایک علیحدہ ڈیوڑھی یا دروازہ ہونا چاہیئے۔ مکان کا پچھلا حصہ رہنے کے کمروں سے الگ ہونا چاہیئے اور اس میں مویشیوں اور اُن کے چارا رکھنے کا انتظام ہو پاخانہ بھی اُسی طرف ہو۔ پاخانہ کا فرش پختہ ہو اور مہتر کے آنے کا راستہ بھی مکان کے پیچھے سے ہو۔ پاخانہ روز صاف ہونا چاہیئے اور دروازہ اور کھڑکی اس قدر بڑی ہوں کہ جس سے کافی دھوپ اور ہوا آسکے۔ صحن کے دوسرے حصہ میں باورچی خانہ یا کھانا پکانے کا مکان ہونا چاہیئے دھواں نکلنے کے لئے کافی روشندان اور کھڑکیاں ہونا چاہیئے اور کمرہ ہمیشہ صاف رکھنا چاہیئے۔ کھانے کی چیزیں ہر وقت ڈھانک کر رکھنا چاہیئے تاکہ مکھیاں کھانے پر بیٹھ نہ سکیں۔ نہانے کے لئے علیحدہ کمرہ ہونا چاہیئے۔ اُس کمرہ کا فرش پختہ ہونا چاہیئے جس میں چوہے

نہ داخل ہوسکیں۔ باورچی خانہ یا رسوئی گھر کے قریب ایک پختہ چبوترہ بنانا چاہیئے جس پر برتن دھوئے جاویں اور نہانے دھونے کے کام میں آوے۔

خراب اور کثیف پانی گاؤں میں پانی کی قلت ہمیشہ رہتی ہے اور آدمی عام طور سے جہاں کہیں پانی ملتا ہے وہاں سے ہی لے لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ تالاب۔ دریا یا نالے سب گندہ اور ناپاک ہو جاتے ہیں۔ عموماً گاؤں میں تالاب کوآں یا چھوٹے نالوں کا پانی کام آتا ہے۔ تالاب زیادہ تر بے ڈھنگے بنے ہوتے ہیں اور اُن کی کوئی حفاظت نہیں ہوتی اکثر جن تالابوں کا پانی پیتے ہیں اُن تالابوں میں کپڑے بھی دھوئے جاتے ہیں۔ نہاتے بھی ہیں اور مویشیوں کو پانی بھی پلاتے ہیں یہ کام بہت ہی مضر ہیں اور جو کوئیں گہرے نہیں ہوتے وہ بھی صحت کے لئے مفید نہیں ایسے کوآں میں زمین کا پانی جاتا ہے جس میں ہر طرح کی گندگی بنی رہتی ہے اور جب کوآں میں گندگی پیوست ہو جاتی ہے تو اُس کا پانی صحت کے لئے بہت مضر ہوتا ہے۔ گندے چھوٹے چھوٹے تالاب آبادی کے قریب جن کا پانی کلم میں نہیں آتا سب بھروا دینا چاہیئے دو ایک بڑے بڑے تالاب گاؤں کے ضروریات کے موافق مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے رکھنا چاہیئے۔ اُن کے چاروں طرف باڑہ بنا دینا چاہیئے اور حفاظت کرنا چاہیئے کہ اُس کا پانی پینے کے کام میں نہ لایا جاوے مگر کپڑے دھونے کی ممانعت نہ ہو۔

کوآں کا گولہ ایسا پختہ بنانا چاہیئے کہ اُس کے اندر باہر کا پانی نہ جا سکے اُس کے گرد ایسی ہی پختہ من بنانا چاہیئے جس کا ڈھال چاروں طرف ہو من کے گرد ایک کھلی ہوئی نالی بنائی جائے جو بڑی پختہ نالی سے مل کر کوآں کے اوپر گرا ہوا پانی دور نکال دے کوآں آبادی سے ۶۰ یا ۷۰ گز کے فاصلہ پر اور گندگی کی جگہ سے ۵۰ فٹ کے فاصلہ پر بنانا چاہیئے۔ ایسے کوآں کا پانی پینے اور کھانا پکانے کے کام میں لانا چاہیئے۔ کوآں بند رکھنا چاہیئے مگر جس چیز سے بند کیا جائے اُس میں بڑے بڑے سوراخ ہوا جانے کے لئے

ہونا چاہیئے۔

کوڑا دور کرنے کا طریقہ کوڑے کا کہاد بنتا ہے اس لئے گاؤں میں سب آدمی کوڑا اپنے اپنے گھر کے سامنے جمع کرتے ہیں۔ یہ طریقہ صحت کے لئے بہت ہی مضر اور خطرناک ہے۔ کوڑا جمع کرنے کے لئے ایک جگہ علیحدہ گاؤں کی آبادی سے دور مقرر کرنا چاہیئے جہاں سب آدمی اپنا اپنا کوڑا پھینک دیں۔ کوئی آدمی کھلی جگہ میں گھر کے قریب کوڑا نہ رکھے بلکہ ایک بندگاڑی میں کوڑا جمع کر کے گاؤں سے باہر جو جگہ مقرر کی گئی ہو وہاں پھینک آوے۔ اگر کوڑے سے کہاد کا کام لینا ہے تو دوسری تجویز یہ ہو سکتی ہے کہ ہر ایک آدمی اپنا اپنا کوڑا اپنے اپنے کھیت میں ڈال آوے۔

بازار یا ہاٹ کی جگہ ہر ایک گاؤں میں ہفتہ میں دو یا ایک روز بازار لگتا ہے جہاں گردونواح کے رہنے والے خرید و فروخت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ بہت سے گاؤں میں بازار کھیت میں لگتا ہے جہاں دھوپ اور بارش سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا اور نہ پینے کا پانی ملتا ہے۔ آدمی جہاں کہیں جیسا کچھ پانی ملتا ہے پیتے ہیں اور اس طرح ہیضہ کی وبا ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں ہو جاتی ہے۔ لہذا بازار کے نزدیک ایک اچھا کنواں بنایا جاوے۔ سایہ کے لئے چند چھپر ڈالے جاویں اور کچھ پکا فرش بطور سے پاخانہ بھی بنا دیے جاویں تو بہتر ہے۔

گندہ اور غلیظ پانی کا نکاس اکثر دیہات کے گاؤں میں گندہ اور غلیظ پانی کا نکاس بالکل خراب ہوتا ہے اور اس لئے صحت کے لئے مضر ہوتا ہے۔ گھروں کا میلا پانی کچی نالیوں کے ذریعہ سے کسی نزدیک کے نالہ یا خندق یا کھلی ہوئی جگہ میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ یہ نالیاں بہت چھوٹی اور تنگ ہوتی ہیں اور ان میں ڈھال اس قدر نہیں ہوتا ہے کہ میلا پانی جلدی سے نکل جائے۔ ان نالیوں کے ذریعہ سے مچھر اور مکھی کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ قریب کے کنوئے کا پانی کثیف ہو جاتا ہے اور برسات میں بدبودار پانی کے گڈھے

بن جاتے ہیں۔ ان نالیوں کا نکاس تالاب یا کھیت میں ہوتا ہے جو برسات میں بند ہو جاتا ہے، اور نالیوں میں برسات بھر پانی جمع رہتا ہے زمین میں خوب تری اور سیلن پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمیوں کی صحت کو بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے پودے اور گھاس بھی اُن نالیوں میں پیدا ہو جاتی ہے اور اُن کے بہاؤ کو اور زیادہ روک دیتی ہے۔

اس کا انتظام کرنا چاہیئے کہ نالیوں میں گھاس وغیرہ نہ پیدا ہو اور اس کا ڈھال ٹھیک رہے۔ سب سے اچھی تجویز یہ ہے کہ یا تو نالیاں پختہ بنائی جاویں تاکہ اُن کا پانی زمین میں جذب نہ ہو اور سطح ڈھلوان ہو تاکہ تھوڑے ہی پانی سے صاف ہو سکیں اور ہر ایک گھر کا میلا پانی برتنوں یا حوضوں میں جمع کیا جاوے اور پھر کھیتوں میں پھینک دیا جاوے۔ اگر جلا کر خاک کر دینا ناممکن ہو تو پاخانہ کو گہری نالیوں یا گڑھوں میں دبا دینا ہی بہتر ہے۔

گاؤں اور مکانات کی ترتیب۔ ہندوستان کے گاؤں میں مکانوں کو تندرستی کے اُصول پر بننا ایک بڑا ضروری قابل غور مسئلہ ہے ایسے مکان جو اُصول صحت اور صفائی کے مطابق بنائے گئے ہوں گاؤں میں بہت تھوڑے ہیں۔ ایک اوسط درجہ کے گاؤں میں زیادہ تر مکان مٹی کے بنائے جاتے ہیں اور اُن میں تازہ صاف ہوا کے گذرنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ اُن میں گندے پانی کے نکلنے کی نالیاں یا موریاں نہیں ہوتیں اور اکثر ایک دوسرے سے ملے ہوئے بنائے جاتے ہیں کہ تندرستی کا خیال بالکل نہیں رہتا۔ اُن میں اناج یا مویشیوں کا چارا رکھنے کا انتظام باقاعدہ نہیں ہوتا ہے اور اُن مویشیوں کے رکھنے کی مناسب جگہ نہیں رکھی جاتی ہیں۔ ایسے گاؤں کے پانی پینے کے کنوئیں گہرے نہیں ہوتے اور اُن کا پانی اوپر کے میلے پانی سے مل کر ہمیشہ خراب رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک گاؤں میں اُن بیماریوں سے جن کا دفعیہ ممکن ہے آدمی زیادہ مرتے ہیں۔ ایسی بیماریاں جن کا دفعیہ ممکن ہے ذیل میں درج ہیں۔

(۱) پلیگ یعنی طاعون۔ (۲) ہیضہ۔
(۳) ملیریا یعنی جاڑہ بخار۔ (۴) پیچش۔
(۵) ہنتڑی کا بخار۔ (۶) بخار۔
(۷) تپ دق۔ (۸) سردی یا سن پات اور۔
(۹) سانس کی بیماریاں۔ اِن بیماریوں سے گاؤں میں زیادہ موتیں ہونے پر کیسے اثر پڑتا ہے نیچے لکھا جاتا ہے۔

پلیگ یعنی طاعون بہت سے آدمیوں کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ بیماری آدمیوں میں چوہے سے لگ جاتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اگر چوہے نہ ہوں تو یہ بیماری نہ ہوگی۔ یہ بیماری اُن چوہوں سے لگ جاتی ہے جو گھروں میں رہتے ہیں نہ کہ اُن سے جو کھیتوں میں رہتے ہیں۔ اگر گھر میں چوہوں کو کھانا نہ ملے تو چوہے نہیں رہ سکتے اس لئے اگر آدمی اپنے کھانے کا اناج اور مویشیوں کا دانہ ایسے برتنوں میں رکھیں جہاں چوہے نہ کھا سکیں تو چوہے نہ رہیں گے۔ ایسا گھر بنانے میں جس میں چوہے نہ جا سکیں بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے جو گاؤں کے رہنے والوں کی مالی حالت سے باہر ہے مگر کوئی وجہ نہیں کہ ہر قسم کے کھانے کی چیزیں رکھنے کے واسطے ایسے برتن یا کوٹھار نہ بنائی جائے جن میں چوہوں کا گذر نہ ہو۔ ایسی کوٹھی کوٹھار اینٹ اور چونہ سے بن سکتی ہیں اور ٹین کے صندوقوں میں کھانے کی چیزیں رکھی جا سکتی ہیں۔ اُن کے بنانے میں خرچ بھی کم ہوگا اور جو اناج چوہے کھاتے اور خراب کرتے ہیں اُس کی بچت بھی ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ انگریزوں میں طاعون کی بیماری بہت ہی کم ہوتی ہے کیونکہ اُن کے کھانے کی چیزیں ایسی رکھی جاتی ہیں کہ جہاں چوہے نہیں جا سکتے ہیں۔

ہیضہ کوئیں کا پانی خراب ہونے سے اکثر ہوتا ہے اور اسی طرح ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں یہ بیماری پھیل جاتی ہے۔ اگر پانی پینے کے کوئیں کی مرمت اچھی طرح ہوتی رہے اور اُس کی منڈیر پختہ اچھی طرح بنائی جائے تاکہ اُس کا پانی اوپر سے

یا نیچے سے دوسرے میلے پانی سے مل کر خراب نہ ہو جاوے تو اس بیماری کا دفعیہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ کوئیں کا منہ بند کر کے پمپ لگا دینا اور بھی اچھا ہے اور گاؤں والوں کو کوئیں سے پانی بھرنے کے مقابلہ میں پمپ سے پانی نکالنا بھی بہت آسان ہوگا جس گاؤں میں کوئیں میں پمپ نہیں لگا ہے وہاں کے آدمیوں کو چاہیئے کہ اس وبا کے وقت ایک ڈول پانی میں دو آونس پرمنگنیٹ آف پوٹاش یعنی لال دوائی اچھی طرح ملا کر ہر روز شام کو پانی پینے کے کوئیں میں ڈال دیں۔ اس سے نہ تو پانی کا ذائقہ خراب ہوگا نہ رنگ بدلے گا اور گاؤں میں ہیضہ کی بیماری نہیں پھیلے گی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اس مسئلہ کو کوئیں سے تعلق نہیں۔ اکثر مکانوں کے اندر کوئیں بنائے جاتے ہیں جنکو باہر کے آدمی استعمال نہیں کر سکتے اور اس لئے اُن کا پانی زیادہ نہیں نکلتا اور خراب ہو جاتا ہے۔ ایسے کوئیں بند کر دینے چاہئیں۔ پانی پینے کا کواں آبادی کے مکان یا مویشیوں کے باڑے سے کم سے کم ۲۵ فٹ علیحدہ ہونا چاہیئے۔

ملیریا | ترتیب مکانات کے نقص کی وجہ سے گاؤں میں ملیریا بھی اکثر موجود رہتا ہے جب گاؤں کی بنیاد ڈالی جاتی ہے مکان بنانے کی غرض سے مٹی ایک ہی جگہ سے کھودی جاتی ہے اور عموماً مکانات اس بڑے گڑھے کے چاروں طرف بنائے جاتے ہیں۔ یہ گڑھے بارش میں پانی سے بھر جاتے ہیں اور گاؤں میں مویشیوں کو پانی پلانے کے تالاب کا کام دیتا ہے۔ ایسا تالاب ضروری ہے مگر گاؤں سے کم سے کم پاؤ میل کے فاصلہ پر ہونا چاہیئے نہ کہ بیچ میں ملیریا پھیلنے کا ذریعہ مچھر ہیں اور مچھروں کی پیدائش پانی پر ہوتی ہے اور اُس کا اڑان پاؤ میل سے کہیں کم ہے پس آبادی و تالاب کے درمیانی فاصلہ پر خیال رکھنا ضروری بات ہے اور اس کی احتیاط رکھنے سے گاؤں میں ملیریا کے وقوعات بہت کم ہو جاویں گے۔ مچھر تنگ و تاریک مکانوں میں جن میں ہوا کے گذر کا راستہ نہ ہو رہتے ہیں۔ ایسے مکان گاؤں میں بہت ہوتے ہیں اور دن میں

مچھر اُن میں بہت کثرت سے رہتے ہیں۔ کوآں بھی مچھروں کی پیدائش کی جگہ خاص ہے۔
گھروں کے اندر کوآں نہ رہنا چاہیئے اور جماعتی کو یہ کا منہ اندر رکھنا چاہیئے۔

پیچش اور انتڑی کا بخار | جو کیفیت ہیضہ کے بارے میں اوپر لکھی ہے اِن دو بیماریوں پر صادق ہوتے ہیں کیونکہ یہ بھی پانی کے نقص سے پھیلتی ہیں آلودگی کی وہ عادتیں جو قانون صحت کے خلاف ہیں اُس پانی کو جو سطح زمین کے اندر جذب ہوتا ہے خراب کر دیتی ہیں اور یہ پانی پینے کے پانی سے مل کر یہ بیماریاں پھیلا دیتا ہے۔ اِس لئے مکانوں میں قانون صحت کو پورا کرنے کے سامان موجود رہنا چاہیئے۔

بخار | ایک آدمی سے دوسرے آدمی کو بخار اُن لوگوں کے ذریعہ سے لگ جاتا ہے جو صاف اور تازہ ہوا اور دھوپ میں نہیں رہتے۔ ایسے آدمی تنگ تاریک گھروں میں جہاں ہوا کا گذر نہ ہو مل جل کر رہتے ہیں اُن کو ایک سے دوسرے کو بخار لگ جانا بہت آسان ہے۔

تپ دق۔ سردی اور سانس کی بیماریاں | یہ بیماریاں ایک آدمی کو دوسرے سے سانس اور تھوک کے ذریعہ سے لگ جاتی ہیں خاص کر اُن آدمیوں میں جو جاڑے اور برسات میں چھوٹے تنگ تاریک کمروں میں جہاں ہوا کا گذر نہ ہو رہتے ہیں۔ گاؤں کے چوکیدار کی رپورٹ کے مطابق بخار سے مرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ چوکیدار کوئی ڈاکٹر نہیں ہے وہ ان سب بیماریوں کو بخار ہی سمجھ لیتا ہے۔ چونکہ جاڑوں میں بخار نہیں پھیلتا لہذا جو موتیں جاڑوں میں ہوتی ہیں وہ زیادہ تر اُنھیں سانس کی بیماریوں کے حصہ سے ہوتی ہیں جو کچھ اوپر بیان کیا گیا وہ خاص خاص اسباب ہیں اُن بیماریوں کے پیدا ہونے کے جن کی وجہ سے گاؤں میں تعداد فوتی زیادہ ہو جاتی ہے یہ لازم ہے کہ اُن کی اصلاح کے طریقے بھی بتلائے جاویں۔ پہلے ضرورت یہ ہے کہ گاؤں کے مکانات ہوادار ہوں۔ ہر ایک کمرے کی بیرونی دیوار میں بڑی کھڑکی

ہونا چاہیئے اور اس کے سامنے دوسری دیوار میں دروازہ چوری کے ڈر سے رات کو کھڑکی نہیں کھولی جاتی تاکہ چور نہ گھس آویں۔ تھوڑا صرفہ کر کے کھڑکیوں میں لوہے کی سلاخ لگا دینے سے یہ ڈر جاتا رہے گا۔ دروازے چار دیواری کے اندر کھولنا چاہیئے تاکہ مستوراتوں کے لئے پردہ داری بھی قائم رہے مویشیوں کے رہنے کے کمروں سے علیحدہ مکان ہونا چاہیئے اور اُن کی حفاظت کے لئے یہی کھڑکیاں اور لوہے کی سلاخ لگا دی جاویں۔

پاخانہ احاطہ کے بیرونی دیوار کے پاس بنانا چاہیئے اور اس کی نالی باہر کی طرف نکالنی چاہیئے گاؤں میں روپیہ کی کمی کی وجہ سے گندے پانی کا نکاس کا عمدہ انتظام ہونا مشکل ہوتا ہے اس لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ پاخانہ کی نالیاں دیوار سے باہر ایک گڈھے میں نکال دی جاویں۔ یہ گڈھے ۶ فیٹ مربع اور ۶ فیٹ گہرے ہوں اور اس میں کنکر بھر دیا جاوے۔ یہ بہت آسانی سے بن سکتے ہیں اور دو برس میں ایک دفعہ اُن کی صفائی کی ضرورت ہوگی۔ مویشی خانہ کے باہر بھی اسی قسم کا ایک گڑھا مویشیوں کے پیشاب دور کرنے کے لئے بنانا چاہیئے۔

گاؤں میں یہ عام دستور ہے کہ گھر کا کوڑا ایک طرف احاطہ میں ہی جمع کیا جاتا ہے تاکہ کھیت میں کھاد کا کام دے اس طریقہ سے مکھیاں بہت پیدا ہوتی ہیں پیچش ہیضہ۔ آنتڑی کا بخار اور دوسری بیماریوں کے پھیلنے کا سبب ہیں اس کی کوئی وجہ نہیں کہ مالک مکان کھاد کے فائدہ سے محروم رہے لہذا اس کو چاہیئے کہ اس کام کے لئے ایک خاص گڑھا کھودے اور اس کے اندر کوڑا جمع کرے۔ جہاں سے ضرورت کے وقت بطور کھاد اٹھایا جا سکتا ہے۔ ایسے گاؤں بہت تھوڑے ہیں جن میں پاخانہ کی تعداد زیادہ ہو۔ عموماً گاؤں کے رہنے والے اس کام کے لئے گرد و نواح کے کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔ موجودہ حالت کے [illegible] دوسرا طریقہ جاری کرنا مناسب

نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن اس قدر نگرانی ضرور ہونی چاہیئے کہ آبادی سے ملے ہوئے کھیت ایسے کام میں نہ لائے جاویں اور جو میلا مہتر پاخانہ سے اُٹھا کر لے جاویں وہ آبادی سے دور کھیتوں میں جلایا جاوے۔

اس چھوٹے سے پرچہ میں چند ایسے عام قواعد ظاہر کر دیئے گئے ہیں جن پر پابند ہونے سے تعداد فوتی اُن امراض سے جن کا دفعیہ ممکن ہے کم ہو سکتی ہے جن پر عمل کرنے کے لئے اس قدر روپیہ کی ضرورت نہیں جو گاؤں کے رہنے والے جمع نہ کر سکیں جن کو اختیار کرنے سے نہ صرف تعداد موت بلکہ بیماری کا زور بھی کم ہوگا اور گاؤں کی تندرستی اور دولت مندی روز افزوں ہوگی۔

مختلف درجہ کے مکانوں کے نمونہ کا نقشہ اور ترتیب مکانوں کے نمونے کا نقشہ بہ اہتمام بورڈ پبلک ہیلتھ تیار کئے گئے ہیں اور ہر ایک کو جو اپنے اپنے مکانات کو اس طریقے پر بہتر بنانا چاہیں دستیاب ہو سکتے ہیں۔

جامعہ عثمانیہ

یہ شرف جامعہ عثمانیہ ہی کو حاصل ہے کہ اس نے ہندوستان کی ایک مقبول اور عام فہم، زبان کو اعلیٰ ترین مدارج کی تعلیم کا ذریعہ بنایا۔ اب تک کسی ذمہ دار اور ذی اقتدار جماعت نے اس بارے میں کوئی باقاعدہ اور مسلسل کوشش نہیں کی تھی گو اس میں شک نہیں کہ بعض ہمدرد اور پُرجوش افراد نے وقتاً فوقتاً اس قسم کی کوششیں کیں مگر وہ بارآور نہ ہونے پائیں، اس لئے کہ کسی حکومت نے ان کی دستگیری نہ کی تھی اور وہ ان سہولتوں اور بے شمار ذرائع سے محروم رہے جو صرف حکومت ہی کے اثر اور حمایت سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ حیدرآباد کا سب سے پہلے اس میدان میں قدم رکھنا محل تعجب نہیں کیوں کہ اس سلطنت ابد مدت کی تاریخی خصوصیات کچھ ایسی ہیں کہ اس کے ارباب حل وعقد یہ صاف محسوس کر سکتے تھے کہ کسی ایسی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا بے کار محض ہے جو اس کی تہذیب و تمدن اور روایات سے بالکل مغایر ہو۔

ڈیڑھ سو سال تک ہندوستان اس مصیبت میں مبتلا رہا ہے کہ اس کی تعلیمی روش کا تعین ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھا جن کی نظروں میں اس کی دیرینہ تہذیب و تمدن کی بہت کم وقعت تھی اور جن کا اعتقاد یہ تھا کہ اس کی نجات کا یہی ذریعہ ہے کہ عہد ماضی کی بالکل پرواہ نہ کی جائے اور یورپی تمدن اور اہل یورپ کے معیار نیک و بد اختیار کر لئے جائیں۔ لہٰذا انگریزی نہ صرف اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بن گئی بلکہ معمولی مدرسوں

میں بھی ہمارے بچوں کو جانکاہی کے ساتھ رٹ رٹ کر وہ سب کچھ سیکھنا پڑا جسے وہ اپنی مادری زبانوں میں نہایت آسانی کے ساتھ سیکھ سکتے تھے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ نظام تعلیم خواہ کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہو مگر ہندوستانیوں کی ذہانت اور طباعی کے طفیل سے اس ناقص نظام سے بھی ملک کی ترقی پر عظیم الشان اثر پڑا ہے اور اس تعلیم نے ایسے افراد پیدا کئے ہیں جن پر ہر ایک ملک فخر کر سکتا ہے، اور جو تحریکات اس سے وجود پذیر ہوئیں ان کا تو کوئی ذکر نہیں۔ بایں ہمہ ایک غیر ملکی زبان کو اس بیدردانہ طریق پر کم عمر بچوں کے لئے بجبر ذریعہ تعلیم بنانا بہت ہی ہولناک اتلاف و نقصان کا باعث ہوا ہے۔ شمار و اعداد سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ جو لڑکے اینگلو ورنکیولر مدارس میں داخل ہوتے ہیں ان میں سے بہت کم ثانوی درجہ تک پہنچتے ہیں اور ثانوی درجہ تک پہنچنے والوں میں سے یونیورسٹی کے نصاب کو کامیابی کے ساتھ اتمام تک پہنچانے والوں کی تعداد اور بھی کم ہوتی ہے، پھر یہ چند خوش نصیب بھی اس اعتراض سے مبرا نہیں ہوتے کہ ان میں جدت و ندرت مفقود ہوتی ہے اور وہ جو کچھ سیکھتے ہیں اسے جذب نہیں کر سکتے۔ پس سوچنا چاہئے کہ اگر یورپ کے علوم و فنون ہندوستانی زبانوں میں قابل الحصول ہوتے اور ملک کے علوم قدیمہ کے ساتھ اس طرح آمیز کر دئے جاتے کہ ان کے مفید اثرات عامۃ الناس تک پہونچ جاتے تو ترقی کی رفتار کتنی زیادہ تیز ہو جاتی۔

ہندوستانی ریاستیں حکومت ہند کی تعلیمی نظام کی حدود سے خارج تھیں اور وہ تعلیم کے ایسے نظم اختیار کر سکتی تھیں جو ان کی ضرورتوں کے لئے زیادہ موزوں ہوتے مگر وہ اپنے نظم و نسق کے جملہ جزئیات میں برطانی ہند کے طریقوں کی نقل کر رہی تھیں، اس لئے انہوں نے برطانوی مدارس کے نظم کو بھی اختیار کر لیا۔ حیدرآباد اس خصوص میں مستثنیٰ نہیں رہا اور اپنے ملکی مدارس اور کالجوں میں کئی

روح و قوت پیدا کرنے کے بجائے حکام نے برطانی ہند کے طریق پر اینگلو ورنکیولر مدارس کا ایک جال ملک میں پھیلا دیا اور یہ مدارس دارالسلطنت کے ایک کالج کے لئے طلبا مہیا کرنے کا کام دینے لگے جو اپنی جگہ پر مدراس یونیورسٹی سے ملحق کر دیا گیا تھا۔ آگے بڑھنے سے قبل اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ حیدرآباد ایک خصوص میں برطانی ہند اور جنوبی ہند کی ہندوستانی ریاستوں سے مختلف ہے، یعنی یہاں سرکاری زبان انگریزی کے بجائے اُردو ہے اور اس لئے جو لوگ اس سلطنت میں انگریزی تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کے لئے یہ تعلیم ملازمت سرکاری میں داخل ہونے کے لئے اس درجہ باعثِ ترغیب نہیں تھی جیسی برطانی ہند میں تھی۔ یہ تو دخیل نظم تعلیم یہاں عرصہ تک قابض رہا مگر اس سے کوئی نمایاں و ہمت افزا نتیجہ نہ نکلا، کیونکہ ڈگری حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان میں سے شاید کسی نے بھی دنیائے علم و ادب اور مملکت کے نظم و نسق میں کوئی نام و نمود حاصل نہیں کیا۔ جس زمانہ میں سلطنت کی تعلیمی حالت اس قدر پست تھی خوش قسمتی سے سر اکبر حیدری کی خدمات اسے حاصل ہوگئیں، آپ کا تعلق اگرچہ براہِ راست تعلیم سے کبھی نہیں رہا مگر آپ کو قومی ترقی کے لئے تعلیم کے امکانات پر قوی یقین تھا اور ہمیشہ اپنا اثر تعلیم کو آگے بڑھانے میں صرف کرتے تھے معتمد فینانس کی حیثیت سے آپ وسعت تعلیم کے تجاویز کے لئے ضروری مالی مدد کا ہمیشہ سامان کرتے رہے، بعد میں آپ سرکار عالی کے محکمۂ عدالت و امور عامہ کے معتمد مقرر ہوگئے اور چونکہ تعلیمات کی نگرانی بھی اُس محکمہ سے متعلق تھی اس لئے اس حیثیت سے آپ کو تعلیمی مسایل سے براہِ راست تعلق ہوگیا۔ حکومت ہند کے سابق کمشنر تعلیمات مسٹر اے۔ مے ہیو کی مدد سے آپ نے اس سلطنت ابد قرار کی تعلیمی حالت کی پوری پوری تحقیقات کرائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محکمۂ تعلیمات کی بالکل از سرِ نو تنظیم ہوئی اور اس کی خوبی کار میں بہت اضافہ ہوگیا۔ اس کے بعد آپ

اعلیٰ تعلیم کی طرف جس کی حالت کیفیت وکمیت دونوں کے اعتبار سے ابتر تھی، اپنی توجہ متعطف کی اور بہت غور وفکر کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ حیدرآباد کی خاص سیاسی وتمدنی حالت کے اعتبار سے اس سلطنت میں انگریزی کو ذریعہ تعلیم نہ ہونا چاہئے اور آیندہ یہاں کے تعلیمی نظام پر مدراس یونیورسٹی کی سی بیرونی جماعت کا اقتدار قائم نہ رہنا چاہیئے۔ بناءً علیہ آپ نے اس موضوع پر ایک یادداشت پیش کی اور یہ سفارش کی کہ اس سلطنت میں ایک تعلیم دینے والی یونیورسٹی قائم کی جائے جس میں اُردو ذریعہ تعلیم ہو۔ اُس وقت یعنی ۱۹۱۷ء میں انگریزی کے بجائے اُردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینا ایک انقلاب آفریں خیال تھا مگر ہمارے روشن خیال فرمانروا اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ نے اپنی مدبرانہ دوراندیشی سے بلا تامل وتوقف اس تجویز کی سودمندی کا ادراک فرمالیا اور ایک ایسے جامعہ کے معرض وجود میں لانے کے لئے فرمان واجب الاذعان صادر فرمادیا جس میں اُردو ذریعہ تعلیم ہو مگر انگریزی بہ حیثیت زبان ثانی کے لازمی ہو اور انگریزی کا معیار تقریباً وہی ہو جو دوسری یونیورسٹیوں میں ہے۔

اس سلطنت ابد قرار میں متعدد زبانیں بولی جاتی ہیں، مگر اُردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کی وجہ یہ تھی کہ صرف یہی ایک زبان ہے جو اس سلطنت میں کم وبیش ہر جگہ سمجھی جاتی ہے، سرکاری زبان بھی یہی ہے اور اعلیٰ واوسط طبقات میں زیادہ تر یہی زبان مروج ہے، تقریباً تمام خواندہ اشخاص اُردو سہولت کے ساتھ لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ اُردو اور فارسی ادب ہندو اہل علم بھی حاصل کرتے رہے ہیں اور ان زبانوں کے نامی شعراء میں ان کی معقول تعداد ہے۔ باب حکومت سرکار عالی کے موجودہ صدر اعظم اور ہمارے امیر جامعہ، مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بہادر جی۔ سی۔ آئی۔ ئی کی ذات سے اس علمی روایت کو اب بھی شرف امتیاز حاصل ہے، اور جناب ممدوح کا شمار ہندوستان کے موجودالوقت اُردو شعراء کی صف اوّل میں ہے۔

مصلح کی راہ میں ہمیشہ دشواریاں درپیش رہتی ہیں، خاصکر اس وقت جبکہ اس کی پیش کردہ اصلاح جدت آمیز یا انقلابی نوعیت کی ہو، کیونکہ جن لوگوں کے نسبت اس سے زیادہ نفع اٹھانے کی توقع ہوتی ہے وہی اس مجوزہ تغیر کے سب سے شدید مخالف ہوتے ہیں۔ سر اکبر حیدری ہی کے تیقن، تحمل اور جرأت کے شخص کا کام تھا کہ مخالفت کی موج کو پلٹ دیا اور تمام کار اس کورانہ اور گونہ خود غرضانہ مخالفت پر حق و انصاف غالب آگیا۔

اس جد و جہد میں سر اکبر حیدری کو دو ایسے اصحاب کی سرگرم تائید حاصل تھی جو اسلامی تعلیمی حلقوں میں کافی دوافی شہرت رکھتے ہیں، ایک ان میں سے نواب مسعود جنگ بہادر تھے جو اب مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے نائب امیر جامعہ ہیں اور دوسرے نواب صدر یار جنگ بہادر تھے جو عرصہ دراز سے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے معتمد اور اس کی روح رواں ہیں۔

جامعہ نے اپنا کام ۱۹۱۷ء میں اس طرح شروع کیا کہ اولاً شعبہ تالیف و ترجمہ قائم کیا جس میں مولوی عبدالحق صاحب کے تحت جن سے اردو ادبیات کے تمام شیدا واقف ہیں مختلف مضامین کے لئے آٹھ قابل مترجم مقرر ہوئے۔ اس شعبہ کا کام یہ ہے کہ جامعات میں عام طور پر جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں ان کے لئے اردو میں کتب نصاب مہیا کرے۔ پہلے انٹرمیجیٹ کی کتابوں کا کام شروع ہوا اور ایک برس کے اندر یہ ممکن ہوگیا کہ اگست ۱۹۱۹ء میں فنون اور سائنس کی سال اول کی تعلیم کا افتتاح ہو جائے۔ ترجمہ کا کام اب بھی جاری ہے اور جن مستند کتابوں کے ترجمے ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں یا زیر طبع ہیں ان کی تعداد (۳۱۸) ہے، اعداد ذیل سے یہ معلوم ہو سکے گا کہ کس مضمون پر کتنی جلدیں ہیں۔

تاریخ ہند	۲۴
تاریخ یورپ	۳۵
تاریخ اسلامی	۲۵

جغرافیہ	۵
علم السیاست وتاریخ دستوری	۱۷
معاشیات	۱۳
فلسفہ	۴۱
قانون	۱۲
ریاضی	۲۵
طبیعیات	۲۱
کیمیا	۱۷
حیاتیات	۷
طب	۲۱
انجنیری	۲۳
مصطلحات	۲
جملہ	۳۱۸

اُردو میں متعدد بلند پایہ اور مختلف الانواع کتابیں موجود ہیں مگر چونکہ اس سے قبل کبھی باقاعدہ طور پر اس زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ نہیں بنایا گیا تھا اس لئے یونیورسٹیوں میں جس قدر مضامین پڑھائے جاتے ہیں ان سب کے لئے کتابیں ترجمہ کرنی پڑیں۔ اس سے قبل صرف قدیم دہلی کالج میں جو ۱۸۵۷ء کے دردناک واقعات کے بعد بند کر دیا گیا، اُردو کے ذریعہ سے مغربی علوم کی تعلیم کی کوشش کی گئی تھی اور بعض طبی مدارس میں ابتداءً تعلیم اُردو میں ہوتی تھی۔ ترجمے کے کام میں پہلا مرحلہ ان اصطلاحات کا پیش آیا جن کے مرادف الفاظ اس وقت تک اُردو میں موجود نہ تھے۔ کچھ ترغیب یہ ہوئی کہ انگریزی کتابوں میں جو اصطلاحات مستعمل ہیں انھیں بجنسہ اختیار کر لیا جائے مگر طولانی بحث ومباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ علمی اصطلاحات اُردو میں وضع کئے جائیں۔ اس میں صرف ایک

استثنا کیمیا کے معاملہ میں ہوا یعنی اس مضمون میں بین الاقوامی الفاظ مصطلحہ برقرار رکھے گئے۔ مختلف مضامین کے لئے مجالس وضع اصطلاحات مقرر کی گئیں جن میں ان مضامین کے ماہرین اور ایسے قدیم تعلیم یافتہ اشخاص شامل تھے جنھوں نے عربی علوم کا مطالعہ کیا تھا اور جو انگریزی علمی اصطلاحات کے لئے موزوں و مناسب عربی و فارسی یا ہندی مرادف الفاظ تجویز کر سکتے تھے۔ کام کی کثرت تھی اس لئے یہ محسوس ہوا کہ شعبہ کے تنخواہ دار مترجمین کل کام انجام نہیں دے سکتے، اس لئے بہت سی اہم کتابیں اجرت پر ترجمہ کے لئے دیدی گئیں۔ جامعہ اپنے اس شعبہ پر اب ڈھائی لاکھ سالانہ سے زیادہ صرف کر رہا ہے اور وہ نہ صرف اپنے طلبا کو کتب نصاب مہیا کر سکتا ہے بلکہ اس نے جدید علوم و فنون میں مستند کتابوں کا اضافہ کر کے اُردو علم ادب کو مالامال کر دیا ہے، اس سے پنجاب، صوبہ جات متحدہ، بہار، وسط ہند اور حیدرآباد کے اُردو بولنے والوں کے لئے علوم کا ایک نیا راستہ کھل گیا ہے، اور یہ پہلا موقعہ ہے کہ ان اُردو بولنے والوں کو تاریخ، علم السیاست، دستوری تاریخ اور قانون کی اعلیٰ کتابوں پر براہِ راست دسترس حاصل ہوا ہے ملک کی موجودہ حالت میں جبکہ وہ ایک عظیم الشان دستوری تغیر کے زینہ پر قدم رکھنا چاہتا ہے، ان کتابوں کی اہمیت میں مبالغہ کو دخل نہیں ہو سکتا۔ گو تمام افراد قوم کو حق رائے دہی ہماری زندگی میں حاصل نہ ہو لیکن اگر حکومتِ ہند کے مراسلہ دربارہ مسئلہ دستوری کی سفارشوں کے بموجب دس فی صد آبادی کو حق رائے دہی عطا کیا جائے تو ان کی تعداد برطانی ہند میں ڈھائی کروڑ کے قریب ہو گی، ان انتخاب کنندگاں کو جو آیندہ ہمارے آقا ہونے والے ہیں تعلیم دینا ہمارا فرض ہے اور جب تک کہ ہم خود اپنی زبانوں میں ان کے لئے تاریخ و سیاسیات کی کتابیں نہ مہیا کریں گے اس وقت تک ان سے یہ توقع دشوار ہے کہ وہ اپنے فرائض مؤثر طریق پر انجام دے سکیں گے کیونکہ

ان انتخاب کنندگان میں انگریزی داں بہت کم ہوں گے۔ اس بارے میں ہماری مساعی ان صوبوں کے تعلیمی حکام کے لئے بھی ممد و معاون ثابت ہوں گی جن میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اُردو یا ہندی کو ذریعہ تعلیم بنا دیا جائے کیونکہ وہ ہماری اُردو کتابوں کو استعمال کر سکیں گے اور اگر وہ ہمارے اصطلاحات کے استعمال سے متفق ہو جائیں تو بادنیٰ تغیر یہ کتابیں ہندی میں مبدل ہو سکتی ہیں۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے، جامعہ نے حقیقی تعلیمی کام کا آغاز اگست ۱۹۱۹ء میں فنون، سائنس اور دینیات کی سال اوّل کی جماعتوں سے کیا جن میں تقریباً سو طالب علم تھے۔ اعلیٰ جماعتوں کا اضافہ سال بسال ہوتا رہا تا آنکہ ۱۹۲۳ء میں پہلی مرتبہ بی۔ اے کا اور ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ ایم۔ اے اور ایل ایل۔ بی کے امتحانات ہوئے، طلبار کا داخلہ برابر بڑھتا گیا حتیٰ کہ اس وقت جامعہ کے مختلف کلیات میں تقریباً نو سو طالب علم ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی کالج کے علاوہ جس میں ایم۔ اے تک فنون اور دینیات میں اور ایم۔ ایس۔ سی تک سائنس میں اور ایل ایل۔ بی تک قانون میں تعلیم ہوتی ہے میڈیکل کالج اور انجینیرنگ کالج بھی ہیں جن میں بلند ترین درجوں تک اُردو میں تعلیم ہوتی ہے۔ عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک زنانہ کالج قایم کیا گیا ہے جس کا کل عملہ عورتوں پر مشتمل ہے اور جس میں انٹرمیجیٹ اور بی۔ اے تک تعلیم ہوتی ہے۔ ٹیکنالوجی کے لئے حال ہی میں ایک مجلس شعبہ ہائے Technology قائم ہوئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دارالضرب اور محکمۂ برقی کے وسیع کارخانوں کے سلسلہ میں ایک ٹیکنالوجیکل کالج قایم ہو جائے، ان کارخانوں میں اس وقت بھی علمی و عملی تعلیم ساتھ ساتھ دینے کا تجربہ کامیابی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ زراعت کے ایک کالج کے قائم کرنے کی تجویز بھی زیر غور ہے اور اُمید ہے کہ محکمۂ زراعت کے اتحاد عمل کے ساتھ کالج عنقریب وجود میں آجائے گا۔

ایک کالج، گریجویٹ معلّمین کی تعلیم کے لئے ہے اور تین انٹرمیڈیٹ کالج ہیں

جو عثمانیہ یونیورسٹی کالج اور فنی ادارات کے لئے طلبا کے مہیا کرنے کا کام دیتے ہیں۔ جامعہ کے زیر نگرانی دو اور قابل امتیاز ادارات ہیں جن کا ذکر بھی یہاں ہونا ضروری ہے۔ ایک ان میں سے دائرۃ المعارف ہے جس کا خاص کام یہ ہے کہ قدیم عربی کتابوں کو طبع کرے۔ یورپ اور ممالک اسلامیہ کے علماء اس کی ثناو توصیف میں رطب اللسان ہیں کہ اس نے وہ اہم عربی کتابیں چھاپ کر شائع کردی ہیں جو اب تک کہیں طبع نہیں ہوئی تھیں۔ دوسرا ادارہ رصدخانہ نظامیہ ہے جسے سیاحان حیدرآباد ہمیشہ قابل دید سمجھتے ہیں۔ یہ رصدخانہ اس عظیم الشان بین الاقوامی خدمت میں شریک عمل ہے جو (Carte de Ciel) کے نام سے مشہور ہے۔

ذیل میں وہ رقوم درج ہیں جو سرکاری سال رواں کے اخراجات کے لئے موازنہ میں منظور ہوئی ہیں۔ ان رقوم سے جامعہ کے کام اور اس کی وسعت عمل کا اندازہ ہو سکے گا۔

دفتر مسجل (رجسٹرار)	۱۰۸۴۵۵
عثمانیہ یونیورسٹی کالج	۶۶۷۵۲۱
شعبہ تالیف و ترجمہ	۲۶۰۱۹۰
مطبع جامعہ	۱۱۹۹۰۹
انٹرمیجیٹ کالج حیدرآباد	۵۰۵۹۲
انٹرمیجیٹ کالج اورنگ آباد	۴۷۶۳۰
میڈیکل کالج	۱۳۶۶۴۵
انجینیرنگ کالج	۱۷۲۶۸۴
زنانہ کالج	۲۷۲۹۵
انٹرمیجیٹ کالج ورنگل	۲۵۹۴۶

ٹریننگ کالج
رصد خانہ نظامیہ

۱۹۳۱۲
۳۹۶۷۵

سکہ عثمانیہ ۱۶۷۵۸۵۴
طاول سکہ انگریزی ۱۴۳۶۴۲۶

جامعہ اپنے طلبا کی روحانی و جسمانی ترقی و اصلاح کی طرف سے غافل نہیں رہی ہے، دینیات اور اخلاقیات کے مضامین بی۔اے تک کے تمام طلبہ کے لئے لازمی ہیں، ورزش اور جسمانی تربیت کا خاص لحاظ ہے اور ہر طرح مردانہ کھیلوں کے لئے وسیع پیمانہ پر معقول انتظامات کئے گئے ہیں، ایک امریکی ماہر فن، جسمانی تربیت کے لئے مقرر کیا گیا ہے جو مشت بازی کی تعلیم بھی دیتا ہے جامعہ کی سفارش پر اس کے ایک طالب علم مسٹر شفیع کو انگلستان جانے میں مدد دی گئی ہے اور انہوں نے دیر تک پانی میں رہنے کے متعلق دنیا کے تمام سابقہ کارناموں کو شکست دے کر امتیاز حاصل کیا ہے۔ جامعہ کا ایک ترقی پذیر یونیورسٹی ٹیری ٹوریل کور بھی ہے جو اس وقت ڈیڑھ سو طلبہ پر مشتمل ہے۔

آخر میں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ اگرچہ اس جامعہ میں ذریعہ تعلیم اُردو ہے اور انگریزی کو ثانوی حیثیت حاصل ہے مگر اس کی اسناد کو حکومت ہند نے انڈین سول سروس اور دوسرے امتحانات مقابلہ کے لئے تسلیم کر لیا ہے۔ اکثر ہندوستانی و برطانی جامعات نے اس کے اسناد کو باضابطہ تسلیم کیا ہے اور اگر ایسا نہیں کیا ہے تو اس جامعہ کے طلبہ کو خود ان طلبا کی قابلیت کے لحاظ سے اعلیٰ جماعتوں میں داخل کیا ہے۔ ان طلبا میں اکثر نے ان جامعات میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے، آخری مثال سائنس کے ایک گریجویٹ کی ہے جس نے لندن یونیورسٹی میں اوّل درجہ کے اعزاز کے ساتھ بی۔ایس۔سی کی سند انجینیرنگ میں حاصل کی ہے۔

ہم تاریخ کے پراجکٹ سے کیا حاصل کر سکتے ہیں

مدارس اور تعلیمات کی تاریخ میں بہت سی نیک خواہشات یہ ہیں کہ اس یا اُس مضمون کی تعلیم مطلوبہ مقاصد کے عمدہ نتائج پیدا کر سکے۔ تاریخ کا مضمون خاصکر ایسے موعودہ نتائج سے مالا مال ہے مگر اکثر کیا بیشتر مایوس کن ہے۔

ایسا کیوں ہوا۔ کیا یہہ بات ہے کہ نوجوان اس قسم کے مضامین سے بہترین سبق حاصل نہیں کرتے۔ غالباً ایسا ہی ہے۔ شاید ہم کو دوسرے شخص کے حالات سے جو 'بار' کے نام سے موسوم ہے نتیجہ کے طور پر اضافہ کی توقع نہ کرنی چاہیئے جو کسی ضرورت کو رفع نہ کرنے کی وجہ سے بالکلیہ مسلم ہیں اور جواب ان خیالات تک پہنچنے اور ان پر منطبق ہوتے ہیں۔ غالباً پڑھنے اور نتیجۃً طریقہ کا جدید نظریہ بہتر نتائج پیدا کر سکے۔ پس ہم دریافت کرتے ہیں کہ تاریخی پراجکٹ کیا نتائج پیدا کرتے ہیں۔ ہم تاریخی پراجکٹ سے کیا توقع کر سکتے ہیں۔

پراجکٹ کا لب لباب مقصد ہے۔ تاریخ میں پراجکٹ کے بہت سی قسمیں ممکن ہیں صرف قصہ کے طور پر پڑھنا ہی ہلکا اور ساکت مقصد ہو سکتا ہے۔ ہمارے بیشتر مدارس اوقات تعلیم میں اس قسم کے مقصد غیر مفید ہونے کی وجہ سے منسوخ کر دیتے ہیں۔ زیادہ تر قابل تعریف وہ مقصد ہوگا جو دیئے ہوئے واقعہ کو سمجھا اور ہوشیاری کے ساتھ سبب اور نتیجہ کے طور پر بیان کیا جائے۔ غالباً یہی وہ شے ہے جس کے ہم اپنی روایتی تاریخ کے نصابی کتب کے مطالعہ سے توقع کرتے ہیں۔ بہرحال یہہ پراجکٹ اکثر طلبہ کے واسطے نہیں ہوئے کیونکہ اصولاً صرف مدرس ہی نے اس مقصد کی تکمیل کی ہے۔ نمائشی پراجکٹ

اگرچہ عام نہیں البتہ مفید ضرور ہے تاریخی واقع کو سوانگ کے طور پر دکھلاتا ہے۔ یہہ بہتوں سو کو اپنی طرف مائل و متوجہ کر لیتا ہے اور اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ غالباً مفید ترین تاریخی پراجکٹ بالخصوص اعلیٰ مدارج کے لئے کسی ایسے واقعہ کو جو تاریخی مقام پر وقوع پذیر ہوا ہو حل کرنا ہی مقصد ادنیٰ ہے۔ تاریخی پراجکٹ کا یہ صرف نمونہ ہی نہ ہو بلکہ معمر طلبہ کے لئے کثیر المنافع بھی ہو۔

دو دوسرے نمونہ جو بہت مفید اور پراجکٹ میں شمار ہونے سے نظر انداز ہونے کے خطرہ میں ہیں یہ ہیں۔ اول۔ مؤثر طور پر قابو پانے اور کسی نقطہ نظر یا عہد تاریخ کو ازبر کرنے کی تنظیم کا مقصد۔ اور دوم۔ محصلہ تنظیم کو افادہ مستقبل کی غرض سے ذہن نشین کرنے کا مقصد۔ میں یہہ کہتا ہوں کہ یہہ پراجکٹ ہونے کی حیثیت سے نظر انداز ہونے کے خطرہ میں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہہ بات اس وجہ سے ہے کہ اس قدر مدت سے ہم نے ان کو بار (Jack) بنا دیا ہے خاصکر مؤخر الذکر وہ یہہ کہ ہم اس بات پر یقین کرنے لگے ہیں کہ طلبہ نہ ان کو سمجھ سکتے ہیں نہ سمجھیں گے۔ ایسے مقاصد حاصل کرنے کی دشواری تسلیم کرنی چاہیئے لیکن کم از کم میں تو اس عدم امکان سے انکار کروں گا۔

عنوان کے سوال کا جواب دینے کی غرض سے نمونہ کا واقعہ کا کوئی مقصد فرض کر کر خیالات قائم کر لینے چاہئیں۔ مسٹر ہیچ کے جونیر ہائی اسکول کے طلبہ پر غور کیجئے جیسا کہ انہوں نے ۱۹۲۰ء میں سوال کا جواب دینے کی کوشش میں ظاہر کیا تھا یعنی۔ جزیرہ برطانیہ آئرلینڈ کے ساتھ اور کے واسطے کیا کرے گا۔

طلبہ کو اس قسم کے مسائل کے جواب کا مقصد محسوس کرانے میں عام طور پر کیا فائدہ ہے۔ مجھے اس کے تین جواب معلوم ہوتے ہیں۔ جس معیار پر طلبہ اس مقصد کا احساس کرتے ہیں اسی حیثیت سے تین معقول نتائج اغلب تر معلوم

ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ زیادہ محنت سے کام کریں گے اور لہٰذا ان سوالات کے جواب دینے کی کوشش میں زیادہ کامیاب ہوں گے۔ دوم۔ ایک مقررہ مقصد قرار دے کر وہ کچھ حاصل کرلیں گے جس کے ذریعہ اپنی جستجو کی رہبری و تجاویز کرسکیں گے اس کے معنی عقدہ کشائی کی بہترین تنظیم اور نتائج کے بہترین تنظیم کے ہوں گے۔ خاصکر طلبہ غور و فکر کر کر کسی مسئلہ کے ایک جزو کو دوسرے متعلقہ اجزا سے ربط دینے کے عادی ہو جائیں گے۔ اس کے معنی میدان تحقیق کے بہت ہی مفید نقشہ تیار کرنے کے ہونگے۔ سوم کوشش میں دلچسپی کا احساس محصلہ علم کو بہتر طریقہ پر یاد کرنے اور سمجھنے کا موقع بہم پہنچائیگا عقدہ کشائی کے طریقہ۔ ذرائع اطلاع۔ خیالات میں تسلسل۔ دانستہ معائنہ اور محصلہ نتائج طالب علم کے دماغ اور شعار میں افادہ کی غرض سے جڑ پکڑ لیں گے اُس کا عملی عقدہ کشائی میں سمجھ لینا عملی طور پر انطباق کرتے وقت فوری اور موقتی ضروریات میں بہت مفید ہوگا نہ کہ لکڑیوں کی ٹال جو صرف امتحان کی غرض سے مفید ہوں۔ ان تین کے ساتھ چوتھی اور شامل کی جاسکتی ہے جس کی ذیل میں صراحت کی گئی ہے وہ یہ کہ علاوہ اس مضمون کے جو اس خاص بحث سے متعلق مطالعہ کیا جاتا ہے اور بھی بعض خاص متعلقہ میلان و رجحان ترقی کر جاتے ہیں۔

اس مضمون کے عنوان سے اب کیا خاص نتائج مترتب ہوئے۔ ذہین مدرس نتیجہ کے طور پر اس تاریخی پراجکٹ سے کیا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ میں فہرست بہم دینے کا دعویٰ نہیں کرسکتا لیکن مسئلہ کو حل کرنے کی غرض سے معقول دشوار طلب کوشش کے ذریعہ مطلوبہ۔ واغلب نتائج مجھ کو حسب ذیل مقاصد عمدہ معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ طلبہ بہتر طریقہ سے یہ بات سمجھ لیں گے کہ ایسے مسئلہ کی کس طرح عقدہ کشائی کی جائے اس کی کس طرح تحلیل کی جائے ذرائع کو کس طرح معلوم کریں اور کس طرح ان کو بروئے کار لائیں۔ مسئلہ زیر بحث کے محصلہ مواد کے حل کرنے کے لئے کس طرح

ترتیب دیں۔

۲۔ یہ کہ طلبہ بہتر طور پر یہ بات سمجھ لیں گے کہ ایسے میدان علم میں کس طرح غور کریں اپنے خیالات کو کس طرح جانچیں اور ثبوت کا کس طرح وزن کریں۔ وغیرہ وغیرہ

۳۔ یہ کہ وہ انگلستان و آئرلینڈ کی تاریخ اور اُس کی سیاست وجغرافیہ کا اسقدر جزو جس قدر کہ مسئلہ زیر غور کے دانایانہ مطالعہ سے متعلق ہے معقول جزو یاد کرلیں گے۔

۴۔ یہ کہ طلبہ کشادہ خیالی۔ دوسروں کے خیالات کی رواداری اور اس یقین میں کہ رائے مطالعہ پر مبنی ہونی چاہیئے اور مطالعہ کے نتیجہ کے عمدہ خصائل سے تنظیم ہو ترقی کرتے جائیں گے۔

۵۔ یہ کہ وہ غیر حاضر نوابی جیسے بعض معاشرتی تصورات اور ایسے قومی مناقشہ کو باقاعدہ طور سے طے کرنا جیسے تمدنی نظریات اور دانش کاہوں کی قدر افزائی کرنا جیسے تمدنی رجحانات میں علم حاصل کرنے میں ترقی کریں گے۔

۶ یہ کہ وہ تاریخ و سیاست۔ مسئلہ آئرلینڈ۔ انگلستان و آئرلینڈ یورپ اور عام تاریخ میں بعض حقیقی ذہنی دلچسپیاں قائم کریں گے۔

۷۔ یہ کہ وہ خود اعتمادی کے کام کرنے کے معاملات میں شخصی طرز عمل قائم کریں گے

۸۔ یہ کہ وہ ایسی تمدنی خوبیوں میں جیسے کہ خوش خلقی اور دوسروں کے ساتھ معاونت اور ایسے تصفیہ شدہ اُمور کہ روشنی نہ کہ حدت، مباحث میں غالب ہوا کرتے ہیں ترقی کرتے ہیں۔

۹۔ یہ کہ وہ ذہنی اور اخلاقی تجسس اور مساعی میں کامیاب دلچسپی کی غرض سے اعزاز پیدا کرتے ہیں۔

اس فہرست پر کافی طور سے شرح کرنا بے جا طور پر مضمون کو طویل کر دے گا لیکن میں یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رک سکتا کہ ہر دفعہ جبکہ کوئی جماعت اس قسم کے شغل میں

منہمک ہو یا اس کی نقل وچربہ ہی کیوں نہ اتارے طلبہ ناگزیر طور پر ان بیان کردہ عنوانات کے تحت خود کو بہتر یا بدتر حالت میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ طریقہ عقدہ کشائی میں وہ یا تو ترقی کر جاتے ہیں یا فرسودہ ہو جاتے ہیں یا ایسے طریقوں میں اور بھی زیادہ مستقل ہو جاتے ہیں۔ کشادہ خیالی میں وہ یا تو بڑھ جاتے ہیں یا گھٹ جاتے ہیں یا اس رجحان میں اپنی طبعی میلان کی وجہ سے مستقل ہو جاتے ہیں۔ یہی حال دوسرے معاملات میں ہے۔ ان لازمی فوائد کے متعلق خیال کرنے سے ہم بحیثیت مدرسین انکار کر سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو ہم اپنی آنکھیں تاریخی واقعات کے صرف ایک خاص فہرست پر جو تعلیم یافتہ آدمی کے لئے ضروری سمجھی جائے اور جس پر عمل کیا جائے لگا سکتے ہیں۔ لیکن ہم اس شترمرغ جیسی نوعیت پر ناقابل گزیر حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہمارے طلبہ ان امور کو از سرتا پا مفاد یا مضرت کے لئے پڑھ رہے ہیں۔ اس گوناگون فرض کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور دل سے اس کی تائید کرنی چاہیئے میں بذات خود اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ مقصد ورانہ شغل کی تگ ودو ہی صرف وہ ذریعہ ہے جس میں ہم اس ناگزیر ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے

عورتوں کا مرتبہ

اخبار ٹائمس کے ادبی ضمیمہ میں ایک مقالہ عورتوں کی تدریجی ترقی کی تاریخ پر ہے جس میں مختصر طور پر طبقۂ نسوان کے مراحلِ ارتقا کا بیان ہے، سطور ذیل میں اس مضمون کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے،

جنگِ عظیم کے بعد جو زبردست انقلابات ہوئے، اُن میں سے ایک انقلاب وہ ہے، جو عورتوں کے رتبہ میں واقع ہوا ہے، یہ انقلاب جو اس قدر تیزی کے ساتھ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یک بیک پیدا ہوگیا ہے، اس کی تکمیل کے لئے دراصل بیسیوں سال کی مدت درکار تھی، عورتوں کی اس جدید حالت کا مسئلہ نہایت اہم ہے، اور ضرورت ہے کہ اس پر غور کیا جائے۔

سرسری طور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی آزادی میں ایک بہت لمبا قدم ہے، جس کی رسائی متعدد شعبوں تک ہے، مثلاً سیاست، قانون، معاشیات اور تمدن، اس تحریک نے طبقۂ نسوان کو ایک بلند تر مقام پر پہونچا دیا ہے، تاریخ میں ایسی غیر معمولی عورتیں ملتی ہیں، جو اپنے زمانہ کے مردوں میں بھی ممتاز تھیں، بہت سی عورتیں تاج و تخت کی مالک بھی ہوئی ہیں، اور ان میں سے بعض نہایت طاقتور اور مضبوط ارادہ کی تھیں، ان کے علاوہ ایسی عورتیں بھی اکثر پیدا ہوتی رہی ہیں، جن کی عزت کسی غیر معمولی کمال کی وجہ سے کی جاتی تھی، لیکن مردانِ مخصوص عورتوں کی جو توقیر کرتے تھے وہ اُس احترام سے بالکل علٰحدہ تھی، جو عام عورتوں کے ساتھ برتا جاتا تھا، عیسائیت نے عورتوں کا مرتبہ بہت کچھ بڑھا دیا، خصوصاً حضرت مریمؑ کے باعث جن کی پرستش نے تمام طبقۂ نسوان کو لائق احترام بنا دیا، لیکن باوجود اس کے مساوات کا کوئی سوال نہ تھا۔ رومن کیتھولک

کبھی کسی عورت کو پوپ یا کارڈنل یا کسی قصبہ کا پادری بھی بنانے کا خیال نہیں کیا، معزز عورتیں رہبانیہ ہوتی تھیں، اور اپنی برادری پر پورا اقتدار رکھتی تھیں لیکن ہمیشہ مردوں کے زیر ہدایت کام کرتی تھیں، مغربی عورتوں کی حالت مشرق کی عورتوں سے بہتر تھی، تاہم کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ جانوروں کے مانند ہیں، اور ان میں کوئی روح نہیں ہے، اور اگرچہ یہ خیال عام طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا تھا، پھر بھی اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں عورتوں کی کیا حیثیت سمجھی جاتی تھی اُس وقت سے ایک زبردست تبدیلی واقع ہوگئی ہے اور اس کا باعث وہ تاریخی واقعات ہیں جنھوں نے اکثر اور چیزوں میں تبدیلی پیدا کردی ہے۔

عورتوں کے مرتبہ میں جو انقلاب پیدا ہوا اس کا پہلا سبب نشأۃ ثانیہ تھا یعنی وہ دور جس میں علوم قدیمہ کا احیا رہوا، اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل علم اشخاص کی عزت کی جانے لگی، جس میں معزز خواتین بھی مردوں کی شریک تھیں، لیکن عام طبقۂ نسوان کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں ہوا، نشأۃ ثانیہ کے بعد ریفارمیشن (اصلاح مذہبی) کا دور آیا، یہ ایک مذہبی تحریک تھی عورتوں پر اس کا خاص اثر ہوا، طباعت کی ایجاد کے بعد علوم کی اشاعت میں تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی، اور فاضل عورتوں کی تعداد بڑھتی گئی، اٹھارہویں صدی میں عورتوں کے قائم کردہ مذہبی فرقوں کو بہت ترقی ہوئی اور متعدد ممالک میں ان کا اثر بڑھتا رہا، سیاسی حقوق کے لئے امریکہ میں سترہویں صدی میں عورتوں نے شورش شروع کردی تھی، وہاں ۱۶۴۷ء میں مارگرٹ برنٹ (Margaret Brant) نے میری لینڈ (Maryland) کی اسمبلی میں بحیثیت ایک ممبر کے بیٹھنے کا حق ظاہر کیا تھا، اٹھارہویں صدی میں کئی ایک ٹیکس ادا کرنے والی عورتوں نے اپنی نمایندگی کا مطالبہ کیا،

ان مثالوں سے عورتوں کی ترقی کی رفتار کا اندازہ ہوتا ہے، آبادی کی ترقی کے ساتھ قابل عورتوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی، اُنیسویں صدی میں عورتوں کی ترقی کی عام تحریک

پیدا ہو گئی، لوئسی آٹو (Luise otto) نے ۱۸۴۶ء میں مسئلہ نسواں کا ایک مفصل پروگرام مرتب کیا، اور یہ دکھایا کہ حکومت کے معاملات میں حصہ لینا عورتوں کا حق ہی نہیں بلکہ اُن کا فرض بھی ہے۔ اور اس فرض کی انجام دہی کے لئے حکومت کو چاہیئے کہ تمام عورتوں کو تعلیم دے اور سیاسی حقوق کے ساتھ عورتوں کو معاشیاتی آزادی بھی حاصل ہونی چاہئے سیاسی تعلیمی اور معاشیاتی معاملات میں عورتوں کے مطالبات بڑھتے گئے۔ چند سالوں میں عورتوں کے مطالبات کو بڑھانے کی غرض سے بہت سی انجمنیں اور مدرسے قائم ہو گئے اور اس تحریک میں عیسائی اشتراکیوں نے خاص حصہ لیا، ۱۸۶۵ء میں جان سٹورٹ مل (John Stuart mill) عورتوں کے ووٹ کی مدد سے پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہوا، اس کے انتخاب کا عوام پر نمایاں اثر ہوا ۱۸۶۹ء میں مل نے اپنی کتاب، عورتوں کی محکومیت شائع کی، اس کے بعد متعدد ممالک میں عورتوں کے مرتبہ میں ایک عام ترقی نمودار ہونے لگی، ۱۸۶۵ء میں جرمنی میں دو اہم انجمنیں قائم کی گئیں، یہ انجمنیں die. Letles اور National association of German women Society for Promoting the Employ. ment for Women تھیں

ان دونوں انجمنوں پر انگلستان کی تحریک کا بہت کچھ اثر تھا انگلستان میں یہ تحریک تیزی سے ترقی کرتی گئی،

۱۸۴۴ء میں پارلیمنٹ نے ایک فیکٹری ایکٹ (Factory Act) نافذ کیا جس کی رو سے کام کرنے والی عورتوں کو حفاظت کے وہی حقوق دیے گئے جو اٹھارہ سال سے کم کے مردوں کو حاصل تھے ۱۸۴۷ء میں ایک قانون نافذ کیا گیا جس سے کارخانوں میں عورتوں کے کام کرنے کی مدت دس گھنٹے متعین کی گئی، شادی شدہ عورتوں کی جائداد اور ان کی ملکیت کے متعلق ایک عام شورش پیدا ہوئی ۱۸۸۲ء میں

بیبل (Bebel) کی کتاب "عورت اور اشتراکیت" (Woman and Socialism) شائع ہوئی، اس کا مقصد مردوں اور عورتوں کی مساوات کو پیش کرنا تھا، مصنف نے ہر بات میں دونوں کو ایک ہی سطح پر کھڑا کرنے کی کوشش کی اس کتاب کا اثر بہت گہرا پڑا، اور اس کے خیالات عام طور پر تسلیم کئے گئے، غرض یہ تحریک ترقی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ جنگ عظیم کے بعد وہ مقصد حاصل ہوگیا جس کے لئے اسّی نوّے سال سے برابر کوشش جاری تھی، اس عرصہ میں عورتیں مردوں کی مدد سے زندگی کے سیاسی، معاشیاتی اور تعلیمی شعبوں میں مساوی حقوق کے لئے جدوجہد کر رہی تھیں، جنگ سے قبل کہیں کہیں اس قسم کے کچھ حقوق حاصل ہو گئے تھے، لیکن ان مطالبات کی تکمیل جنگ کے بعد ہی ہوئی، اب بہت کم ایسے شعبے ہیں جن میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش نہ ہوں، وہ پارلیمنٹ کی ممبر ہیں، سرکاری دفتروں میں کام کرتی ہیں، جیوری کی رکن ہوتی ہیں اور میئر (Mayor) ہو جاتی ہیں،

کل یوم ھوا فی الشان

مرقع بیدر

اے سرزمین بیدر

(۱) اعلیٰ مقام تیرا سب سے بلند و برتر
کوہ ہمالیہ سے تو عمر میں ہے بڑھ کر
سرسبز وادیاں ہیں اور دلفریب منظر
کشمیر کا ہے خطہ گویا دکھن کے اندر
یک سطح مرتفع پر، اے سرزمین بیدر

(۲) ہے خاک پاک تیری خاک شفا سراپا
خونِ وفا سے رنگین ہے تیرا ذرہ ذرہ
ماضی کی روشنی سے روشن ہے چپہ چپہ
تیرا ہر ایک پتھر، تیرا ہر ایک ٹیلا
تاریخ کا ہے دفتر، اے سرزمین بیدر

(۳) بلونت راجہ رکی تھی تجھ میں راجدھانی
ہر جائے شانتی تھی ہر دل میں شادمانی
بھگوددگیتا میں تیری موجود ہے کہانی
اس وقت تھی جوان تو کرشن کی جوانی
کرتی تھی دل مسخر، اے سرزمین بیدر

(۴) دیسانتی نے تجھ میں آکر جنم لیا تھا
کملا کا حسن جس کے ماتھے سے رونما تھا
عالم کو جسکی چھب نے گرویدہ کرلیا تھا
اس حسن کے کنول پر بھنورا بنا ہوا تھا
نل کا سا یک دلاور، اے سرزمین بیدر

(۵) پھر بزم اپنی مسلم گرما چکے ہیں تجھ میں
توحید کے جواہر پھیلا چکے ہیں تجھ میں
فتح و ظفر کے جھنڈے گرا و اچکے ہیں تجھ میں
تلوار کے کرشمے دکھلا چکے ہیں تجھ میں
دیکھا ہے تو نے اکثر، اے سرزمین بیدر

(۶) شاہاں بہمنی نے مسکن بنایا تجھ کو
ہر ایک علم و فن کا معدن بنایا تجھ کو
صنعت گری کا اپنی مخزن بنایا تجھ کو
اور پھر بریدیوں نے گلشن بنایا تجھ کو
چمکا ترا مقدر، اے سرزمین بیدر

(۷) گردش نے آسمان کی سب کچھ مٹا دیا ہے
آبادیوں کو تیری ویراں بنا دیا ہے

اونچی عمارتوں کو نیچا دکھا دیا ہے
مٹی نے رنگ اپنا سب پر چڑھا دیا ہے
مسجد ہو یا کہ منزل، اے سرزمین بیدر

(۸) قصرِ فلک نشان کے تودے بنے ہوئے ہیں
نقش و نگار سارے گِل میں اَٹے ہوئے ہیں
دربارِ خاص میں اب "دُرّے" پڑے ہوئے ہیں
جھاڑی اُگی ہوئی ہے کانٹے بچھے ہوئے ہیں
رہتا ہے ہو کا منظر، اے سرزمین بیدر

(۹) ہے دفن مقبروں میں جاہ و جلالِ مسلم
کتبوں سے ہے ہویدا فضل و کمالِ مسلم
ہر سنگ و خشت پر یاں کندہ ہے حالِ مسلم
یا وہ عروجِ مسلم یا یہ زوالِ مسلم!
آتا ہے تجھ کو باور؟ اے سرزمین بیدر

(۱۰) شاہانِ بہمنی کے یہ سات مقبرے ہیں
سات آسمان گویا ٹوٹے ہوئے پڑے ہیں
اقبال و جاہ و حشمت ان میں گڑے ہوئے ہیں
جسم مرتبت سلاطیں خاموش سو رہے ہیں
عبرت کا ہے یہ منظر، اے سرزمین بیدر

(۱۱) یکسو بریدیوں کے اُجڑے ہوئے نشاں ہیں
شاہوں کی گنبدوں میں چغد و زغن کے آشیاں ہیں
گو وہ دبے پڑے ہیں مجبور و بے زباں ہیں
پر ان کی گنبدوں سے وہ دبدبے عیاں ہیں
چھاتا ہے رعب دل پر، اے سرزمین بیدر

(۱۲) وہ مدرسہ جو پہلے تھا جامعہ دکھن کا
مرجع تھا عالموں کا منبع تھا علم و فن کا
تھا یک فریس مالی جس علم کے چمن کا
خادم تھا قوم کا جو شیدا تھا جو وطن کا
محمود پاک گوہر، اے سرزمین بیدر

ق

(۱۳) اس مدرسہ کا اب یک "ڈھانچہ" کھڑا ہوا ہے
بجلی نے ایک حصّہ اس کا بھی ڈھا دیا ہے
مینار ہے جو باقی گویا یہ کہہ رہا ہے
دنیا میں ہر بشر کو ہر چیز کو فنا ہے
باقی خدائے برتر، اے سرزمین بیدر

(۱۴) ہیں دفن کیسے کیسے زرّیں کلاہ تجھ میں
خلقِ خدا کے خادم اور دیں پناہ تجھ میں
کتنے ولی ہیں تجھ میں اور بے گناہ تجھ میں
اسلام کے جواہر ہیں دفن آہ تجھ میں
رکھنا انہیں بچا کر، اے سرزمین بیدر

(۱۵) اس دورِ اصفی میں کچھ رنگ پھر جما دے
پھر تو نیا جنم دے دنیا کو پھر جگا دے
پھر علم کی ضیا دے، عالم کو جگمگا دے

گنج نہاں اگلدے مردوں کو پھر جلادے
دیانتی سے تجھ میں رشک قمر ہوں پیدا
سارا جہاں ہو شندر، اے سرزمین بیدر
محمود بے گنہ سے "کامل بشر" ہوں پیدا
(۱۶) تیری بلندیوں سے پہرا مور ہوں پیدا
انسانیت کے رہبر، اے سرزمین بیدر
پھر تیری وادیوں میں گلہائے تر ہوں پیدا

شذرات

مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ جالنہ کے نتائج امتحانات جس قدر شاندار رہے ہیں اسی شان وشوکت کے ساتھ مدرسہ کی جانب سے جلسہ تقسیم انعامات ترتیب دیا گیا۔ صدارت کے لئے اورنگ آباد سے جناب مولوی احمد حسین فاضل صاحب صدر مہتمم تعلیمات کو مدعو کیا گیا تھا۔ مصارف کا سوال طلبہ کے والدین اور معززین مقامی کی فیاضی نے حل کر دیا۔ مدرسہ کی عمارت میں کوئی بڑا ہال نہ ہونے کی وجہ سے مقامی سینما ہال مستعار لینا پڑا۔ پورا ہال طلبہ کے سرپرستوں عہدہ داران مقامی اور معززین شہر سے پر ہو گیا تھا اور حاضرین کی تعداد سات سو سے متجاوز تھی۔ طلبائے مدرسہ نے دو مختصر لیکن نہایت دلچسپ اردو اور مرہٹی ڈرامے حاضرین کے سامنے انجام دیے۔ غزل خوانی، نظم خوانی، انگریزی مکالموں اور ترانہ جات نے جلسہ کی دلچسپی میں بے حد اضافہ کر دیا تھا۔ اس شب کا جلسہ تقریباً بارہ بجے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ دوسرے روز کا پروگرام مدرسہ کے وسیع کمپونڈ میں ترتیب دیا گیا تھا دو خیمے میدان میں نصب کیے گئے تھے اور نشست کا بہت معقول انتظام کیا گیا تھا۔ تین بجے سے اسپورٹس اور ورزش جسمانی کے مختلف کرتبوں میں طلبہ کا مقابلہ ہوتا رہا۔ اسکوٹس نے بھی اپنے مشاقی اور اپنی تربیت کا نمونہ نہایت کامیابی کے ساتھ پبلک کے سامنے

پیش کیا۔ حاضرین کی میدان میں فواکہہ اور چائے سے نہایت سلیقہ کے ساتھ تواضع کی گئی۔ بعد نماز مغرب سب لوگ مدرسہ کے وسطی ہال میں جمع ہوئے جسے تصاویر پھریروں اور پھولوں وغیرہ سے سجایا گیا تھا۔ مولوی غلام طاہر صاحب مددگار مدرسہ نے "ہماری زندگی" پر ایک بلیغ مضمون پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد مولوی سالم بن سعید صاحب صدر مدرس مدرسہ نے ایک مختصر مگر جامع رپورٹ میں مدرسہ کی سال بھر کی تعلیمی اور کھیلوں کی کارگزاری پیش کی جن میں اس سال کا میٹرک کا شاندار نتیجہ اور بخاری کی جماعت کا افتتاح قابل ذکر چیزیں تھیں۔ اخیر میں صدر جلسہ نے طلبہ کو ان کی تعلیمی اور اخلاقی امتیازی حیثیت کے لحاظ سے انعامات تقسیم فرمائے اور ایک ہمدردی سے بھری ہوئی تقریر کے ذریعہ مدرسہ کی کارگزاری کی تعریف کی اور آئندہ اس سے بہتر کارگزاری کی توقع ظاہر فرمائی اور اپنی پوری امداد کا وعدہ فرمایا اور پبلک سے بھی پرزور سفارش کی کہ وہ مدرسہ کے معاملات میں دامے درمے قدمے سخنے دلچسپی لے کر مدرسہ کو ممتاز روایات کا مالک اور اس کے تعلیمی و اخلاقی نتائج کو شاندار بنائیں جناب صدر و حاضرین کے شکریہ کے بعد جلسہ برخاست کیا گیا۔

مدرسہ تحتانیہ قصبہ مورتاز تعلقہ آرمور ضلع نظام آباد میں نسبت قیام دار المطالعہ ایک جلسہ بصدارت مولوی علاء الدین احمد صاحب ایم۔ اے۔ آئی (آکسن) بیارسٹرایٹ لا مہتمم تعلیمات منعقد ہوا جس میں مولوی عبدالحمید صاحب مددگار مدرسہ نے ابتداءً اپنی قرأت خوش الحانی سے جلسہ کو مسرور و محظوظ کیا بعد ازاں طلباء مدرسہ نے ترانہ دکن خوبی سے پڑھا مسٹر درگا رنڈی صاحب نے دار المطالعہ کے فوائد پر اپنے بہتر مضمون سے روشنی ڈالی مولوی محمد عبدالکریم صاحب صدر مدرس نے قیام دار المطالعہ پر دلپذیر و عام فہم تقریر فرمائی اخیر پر صدر جلسہ نے مؤثر اور بسیط و بلیغ عرصہ تک تقریر فرماتے ہوئے انکشاف فرمایا کہ غیر ممالک مثلاً یورپ وغیرہ کے تمدنی حالات ہمارے لئے باعث

تقلید ہیں ان کی نظیر باوجود ہر وقت پیش نظر ہونے کے ہماری غفلت ناعاقبت اندیشی کے سوائے کوئی دوسرا سبب نہیں رکھتا وغیرہ غرض تمثیلاً سرکار عالی کے عام فیوض پر کافی روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں پر بغرض رفاہ عام سرکار عالی نے مدارس قائم فرمایا ہے پس ایسی صورت میں چاہیئے کہ رعایا کو اپنی ترقی کی آپ امداد کرے چنانچہ ممالک غیر میں سینکڑوں مدارس چندے سے قائم ہیں جس کا ہم کو حتی المقدور سبق لینا از بس ضروری ہے اپنے تمام ضروریات کی تکمیل کا تکیہ صرف گورنمنٹ پر کرنا محض بے سود ہے چنانچہ اس خصوص میں قوانین قدرت بھی اپنی آپ امداد کے جانب ہر گھڑی متوجہ کرتے ہیں۔ غرض مدارس انسان کو زیور انسانی سے ملبس کیا کرتے ہیں جس کی قدر ہر فرد بشر کو چاہیئے میرا صل کلام یہ ہے کہ مدرسہ بغیر دار المطالعہ کے بے جان جسم کی طرح ہے پس دار المطالعہ مدرسہ کے لئے ایک قوت بخش وجان آور شئے ہے لہذا اس کا قیام بلا اثاثہ نہیں ہو سکتا یہاں کی معزز وذی ثروت رعایا کو صدر مدرس صاحب کا ساتھ دینے کی از بس ضرورت ہے چنانچہ ہر دو کی باہمی ساتھ داری موجب فلاح وبہبودی عام ہوگی میں توقع کرتا ہوں کہ آپ حضرات اپنے استعداد کے بموجب امداد دینگے اور راجہ ملا ریڈی صاحب بحیثیت صدر دار المطالعہ ہر طرح مدرسہ کی امداد کریں گے اختتام جلسہ پر اعلیٰ حضرت بندگان عالی مدظلہم العالی وصاحبزادگان بلند اقبال وصاحبزادیان فرخندہ فال کی عمر و اقبال میں ترقی کی دعا مانگی گئی اور نادار طلبہ کو کتب قلم وکاپیاں وغیرہ تقسیم کئے گئے اس جلسہ میں موقتی و قابل قدر بات تو یہ ہوئی کہ عالی جناب مہتمم صاحب کی پُر درد و گراں قدر تقریر نے یہاں کی رعایا پر بطور واجبی اتنا گہرا اثر کیا کہ فی الفور قیام دار المطالعہ کے لئے مبلغ (للہ ۵) سکۂ چندہ جمع ہوا جس سے کتب واخبار وغیرہ منگوالئے جائیں گے۔

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرمادیں

(۴) جو مضامین ناقابل متصور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۴) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا۔

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱ ع	صہ ۸ ر	۴ ے ۸ ر
۳ سہ بار	۳ ع ۸ ر	لہ ع	۲ صہ ۸ ر
ششماہ	لہ ع	۳ ع ۸ ر	۳ ع
سالانہ	۲ ع	لہ ع	۳ ع ۸ ر

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے۔

دفتر رسالہ المعلم

سیف آباد حیدر آباد دکن

ضروری اطلاع

برائے طلبا مدارس تحتانیہ وسطانیہ و فوقانیہ

چونکہ ٹکسٹ بک کمیٹی نے نئے سال تعلیمی سے مختلف جماعتوں اور درجوں کے کتب نصاب میں اہم تغیرات فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم نے طلباء مدارس کی سہولت کے لئے ان تمام جدید کتب کا کافی اسٹاک فراہم کرلیا ہے جس میں سے اکثر مطبع ہذا کی مطبوعہ بھی ہیں یا جن کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے۔ خصوصاً انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے مرتبہ کل اردو ریڈریں پہلی سے ساتویں تک (جو شریک نصاب ہوئی ہیں) ان سب کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے جدید منظورہ نصاب کتب کی فہرست کتب خانہ ہذا نے طبع کی ہے یہ فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے امید کہ مدرس صاحبان مدارس طلباء کو خریدی کتب میں بموجب نصاب جدید ہدایات فرماکر قدیم کتب کی خریدی سے احتیاط کرنے کی مناسب تدابیر اختیار فرمائیں گے۔

سید عبدالقادر تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر
حیدرآباد دکن

سال ۲۱
ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ
ربیع الثانی ۲۰۵۲ء

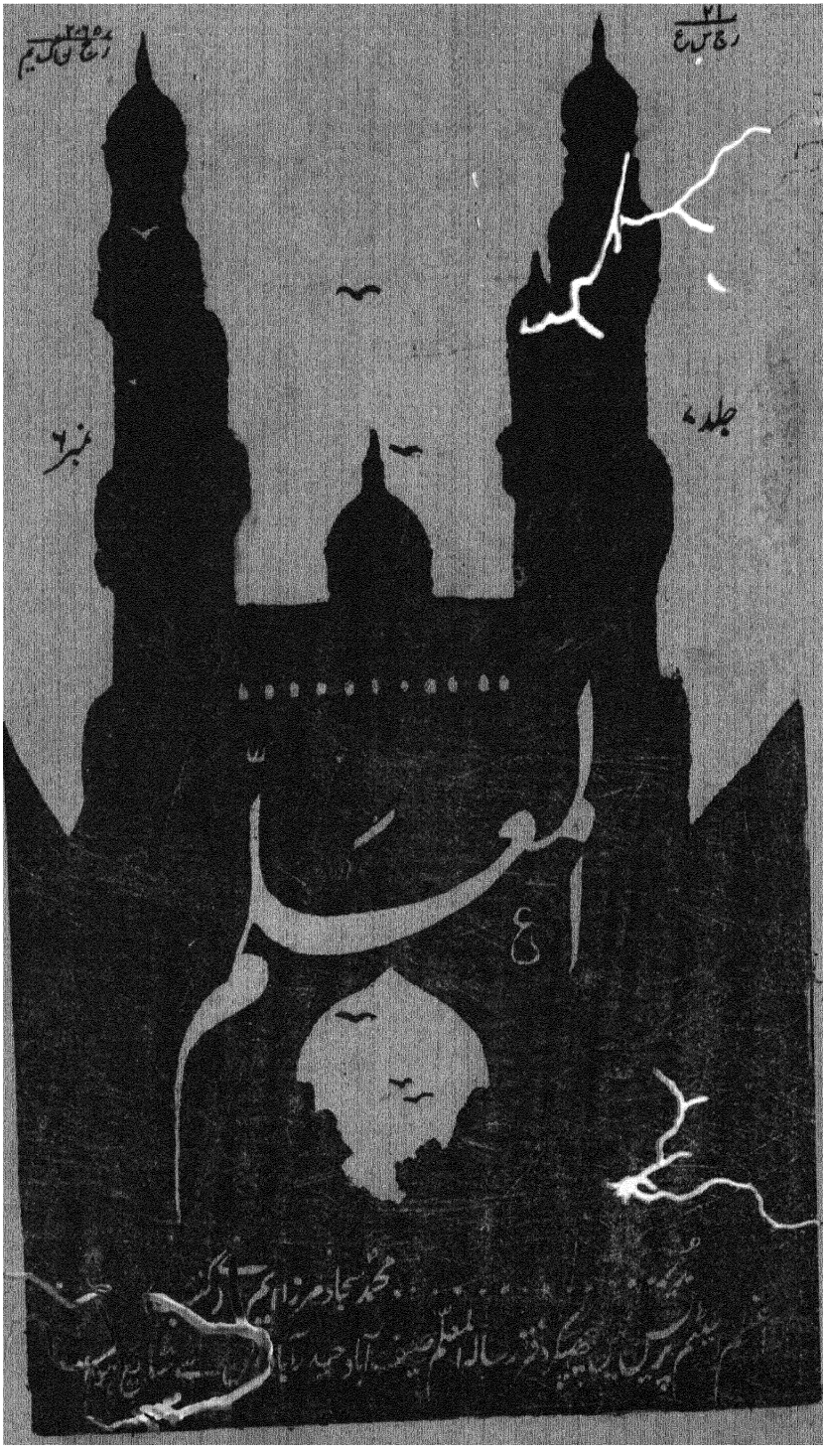

المعلم

جلد ۷
نمبر ۶

مدیر: محمد سجاد مرزا ایم آر کے

یہ رسالہ پریس پر چھپ کر دفتر رسالہ المعلم صنیف آباد حمید آباد سے شائع ہوا

مدارس کو مژدہ

مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری بی۔ اے (آکسن) انسپکٹر تعلیمات کی معرکۃ الآرا کتاب

ڈنمارک اور اس کا نظام تعلیم

نہایت دیدہ زیب صورت میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے بابت عالی جناب سر مہاراجہ صدر اعظم یمین السلطنت بہادر کی رائے ہے کہ اردو زبان میں یہ کتاب اپنی نوعیت میں دلچسپ اور مضمون کی خصوصیات میں یگانہ ہے۔

متعدد تصاویر سے مرصع ہے کوئی گھر اور مدرسہ اس سے خالی نہ ہونا چاہیئے قیمت فی جلد (صرف) روپے

ملنے کا پتہ

مہتمم رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

(۱) سپاس نامہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محکمۂ آثار قدیمہ حیدرآباد دکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۱ تا ۵)

(۲) لندن کے مدارس معذورین ۔ ۔ مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری بی۔ اے ۔ ۔ (۶ تا ۱۱)

(۳) تعلیم و شہریت ۔ ۔ ۔ ۔ مسٹر ولیم ٹرنر پرنسپل نظام کالج نائب ناظم تعلیمات سرکار عالی (۱۲ تا ۲۱)

(۴) آل انڈیا تعلیمی زنانہ کانفرنس لاہور ۔ مسز صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ۔ ۔ ۔ ۔ (۲۲ تا ۳۳)

(۵) انشا پردازی کی تدریس ۔ ۔ مولوی مرغوب الدین صاحب بی اے بی ٹی ۔ (۳۴ تا ۴۰)

(۶) شذرات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدرس عثمانیہ ٹریننگ کالج ۔ (۴۱ تا ۴۴)

جلد (۷)	بابت ماہ اردی بہشت سنہ ۱۳۴۰ف	نمبر (۶)

سپاس نامہ

بڑی خوشی کی بات ہے کہ حیدرآباد دکن میں عجائب خانہ کی افتتاح کی گئی۔ باغ عام کے ایک حصہ میں نمائش گاہ کے نام سے اعلیٰ حضرت بندگان عالی نے ایک خوبصورت عمارت تعمیر کرائی تھی۔ وہی عجائب خانہ کو مرحمت فرمادی عمارت مختصری ہے ذخیرہ بھی کم ہے مگر جو کچھ ہے اس خوبصورتی اور سلیقہ سے ترتیب دے کر سجایا گیا ہے کہ بے اختیار [illegible] سے واہ نکل جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم محکمۂ آثار قدیمہ لائق ستائش

اور قابل مبارک باد ہیں۔

افتتاح کے موقعہ پر ایک نہایت شاندار جلسہ منعقد ہوا جو علمی اور ادبی دنیا میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ عمارت کے نیچے کے حصہ میں حیدرآباد دکن کی صنعت اور دستکاری کے نمونہ سکے ہتیار۔ بیدری ظروف۔ قدیم چینی اور تمام چینی کے برتن اور پیتل کا سامان۔ سلسلہ وار نہایت خوبصورتی اور سلیقہ سے الماریوں میں رکھا ہے۔ دوسری منزل میں جیسے اور راکی تصویر کی نقلیں۔ قدیم مکتوبات اور خطاطی کے نمونے اور تصاویر موقعہ موقعہ سے نصب اور آویزاں ہیں اس حصہ میں ایک ممی (محفوظ کردہ لاش) بھی ہے جو کہ اعلیٰ حضرت بندگان عالی نے عجائب خانہ کو عطا فرمائی ہے۔ عمارت کے بیرونی حصے میں کتبے، بہرہ اور مجسمے وغیرہ خوبصورت چبوترے بنا کر نصب کردئے ہیں۔

صحن میں ایک زبردست شامیانہ عمارت سے لے کر کمپونڈ کی دیوار تک سایہ فگن تھا داخلہ کے دروازہ سے عجائب گھر کے چبوترے تک آنے جانے کے لئے راستہ چھوڑ کر دونوں جانب سیڑھیوں تک کرسیاں بچھیں تھیں۔ سیڑھیوں پر چڑھنے کے بعد چبوترہ ہے اس پر شاندار میز شاہی کرسی اس کے آزو باز و امرا۔ رؤسا اور اعلیٰ عہدہ داران کے لئے نشستیں تھیں۔ صاحب عالی شان معہ لیڈی صاحبہ و دیگر سربرآوردہ اشخاص مدعو تھے۔

حضور پرنور معہ شہزادیاں نیک خصال۔ شہزادگان فرخندہ فال اور مرشد زادگان والا تبار رونق افروز ہوکر شاہی کرسی پر متمکن ہوئے۔ سرمہاراجہ صدر اعظم بہادر اور صدر المہام بہادر نے ایڈریس کا سکٹ پیش کیا حضور پرنور کی اجازت سے۔ نواب اکبر یار جنگ بہادر نے ایڈریس پڑھا۔ اس کے بعد سرمہاراجہ صدر اعظم بہادر نے کنجی کا سکٹ پیش فرمایا۔ اور افتتاح کے لئے استدعا کی۔ حضور پرنور نے اپنے دست مبارک سے رسم افتتاح ادا فرمائی۔ اس کے بعد پہلا تصویر اور ایک قدیم گھڑیال عجائب خانہ کے لئے عطا فرماکر۔ اپنے دست مبارک سے ایک تحریر لکھی اور اس کو آویزاں کرنے کے لئے حکم دیا یہ ظاہر ہے کہ عجائب خانہ کے لئے

بعض نادر روزگار چیزیں ہزاروں روپیہ خرچ کرنے پر بھی ہم نہیں پہنچائی جاسکیں اور جو زمانہ کے انقلاب سے گھروں میں نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔

جاپان میں جب عجائب خانہ کی افتتاح ہوئی۔ تو شروع میں وہاں بھی معمولی سامان تھا۔ روپیہ بھی کم تھا لیکن یہاں وطن نے اپنے نادر ذخیرہ زمانہ کے دست و برد سے بچانے کے لئے سرکاری عجائب خانوں کے حوالہ کردئے اور ملک کے فائدہ کے لئے بہترین سے بہترین سامان فراہم ہوگیا حیدرآباد جیسے شہر میں عجائب خانہ کا ہونا بھی تعجب خیز تھا یہاں کے بے مثل ذخیرے اور صنعت و کمال عالم آشکارا ہیں۔ پھر تعلیمی جد و جہد اور تمدنی ترقی کی طرف نظر ڈالتے ہوئے ہمیں یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ یہاں کا عجائب خانہ ذرا سی توجہ سے بے نظیر ہو سکتا ہے۔

یورپ اور دوسرے ممالک میں جہاں میوزیم قدیم صنعتوں سے مالا مال ہیں وہاں کے لوگوں کی سرگرمیاں اور دلچسپیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ مدرسین و طلبا اور خاص و عام کا میلہ نہ لگا رہتا ہو۔ لڑکیوں کی ٹولیاں اور گروہ کے گروہ آتے ہیں اور ان ذخیروں کا معائنہ کرتے ہیں جن کے ہر شعبہ میں تین ماضیہ کی ایک جھلک نظر آتی ہے اور جن کے نظاروں سے عہد قدیم کا ایک دور آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

آخر میں ہم اس سپاس نامہ کو درج کرتے ہیں۔ جو مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ نے نہایت عالمانہ انداز سے لکھ کر خدمت اقدس میں گذراں نے کی عزت حاصل کی حیدرآباد جہاں آئے دن اصطلاحات وضع ہوتے رہتے ہیں۔ وہاں ہمارے خیال میں میوزیم کو عجائب خانہ کہنا قابل غور ہے۔ کاش افتتاح میوزیم کے ساتھ ایک نئی اصطلاح بھی وضع ہو جاتی

(مدیر)

سپاس نامہ۔ بشرف ملاحظہ ملازمان اعلیٰ حضرت رفیع شوکت رستم دوران ارسطوئے زمان سلطان العلوم ہز اگزالٹیڈ ہائی نس جنرل لفٹنٹ نواب میر سر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ مظفر الملک والممالک ناظم الملک نظام الدولہ سپہ سالار فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی ایس آئی جی بی ای خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

اعلیٰ حضرت واقدس۔

حضور پرنور نے نفس نفیس آج اس تقریب کو زینت دیکر سررشتۂ آثار قدیمہ کی جو عزت افزائی فرمائی ہے اس پر محکمۂ کے تمام عہدہ دار اور عمال بکمال خلوص وعقیدت اپنی احسان مندی ومنت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضور والا کے عہد میمنت مہد میں علوم وفنون کی سرپرستی اور ترقی ایک ایسا روشن کارنامہ ہے جو ملک بلکہ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ ممتاز رہے گا۔ ملک حیدرآباد کے خانوادہ شاہی اور امراء عظام کو نادر اور عجائب روزگار اشیا جمع کرنے کا شوق ہمیشہ سے رہا ہے۔ اہل مصر اور ماہران فن تسلیم کرتے ہیں کہ جو ذخیرہ قصر شاہی اور بعض ڈیوڑھیوں میں موجود ہے اس کا جواب دنیا میں نہیں لیکن فنون لطیفہ کے ان نادر خزانوں تک عامۂ خلائق کو ایسی دسترس اور سہولت حاصل نہیں ہے جس سے ان کے علم میں اضافہ ہو یا ذوق سلیم پیدا ہو سکے۔ ملک کی اس عام ضرورت کو محسوس کرنے کا سہرا ہمیشہ ذات ہمایونی کے سر رہنے کا چنانچہ ۱۳۳۱ف میں محبوبیہ دارالسلد (ٹاؤن ہال) کی عمارت جب مکمل ہوئی تو اس وقت یہ فرمان واجب الاذعان شرف صدور لایا کہ عمارت کے بعض حصص حضرت عفر امکان رح کے سامان کی نمایش کے واسطے مخصوص کر دئے جائیں۔ بعد ازاں ممالک محروسہ کی صنعت اور دستکاری کی موقتی نمایشوں سے حضور پرنور کے منشاء عالی کی مزید تائید ہوتی رہی اور خود یہ نفیس عمارت جس کے افتتاح کے لئے آج ہم جمع ہیں اور یہ مبارک تقریب اعلیٰ حضرت واقدس کے رفاہ عام کے خیال اور فنون لطیفہ کی سرپرستی پر دال ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ عجائب خانہ کی تکمیل چند دن کا کام نہیں اور نہ فقط زر و مال سے اس کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو بوسٹن اور نیویورک کے عجائب خانے جہاں روپیہ کی ریل پیل اور دولت کی فراوانی ہے متحف برطانیہ اور لوور (متحف پاریس) پر سبقت لے جاتے لیکن ایسا ہرگز نہیں عجائب خانہ کی تکمیل کے لئے عہد تہذیب اور تمدن ضروری ہیں خدا کے فضل سے اس ریاست ابد مدت کو یہ شرف نئی دنیا پر حاصل ہے اور ہمارے امراء اپنے ذخیرے عجائب خانہ حیدرآباد کو مستعار دیدیں

تو بعض شعبوں میں ہمارا مجموعہ یگانہ روزگار ہو سکتا ہے۔

علوم و فنون کی ترقی اور اشاعت، اور قدیم تہذیب اور کمال کے دوبارہ زندہ کرنے میں عجائب خانوں کو جو اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ عجائب خانہ حیدرآباد ابھی نہال نومیدہ ہے لیکن حضور پرنور کی ہمت آمیز آبیاری سے ہم کو اس کی بالیدگی اور تنومندی کی بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ کوئی دن جاتا ہے کہ یہ نونہال ہ برگ و بار پیدا کرے گا کہ اس کے ثمر سے نہ صرف اہل ملک ہی فائدہ اٹھائیں گے بلکہ ابنائے عالم خوشہ چینی کی تمنا رکھیں گے۔

آخر میں بخلوص تمام ہم درگاہ مجیب الدعوات سے ملتجی ہیں کہ وہ حضرت اقدس و اعلیٰ کا سایہ ملک اور مملکت پر ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے اور شاہزادگان والاتبار و شاہزادیاں فرخندہ فال کی عمر اور اقبال میں روز افزون ترقی ہو۔ آمین ثم آمین۔

مورخہ ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۹ھ عقیدت مندان اطاعت گزار

عہدہ داران و عملہ سررشتہ آثار قدیمہ

لنڈن کے مدارس معذورین

لنڈن کونٹی کونسل نے بموجب ایجوکیشن ایکٹ ۱۹۲۱ء شہر لنڈن کے اندھے۔ بہرے
ایسے بچوں کی تعلیم کے لئے جو جسمانی اور دماغی کمزوریوں میں مبتلا ہوں خاص انتظامات کئے ہیں۔

(۱) اندھے اور بہروں کے مدارس: ارباب سررشتہ تعلیمات کا فرض ہے کہ ہر اندھے اور بہرے بچے کی تعلیم کا انتظام ۶ سال کی عمر تک کرے اور اگر ضرورت ہو تو انہیں اقامتی مدارس میں رکھے۔

بموجب ایجوکیشن ایکٹ ۱۹۲۱ء اندھے یا بہرے بچے کی تعریف حسب ذیل ہے۔

(الف) اندھا بچہ وہ سمجھا جائے گا جس کی بصارت اس قدر کمزور ہو کہ معمولی درسی کتب نہ پڑھ سکے۔

(ب) بہرا وہ مانا جائے گا جس کی قوت سامعہ اس قدر کمزور ہو کہ معمولی مدارس تحتانیہ میں دوسرے طلبہ کے ساتھ تعلیم نہ پا سکے۔

اندھے اور بہروں کو تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ البتہ وہ بچے جو اقامتی درسگاہوں میں رکھے جاتے ہیں ان کے والدین یا اولیاء سے اخراجات خورد و نوش لئے جاتے ہیں۔

اس وقت لنڈن میں ۱۳۰۰ اندھے اور ۶۵۰ بہرے بچے زیر تعلیم ہیں جن کی عمریں ۵ سے ۱۶ سال تک کی ہیں۔ کونٹی کونسل نے ۱۳۷۲ اندھے اور ۶۹۰ بہرے بچوں کی تعلیم کے مکمل انتظامات کر رکھے ہیں۔ مدارس کی تعداد حسب ذیل ہے۔

چھ مدارس غیر اقامتی اندھوں کے
چھ مدارس غیر اقامتی بہروں کے
چھ مدارس اقامتی اندھوں کے
چھ مدارس اقامتی بہروں کے

بعض خاص حالات میں کونسل اندھے اور بہرے بچوں کو خانگی درس گاہوں میں بھی بھیج دیتی ہے جو اس کے تحت نہیں ہیں مثلاً یہودی یا رومن کیتھولک بچے انھیں کے مذہب کے مدارس میں بھیجے جاتے ہیں اسی طرح وہ بچے جنھیں ڈاکٹر نے سمندر کے کنارہ یا دیہی مقام میں رکھنے کی رائے دی ہو ایسے درسگاہوں میں بھیجے جاتے ہیں جو سمندر کے کنارے یا دیہات میں واقع ہوں۔

۵ سے ۱۳ سال کی عمر تک اندھے اور بہرے لڑکے اور لڑکیاں دن کے مدارس میں تعلیم پاتے ہیں جہاں مخلوط تعلیم جاری ہے۔ اندھوں کی جماعت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ طلبہ اور بہروں کی جماعت میں ۱۰ طلبہ رکھے جاتے ہیں۔ ایسے اندھے اور بہرے بچے جو دن کے مدارس سے دور رہتے ہوں یا جن کے خانگی حالات ایسے ہوں کہ روزانہ مدرسہ آنا جانا ان کے لئے ممکن نہ ہو تو ان کے لئے کونسل مدرسہ کے قریب بورڈنگ یا کسی فیملی میں رہنے کا انتظام کر دیتی ہے۔

اندھوں کے مدارس میں بریل کا طریقہ تعلیم جاری ہے اور بہروں کے مدارس میں زبانی تعلیم دی جاتی ہے۔

ایسے بہروں کے لئے جو قلت سماعت کے علاوہ اور کوئی نقص بھی رکھتے ہوں مثلاً اندھے یا کند ذہن بھی ہوں تو انہیں ایک اقامتی مدرسہ میں رکھا جاتا ہے جو ان کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ ان طلبہ کو اگرچہ بولنا سکھایا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ فنگر الفبے اور اشاروں اور تحریر کے ذریعہ بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

نوجوان اندھوں اور بہروں کے لئے جن کی عمر ۱۳ سے ۱۶ سال تک کی ہو علیحدہ مدارس ہیں جو تقریباً سب اقامتی ہیں۔ یہ مدارس ذکور و اناث کے لئے علیحدہ قائم کئے گئے ہیں ان میں مخلوط تعلیم نہیں ہوتی۔ وہ طلبہ جو مدارس سے قریب رہتے ہیں اوقات تعلیم میں مدرسہ آتے اور بعد گھروں کو واپس جاتے ہیں اور جن طلبہ کے گھر مدارس سے دور ہیں یا جن کے خانگی حالات اچھے نہیں انہیں دارالاقامہ میں رکھ لیا جاتا ہے۔

ان مدارس کا نصاب زیادہ تر صنعتی مضامین پر مشتمل ہوتا ہے اور تعلیم ختم کرنے کے بعد نوجوان

کسب معاش کے قابل ہو جاتے ہیں۔ حسب ذیل صنعتیں بالعموم ان مدارس میں سکھائی جاتی ہیں۔

اندھے طلبہ کے لئے ٹوکریاں بننا۔ بوریا بننا مختلف دھات کے کام۔

اندھے طالبات کے لئے ٹوکریاں بننا۔ سوزن کاری دستی اور مشین کے ذریعہ۔

بہرے طلبہ کے لئے نجاری۔ خیاطی۔ کفش دوزی۔ تعلیم نخیت و پز۔

بہرے طالبات۔ خیاطی۔ کپڑے دھونا۔

ان پورے اندھوں اور بہروں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر کیا گیا اس وقت شہر لندن میں ۹۰۰ ایسے بچے ہیں جو پورے اندھے نہیں بلکہ جن کی بصارت کمزور ہے اسی طرح ۱۵۰ آدھے بہرے ہیں۔ ان آدھے اندھوں کے لئے جو مایوپیا میں مبتلا ہیں ۲۱ مدارس قائم کئے گئے ہیں اور آدھے بہروں کے لئے ۵ مدارس ہیں۔ ان مدارس کے طلبہ اور طالبات قریب کے معمولی مدارس تحتانیہ میں بعض مضامین کی تعلیم کے لئے بھیجے جاتے ہیں تاکہ انہیں روزانہ صحیح و تندرست طلبہ سے ملنے جلنے کا موقع ملتا رہے۔

یہ طلبہ اور طالبات ۱۴ سال کے ختم پر مدارس سے خارج ہو جاتے ہیں۔

اکثر آدھے بہرے جب پڑھنا سیکھ لیتے ہیں تو انہیں معمولی مدارس تحتانیہ میں منتقل کر دیا جاتا اور باقی تعلیم ابتدائی یہ بچے ان مدارس میں ختم کر لیتے ہیں آدھے اندھوں کی جماعت بیس طلبہ پر مشتمل ہوتی ہے پچیس سے زیادہ طلبہ کسی جماعت میں رکھے نہیں جاتے۔ آدھے بہروں کی جماعت میں صرف ۱۵ بچے ہوتے ہیں۔

(۲) جسمانی اور دماغی امراض میں مبتلا طلبہ اور طالبات کے مدارس۔ لنڈن کونٹی کونسل نے ایسے بچوں کی تعلیم کے لئے بھی مدارس قائم کر دئے ہیں جو جسمانی یا دماغی امراض میں مبتلا ہوں۔ ان بچوں کی تعلیم ۶ سال کی عمر تک جاری رہتی ہے۔ اس وقت چھ ہزار دماغی امراض میں مبتلا بچے ۶۸ مدارس میں تعلیم پا رہے ہیں اور چار ہزار مختلف جسمانی امراض میں مبتلا بچے ۳۵ دن کے مدارس اور ایک خاص ہاسپٹل اسکول میں زیر تعلیم ہیں۔ ان مدارس کی ہر ایک جماعت کی تعداد طلبہ ۲۰ ہوتی ہے۔

ان مدارس میں جو دماغی امراض میں مبتلا بچوں کے لئے ہیں داخلہ کے لئے ڈاکٹر معائنہ کنندہ کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ طالب علم نہ تو پورا مجنون ہے اور نہ صرف غبی اور کند ذہن ہے۔ بموجب پارلیمنٹ ایکٹ اس امر کی تصدیق ہونی چاہیئے کہ "بچہ ایسے دماغی مرض یا سقم میں مبتلا ہے کہ وہ معمولی مدرسہ تحتانیہ کی تعلیم سے مستفید نہیں ہو سکتا لیکن اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ خاص مدارس کی تعلیم سے فائدہ اٹھائے۔"

معمولی مدارس تحتانیہ کے نصاب کو قدرے ترمیم کے ساتھ ان مدارس میں جاری کر دیا گیا ہے جس میں میانیول ورک بہت زیادہ شامل ہے اور جس پر روزانہ نصف سے زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے۔

ایک اسکیم کے بموجب جو بتدریج نشوونما پا رہی ہے دماغی امراض میں مبتلا نوجوان لڑکوں کے لئے ۴ مدارس اور نوجوان لڑکیوں کے لئے ۱ مدارس قائم کر دئے گئے ہیں۔

ان مدارس میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ دستی مشاغل (مثلاً نجاری اور آہنگری کفش دوزی خیاطی) لڑکوں کو سکھائے جاتے ہیں اور لڑکیوں کو ڈومسٹک اکانومی اور سوزن کاری کی تعلیم دی جاتی ہے کونسل کی جانب سے ایک دارالاقامہ ایسے طلبہ کے لئے قائم کیا گیا ہے جن کی دماغی کمزوریاں قدرے سقیم ہوں اس میں ۲۰ طلبہ کے لئے گنجائش ہے۔ اسی طرح ایک دارالاقامہ ۲۶ طالبات کے لئے ہے۔

قبل اس کے کہ ایسے طلبہ کو مدارس چھوڑنے کی اجازت دی جائے کامل غور کر لیا جاتا ہے کہ انھیں مزید نگرانی کی ضرورت تو نہیں۔ اگر کسی طالب علم کی مزید نگہداشت کی ضرورت پائی جاتی ہے تو ایجوکیشن کمیٹی کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور یہ کمیٹی دماغی امراض کے ہاسپٹل کمیٹی کو اطلاع دیتی ہے۔ جو حسب ذیل تدابیر اختیار کرتی ہے۔

(الف) طالب علم کو ہاسپٹل میں رکھ کر علاج کرنا۔

(ب) طالب علم پر حق ولایت حاصل کرنا۔

(ج) طالب علم کی بروئے قانون نگرانی کرنا۔

تدابیر الف اور ب کے لئے عدالت کا حکم حاصل کرنا لازمی ہے۔

ان طلبہ سے جو مدارس ترک کرنے والے ہوتے ہیں تقریباً ۳۰ فیصد کے متعلق مزید نگرانی کا تصفیہ کیا جاتا ہے اور ان میں سے اکثر ہسپتالوں کو بھیج دئے جاتے ہیں۔

ان طلبہ کے لئے بھی جو جسمانی اسقام رکھتے ہوں مدارس قائم کر دئے گئے ہیں مثلاً ایک مدرسہ چھوٹے بچوں کے لئے نارتھ کورٹ ہاسپٹل میں جاری ہے جہاں طلبہ کو تعلیم دی جاتی اور ساتھ ہی علاج بھی کیا جاتا ہے۔

ان نوجوان لڑکیوں کے لئے جو کسی نہ کسی جسمانی سقم میں مبتلا ہوں تین مدارس موجود ہیں جن میں سوائے معمولی مضامین تعلیمی کے سوزن کاری اور خیاطی بھی سکھائی جاتی ہے۔ اسی طرح نوجوان لڑکوں کے لئے تین مدارس ہیں جن میں چند صنعتی مشاغل کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ان مدارس کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ بموجب قانون جسمانی معذور بچہ وہ ہے جو بوجھ سقم جسمانی معمولی مدرسہ تحتانیہ کی تعلیم سے مستفید نہ ہو سکے لیکن خاص مدارس میں تعلیم پانے کی قابلیت اور صلاحیت رکھتا ہو۔

ان طلبہ اور طالبات کے مدارس کو آنے جانے کے لئے جو مدارس سے دور رہتے ہیں سواری کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہر مدرسہ میں ایک نرس مامور رہتی ہے تاکہ طلبہ اور طالبات کی نگرانی اور مدد کرتی رہے۔

کونسل سے قرارداد کی بنا پر بعض خانگی اقامتی مدارس قائم ہو گئے جن میں دن کے مدارس معذورین سے ایسے طلبہ بھیجے جاتے ہیں جن کے امراض اس قسم کے ہوں کہ ان کی شب و روز نگرانی اور علاج ناگزیر ہو۔ امراض دق و سل میں مبتلا بچوں کی تعلیم کے لئے متعدد مدارس قائم کئے گئے جو کھلے ہوا دار ہیں اور بازی گاہ جماعتیں قائم کئے گئے ہیں بازی گاہ جماعت سے مطلب یہ ہے کہ جب کہیں موسم اچھا ہو جماعتیں باہر کھلی ہوا میں بازی گاہ میں بٹھائی جاتی ہیں۔

وہ بچے جو مرگی کے مرض میں مبتلا ہوں ان خاص مقامات پر رکھے جاتے ہیں جو ان

کے لئے قائم کئے گئے ہیں مثلاً شیل فانٹ لنگ فیلڈ۔ ہیڈ مم آبادیات میں اس وقت تقریباً ایسے بچے ہیں آبادیات میں اور بچوں کے لئے گنجائش پیدا کرنے کی فکر جاری ہے چنانچہ جدید ۸۰ بچوں کے لئے انتظامات کونسل کے زیر غور ہیں تاکہ کوئی مرگی میں مبتلا بچہ تعلیم اور علاج سے محروم نہ رہ جائے۔

نگرانی اور نگہداشت کی کمیٹیاں | مدارس معذورین کے لئے کمیٹیاں ہوتی ہیں جو نگہداشت کمیٹیاں کہی جاتی ہیں اور ان کا فرض یہ ہے کہ طلبہ تعلیم کے بعد جب مدارس ترک کریں تو ان کی خبر گیری کریں ان کے لئے ذریعہ معاش پیدا کر دیں وغیرہ چنانچہ لنڈن میں دو ایسی کمیٹیاں قائم ہیں جن کے اراکین تقریباً سب رضا کار ہیں اور بلا کسی معاوضہ یا اجرت کے حسبتہ للہ کام کر رہے ہیں۔

کمیٹیوں کے کاروبار کے جو اخراجات ہوں وہ حکومت بطور امداد ادا کر دیتی ہے۔

اراکین کمیٹی اور مدرسین کے متفقہ جد و جہد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مدارس معذورین کے اکثر کامیاب طلبہ کہیں نہ کہیں ملازمت حاصل کر لیتے اور خود کمانے لگتے ہیں۔ یہ بات قابل بیان ہے کہ ملازمت میں ان کے فیصلہ کا مقابلہ اگر دوسرے معمولی طلبہ اور طالبات کے فیصد سے کیا جائے تو قابل تعریف پایا جاتا ہے۔

اندھوں کے قانون کے بموجب کونسل کا فرض ہے کہ ان اندھے طلبہ کے لئے جو ۱۶ سال کی عمر میں مدارس ترک کرنے کے بعد بھی مزید تعلیم اور ٹریننگ کے محتاج ہوں ضروری انتظام کرے

متفرق انتظامات | کمزور اور خون کی کمی رکھنے والے طلبہ جن کے متعلق دق یا سل کا شبہ ہو عموماً دار مدارس میں تعلیم پاتے ہیں جو دن کے اور اقامتی مدارس ہوتے ہیں۔

ان بچوں کی اصلاح کے لئے جو ہیکلاتے ہیں ایک سہ ماہانہ کورس رکھا گیا ہے جس کی خاص ٹرینڈ اساتذہ تعلیم دیتے ہیں اور اگر اس اثنا میں ہیکلانا نہ جائے تو کورس میں توسیع کر دی جاتی ہے۔

تعلیم و شہریت

مندرجۂ ذیل مضمون بزبان انگریزی حیدرآباد لٹریچر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا ترجمہ جو سید عبدالقادر صاحب مدرس مدرسہ وسطانیہ پرلی نے کیا ہے بخوشی درج کیا جاتا ہے۔

(مدیر)

ملک کے لئے اعلیٰ ترین نمونہ کے شہری پیدا کرنا تعلیم کا مقصد ہے جس کو ہم بلا قیل و قال و حجت تسلیم کرتے ہیں۔ یہ نظریہ ارسطو و افلاطون کا تھا۔ انہوں نے معاشرتی معاہدہ اور قول و قرار میں دو زبردست ذمہ داریوں کو ظاہر کیا ہے پہلی یہ کہ ملک کے فرائض شخص واحد سے متعلق اور دوسری یہ کہ فرد واحد کی ذمہ واریں ملک کے لئے۔ ہر مرد و زن پر یہ فرض ہے کہ وہ اچھا شہری بنے اور قوم کی ترقی و بہبودی میں ممکنہ حصہ لے۔ اور ملک کا یہ فرض ہے کہ ممکنہ بہترین تعلیم مہیا کرے جس کی بدولت ہر مرد یا عورت اسی انداز کا شہری بن نکلے۔ ارسطو نے خاص زور یکساں اور ہم رنگ ترقی کی ضرورت پر دیا ہے۔ نیز یہ کہ انفرادی کامل تعلیم جس میں شہری کا ہر حصہ اس قابل بنا دیا جائے کہ مکمل نشو و نما اختیار کرے اور جس میں کوئی قوت انسانی لاپروائی سے نہ چھوڑ دی جائے۔ اس نے معمولی لیکن معقول تقسیم اس نوع پر کی کہ جسم کے لئے نغمہ اور روح کے لئے کثرت۔ اس کے ذریعہ اس نے ظاہر کر دیا کہ آدمی مرکب اور ایک پر پیچ حیوان ہے۔ جو جسم و روح سے بنا ہوا ہے۔ اور یہ کہ جسمانی صحت اور فرد کا موزوں ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دماغ کے لئے تعلیم لیکن اس قول کی تشریح جو جسمانی مہذبین کے دل پسند ہے کے شوق کو نظر انداز کرتے ہیں۔ قدیم یونانی اور رومی اپنی توجہ کا مرکز اخلاق فاضلہ کی تخلیق اور مضبوط و با صحت اجسام کی حصولی کو بنائے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں کوئی دن ایسا نہ ہوگا جب کہ کوئی تعلیمی انجمن منعقد نہ کی گئی ہو اور جس میں یہ مقدس قرارداد منظور نہ کی گئی ہو کہ تعلیم کا مقصد تعمیر اخلاق ہے ہم بھی تو دیکھیں کہ یہ دل فریب اخلاق کن صفات پر مبنی ہے۔ اور ان صفات کو کس طرح بیدار کیا جاتا ہے۔

نفسیات اطفال کے ایک مستند مجاز نے یہ بیان کیا ہے کہ بوقت پیدائش بچہ سفید کاغذ کے صفحہ کے مانند ہے جس پر ایک معلم جو چاہتا ہے لکھ سکتا ہے۔ مگر بچہ کا مقابلہ نرم اور لوچدار مٹی کے لوتھڑے سے کیا گیا ہے جس کو جس شکل و صورت میں چاہیے مدرس اپنے ارادے سے بدل سکتا ہے۔ بلاشبہ موجودہ اساتذہ کی تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاغذ سفید کا سفید طویل عرصہ تک نہیں رہتا اور نہ مٹی لوچدار رہتی ہے۔ کیونکہ کچھ اچھا یا برا کاغذ کی پاک سفیدی پر ظاہر ضرور ہوگا اور مٹی کسی سخت شکل میں اچھی یا بری بدل جائے گی۔ یہ تخلیقی عمل جس کو کم سن بچوں کے اساتذہ نے تسلیم کر لیا ہے اتا۔ ابرس کی عمر میں مضبوطی سے جاگزین ہوتا ہے اور خاص کر زیادہ تر ۳ تا ۷ سال کی عمر میں اس لئے ایک شہری کی تعلیم کے اہم ترین سال وہ ہیں جو پرائمری مدرسہ میں گذرتے ہیں اور یہیں ہم متوقع ہیں کہ با اصول تربیت یافتہ اور اعلیٰ قابلیت اور معقول مشاہرہ کے مدرسین ہوں گے۔ لیکن جب ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو سخت افسوس اور صدمہ ہوتا ہے کہ حالت کچھ اور ہے۔

اب اس طریقہ کار کو بھی معلوم کر لیں جو ۴ سالہ بچہ کے ابتدائی مدرسہ جانے کے بعد عمل میں لایا جاتا ہے۔ بچہ غیر مربوط افعال اور حرکات کا مجموعہ ہے۔ ہر تحریک کو عملی جامہ بغیر درمیانی خوالے کے خیال و لحاظ کے پہنایا جاتا ہے۔ زندگی ایک خوش آیند بے روک اور غیر محدود روپکاری حرکات کا مجسمہ ہے۔ ایسی خوش آزادانہ زندگی میں قدرے انضباط۔ بچہ کو سیکھنا ہوتا ہے تاکہ اور طلبہ کے ساتھ مختصر تعلیمی ساعات میں خاموش بیٹھے۔ اپنی خود رو حرکات کو جب تک ان کے ظاہر کرنے کیلئے نہ کہا جائے روک رکھے اور اوروں کے حکم کی تعمیل کرے۔ اب ایک اچھا مدرس بچہ سے ایسے امور بچہ کی اپنی خواہش سے کرائے گا وہ خود آمد اور افراطی حرکات کی رو کو منضبط صراط پر نرمی سے موڑ دے گا کیونکہ اس کو دبایا نہیں جانا چاہیئے۔ بچہ کی خواہشات اور حرکات کو روک دینا سیدھا اور پہلا اصول ہے جس سے شخصیت کو ابھرنے سے روک دیا جاتا ہے ابتدائی تعلیم کے لئے کسی عمر کو کم نہ سمجھئے بلکہ ۴ سال کی عمر میں دانشمندانہ حوصلہ افزائی کا عنصر نیز اشارہ کنایہ کام کرا لینے کا موجب ہوں گے۔ بچہ کام میں خوشی محسوس کرے گا کبھی وہ ان کو نامرضیہ فرائض کا سا جو اسپر سزا عاید کئے گئے ہوں انجام

نہیں دے گا اسی لئے ذمہ دار اور آزاد انعلی کے ساتھ احساس کے جراثیم کو پرنفع نشوونما کے غیر محدود امکانات کے ساتھ ابتدا یا جاتا ہے۔

صفات ذیل جیسے ہمت، صبر، احساس، انصاف، صفائی، شعور (حاضر العقلی) کا کسی مرد عورت میں پایا جانا کچھ حادثات پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اُن کو زندگی کی اس ارتقائی منزل میں مدرس کی نگرانی میں پیدا کیا اور اُکسایا جاتا ہے۔ جب حال یہ ہے تو پرائمری مدرس اعلیٰ نمونہ کا شہری ہو معلم ہو یا معلمہ کامل طور پر اصول نفسیات اطفال میں ماہر ہو اور ملک کے بہترین مدرسہ کے لائق اساتذہ کے اصولوں سے واقف ہو۔ معلم یا معلمہ شہ کار ہنرمند ہے جس نے بے انتہا اہم پیشہ اختیار کیا ہے۔ اور اسی نقطۂ نظر سے انتخاب بھی ہو۔

ایک انگریزی مسلمہ پبلک اسکول کے صدر نے مان لیا ہے کہ ۱۱ سالہ لڑکے کے اخلاق شخصیت اور قابلیت پر کوئی حرف رکھا جائے تو ۲۰ سال کی عمر میں وہ اچھی حالت میں پایا جائے گا یہ بات مسلمہ صداقت کو دور ہی دور تک لیجا رہی ہے۔ اگرچہ کہ اہم ارتقائی منزل ۱۰ سال کی عمر سے قبل ہے تاہم وسعت اور ترقی کے متعدد امکانات ہائی سکول میں ممکن ہیں۔ اب ہم انگریزی ثانوی مدارس کے شعبہ جات (برانچہائے) تعلیمی پر جہاں تک اچھے مرد اور اناث کا تعلق ہے غور کرتے ہیں نہ کہ امتحانات میں اچھی طرح کامیاب ہونے والوں کی فہرست پر۔

اولاً جو طریقہ ہائے تعلیم ہائی اسکول کے فرسٹ فارم میں مروج ہیں وہ ایک خاص مقصد کو لئے ہوئے ہیں۔ وہ یہ ہے بچوں کو خود کام کرنے کے لئے ابھارا جائے۔ وہ خود غور کریں اور اشیاء کی اہمیت کو سمجھیں اور مدرس سے استدعا کی جائے کہ ضرورت کے وقت ہی انہیں مدد دے۔ استخراجی طریقہ تعلیم ہی اس طبقہ میں ناگزیر ہے۔ مدرس کبھی واقعہ یا حقیقت کو اگر اس کا پوشیدہ رکھنا اس کے امکان میں ہو بیان نہ کرے۔ بچوں کے دل میں ایسا خیال جاگزین کرانا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ اس حقیقت کی دریافت اور واقعہ کی تکمیل کریں۔ بچہ جو علم خود حاصل کرتا ہے وہ دماغی تزئین کا محفوظ عمل گیر اور دیرپا حصہ ہے۔ برخلاف استاد کے بتائے ہوئے اور رٹائے ہوئے واقعات نسیاً منسیاً ہو کر

چاہ فقداں میں جا گرتے ہیں۔

اس جگہ معمولی طور پر قدیم اور استخراجی طریقہ کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

طریقۂ استقرائی:۔

مدرس اپنے نوٹ بک میں اس کو لکھو صفت ایسا کلمہ ہے جو اسم کی تعریف کرتا ہے۔ صفت اسم کے متعلق مزید معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ کیا کوئی ایک مثال دے سکتا ہے؟۔

جماعت خاموش رہتی ہے۔

مدرس اچھا لفظ گھوڑے ہی کو لو اگر میں گھوڑا کہوں تو تم ایک چار پاؤں والا جانور خیال کرو گے اگر میں سفید گھوڑا کہوں تو تمہیں اس کے متعلق کچھ زیادہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے لفظ سفید ہی صفت ہے۔

طریقۂ استخراجی:۔

مدرس گھوڑے کو بورڈ پر لکھتا ہے۔

مدرس۔ اس لفظ کے کیا معنی ہیں؟۔

پہلا لڑکا۔ جناب یہ ایک جانور ہے۔

مدرس کس قسم کا جانور؟

پہلا لڑکا۔ جناب یہ ایک ایسا جانور ہے جو گاڑی میں کھینچتا ہے اور شرطوں میں دوڑتا ہے۔

مدرس۔ کیا ہر گھوڑا گاڑی کھینچ سکتا ہے۔

پہلا لڑکا نہیں جناب۔

مدرس۔ کیا ہر گھوڑا شرطوں میں دوڑتا ہے؟

پہلا لڑکا۔ جی نہیں۔

مدرس تب تو گھوڑے کی مختلف اقسام ہوئیں۔ مدرس بورڈ پر شرطی گھوڑا۔ گاڑی کا گھوڑا لکھتا ہے۔ اب پہلی قسم کے گھوڑے کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟۔

دوسرا لڑکا۔ جناب وہ شرطوں میں دوڑتا ہے۔

مدرس۔ اور دوسری کے متعلق کیا جانتے ہو؟۔

تیسرا لڑکا۔ جی وہ ایسی قسم ہے جو گاڑی میں کھینچتی ہے۔

مدرس۔ ان دونوں کے متعلق تم سب کچھ کہتے ہو، اور پہلے گھوڑے کے متعلق جس کو بورڈ پر لکھا تم کچھ نہیں کہہ رہے ہو۔ فرق کس بات کا پیدا ہو رہا ہے؟۔

چوتھا لڑکا۔ جناب لفظ گاڑی اور شرط فرق پیدا کر رہے ہیں۔

مدرس۔ اچھا تو لفظ گاڑی اور شرط صفت ہیں۔ اب اپنی پنسلیں لو اور لکھو کہ صفت کیا ہے؟۔

اب طرح طرح کی کوششوں کا اجرا ہوگا۔ بچوں کی تعریفات میں اختلاف علی العموم سب بچے مان لیں گے کہ صفت ایسا لفظ ہے جو دوسرے لفظ کی تشریح کرتا ہے۔ یا اس شئے کی جس سے وہ متعلق ہے تا حال نامعلوم صفت ظاہر کرتا ہے۔ تعریفات کمزور پر تصور ادھوری اور نامکمل ہوں گی لیکن اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ اخذ کئے ہیں اس جگہ استخراجی طریقۂ کار کی مشق لی گئی اور قواعد کا یہ بنیادی اصول بچہ کے علم کا دیرپا عنصر ہے۔ ڈالٹن پلان:۔

اس بنیادی تعلیمی اصول پر غور و خوض سے ڈالٹن پلان کی تشکیل عمل میں آئی مقصد جس کو ممکنہ آسان طور پر بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ بچے سبھی کام خود کرتے ہیں مدرس جماعت کی نگرانی کرتا ہے۔ مخصوص وقت کے اندر تکمیل پا جانے کے لئے کام مقرر کرتا ہے تب وہ اس لئے ٹھیرا رہتا ہے کہ اجرائی کار کا غور سے مشاہدہ کرے اور مشکل کے وقت مدد کرے یا بچوں کی کامیابی پر ان کے دلوں کو گرمائے۔

کنگسٹن اون تھیمس کا مشہور مدرسہ لفٹن بالکل اسی اصول پر چلایا جا رہا ہے وہاں کے خود ساختہ کمروں پر ایک سرسری نظر نہایت سبق آموز ہے۔ طلبہ کام کر رہے ہیں ہر طالب علم اپنی جدی میز پر ہے ہر طالب علم اپنا تعین کردہ کام حاضر بقلبی اور سنجیدگی کے ساتھ کرتا دکھائی دے گا۔ اگر

ایک طالب علم دوسرے سے مدد لینی چاہے تو وہ ایسا فطری طور پر اور بلا تصنع کرتا ہے۔ اگر وہ چلا جانا چاہے تو بغیر اجازت چلا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر طالب علم سختی سے اپنی عزت کا آپ پابند ہے۔ اور کوئی بھی ایسا نہ ملے گا کہ جو حقوق اُن کو دیے گئے ہیں اُن پر زبان کھولے۔ اگر مدرس چند منٹ تک یا کامل تعلیمی ساعت جماعت سے جدا ہونے کی ضرورت محسوس کرے تو کام معمولاً ہوتا رہے گا۔ شرارت یا وقت گزاری نہ ہوگی۔ امتحان کے نتائج ایسے اچھے رہے جیسے کہ ایک مقررہ اصول کے مدرسہ کے بچوں کے اصول کی پابندی اور لیاقت اثر آفرین ہے۔ طریقہ ڈالٹن کے عام طور پر قبول کرنے کی سفارش کئے بغیر جو ابھی کئی لحاظ سے ابتدائی یا تجرباتی منزل میں ہے بہت سے علمی مشاغل اور شعبہ جات تعلیمی مدرسہ ہی میں ایسے ہیں جن سے تعمیر اخلاق کے شاندار نتائج ظہور پذیر ہیں اگرچہ کہ ان نتائج کو تحریری نتائج کا سا تخمینا یہ نہ جا سکے ان میں سب سے اول طریقہ مکانی کا نمبر ہے۔ یہ ابتداءً انگلینڈ کے رہائشی پبلک اسکول کا کامیاب نتیجہ ہے۔ ہر ایک طالب علم کو ایک ایک خاص مدرس کی زیر نگرانی اعلیٰ مکانات اور عمارتوں میں ٹھیرایا گیا وہ مل جل کر رہتے کہاتے سوتے اور ذمہ دار مدرس مکانات کے نام کو سمتھ کے مکان یا جونس کے مکان کے نام سے موسوم کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکوں نے اپنے آپ کو مدرسہ کی ایک علٰحدہ چھوٹی برادری سمجھا۔ اور ہر طالب علم کو یہ ہدایت دی گئی کہ یہ اس کا فرض ہے کہ اپنے مکان کی عزت مطالعہ کھیل اور کردار میں برقرار رکھے۔ یہی جذبہ ذمہ داری کے احساس کو پیدا کرتا ہے نیز یہ جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب برادری کے اغراض معرض خطر میں ہیں تو اپنا وجود مابعد ہے۔ اور شہریت کا کون اس سے نازک تر سبق دل نشین کرایا جا سکتا ہے؟۔ انگلینڈ کے ہر ثانوی مدرسہ میں عام اس سے کہ رہائشی ہو یا نہ ہو طریقہ مکانی کو فروغ دیا جا رہا ہے یہ چیز مدرسہ کے ہر طالب علم کی زندگی میں اتفاق و یگانگت بے غرضی اور مل جل کر زندگی بسر کرنے کے جذبہ میں اضافہ کرتی ہے۔

جو کھیل ایک (Boarding Day Schools) میں ہوا کرتے ہیں اس سے چہار گونہ طلبہ اس کی وجہ سے مدرسہ کی شرطوں اور کھیلوں میں شریک ہوتے ہیں اور تندرستی مساوات

اور خوشی میں اضافہ ہوتا ہے جو لازماً کسی تعلیمی گرد کے بوجھ کو دور رکھتے ہیں تعلیم میں کثیر کتابیت کے خطرات پر غور کرتے ہوئے جب کسی مشہور فوجی سپاہی نے کوشش کی کہ بیرون خانہ عملی تعلیم کے طریقہ کی اشاعت کرے جو تعلیمی مطالعوں میں محدود معاون ثابت ہوا اور ہر طالب علم کو انفرادی شخصیت کی ترقی کو روبراہ کرنے کے لئے آمادۂ عمل کرے اسی کا نتیجہ بائے اسکاوٹ کی تحریک ہے۔ جس نے سر رابرٹ بیڈن پاول کے نام کو لافانی بنا دیا ہے اس کا اتنا ہی مختصر ذکر کافی ہے ورنہ ہماری پُرجوشی کے لئے بڑے بڑے حجم بھی کافی نہ ہوں اسکاوٹ کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ لڑکا اپنی ذات پر اعتماد کرے باہمت اور خلیق بغیر تصنعانہ شرمیت اور بلا جذبۂ ادنائیت کے ہو۔ اس کو سکھایا جائے کہ صرف خدا سے ڈرے اپنے بزرگوں کی تعظیم کرے زندگی کو ایسا سمجھے کہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کا زبردست موقع ہے۔ اور ایسی زندگی بسر کرے جس سے دنیا ایک بہتر مقام بن جائے اور اس کے وجود سے چمک اُٹھے۔ مہذب دنیا میں یہ تحریک پھیل چکی ہے۔ ذات پات بعد ممالک مذاہب مختلفہ کے قیود ختم، وراثت کی لطیف اور روح افزا نسیم جہاں جہاں اسکاوٹ کا پھریرا لہرا رہا ہے عطر بیز ہے۔ اس موقع پر یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ ہائی اسکول بغیر اپنے اسکاوٹ ٹروپ کے نامکمل درس گاہ ہے اور دنیا کے دوسرے متروک الاستعمال چیزوں کی طرح اس کا نام بھی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔ پہلے ہی سے ہماری ریاست میں اسکاوٹ کی عام نشانی ہے جس کی ضرورت کو اب بہت کم لوگ دریافت کریں گے۔ اور رضاکاروں کی ایک جماعت آئندہ نسل کو رشتہ اخوت میں منسلک کرنے میں منہمک ہے۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ ایک اچھا اسکاوٹ بُرا شہری قطعاً نہیں ہو سکتا۔ جہاں اسکاوٹ کی تحریک زوروں پر ہو فرقہ واری فسادات اور بالشویزم کی قوتیں اور دیگر ازمس (ممنوعہ) جو مضطرب دنیا کو بدحواس کر رہے ہیں کہر کی مانند آفتاب کے سامنے سے روپوش ہو رہے ہیں۔ ناقابل شہری اور وہ شہری جو ریاست بنا رہا ہے یا سیاسی مجلس کے مقرر پر چلا رہا ہے سب ہی شہری میں جنہیں اسکاوٹ کی چمک دار کیمپ فائر کے گرد اسکاوٹ کے قاعدے بیان کرنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا۔

مدرسہ کی اور دیگر تحریکات ہیں جو بچوں کے ابتدائی کار کی زیادتی اور ذمہ داری کے جذبہ کو ابھاریں انگلینڈ کے بہت سے ثانوی مدارس نے یہ ذمہ داری بھی اپنے سر لی ہے کہ کسی مریض کی چارپائی کو قریب کے دواخانہ میں پہنچادیں۔ مدرسہ ہارو کا ونٹی کے طلبہ دواخانہ میں مریض کی مستقلاً امداد کے ذمہ دار ہیں۔ مقررکردہ کیپٹن اور نگران ہفتہ وار رقم جماعت میں فراہم کر لیتے ہیں اور مجلس کا کوئی رکن کبھی بھی مخل نہیں ہوتا لڑکے کبھی نہیں رکتے۔ رقم میں ہمیشہ اضافہ ہوتا ہے مریض کا کمرہ پھولوں سے سجایا جاتا ہے اور اس کو رسالہ جات اخبار دل بہلائی کے لئے دئے جاتے ہیں ہر طرح مریض کا دل خوش کرنے کی تدبیر کی جاتی ہے۔ اسی مدرسہ میں ایک معقول سینگس کلب ہے جس کے ذریعہ ہر طالب علم کو ترغیب دلائی جاتی ہے کہ وہ معمولی رقم ہفتہ پر الگ کرلے جب یہ جمع ہوجاتی ہے تو ایک فوجی سیونگس سرٹیفکٹ خریدا جاتا ہے بینکنگ اکونٹ ان کے لئے کھولا جاتا ہے اور طالب علم مدرسہ کو چھوڑنے کے وقت تک پیسہ کی قدر اور چھوٹی چھوٹی کوششوں کی سودمندی کا معترف ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں مفید جذبہ متحدی کو بیدار کیا جاتا ہے اور ذاتیت (خودی) روبہ فرار ہوتی ہے۔ یہ جذبہ جتنی مختلف اشکال اختیار کرتا ہے ان کی کوئی حد ہی نہیں۔ مدرسہ عالیہ کے طلبہ نے بھی اس کا تقلیدی جواب دیا ہے۔ اور ایک ماہانہ چندہ کی معمولی رقم جو فی کس ۲ر سے بھی کم ہے سے نظام کالج کے ایک غیر مستطیع اور ضرورت مند طالب علم کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔

حقیقی شہریت کی تعلیم کس طرح دی جاتی ہے اس کی چند راہیں میں نے بتادی ہیں اور ان سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ مدرس کے ذاتی مذاق شوق اور دلچسپی کے مطابق اس کو ترقی دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ کچھ بھی ہو بچہ کی ترقی کی جانچ کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ وہ یہ معلوم کریں کہ بچہ اپنے فرصت کے اوقات کو کس طرح گزارتا ہے اگر مدرس فرصت بخش پیشہ کو انجام دیتا ہو جو اس کے لئے تخفیف کار اور دلچسپی کے سامان مہیا کرے اگر اس کو وہ ممکنہ زیادہ طلبہ کے ساتھ باہر جاکر منائے تو اس کی خوشی المضاعف ہوگی اس لحاظ سے انگریزی مدرسہ کی ہفتہ کی دوپہر کو مدرسہ کے سب ہی

طلبہ کسی مدرس کی نگرانی میں باہر نکل جاتے ہیں۔ وہ شرطوں کی بازی گاہ یا اسکاؤٹ ٹروپ کے ساتھ باہر جاسکتا ہے۔ طلبہ ماہر علم فطرت مدرس کی نگرانی میں پودے کی زندگی یا نشوونما کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ یا طبیعات کے مدرس کے زیر نظر کسی تعمیر یا مشنری کو دیکھ سکتے ہیں۔ یا کسی قدیم رزمگاہ کا مدرس تاریخ کی معیت میں جاسکتے ہیں۔ کوئی مخصوص کام کیوں نہ ہو تمامی اساتذہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایک اچھا مدرس ایسی ہی تحریکات سے بچوں کے دل میں گھر کر لیتا ہے۔ اس سے بہائی چارہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور (Come Leadership) بھی جو جماعت کی چہار دیواری میں قطعاً ممکن نہیں اور اپنے بچوں کو عقل مند مدرس ایسے کاموں میں صحیح طور پر کہہ سکتا ہے جماعت کے کمرے کے کام میں متوسط لڑکا بالکل ہی نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔

وہ اپنے شکوک۔ خوف تمناؤں اور امیدوں کو غیر ہمدرد مدرس سے چھپائے رکھنے میں عام سیپ سے زیادہ بند زبان ہے۔ عکس امتحان دور سے بڑا نظر آتا ہے اور مابین مدرس و طالب علم ہے اس لئے دونوں کے دونوں آئینہ کے ذریعہ رو در رو دیکھنے کے بجائے غلط دیکھتے ہیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ کمرۂ جماعت کو چھوڑ کر شرط گاہ اور اسکاؤٹ ٹروپ کی آزاد ہوا خوری مصنوعی روک کو اٹھا دے جب وہ جماعت میں واپس آتے ہیں تو اس روک کا وجود بھی نہیں ہوتا۔

اب عملی سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ ہمارے مدارس اور کالجس میں اس قسم کی تعلیم کی اشاعت کس طرح ممکن ہے؟ جواب سیدھا اور آسان ہے اس کو صرف مدرس کرسکتا ہے۔ ایک قابل صدر مدرس خوبی کے ساتھ مثال قائم کرسکتا ہے مہتمان تحریک اور تحریص کرسکتے ہیں لیکن کام کا بوجھ مددگار مدرس کی جماعت پر ہوگا یہ اکثر سخت کام کرتے اور قلیل المعاوضہ ہوتے ہیں اور ہماری تعلیمات کا دارومدار انہی پر ہوتا ہے جو نوجوان پیشہ معلمی کو زندگی کی آسان راہ جس میں مختصر ساعات تعلیمی اور کثیر تعطیلات کا ہونا سمجھتا ہے اس سے میں کہونگا کہ تشریف لے جائے آپ کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ایک اچھا مدرس فاضل مدبر پادری اور راہ نما ہوتا ہے۔ اس میں یہ قابلیت ہو کہ ریاست جس کے

آئندہ شہریوں کو تعلیم دینا اس کا فرض ہے کی بہبودی میں سخت اطاعت گزاری سے کام لے۔
اس کو جان لینا چاہیئے کہ لاطینی میں تعلیم سے مراد اخذ کرنا ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ مدرس کا کام ہے کہ کردار کے ہر رشتہ کو ابھارے۔ نیز شخصیت کو جو ہر طالب علم میں موجود ہے اکسائے اور فروغ دے اور یہ پورے وقت کا کام ہے۔ جس میں صرف ایثار پسند مدرس جس کا نصب العین اعلیٰ ہو کامیاب ہو سکتا ہے۔ مسٹر پیٹن میانچسٹر گرامر اسکول کے سابق صدر کا عقیدہ ہے کہ بچے کی تین چوتھائی تعلیم بیرون کمرہ جماعت ہوتی ہے۔ جب کسی نئے مدرس کو مامور کرتے تو فرماتے کہ یہ مدرسہ تمہارے جسم و روح کا استحقاق کرتا ہے پیشہ میں مستقل طور پر داخل ہونے والے کو تب اچھی طرح سمجھایا جائے گا تاکہ وہ خوب غور و خوض کرلے کہ آیا اس کام کے کرنے کی اس میں صلاحیت اور لیاقت بھی ہے۔ اگر اس میں ہے تو اس کو قدیم مرید مسیح کے کھڑاؤں کی طرح چلے چلنے دیجئے تاکہ وہ تاریک قصبات اور جاہل شہر میں تہذیب نفس اور روشنی کا پجاری بنے۔ نقد معاوضہ ممکن ہے کہ تھوڑا ہو لیکن جہاں تک دانشمندانہ طور پر وہ بوتا ہے دیکھتا ہے کہ ایک قیمتی پیداوار نشو و نما پا رہی ہے جو کسی اور اس دنیا میں کام کرنے والے کے نصیب میں نہیں۔ اور ایسا صلہ ملے گا جو لعل و یاقوت سے زیادہ قیمتی ہے۔

آل انڈیا تعلیمی زنانہ کانفرنس

(لاہور)

حیدرآباد سے لاہور جانے کے لئے دس ڈیلیگیٹ منتخب ہوئے تھے۔ جن میں پانچ مسلمان دو عیسائی اور دو ہندو ایک پارسی۔ افسوس کہ عین جانے کے چند روز قبل مسلمان خواتین نے عذر پیش کر دیا ان کی جگہ پر دو ہندو خواتین شریک ہوگئیں جملہ سات ڈیلیگیٹ اور دو وزیٹر ۹ جنوری کو حیدرآباد سے روانہ ہوئے میرے ہمراہ میری بہانجی ممتاز جہاں بنت سید محمد تقی صاحب بھی وزیٹر تھیں۔ بیرسٹر صاحب مجھے لاہور جانے سے روک رہے تھے کہ سردی زیادہ ہے لیکن میں نے وعدہ کر لیا تھا۔ ۱۱ جنوری کو دہلی پہنچے میں نے محل سربلند جنگ اور محل رضا اللہ صاحب کو لکھدیا تھا اس لئے محل سربلند جنگ خود اسٹیشن پر موجود تھیں اور رضا اللہ صاحب کی موٹر اور ان کا لڑکا اسٹیشن پر موجود تھے۔ میں محل سربلند جنگ کے ہمراہ گئی کھانے کے بعد ہم اور وہ ملکر وہ مقامات دیکھنے گئے جو زمین کے نیچے سے درگاہ اور مسجد اور مکانات کے حصہ نکل آئے ہیں یہ بہت بڑا میدان ہے اسکول بنانے کے لئے زمین کھودی گئی تو زمین کے نیچے سے عمارت نکل آئی ہے یہ دیکھ کر محل رضا اللہ صاحب کے ہاں گئی وہ مجھے لیڈیز کلب دکھانے لے گئیں وہاں سے آکر کھانے کے بعد ہم اسٹیشن پر آئے سب ڈیلیگیٹ وہاں موجود تھے ۹ بجے کی ریل سے ہم لاہور روانہ ہوئے بارہ گھنٹے دہلی میں ٹھیرنا ہوا۔

۱۲ جنوری ۳۱ء صبح کے ۹ بجے ہم لاہور پہنچے سر عبدالقادر صاحب کے فرزند موٹر لئے کھڑے تھے میں اور ممتاز جہاں اور ہماری آپا موٹر میں سوار ہو کر لیڈی عبدالقادر صاحب کے ہاں آئے باقی ڈیلیگیٹوں کے لئے ایک مکان لال کوٹھی لیا گیا تھا وہاں ٹھیرائے گئے ۱۲ جنوری شام کے پانچ بجے کانفرنس کا افتتاح ہوا اس جلسہ میں مرد بھی شریک تھے پردہ دار خواتین کے لئے پردہ کا انتظام تھا بعد افتتاح سکرٹری کانفرنس نے رپورٹ پڑھ کر سنائی لیڈی عبدالقادر صاحبہ

یہ کمیٹی کی صدر تھیں، اپنا خطبہ پس پردہ پڑھ کر سنایا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ مجمع ایسے زمانہ میں ہو رہا ہے جو کئی پہلوؤں سے تاریخ ہند میں بہت اہمیت رکھتا ہے بلکہ تاریخ عالم میں بھی اسے اہمیت حاصل ہے۔ "یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ساری دنیا ایک کھٹیا میں پڑی ہے اور ایک نئے سانچے میں ڈھالی جا رہی ہے جنگ عظیم نے دنیا کو بے ترتیبی میں ڈال دیا تھا اب رفتہ رفتہ اس کی حالت درست ہو رہی ہے جو تغیر و تبدل واقع ہوئے اور ہو رہے ہیں اس میں عورتوں کی حالت کی تبدیلی بھی ہے جن حقوق کی جن باتوں کی وہ مستحق تھیں صدیوں سے ان کو محروم رکھا گیا تھا اب بتدریج ان کی حق رسی ہو رہی ہے اور انہوں نے اقوام کی قسموں پر اثر ڈالنا شروع کیا ہے یہ کانفرنس ہندوستان کی عورتوں کی طرف سے ان کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے ہندوستانی عورتیں جن کی خداداد قابلیت و ذہانت مدتہائے دراز سے محو خواب تھی دفعتاً بیدار ہو گئی اور انہوں نے یک بست میں تعلیمی تمدنی اور سیاسی تحریکوں کی صف اول میں جگہ پائی۔ آگے چل کر انہوں نے پردہ کے مسئلہ پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی اور مرحومہ بیگم صاحبہ بھوپال کے خیالات کا حوالہ دیا جو دہلی کانفرنس میں بیگم صاحبہ بھوپال نے اپنی رائے ظاہر کی تھی وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے بعض طبقوں میں جو پردہ مروج ہے اس پردہ سے جس کی اسلام نے ہدایت کی ہے بہت زیادہ ہے اور کسی اسلامی ملک میں ایسے سخت پردہ کی مثال موجود نہیں اس لئے اس میں حسب ضرورت ترمیم درکار ہے"۔ لیڈی عبدالقادر صاحبہ نے کہا میں بیگم صاحبہ بھوپال کے ہم خیال ہوں اس کانفرنس میں پردہ کے خلاف تجویز پیش ہوئی ہے اس بنا پر کہ تعلیم کی اشاعت میں رکاوٹ ہوتی ہے اور صحت خراب ہوتی ہے گو میں خود بچپن سے اب تک پردہ میں ہوں تاہم یہ ضرور کہوں گی کہ مندرجہ بالا اعتراضات اصلیت رکھتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ جو عورتیں تعلیم یافتہ ترقی یافتہ ہیں اپنی کم تعلیم یافتہ بہنوں کی طرف ہمدردی کریں اور دست امداد بڑھائیں اور رفتہ رفتہ انہیں اس قابل بنائیں کہ وہ شہریت کے سب فرائض بخوبی انجام دے سکیں بہت بڑا خطبہ صدارت تھا میں نے چند جملے لکھے ہیں اس کے بعد چند

خواتین نے تقریریں کیں۔ ڈاکٹر متولکشمی ردی سابق ڈیوٹی پریسیڈنٹ ررراس کونسل نے صدارتی خطبہ پڑھا جس میں زمانہ قدیم کی عورتوں کے کارناموں کا ذکر کیا وریہ بھی کہا کہ عورتوں مردوں کے پیچھے کسی شعبۂ زندگی میں کبھی نہ رہنا چاہیئے بیگم صاحبہ بہوبال۔ کے کارناموں کا ذکر کرتے وقت حاضرین سے کہا کہ ایک لمحہ کے لئے کھڑے ہوجائیں سب کھڑے ہوگئے پھر لاہور کی تاریخی اہمیت کا ذکر کیا اور کہا کہ عورتوں کی تعلیم نے کوئی نمایا حصّہ نہیں لیا ہے اس لئے ڈیلیگیٹیوں سے التجا کی کہ اپنے اپنے صوبہ کی گورنمنٹ سے درخواست کرکے زیادہ روپیہ عورتوں کی تعلیم کے لئے بجٹ میں رکھوائیں اور اس سے کام لیں۔ اس بیان کی تائید میں کہ عورتوں کی تعلیم نے نمایاں حصہ نہیں لیا ہے اعداد وشمار سے ہر صوبہ کی نسوانی تعلیمی حالت بتائی۔

صدر کانفرنس نے پردہ کے بارے میں یہ کہا پردہ کی وجہ سے لڑکیوں کی تعلیم میں گورنمنٹ کو بہت روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے سواری کا انتظام اور مکانات کے دیواریں بڑی بڑی ہونا پڑتا ہے سواری کا انتظام ہر ایک اسکول میں عام طور سے نہیں ہوسکتا اس لئے پردہ دار لڑکیوں کی تعلیم مکمل نہیں ہوسکتی۔ کمسنی کی شادی کی وجہ سے لڑکیوں کی تعلیم ٹھیک نہیں ہوتی شادی کے بعد تعلیم رک جاتی ہے پرائمری اسکولوں کے نصاب میں انگریزی زبان شامل نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ابتدائی تعلیم دیسی زبان میں ہو۔ جو لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہیں ان کے لئے مڈل اسکول میں انگریزی شامل کیجائے۔ مذہب کو روحانی اور مذہبی تعلیم کی بنیاد قائم کرنا اور قرار دینا چاہیئے مذہب ہماری انسانیت کو مکمل کرتا ہے انسان کو خدا سے ملانے کا واحد ذریعہ ہے یہ بھی کہا کہ ڈاکٹر ٹیگور کا خیال صحیح ہے کہ مرکز ثقل ہماری زندگی کا مذہب ہے اگر انسان الوہیت کے عنصر اکبر کو تقویت دینا چاہتا ہے اور حیوانات کی پست زندگی سے ایک اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ صداقت کی تلاش کرے صداقت کی تلاش خدائے قدوس کی تلاش ہے۔ علاوہ ازیں انسان کے دل میں بنی نوع کی خدمت کرنے کا خیال خدا کی خوشنودی حاصل کرنے سے پیدا ہوتا ہے یہی آرزو عمل خیر کی طرف مائل کرتی ہے اس لئے روحانی پیشواؤں کے

نج حیات کو نصاب تعلیم میں لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کرنا چاہیئے اس میں توہمات اور رسم و رواج کا ذکر نہیں ہونا چاہیئے جس کی وجہ سے مختلف مذاہب کے بیرون میں تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ زنانہ اور مردانہ مدارس میں طبی معائنہ اور علاج کا کوئی انتظام نہیں ہے اس لئے اس کا انتظام ہونا چاہیئے تاکہ لڑکے اور لڑکیوں کی صحت درست رہے۔" بہت بڑا خطبہ تھا میں نے تھوڑا سا نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ملک فیروز خاتون وزیر تعلیم نے تقریر کی انہوں نے کہا پنجاب میں تعلیم نسوان سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے گورنمنٹ امداد دینے کے لئے تیار ہے۔"

ان کے بعد مسز کزنز صاحبہ نے تقریر کی سب کا شکریہ ادا کیا جلسہ برخواست ہوا۔ آج کے جلسہ میں مرد بھی شریک تھے اس کے بعد کے جلسوں میں صرف عورتیں شریک تھیں مرد نہیں تھے وہاں سے میں سر محمد شفیع صاحب کی دختر نیک اختر شیرا حمد صاحب زیدی ہمایوں کے ہاں ڈنر میں گئی انہوں نے چوبیس معزز خواتین کو بلایا تھا۔

۱۳ جنوری۔ ۹ بجے سے بارہ بجے تک کانفرنس کا جلسہ رہا ہر ایک شہر میں جو کانفرنس کی شاخ قایم ہے اس کے سکرٹریوں نے اپنے اپنے شہر کی رپورٹ سنائی۔ دو بجے سے پھر جلسہ شروع ہوا پہلے یہ رزولیوشن پیش ہوا "اس کانفرنس کو یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ بمبئی یونیورسٹی کی اکاڈمک کونسل میٹریکولیشن کے زنانہ نصاب تعلیم میں سے خانہ داری کی تعلیم کو خارج کر کے سائنس داخل کرنے کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے اس لئے یونیورسٹی کو توجہ دلانی چاہیئے کہ خانہ داری کی تعلیم کو نصاب سے خارج نہ کیا جائے" اس کے بعد دوسرا رزولیوشن توسیع تعلیم کی ہر اسکیم میں لڑکیوں کی تعلیم کی ضروریات کو فوقیت دی جائے۔ لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کے برابر ہونی چاہیئے اس رزولیوشن پر میں نے تقریر کی جس کے چند جملہ لکھتی ہوں "میرے خیال میں دنیا کے ہر ایک کام میں عورت کی شرکت ضروری ہے اور بہت سے ایسے کام ہیں جو صرف عورت ہی انجام دے سکتی ہے۔ مرد کے ذمہ صرف دو کام ہیں ایک روپیہ پیدا کرنا دوسرے میدان جنگ میں جا کر ملک فتح کرنا۔ عورت کا کام زخموں کو مرہم لگانا۔ تیمارداری کرنی نرسنگ کرنا۔ والدین اور شوہر کی خدمت کرنی اور ان سے محبت کرنا

اولاد کو پرورش کرنا ان کو تعلیم دینا۔ مرد سے زیادہ فرائض عورت کے ذمہ ہیں کیونکہ وہ اپنے لڑکے تعلیم دیتی ہے۔

محبت اور خلوص کے ساتھ جو تعلیم ماں دے سکتی ہے اس کے برابر کسی اسکول میں تعلیم نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی استاد ماں کے برابر ہوسکتا ہے کیوں کہ ماں محبت سے تعلیم دیتی ہے جب ماں تعلیم یافتہ ہوگی تو اس کا بچہ کل کے دن مدبر فلاسفر۔ سپہ سالار ہوگا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لڑکوں کی تعلیم کا خیال تو عام طور سے ہے اور لڑکیوں کی تعلیم کا خیال خاص خاص گھروں میں ہے۔ میرے خیال میں لڑکیوں کی تعلیم کا خیال پہلے ہونا چاہیئے بعد لڑکوں کی تعلیم کا خیال ہو۔ اس کی تائید چند خواتین نے کی یہ رزولیوشن پاس ہوگیا اس کے بعد جبری تعلیم پر رزولیوشن پیش و پاس ہوا پھر یہ رزولیوشن پیش ہوا اس کانفرنس کو یہ معلوم کرکے تعجب ہوا کہ گورنمنٹ کالج میں لڑکیوں کے لئے علمی کام کرنے کا جو انتظام کیا گیا ہے وہ ناقص ہے اور لڑکیوں کی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے یہ کانفرنس اس امر پر زور دیتی ہے کہ اس کی توسیع کا انتظام کیا جائے یہ رزولیوشن بھی پاس ہوگیا اس پر بھی تقریریں ہوئیں۔

بجے جلسہ برخواست ہوا سب ڈیلیگیٹ لیڈیز زنانہ کلب میں ایٹ ہوم میں گئے کلب نے ایٹ ہوم دیا تھا یہ ایٹ ہوم تین سو ڈیلیگیٹیوں کو دیا گیا تھا۔ ایٹ ہوم سے سب اپنے اپنے قیام گاہ پر گئے ۹ بجے سینما میں گئے خاص طور سے سینما کا انتظام خواتین پنجاب نے کیا تھا کشمیر کی سینری اور لداخ کا راستہ۔ دارجلنگ کا منظر وہاں سے پہاڑوں کے چشمے وغیرہ دکھائے کوئی مرد شریک نہ تھا سب عورتیں ہی عورتیں شریک تھیں۔

۱۴ جنوری ۱۹۳۳ء ۹ بجے کانفرنس میں گئی آج بھی بہت سے رزولیوشن پیش اور پاس ہوتے گئے۔

ٹریننگ کالجوں اور اسکولوں میں تعلیم کے تخیل کو وسیع کیا جائے۔

یہ کانفرنس اس بارے میں صوبوں کے کانفرنسوں کو ہدایت کرتی ہے کہ نصاب تعلیم میں

ذیل علوم و فنون کا داخل کرلیا جائے۔

امور خانہ داری۔ فنون لطیفہ (موسیقی و مصوری وغیرہ) ہندوستانی تمدن جس میں سنسکرت عربی فارسی۔ اور دیسی زبانوں کی تعلیم بھی شریک ہوگئی۔ بھی پاس ہوگیا بہت سی خواتین نے اس پر تقریریں کیں۔ بالغوں کی تعلیم پر رزولیوشن پاس ہوا۔ ایک رزولیوشن بچوں کو جسمانی سزا نہ دی جائے اس پر پاس ہوا۔ اس کے بعد سارہ بل پر رزولیوشن پیش ہوا مسز حامد علی نے تقریر کی۔ مسز رستم جی نے تقریر کی۔ میں نے تقریر کی میں نے یہ کہا مسلمان مولوی اور ہندو پنڈت۔ کم سنی کی شادی کے قانون پر جو شور مچا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں ہمارے مذہب کے خلاف قانون بن رہا ہے میں یہ پوچھتی ہوں کہ کیا مذہب ہم عورتوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے عام طور سے مرد تو مذہب کے پابند نہیں عورتوں کی ترقی کا جب سوال آتا ہے تو مرد مذہب کو بیچ میں لایا کرتے ہیں عام طور سے مسلمان مرد کیا نماز روزہ حج کے پابند ہیں؟ کیا عام طور سے ہندو اپنے مذہب کے پابند ہیں ہندوؤں کا مذہب دوسروں کے ہاتھ کا کھانے سے چلا جاتا ہے سمندر پار ہونے سے چلا جاتا ہے۔ پہلے مذہب کی پابندی مسلمان مرد اور ہندو کریں بعد عورتوں کی باری آئے گی کم سنی کی شادی کا مسئلہ عورتوں کے لئے ہے عورتیں خود جو کہنا ہے کہہ سکتی ہیں جب عورت زندہ جلادی جاتی تھی ستی کی رسم کس نے موقوف کی گورنمنٹ نے زندہ جلنے سے بچایا اور اب بھی کمسنی کی شادی کی وجہ سے عورتیں زندہ درگور تھیں گورنمنٹ نے ہم کو بچالیا ہم کو گورنمنٹ کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ وہ ہمارے لئے قانون بنا رہی ہے شکر ہے کہ میری تقریر پسند آئی۔ رانی منڈی۔ اور خدیجہ فیروز الدین صاحبہ نے میری تقریر کی تائید کی۔

اکثر لوگوں کا یہ خیال تھا کہ کمسنی کی شادی پر جب رزولیوشن پیش ہوگا تو لوگ اعتراض کریں گے اور رزولیوشن پاس ہونا مشکل ہوجائے گا لیکن کسی نے خلاف میں کچھ بھی نہ کہا حالانکہ صدر کانفرنس دریافت کرتی تھیں کوئی اس کے خلاف کہنے والا ہے کسی نے کچھ نہ کہا جب یہ کہا اس رزولیوشن کی تائید میں جو ہیں وہ اپنا ہاتھ اٹھائیں بہت سے ہاتھ اٹھ گئے رزولیوشن پاس ہوگیا۔ آج ۱۲ بجے

کانفرنس ختم ہوگئی سب ڈیلیگیٹوں کی تصویر اتاری گئی اس کے بعد میں محل کمال الدین کے ہاں کھانے کی دعوت میں گئی۔ یہاں خاص خاص چند بی بیاں مدعو تھیں کوئی بیس بی بی ہوں گی۔ یہاں سے تاریخی مقامات دیکھنے گئے۔ مسلمان لڑکیوں کا یتیم خانہ اسکول جو انجمن حمایت الاسلام کے تحت میں ہے کوئین میری کالج۔ سرگنگا رام کا وڈو ہوم۔ شالامار باغ یہ باغ شاہجہاں کا بنوایا ہوا ہے قابل دید ہے بڑے بڑے حوض چاروں طرف ہیں بیچ میں عمارت ہے سینکڑوں فوارے حوض میں لگے ہیں عمارت نہایت خوبصورت ہے وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آئے آج لیڈی عبدالقادر صاحبہ کے ہاں بہت بڑا ٹی ہے چالیس خواتین شریک ڈنر تھیں صدر کانفرنس اور دوسرے ڈیلیگیٹ وغیرہ شریک تھے بہت اچھا وقت گزرا۔

۱۵ جنوری ۱۹۳۱ء صبح کے ۹ بجے کانفرنس میں گئی آج سب سے پہلا زولیوشن یہ تھا

(۱) کونسلوں میں مقامی مجالس کمیٹیوں میں عورتوں کی مناسب نمایندگی ہونی چاہیئے۔

(۲) انجمن اور کونسلوں کے ممبروں سے درخواست کی گئی تھی کہ موجودہ ہندو دھرم شاستر کے اس حصہ میں جو عورتوں سے متعلق ہے مناسب ترمیم کی جائے مسلمان عورتوں کے بارے میں رواج کے بجائے قرآن شریف کے احکام کو مدنظر رکھا جائے۔

(۳) شہروں اور قصبوں کی صفائی اور حفظان صحت کے متعلق بھی عورتوں کو حصہ لینا چاہیئے۔

(۴) اس کے بعد مسز حامد علی نے تعدد ازدواج اور پردہ کے متعلق تحریک پیش کی کہا کہ یہ کانفرنس اس امر پر زور دیتی ہے کہ تعدد ازدواج اور پردہ مروجہ کے متعلق اصلاح کی جائے پردہ رواجی سے سخت تکلیف ہے۔

ان کی تائید میں رانی منڈی صاحبہ نے کہا مجھے خود تعدد ازدواج سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی میرے لڑکے نے دو شادیاں کی ہیں پردہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھا ہے ورنہ ان کے اسلام میں اس طرح سخت پردہ نہیں ہے پردہ کی وجہ سے عورتیں ترقی نہیں کر سکتیں۔ بیگم صاحبہ

، کہا (جو نواب صاحب لوہارو کی دختر ہیں) میرے والد صاحب اور تمام خاندان میرے
یں ہے لیکن میں نے پردہ چھوڑ دیا ہے۔ ان کی تقریر کے بعد میرا نام پکارا گیا۔ میں نے کہا
تعدد ازدواج کے روکنے کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ جس مرد کے پاس بی بی موجود ہو اس کو
لڑکی نہ دیجئے اگر ہم سب عورتیں ایک دل ہو کر عہد کریں کہ ہم ایسے مرد کو اپنی لڑکی نہ دیں گے
جس کی پہلی بی بی موجود ہو تو ایسی حالت میں مرد شادی کر ہی نہیں سکیں گے روپیہ کا خیال کر کے
بعض والدین اپنی لڑکی ایسے مرد کو دیدیتے ہیں جس کی پہلی بی بی موجود ہوتی ہے ہر ایک عورت
کو چاہیئے کہ اپنے دل کی طرح دوسرے کے دل کا خیال کرے اگر ہم پر یا ہماری لڑکی کے اوپر سوکنی
آجائے تو کیا ہمارا دل خوش ہوگا ہرگز نہیں بس دوسری لڑکی کے دل کا خیال کر کے اپنی لڑکی ہرگز
نہ دیں۔ پردہ کے بارے میں میں نے کہا دنیا میں جو چیز بہترین سے بہترین ہے وہ جب تک
پردہ میں رہی کسی کو اس سے فائدہ نہ پہنچا جب وہ پردہ سے باہر آئی تو دنیا میں چمک گئی اور ہزاروں
کو فائدہ پہنچایا۔ خیال کرو اور انصاف کرو تو معلوم ہو جائے گا۔ سونا۔ موتی۔ الماس۔ یاقوت۔ زمرد۔
غرض اس طرح کے ہزاروں مثالیں ہیں جب وہ زمین کے تہ میں چھپے رہتے ہیں تو مٹی کے
برابر وہ بھی رہتے ہیں اُن کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ پٹرول جب اس کا چشمہ نکلا تو
دنیا میں ہزاروں کام اس سے نکلے۔ ہم کو چاہیئے ہم علم و ہنر سے آراستہ ہو کر پردہ سے باہر آئیں
اور اپنا لباس اور زیور نہ دکھائیں بلکہ اپنے علم و ہنر سے مردوں کی مدد کریں اور اپنے ملک کی خدمت
کریں۔

میری تقریر کے بعد مس خدیجہ فیروز الدین صاحبہ نے تقریر کی انہوں نے کہا پردہ موجودہ
ہرگز اسلامی نہیں ہے اسلام میں منہ کہلا رکھنا کپڑے سبز پوش پہننے کا حکم ہے ہم منہ کہلا رکھ کر دنیا
کے ہر ایک کام میں شریک ہو سکتے ہیں۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ عورتیں چار دیواری میں بند رہیں اور
یہ بھی پسند نہیں کرتی کہ مرد عورت اختلاط روا رکھیں۔ تعدد ازدواج کی وجہ سے کئی گھر تباہ و برباد
ہو گئے ہیں اس کے روکنے کی فکر کی جائے۔"

ان کے بعد مسز خان۔ اور مسز کونی وغیرہ نے تائید میں کہیں۔ مس خدیجہ فیروز الدین پردہ کرتی ہیں حالانکہ ایم۔ اے پاس ہیں لیکن وہ بھی چاہتی ہیں کہ پردہ اسلامی ہو منہ کھلا رہے آسانی سے آدمی چل پھر سکے منہ ڈھکے رہنے سے مشکل سے چلا جاتا ہے۔ یہ رزولیوشن بلا چوں وچرا کے پاس ہوگیا حالانکہ مسلمان پردہ دار خواتین سے ہال بھرا ہوا تھا کسی نے اس کے حق میں ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اور یہ رزولیوشن بھی پاس ہوا کہ مزدوروں کی تعلیم اور باغوں کی تعلیم کا مناسب انتظام کیا جائے اور یہ بھی طے ہوا گاؤں میں کام کرنے والی عورتوں کے حالات کی تحقیقات کی جائے بارہ بجے جلسہ برخواست ہوا وہاں سے میں اور لیڈی عبدالقادر صاحبہ محل فخرالدین احمد صاحب انجینر کے ہاں کھانے کی دعوت میں گئے چند خاص خاص بی بیوں کی دعوت تھی۔ یہاں سے دو بجے کانفرنس میں آئے۔ چند رزولیوشن پاس ہوئے وہ یہ ہیں۔

(۱) اسکولوں میں استانیاں تعلیم یافتہ ہوں۔

(۲) زنانہ اسکولوں میں لڑکیوں کا طبی معاینہ ہو۔

(۳) حیدرآباد کے کالج اور اسکولوں میں موٹر بس رکھی جائے۔

۴ بجے جلسہ برخواست ہوا اور سب ڈیلیگیٹ گورنر پنجاب کے ہاں ایٹ ہوم میں گئے وہاں سے واپس آکر ۹ بجے ٹاؤن ہال میں کانسرٹ ہوا لڑکیوں نے نہایت اچھا گانا گایا یہ کانسرٹ وغیرہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ کانفرنس میں بیٹھے بیٹھے لوگ تھک جاتے ہیں تھوڑی دیر تفریح ہو۔

۱۶ جنوری۔ آج بھی بہت سے رزولیوشن پاس ہوئے۔ ایک تجویز راجکماری امرت نے یہ پیش کی دہلی میں عورتوں کی مرکزی درس گاہ قایم کی جائے گی اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے۔ مسز سوامی ناتھن نے تائید کی اور کہا کہ اس کالج کے لئے سات لاکھ کی ضرورت ہے ایک لاکھ جمع ہوگیا ہے چھ لاکھ جمع ہونا چاہیئے اور اس کالج میں تعلیم انگریزی میں ہوگی یا اور کوئی زبان میں۔

مس خدیجہ فیروز الدین نے کہا کالج میں انگریزی تعلیم نہ ہو بلکہ اردو میں تعلیم ہونی چاہیئے

بواستقبا ہے کہ قوم اس وقت تک اقبال کامرانی حاصل نہیں کرسکتی جب تک کہ اس نے اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل نہ کی ہو اس لئے اردو میں تعلیم ہونی چاہیئے۔

رانی امرت کنور نے کہا ہندوستان میں تین سو زبانیں بولی جاتی ہیں کونسی زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ مسز پٹوار دین نے کہا ہندی زبان میں تعلیم ہونی چاہیئے بلکہ تمام اسکولوں میں ابتدائی تعلیم ہندی زبان میں ہو تو بہت آسانی ہوگی۔

مسز حکم نے کہا دہلی کالج میں کپڑا۔ سلائی۔ وغیرہ کی تعلیم ہونی چاہیئے۔

مسز لیگو نے کہا اس پر بحث نہ کریں بلکہ یہ کام اسپیشل کمیٹی کے فیصلہ پر چھوڑ دیں دہلی کالج میں الیف اے۔ بی اے پاس شدہ لڑکیاں داخل ہوں گی اور تعلیم معلمات سیکھیں گی۔ اس لئے ابتدائی تعلیم مادری زبان میں اپنے گھر میں یا اور کسی اسکول میں حاصل کرنے کے بعد اس کالج میں شریک ہونگی اس لئے وہ انگریزی میں تعلیم حاصل کریں گی۔

مسز کنزن نے کہا انگریزی اسی وقت تک ذریعہ تعلیم قرار دی گئی ہے جبتک اس کے بغیر چارہ نہیں جب ایسی تعلیم یافتہ معلمات مل جائیں گی جو دیسی زبانوں میں تعلیم دے سکیں گی اور نصاب تعلیم بھی مرتب ہو جائے تو اردو یا ہندی کے ذریعہ تعلیم دی جائے گی۔

مس خدیجہ فیروز الدین نے کہا جب ایک عمارت کی بنیاد ہی غلط رکھی جائے تو بعد میں اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ غرض اس پر بہت بحث ہوئی آخر صدر کانفرنس مسز متولکشمی ریڈی نے کہا سب سے ووٹ لیا جائے چنانچہ غلبہ ارا کا ووٹ انگریزی زبان پر آیا اس لئے وہی زبان قرار دی گئی۔ ۱۲ بجے جلسہ ختم ہوا میری دعوت محل عزیز الدین صاحب سابق کمشنر کروڑگیری حیدرآباد کے ہاں تھی کانفرنس سے وہاں گئے کھانا کھا کر دو بجے کانفرنس میں آئے ان بی بیوں کے نام پڑھ کر سنائے گئے جو سال آیندہ کے لئے عہدہ دار مقرر کی گئی ہیں۔

رانی لکشمی راجواڑی سکرٹری۔ راجکماری امرت کنور صدر۔ مسز مالک لال بریم چند خزانچی ڈاکٹر مسز میسی سکنہ پنکر سوشل سکرٹری۔ مسز لکشمی گپٹی نین تعلیمی سکرٹری۔ مسز لین دائس پریسیڈنٹ۔

مسز فرد و نجی، وائس پریسیڈنٹ۔ مسز مائیں ارونگ وائس پریسیڈنٹ۔ مسز کنزن وا
مسز فلپیا وائس پریسیڈنٹ۔

اس کے بعد مسز مائیزار ونگ نے سال آیندہ کیا کیا ہوگا اس کی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔
اور یہ طے پایا کہ وائسرائے کے پاس دو وفد بھیجے جائیں ایک مسلمان عورتوں کی جانب سے
اور ایک تمام جماعتوں کی عورتوں کی جانب سے وائسرائے کی خدمت میں درخواست کرے
کہ قانون شاردا کو رہنے دیا جائے۔ اس کے بعد صدر کانفرنس نے لیڈی عبدالقادر صاحبہ کا
اور تمام ڈیلیگیٹوں کا شکریہ ادا کیا کانفرنس ختم ہوئی۔

کانفرنس میں تقریریں اُردو میں ہوئیں جو تقریر کہ انگریزی میں ہوتی تھی مسلمان خواتین پکار
کہتی تھیں کہ ہمارے سمجھ میں نہیں آرہا ہے اُردو میں تقریر ہو۔ ہر ایک شہر کے ڈیلیگیٹوں کے کارڈ
الگ الگ نام لکھ کر رکھ دی گئیں تھیں سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے افسوس کہ مسلمان ڈیلیگیٹ بہت
کم تھے بعض شہر سے ایک بعض سے دو اور کسی شہر سے تو ایک بھی نہ آیا۔ اور تقریر کرنے میں بھی مسلم
خواتین پیچھے تھیں مس خدیجہ فیروز الدین صاحبہ کی تعریف کے بغیر میرا قلم نہیں رکتا انگریزی اور
اردو تقریر نہایت اچھی کرتی ہیں بڑے بڑے مرد بھی ایسی تقریر نہیں کر سکتے۔ بمبئی میں استقبالیہ کمیٹی
کی صدر لیڈی ٹاٹا تھیں جس طرح انہوں نے انتظام کیا تھا اس طرح لاہور میں لیڈی عبدالقادر صاحبہ
نے ہر طرح کا انتظام کیا۔

کانفرنس کو کامیاب بنایا۔ بہت بڑا ایٹ ہوم دیا دو بار ڈنر دیا اور اپنے گھر میں مہمانوں
کو ٹھہرایا رات کے ۹ بجے ڈراما ہوا۔

راجہ مہاراجہ کی لڑکیوں نے ڈراما کیا صرف ایک مسلمان خاتون شریک تھیں۔ افسوس
کہ مسلمان ہر کام میں ہر جگہ پیچھے ہیں البتہ فیشن اور نمائش میں اول۔

۱۷ جنوری آج کانفرنس نہیں ہے۔ شاہی مسجد دیکھنے گئے بہت عالی شان مسجد ہے
دروازہ پر ایک کمرہ بنا ہوا ہے اس میں حضرت علیؓ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مناجات وغیرہ ہیں

اور بہت سے برکات قابل دید ہیں۔ اس مسجد کے قریب سکھوں کا گردوارہ ہے۔ رنجیت سنگھ جہاں دفن ہیں یعنے ان کی راکھ وہاں بیچ میں گول مزار بنایا ہے اس کے چاروں طرف چھ رانیاں دفن ہیں جو ان کے ساتھ ستی ہو گئی تھیں وہاں سے میں ممتاز علی صاحب ایڈیٹر تہذیب النسواں کے ہاں گئی۔ ۱۲ بجے کے کھانے کی دعوت محل کیپٹن راجہ اکبر خاں صاحب کے پاس تھی (سر ملبند جنگ کی لڑکی ہیں) بہت تکلف سے دعوت کی تھی صرف ہم ہی ہم تھے کھانا کھا کر محل کمال الدین صاحب اور مس مصطفےٰ خاں صاحبہ سے ملتے ہوئے اپنے قیام گاہ پر آئے پانچ بجے چاء کی دعوت لیڈی ذوالفقار علی خاں صاحبہ کے ہاں ہوئی تھی۔ شام کو سر محمد شفیع صاحب کی بہو کے ہاں بہت بڑا ڈنر تھا وہاں گئی۔

۱۸ جنوری۔ صبح کو لیڈی ذوالفقار علی خاں صاحبہ میرے ہاں آئیں مجھے اور میری بہن کی لڑکی ممتاز جہاں کو ہمراہ لے کر نور جہاں اور جہانگیر کا مقبرہ دکھایا نور جہاں کا مقبرہ نہایت بری حالت میں ہے مرمت کی ضرورت ہے وہاں سے واپس آکر میں لیڈی عبدالقادر صاحبہ صدر کانفرنس مسز متولکشمی ریڈی لاہور کا جیل خانہ دیکھنے گئے صرف عورتیں قید ہیں اس میں کوئی مرد نہیں ہے ایک حصہ میں وہ عورتیں قید ہیں جنہوں نے جرم کیا ہے کسی نے اپنے شوہر کو مار ڈالا ہے کسی نے اپنے بچے کو مار ڈالا ہے کسی نے چوری کی ہے غرض بہت سی عورتیں اس طرح کے جرم میں قید ہیں جن میں مسلمان بہت زیادہ ہیں ہندو کم ہیں۔ ایک حصہ میں بہت سے ہندو عورتیں قید ہیں یہ پکٹنگ کی وجہ سے قید ہیں ان سے دریافت کیا تم کیوں قید ہو تو کہا گاندھی جی مہاراج کے ہم خیال ہونے کی وجہ سے۔ بی کلاس۔ سی کلاس والوں کو ہم کو دکھایا گیا اے کلاس والوں کو نہیں بتایا یہ کہا کہ ہم کو سرکار کا حکم نہیں ہے اس قید خانہ میں ایک طرف دواخانہ ہے اور ایک بڑا ہال ہے جس میں بڑی بڑی عورتیں قیدی تعلیم پاتی ہیں جیل دیکھ کر طبیعت پریشان ہو گئی جہالت اور غربت کی وجہ سے یہ تکلیف ہے۔

وہاں سے ہم لوگ مسز گپت رائے کے ہاں ایٹ ہوم میں گئے۔ اور شام کو بیگم محمد یحییٰ کے

ہاں ڈنر میں گئے مسز حمید علی صاحبہ اور مولوی ممتاز علی صاحب ایڈیٹر تہذیب النسواں اور نوکوشل نے بھی میری دعوتیں کیں۔

۱۹ جنوری سے ایشیا کی کانفرنس شروع ہوئی اس میں شریک ہونے سیلون سے دس ڈیلیگیٹ برما سے تین جاوا سے ایک (جاپان کی ایک عورت بہار میں تسنیم پاکر آئی ہوئی ہے وہاں سے آکر کانفرنس میں شریک ہوئی) اس کانفرنس میں لوگ کم شریک ہوئے اس کے ڈیلیگیٹوں کو بھی دعوتیں دی گئیں۔

انشا پردازی کی تدریس

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ انشا پردازی کی تدریس بہت ہی بے قاعدہ ہوتی ہے۔ اس کو وہ وقعت اور رتبہ نہیں دیا جاتا جس کی وہ دراصل شایاں اور مستحق ہے۔ عام طور پر مدرسین انشا پردازی کے صحیح مفہوم سے ناواقف ہوتے ہیں اور انہیں اس کا بہت ہی دھندلا سا تصور ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی اکا دکا ہی مدرس ایسا نکلے گا جو اس کا صحیح اور کامیاب درس دے سکے۔

انشا پردازی کا درس درحقیقت نہایت دقت طلب کام ہے وجہ یہ ہے کہ اس کی نوعیت دوسرے قسم کے مضامین سے بالکل جدا ہوتی ہے۔ زبان ایک جامد حقیقت ہے اور انشا پردازی کے معلم کو جیتے جاگتے اور زندہ عناصر سے کام لینا پڑتا ہے اور طلبہ کی نشو پذیر زندگی کے دوش بدوش ان عناصر سے مناسب کام لینا کوئی آسان بات نہیں۔ غرضکہ بچوں کے ذہن کی ترقی اور تجربوں کی وسعت کا ان کی زبان کے ساتھ وہی تعلق ہے جو غذا اور ورزش کا صحت کے قیام اور تندرستی کی ترقی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ بول چال تحریر اور پڑھائی کی مشقیں تعلیم کی روح رواں ہیں اور ظاہر ہے کہ انشا پردازی کا بھی دارومدار ان ہی تین علموں پر ہے

پھر اس کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

انشا پردازی کے اکثر اسباق بے دلی سے دیے جاتے ہیں کیونکہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ ہر کس و ناکس اس کی تعلیم دینے کا اہل ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی اس پر کافی توجہ نہیں کرتا اور انشا پردازی کا سبق دوسرے سبقوں سے زیادہ روکھا پھیکا اور بے لطف ہو کر رہ جاتا ہے یہ خرابی اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی کہ مدرس کو اس میں ذاتی یا طبعی دلچسپی ہو جب مدرس کو شوق ہوگا تو وہ اوروں میں بھی شوق پیدا کر سکے گا۔ گویا کہ ذوق و شوق ایک متعدی چیز ہے جو ایک سے دوسرے میں سرایت کرتی ہے۔

شوقین اور پرجوش مدرس پوری جماعت کو ذوق و شوق میں رنگ دے گا اور ننھے بچوں کی یہ ٹولی شوق کے پروں پر اڑ کر ایسی بلندیوں پر پہنچ جائے گی جہاں کسی اور ذریعہ اس کا گذر نہ ہوتا۔ اس مضمون کے درس میں وہی مدرس کامیاب ہو سکتے ہیں جو اس کی ظاہری دقتوں کو خاطر میں نہ لا کر اپنی دلچسپی کو ہمیشہ برقرار رکھیں۔

یہ [illegible] ایک لحاظ سے بہت ہی سادہ چیز ہے اس میں بس یہ تین باتیں ہونی چاہئیں۔

(الف) کچھ نہ کچھ کہنے کی گنجائش ہو۔

(ب) دراصل کچھ کہا جائے۔

(ج) جو کچھ کہا جائے اچھی طرح کہا جائے۔

تعجب کی بات ہے کہ پہلی ہی مشق اکثر مدرسین کے حق میں سنگ راہ ثابت ہوتی ہے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ بچے آخر کہیں تو کیا کہیں۔ اگر ہمیں واقعی یہ بات محسوس ہو تو جان لینا چاہیے کہ اس میں قصور مدرسین ہی کا ہے اور بس۔ اچھی انشا پردازی آپ بیتے واقعات چشم و بدحالات اور واردات قلبی سے پیدا ہوتی ہے ہماری تحریر پر زور جب ہی ہوگی کہ ہمارے دل میں احساس ہو۔ ہماری تحریر اسی وقت ایقان افرین ہوتی ہے جب ہم خود اس کی صداقت پر کامل یقین رکھتے ہوں۔ غرض کہ فن انشا و تصنیف کا آخری محک امتحان اسی جوہر صداقت کا

وجود ہے انشا پردازی کے درس میں زیادہ تر ناکامی کا باعث یہ ہوتا ہے کہ ہم طلبہ سے ان ہو باتوں کے متوقع ہوتے ہیں اُن سے ایسے عنوانوں پر مضمون لکھوانا چاہتے ہیں جن کا نہ تو انہیں ذاتی تجربہ ہوتا ہے نہ اس کے متعلق معلومات کا کافی ذخیرہ۔ بچے اس وقت تک کچھ لکھ سکتے ہیں نہ ان میں لکھنے کی اُمنگ پیدا ہو سکتی ہے تاوقتیکہ ان میں تھوڑی سی گویائی کی قوت پیدا نہ ہو لے اور یہ قدرت اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی کہ کسی بات کا ان کے دل پر اثر نہ ہو اگر ہم ان کی عبارتوں میں زور اور خلوص پیدا کرنا چاہیں تو انہیں ایسے مضامین دینے ہوں گے جو ان کے ظرف استعداد اور معلومات سے باہر نہ ہوں بچوں میں شوق یا دلچسپی پیدا ہو جانے دو پھر صرف یہی نہیں ہوگا کہ بچوں کو کہنے کے لئے کچھ نہ کچھ سوجھ جائے گا بلکہ وہ خیالات ظاہر کرنے کی خواہش بھی کرنے لگیں گے۔ اس منزل کو طے کرنے کے بعد ہمارا کام یہ ہوگا کہ طلبہ سے انہیں باتوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کروانے کی کوشش کریں۔ غرض کہ ان کے شوق کو اُبھار دیجئے اور دیکھئے کہ کوئی دقت باقی نہیں رہتی۔

انتخاب مضامین رہا یہ امر کہ بچوں کو کون باتیں بہاتی ہیں اور کون نہیں۔ اس کا دارومدار بالکلیہ انتخاب عنوان پر موقوف ہے۔ پہلے تو یہ سوال ہوتا ہے کہ انتخاب کون کرے؟ کچھ ضرور نہیں کہ ہمیشہ مدرس ہی انتخاب کرنے والا ہو۔ بڑوں کی طرح بچے بھی خود آپ اپنی پسند کے مطابق مضمون انتخاب کر لیتے ہیں اور دانشمندی اسی میں ہے کہ انہیں اس باب میں مختار و مجاز بنا دیا جائے۔ یہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ عنوانات تو مدرسین تجویز کریں اور طلبہ ان میں سے ذوق اور پسند کے مطابق کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیں۔ پیش کردہ عنوانوں کی تعداد تقریباً ایک درجن ہونی چاہیئے اور طلبہ کو کہدیا جائے۔ کہ ان میں سے جس پر جی چاہے مضمون لکھیں۔

بلکہ یہاں تک بھی آزادی دی جا سکتی ہے کہ اگر یہ سب ناپسند ہوں تو خود ہی کوئی اور عنوان تجویز کر لیں۔ گو یہ عمل بڑی جماعتوں میں ہوا کرتا ہے اور چھوٹی جماعتیں بالعموم زبانی مضمون کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ تاہم ان کے لئے بھی یہی مناسب ہوگا کہ گفتگو اور مکالموں کے

عنوان بچوں ہی سے تجویز کرائے جائیں۔ یا آپ عنوان تجویز کر کے انتخاب ان پر چھوڑ دیں۔ ان اسباق سے اولیں مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچے بے تکلف بولنے لگیں اور وہ اس پر آمادہ نہیں ہوتے جب تک ان کا جی نہ چاہے یعنے اُن کے دل میں بولنے کی خواہش یا رغبت نہ ہو جب اس کا چسکہ لگ جائے تو پھر روکے نہیں رکتے۔ مگر یہ ایک اہم بات یاد رکھنی چاہیئے کہ بچے ہمیشہ مدرس ہی کی تحریک و ترغیب کے محتاج نہ رہیں بلکہ اولاً مدرس انہیں آپس میں جی کھول کر گفتگو کرنے کا موقع دیتا رہے۔ یقین ہے کہ اس آزادی کی وجہ اول اول جماعت میں ایک ہلڑ سا مچ جائے گا مگر اس عمل سے جب ان کی ہمتیں بندھ جائیں گی اور ان کے اظہار خیال کے حوصلے بلند ہو جائیں گے تو از خود یہ شور و غوغا ایک مفید اور پُر سکون حالت سے مبدل ہو جائے گا۔

کبھی کبھی اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک ہی مقررہ عنوان پر مضمون لکھوایا جائے مثلاً جب کہ ہمیں طلبہ کی نصابی کتاب کے محصلہ معلومات کی جانچ کرنی ہوتی ہے یا امتحانات کے وقت جبکہ طلبہ کو گنے چنے مضامین میں سے صرف ایک ہی مضمون پر لکھنا اور توجہ کرنا پڑتا ہے بہرحال وقت بھی طلبہ کی آزادئ فکر یا آزادی خیال پر کوئی قید نہ لگانی چاہیئے اس کی مثالیں آگے کی فصل میں بیان ہوں گی۔

مضامین بلا استثنا رمقروں (Concrete) ہونے چاہئیں بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ سراسر ذہنی تصویروں ہی کے ذریعہ سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ ان میں خیالات (Ideas) نہیں پائے جاتے۔ کسی چیز کی نسبت بچہ کی معلومات جس قدر زیادہ ہوں گے اور تجویز کردہ مضمون جس قدر زیادہ محدود اور مقرون ہوگا بچہ اسی قدر زیادہ روان طور پر اس کی نسبت خیالات ظاہر کر سکے گا۔ فرض کیجئے کہ آپ نے کسی روز جماعت میں پانی پت کی لڑائی کا حال پڑھایا۔ اور طلبہ سے محض اتنا کہدیا کہ اس پر ایک مضمون لکھ دو۔ اس طریقہ سے جو مضامین لکھے جائیں گے وہ ایسے بے ڈول اور لچر پوچ ہوں گے کہ نہ جانچنے کے قابل نہ نشان دینے کے لائق۔ بجائے اس کے ذیل کی تدبیروں سے بچوں کے تخیل کو جگایا جائے تو آپ دیکھیں گے

کہ کتنے حیرت انگیز اور دل خوش کن نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

۱- فرض کرو کہ تم میدان جنگ کے قریب کسی چٹان کی آڑ سے جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بتاؤ کہ تم نے میدان میں کیا کیا دیکھا۔

۲- ابراہیم لودہی کی تلوار اپنی سرگذشت بیان کرتی ہے یہ سرگذشت لکھو۔

۳- اپنے آپ کو پانی پت کی لڑائی کا ایک گولنداز فرض کرتے ہوئے وطن کے کسی دوست کے نام خط لکھو جس میں لڑائی کے حالات درج ہوں۔

ایک پُر معلومات مدرس کے ذخیرہ دماغ میں اس طرح کے بیسیوں عنوان اور مضامین موجود رہتے ہیں اور جغرافیہ۔ تاریخ ادب اور مطالعہ قدرت کے اسباق کے دوران میں وہ کئی اور عنوان تجویز کر سکتا ہے چھوٹی جماعتوں میں جو قصے کہانیاں زبانی یا تحریری مضمون کی تیاری کے لئے طلبہ کو سنائے جاتے ہیں ان کے ساتھ بھی وہی عمل مفید ہوتا ہے جو تاریخ و جغرافیہ کی نسبت ابھی ابھی مذکور ہوا۔ مثلاً اگر جماعت میں خرگوش اور کچھوے کا قصہ کہا گیا تو اس کی نسبت کچھ تبادلۂ خیالات کے بعد اسی قصہ کو کسی سے خرگوش کی زبانی اور کسی سے کچھوے کی زبانی [illegible] ہوشیار طلبہ کی جماعت میں اس سے ایک قدم اور آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ کسی بچہ کو خرگوش اور کسی کو کچھوے کے نام سے موسوم کر کے آپس میں ان سے مکالمہ کروائیے ایک بچہ کو تڈا فرض کیجئے جو کسی گھاس کی پتی پر بیٹھا ان کی دوڑ کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ خرگوش اور کچھوا فیصلہ کے لئے اس کے پاس رجوع ہوں اسی طرز سے جماعت کے کئی لڑکے قصہ گوئی کے اس دلچسپ سبق میں شامل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک تڈے ہی پر کیا موقوف ہے۔ بیسیوں جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں نے ان کی دوڑ دیکھی ہو گی۔ ایک ایک لڑکے کا ایک ایک نام رکھ دیا اور بس۔ اگر جماعت کے بچے لکھنے پر قادر ہوں تو زبانی بیان کے بعد بچوں کی کاپیوں میں اس کی نقل کروالی جائے۔

بڑی جماعتوں میں انشا پردازی کی مشقوں میں بعض مدرسین نے معلوم کیا کہ طلبہ نے ذیل کے عنوانات پر بہترین اور انوکھے مضامین لکھے۔

۱۔ چند ماموں

۲۔ امبرائی

۳۔ تعطیل کے دن کی سرگذشت۔

۴۔ آتشزدگی کا واقعہ

۵۔ اپنے جال میں آپ گرفتار ہونا۔

طلبہ کو آزادی دی گئی تھی کہ جس پیرایہ سے چاہیں لکھیں کسی خاص قسم کی نثر کی قید نہیں لگائی گئی تھی چاہیں وہ مضمون کو قصہ کے پیرایہ میں لکھیں خواہ مکتوب کے خواہ ڈراما کے۔ بیانی مرقعاتی۔ استدلالی اور تشریحی ہر طرز ادا کو جائز قرار دیا گیا تھا۔ پندرہ سالہ لڑکوں نے بیان کئے ہوئے طریقوں میں سے ہر طرز پر مضمون لکھا اور خوب لکھا مگر یہ ایسے لڑکے تھے جنھیں آغاز طفولیت ہی سے اظہارِ خیال اور استعمالِ تخیل کی باقاعدہ تربیت دی گئی تھی۔ ہر پُر اخلاص مدرس اس قسم کے نتائج حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ استقلال اور محنت سے کام لے اور یہ گر بخوبی جانتا ہو کہ انشا پردازی کی خوبی درس کا انحصار زیادہ تر احساسات اور دلچسپیوں کو ہیجان میں لانے اور ابھارنے پر ہے بچوں میں دلی جذبات کے اظہار کی خواہش پیدا کر دیجئے۔ اور سب مشکلات از خود آسان ہو جائینگی

چند مفید مشورے ان اوقات کے سوا جن میں جماعت تصحیح یا مشق میں مصروف ہو انشا پردازی کے گھنٹہ میں جماعت کے اندر کامل سکون اور خاموشی چاہیئے۔ جب بچوں میں اس مضمون سے انس پیدا ہو جاتا ہے تو وہ خاموشی اور سکون کی قید کرنے لگتے ہیں اور ان کے کام میں خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔

مضمون لکھوانے سے دو تین روز پہلے عنوانات کا اعلان کر دینا بہت مفید ہوتا ہے بچوں کے حق میں سخت ناانصافی ہوگی اگر ہم اُن پر وقت اور مکان کی پابندی عائد کرتے ہوئے اس کی بھی توقع کریں کہ وہ اچھا مضمون لکھیں۔ کیا ہم میں سے کوئی شخص کوئی بلند پایہ مضمون اس طرح قلم برداشتہ لکھ سکتا ہے؟ غرض کہ بڑی جماعت کے طلبہ کو اس پر مائل کرنا چاہیئے کہ

مضمون کے خاکے یا مسودے انشا پردازی کے سبق کے روز اپنے ساتھ پہلے ہی سے مرتب کرلائیں۔

بچوں سے ہر دفعہ مدرسہ یا جماعت ہی میں مضمون لکھوانا بھی اچھا نہیں تخیلی قسم کے مضامین بالخصوص اس طرز عمل کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ غرضکہ انہیں اختیار دینا چاہیئے کہ خواہ وہ مضمون گھر سے لکھ لائیں خواہ جماعت ہی میں لکھیں سچ بات یہ ہے کہ بعض طلبہ جن کے گھروں میں موافق حالات نہیں پائے جاتے جماعت میں مضمون اچھی طرح لکھ لیتے ہیں اور بعض جن کو اس کام سے لگاؤ اور شغف پیدا ہوگیا ہے۔ گھر پر اس کو بہت خوب انجام دیتے ہیں۔ اس امر کی کافی جانچ پڑتال کرلینی چاہیئے کہ یہ مضامین انہیں کی خالص کوشش کا نتیجہ ہیں یا نہیں ان چھوٹی جماعتوں کے طلبہ کی قوت اظہار کی نشو و نما کے حق میں (جنھیں ابھی لکھنے ہی پر پورا قابو نہیں ہوا ہے) یہ امر سم قاتل ہوگا کہ مدرس ان سے حرف بحرف صحیح اور غلطیوں سے منزہ معرا مضمون لکھنے پر مصر ہو۔ خرد سال اور سن رسیدہ طلبہ کو سادہ کاغذ کا ایک پرزہ یا کھرے کاغذ کی ایک بیاض دیدینی چاہیئے تاکہ وہ اس پر مضمون کا پہلا خاکہ تیار کریں۔ مدرس اس خاکے کو پڑھ کر اصلاح دے، اور طلبہ اس اصلاح یافتہ مضمون کی نقل صاف نویسی کی بیاض میں کرلیں۔ اصلاح کے وقت طالب علم مدرس کے قریب رہے تو بہتر ہے۔ مگر طلبہ کی کثیر تعداد اکثر اس عمل کو ناممکن بنادیتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اول تو انشا پردازی کے لئے وقت اور جگہ کی کوئی بیجا قید و بند نہ ہونی چاہیئے۔ بچے بے تکلف اور آزادانہ طور پر جو چاہیں لکھیں انہیں کبھی ایسا عنوان نہ دیا جائے جو ان کے خیال اور علم کی رسائی سے دور ہو۔ بعض دفعہ تو کسی طالب علم سے ایک ہی مضمون تین تین چار چار بار لکھوانا پڑتا ہے۔ ہاں جو طلبہ اپنا مضمون اچھی طرح لکھ لیں انہیں نئی مشقیں دی جانی چاہئیں وقت کی پابندی صرف امتحان کے لئے اٹھا رکھنی چاہیئے۔ گو امتحان ایک طرح کی برائی ہے مگر کسی برائی جس سے کسی کو مفر نہیں۔

شذرات

جشن سالگرہ مبارک آقائی ولی نعمت اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالے بصدارت عالی جناب مولوی کریم احمد خاں صاحب مہتمم تعلیمات ضلع ناندیڑ منجانب مدرسہ وسطانیہ قصبہ مدہول منعقد ہوا دیگر عہدہ داران مقامی ومتوطن مدہول شریک جلسہ ہوئے پہلے اسپورٹس ہوئے من بعد جلسہ کی ابتدا حمد باری تعالیٰ اور ترانہ سے ہوئی ترانہ کے بعد اکثر طلبا نے اردو میں اور بعض نے فارسی اردو و مرہٹی میں نظمیں پڑہیں بعد ازاں مولوی سید حبیب علی صاحب اول مدرس مدرسہ نے عربی میں خطبہ پڑھکر ( ) کی تفسیر کے تحت بادشاہ ذیجاہ کی فیاضی و ہمدردی ورعایا پروری کا اظہار کیا اس کے بعد مسٹر سہ منم صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر مدرسہ وسطانیہ نے جشن سالگرہ مبارک کی اہمیت اور خصوصیات عہد مبارک ظاہر کرتے ہوئے موجودہ ضروریات مدرسہ پر مقامی حضرات کی توجہ معطوف کرائی۔

بصدارت عالی جناب مولوی محمد واسیع الہدی صاحب بی۔اے تحصیلدار تعلقہ بلولی ضلع ناندیڑ مدرسہ تحتانیہ کنٹور تعلقہ بلولی کے صحن مدرسہ میں ایک تعلیمی جلسہ منعقد ہوا قصبہ ہذا میں کبھی اتنا بڑا جلسہ نہیں ہوا تھا۔ قصبہ ہذا کے باشندے ومعززعہدہ داران جناب منتظم صاحب پولیس وغیرہ کے علاوہ اطراف واکناف کے بہت سارے آدمیوں کا ہجوم تھا و مدرسین مدارس لوکلفنڈ بھی شریک جلسہ تھے جلسہ کے آغاز میں حمد باری تعالیٰ و ترانہ دکن کمسن طلبا جماعت صغیر نے نہایت خوش الحانی سے پڑھا اس کے بعد مسٹر ابا راؤ صاحب نے بزبان مرہٹی فوائد تعلیم پر مبسوط تقریر کی۔ بعد ازاں عالی جناب صدر نشین صاحب نے نہایت وسیع و بلیغ و مدلل تقریر فوائد تعلیم پر فرمائی۔ اور رعایا کو تعلیم پر ترغیب و تحریص دلائی۔

من بعد مرزا محبوب بیگ صاحب مددگار نے منجانب مدرسین مدرسہ صدر نشین صاحب و معززحاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور حضور پرنور حضرت بندگاں عالی و شہزادگاں بلند اقبال و جاہ و جلال کی ترقی کے لئے دعا کی بعد ازاں طلبار کو انعام تعلیمی و کتب و تختیاں و قلمیں و شیرینی تقسیم کی گئی۔

بتقریب سالگرہ مبارک اعلیٰ حضرت خسرو دکن حضور پرنور خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ لوگوں کی ایک کثیر تعداد روبروئے مدرسہ وسطانیہ گنگاوتی جمع ہوئی۔ عہدہ داران مقامی وکلار و دیگر معززین مقامی کے علاوہ عالیجناب ناظم صاحب عدالت ضلع رائچور و عالیجناب ناظم صاحب زراعت ممالک محروسہ سرکار عالی جو بجہین دورۂ مستقر ہذا پر تشریف فرما و موجود تھے۔ سب حضرات کی تشریف آوری پر سب سے پہلے شبیہ مبارک شہریار دکن اعلیٰ حضرت بندگانعالی کی گلپوشی کی گئی۔ من بعد پولس مقامی نے پرچم آصفی کو سلامی دی۔ اور مدرسہ کے ایک طالب علم نے آقائے ولی نعمی کے مدح میں ایک نظم پڑھی۔ اس کے بعد اسپورٹس اور ریس شروع ہوئے۔ متعدد ریس کرائے گئے۔ طلبار مدرسہ نے نہایت جانفشانی و کوشش سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ اور ان کی یہ سعی بار بار حاضرین سے خراج تحسین حاصل کرتی رہی۔

اخیر میں اعلیٰ حضرت بندگاں عالی و شہزادگان بلند اقبال مجستہ خصال و شہزادیاں فرخندہ فال کی ترقی عمر و دولت و اقبال کے لئے دعا مانگی۔ تو سبھوں نے استادہ ہو کر آمین کی صدا بلند کی۔ اس کے بعد نماز مغرب کے لئے کچھ وقفہ دیا گیا۔ اخیر میں اسپورٹس کے انعامات دئے گئے اور شیرینی تقسیم کی گئی۔

مدرسہ تحتانیہ پھولمری تعلقہ اورنگ آباد تعلیمی جلسہ بہ تقریب سالگرہ مبارک زیر صدارت جناب حاجی سید بدیع الدین صاحب وکیل مدرسہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ آغاز جلسہ کے پہلے

طلبا کا جلوس جن کے ہاتھوں میں جھنڈیاں تھیں۔ اور جلوس کے سامنے زرد رنگ کا ایک بڑا جھنڈا جس پر "یارب رہے سلامت شاہ دکن ہمارا" کے حروف کندہ تھے بینڈ باجہ کے ساتھ نکالا گیا۔

جلسہ کی کارروائی اولاً قرأت قرانی سے ہوئی۔ اس کے بعد حمد باری تعالیٰ دو لڑکوں نے خوش الحانی سے پڑھا۔ بعد ازاں جناب صدر مدرس صاحب نے اعلیٰ حضرت بندگانعالی متعنا مدظلہم العالی کے سالگرہ مبارک کے حالات اور برکات ہمایونی کو وضاحت سے بیان فرما کر بادشاہ ظل اللہ کی عمر و اقبال کے لئے دعا مانگی۔

مہاراجہ بھگونت راؤ صاحب سمت پٹواری نے بھی بزبان مرہٹی برکات شاہانہ کا ذکر کرتے ہوئے تعلیم کی ضرورت۔ ہماری غفلت۔ خواندہ ناخواندہ کا مقابلہ تعلیم کی اہمیت اچھی طرح سے بیان کی۔ شنکر راؤ صاحب نے خوش الحانی سے اعلیٰ حضرت کی شان میں قصیدہ پڑھا

عین جلسہ کے موقع پر جناب منتظم صاحب پولس نے معہ اپنی جمعیت کے حاضر جلسہ ہو کر شاہی سلامی اتاری اور بندوقیں سر کیں۔ اختتام جلسہ پر طلبا مدرسہ کو شیرینی وغیرہ تقسیم کی گئی۔

مدرسہ تحتانیہ درجہ اول مہاگاؤں کا تعلیمی جلسہ زیر صدارت عالیجناب مولانا مولوی سید معین الدین صاحب مہتمم تعلیمات ضلع گلبرگہ شریف منعقد کیا گیا جس میں اطراف واکناف کے مدرسین و کا مداران دیہی مدعو کئے گئے تھے۔ شرکاء کی تعداد ایک ہزار سے بڑھ کر تھی۔ تقریباً دو گھنٹے تک مدرسین و رعایا و طلبا کے مختلف عنوانات پر لکچر اور مکالمہ ہوتے رہے۔ من بعد محمد عبدالکریم صاحب صدر مدرس مدرسہ ہذا نے اپنے مدرسہ کی ضروریات کو بتاتے ہوئے پور فنڈ کی تحریک پیش کی اسی وقت تقریباً (۵۰) پچاس روپیہ کے قریب چندہ نقد وصول ہوا۔ جس سے کافی وافی تعداد میں صدر صاحب کے دست مبارک سے طلبا کو انعامات نوشت و خواند تقسیم ہوئے من بعد صاحب صدر نے انعقاد جلسہ و ہمدردی رعایا پر مؤثر الفاظ میں تقریر

فرماتے ہوئے رعایا کا دلی شکریہ کے ساتھ اظہار مسرت کیا کہ مجھے ایک زمانے کے بعد ہماگاؤں جیسے مقام میں مدرسین و رعایا میں باہمی خلوص دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد صدر مدرس مدرسہ ہذا نے اس روشن زمانے کے خیر و برکت وحضور نظام کی دریا دلی پر مختصر سی تقریر کر کے اعلیحضرت قدر قدرت پادشاہ دکن کے عمر و اقبال میں دعا دے کر اہل دہ کا شکریہ ادا کیا۔ ازاں بعد تین گھنٹے تک اُردو و کنڑی میں دو بہترین ڈرامے ترقی تعلیم کی اہمیت پر کئے گئے جس سے پبلک متاثر ہو کر محظوظ ہوی۔ اس طرح بخیر و خوبی ۳ بجے شام جلسہ ختم ہوا۔

صدر جلسہ انجمن طلبا مدرسہ تحتانیہ قصبہ چمن چرر تعلقہ چنچولی زیر صدارت عالی جناب مولوی مخدوم علی صاحب ناظر تعلیمات ضلع گلبرگہ شریف منعقد ہوا۔ تقریباً جملہ باشندگان قصبہ شریک جلسہ تھے۔ صحن مدرسہ میں تحریک و تائید صدارت اور حمد کے ساتھ جلسہ کا آغاز ہوا۔ طلبا مدرسہ نے نہایت خوش الحانی سے چند نظمیں سنائے اور مضامین پڑھے۔ جماعت دوم اردو کے طلبا نے جھوٹ کی سزا پر بہترین و سبق آموز مکالمہ کیا۔ جماعت اول مرہٹی کے طالبات منگا بائی و کملا بائی نے کنتی دگاندھاری کا دلچسپ مکالمہ کیا۔ من بعد مولوی عثمان علی صاحب سوداگر نے مدرسہ کی ترقی پذیر حالت کو مدرسین مدرسہ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ظاہر کرتے ہوئے بہترین اسٹاف کے تقرر کا شکریہ ادا کیا۔ مسٹر سری نواس راؤ منشی ٹپہ نے کنڑی میں تقریر فرمائی۔ اس کے بعد مولوی محمد عثمان علی صاحب مددگار نے موجودہ حالات مدرسہ پر روشنی ڈالتے ہوئے رعایا کی دلچسپی اور غیر حاضر طلبا کی حاضری کے متعلق پر زور و موثر تقریر کی۔ محمد حسین صدر مدرس مدرسہ نے رپورٹ مدرسہ سنایا اور رعایا نے مدرسہ کے معاملات میں دامے درمے قدمے جو امداد کی ہے اس کا اظہار کرتے ہوئے حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد مسٹر وینکٹ راؤ صاحب مقدم پولس نے ترمیم مکان مدرسہ کی منظوری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آبادی مدرسہ و توفیر طلبا میں امداد کرنے کا وعدہ فرمایا۔ عالیجناب صدر نشین صاحب نے رعایا و مدرسین کے نہایت خوشگوار تعلقات باہمی پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے باہمی تعلقات و تعلیم کی اہمیت وغیرہ پر پُر مغز تقریر فرمائی۔ من بعد جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ اعلیحضرت و شہزادگان بلند اقبال کی ترقی عمر و اقبال اور جاہ و جلال کی دعا کے ساتھ برخواست ہوا۔

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرماویں

(۴) جو مضامین ناقابل متصور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۴) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ قسم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱	۸/۵	۸/۳
۳ بار	۸/۱۰	۱	۸/۵
ششماہ	۱	۸/۱۰	۱
سالانہ	۱	۱	۸/۱۰

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے۔

دفتر رسالہ المعلم

سیف آباد حیدرآباد دکن

*

ضروری اطلاع

برائے طلباء مدارس تحتانیہ و سطانیہ و قدیمہ

چونکہ بکسٹ بک کمیٹی نے نئے سال تعلیمی سے مختلف جماعتوں اور درجوں کے کتب نصاب میں اہم تغیرات فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم نے طلباء مدارس کی سہولت کے لئے ان تمام جدید کتب کا کافی اسٹاک فراہم کرلیا ہے۔ جس میں سے اکثر مطبع ہذا کی مطبوعہ بھی ہیں یا جن کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے۔ خصوصاً انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے مرتبہ کل اردو ریڈریں پہلی سے ساتویں تک (جو شریک نصاب ہوئی ہیں) ان سب کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے جدید منظورہ نصاب کتب کی فہرست کتب خانہ ہذا نے طبع کی ہے یہ فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے امید کہ مدرس صاحبان مدارس طلباء کو خریدی کتب میں بموجب نصاب جدید ہدایات فرماکر قدیم کتب کی خریدی سے احتیاط کرنے کی مناسب تدابیر اختیار فرمائیں گے۔

المشتہر

سید عبدالقادر تاجر کتب و مالک عظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر

حیدرآباد دکن

رمضان ۱۳۴۸ھ
رجسٹرڈ نمبر ۲۱
جلد ۷
نمبر ۷ و ۸

المعلم

مدیر ..... محمد سجاد مرزا ایم اے (کنٹب)
اعظم اسٹیم پریس میں چھپکر دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

مدارس کو مژدہ

مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری بی۔اے (آکسن) نائب ناظم تعلیمات کی معرکتہ الآرا کتاب

ڈنمارک اور اُس کا نظام تعلیم

نہایت دیدہ زیب صورت میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے بابت عالی جناب سر مہاراجہ صدر اعظم یمین السلطنت بہادر کی رائے ہے کہ اُردو زبان میں یہ کتاب اپنی نوعیت میں دلچسپ اور مضمون کی خصوصیات میں یگانہ ہے۔

متعدد تصاویر سے مرصع ہے کوئی گھر اور مدرسہ اس سے خالی نہونا چاہیئے قیمت فی جلد دو روپے

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مندرجات المعلم

(۱) ہمارا جدید نصاب ..... مدایر ... (۱ تا ۵۳)

(۲) تعلیم نباتات کس طرح دیجائے۔ مسٹر جگ موہن لال بی اے بی ٹی مدد گار عثمانیہ (۵۴ تا ۶۷)

(۳) اُردو انشا پردازی ..... مولوی محمد عبد الغنی صاحب اصغر نائب مدرس ٹریننگ کالج بلدہ (۶۸ تا ۷۵)

(۴) لیمون ..... ماخوذ ..... وسطانیہ گھونڈ ضلع لاہور (پنجاب) (۷۶ تا ۸۰)

(۵) تبصرے ..... (۸۱ تا ۸۸)

نمبر (۷ و ۸)	ماہ خرداد و تیر ۱۳۴۰ف	جلد (۷)

ہمارا جدید نصاب تعلیم

جنگ عظیم کے بعد سے حالات کچھ اس تیز رفتاری سے بدل رہے ہیں کہ آج کی بات کل پرانی ہو جاتی ہے۔ ممالک متمدن میں تو انقلابات ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن اب دنیا کا کوئی غیر متمدن حصہ بھی ایسا نہیں جو نئے اثرات سے محفوظ ہو۔

انسان کا بقا اسی میں ہے کہ ہر بات کو اپنے مطلب کا کرے۔

ہمارے وطن میں بھی گزشتہ ربع صدی میں غیر معمولی تبدیلیاں ہوئی ہیں جن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جو اپنی پہلی حالت پر قائم ہو۔ ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تغیر ضرور ہوا ہے۔ اس نئے ماحول میں زندہ رہنے کے لئے قدیم طرز کی تعلیم ہرگز مناسب نہیں تھی چنانچہ اس کے نقائص آشکار عالم ہو چکے تھے۔ جناب خان فضل محمد خان صاحب ایم اے نے خدمت نظامت تعلیمات کا عہدہ حاصل کرتے ہی اس کو محسوس فرمایا خود غور و خوض کیا۔ اپنے عہدہ داروں سے صلاح مشورہ کیا اور نہایت قلیل عرصہ میں تازہ ترین ضروریات اور جدید ترین اصول کے مطابق ممالک محروسہ سرکار عالی کے لئے نصاب تعلیم مرتب فرما دیا۔ مورون کتابوں کی عدم موجودگی کے باعث جو وقتی تکلیفات پیش آئیں گی ان کے متعلق گشتی بھی جاری ہوئی ہے جو شروع ہی میں درج کر دی جاتی ہے۔ ہر نصاب کی تکمیل درسی کتب سے نہیں بلکہ مدرسین سے ہوتی ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ جملہ مدرسین خصوصاً تربیت یافتہ مدرسین اس نازک وقت پر کمر باندھ کر کام کریں گے اور جناب ناظم صاحب تعلیمات کا نصب العین حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں گے۔

جدید نصاب انگریزی زبان میں تیار ہوا لیکن اس کا ترجمہ درج ذیل ہے اس کو ایک ہی نظر میں بنظر سہولت مدارس شائع کیا جاتا ہے۔

(مدیر)

گشتی صدر دفتر نظامت تعلیمات ممالک محروسہ سرکار عالی واقع ۱۵ خورداد ۱۳۴۰ف

نگارش ہے کہ بمنظوری سرکار مدارس تحتانیہ و وسطانیہ کے لئے جو نصاب تعلیم ترتیب پایا ہے اس کی ایک کاپی اس کے ساتھ مرسل ہے۔ آئندہ سال تعلیمی یعنی امرداد ۱۳۴۱ف سے

اس کا نفاذ فرمایا جائے۔ اور اس کے ہر جزو کو بغور پڑھ کر عمل پیرائی کی کوشش کیجائے۔

۱۔ نصاب تعلیم انگریزی کے پہلے صفحہ پر زیر عنوان "تنظیم مدارس" جو فقرات درج ہیں ان میں سے فقرات (۵) (۱۱) و (۱۲) صفحہ (۳) طبقہ تحتانیہ کا فقرہ (۴) صفحہ (۷) طبقہ تحتانیہ جماعت چہارم کے تحت نوٹ (۲) خاص طور پر غور طلب ہیں۔

۳۔ اس نصاب میں سوائے کتب دینیات اہل اسلام (سنت جماعت) باقی کسی مضمون کے لئے کوئی کتاب مقرر نہیں کی گئی۔ بلکہ ہر مضمون کا سلیبس طے کر دیا گیا ہے اور اس سلیبس کے مطابق کتب کی تالیف و تصنیف کا مسئلہ زیر غور سررشتہ ہذا ہے۔ پس سردست اس سلیبس کے مطابق ان ہی کتب کے ذریعہ حتی الامکان تعلیم دی جائے۔ جو ہر مضمون کے متعلق اس وقت پڑھائی جاتی ہیں۔ البتہ کتب انگریزی کے نسبت قبل ازیں گشتی دیجا چکی ہے کہ بنگال ریڈرز کے بجائے ویسٹ کی ریڈرز پڑھائی جائیں۔

۴۔ عربی و سنسکرت کی تعلیم بجائے تیسری جماعت کے اس نصاب کے تحت پانچویں جماعت سے آغاز ہوگی۔ ان جماعتوں کے لئے عربی و سنسکرت کے کتب کا انتخاب زیر غور و فکر ہذا ہے۔ نیز فارسی کی کتب کے متعلق بھی بعض امور تصفیہ پا رہے ہیں پس تا صدور احکام طلبہ و مدرسین کو ہدایت کی جائے کہ وہ ان مضامین کی کتب نہ خرید کریں

۵۔ کالج کے پرنسپل صاحبان صدر صاحبان مدارس فوقانیہ و سطانیہ و صدر مہتمم صاحبان اسمات و مہتمم صاحبان اضلاع و صدر مہتمم صاحبہ مدارس نسواں سرکار عالی سے توقع کیجاتی ہے کہ وہ مدارس تحت میں یکم امرداد ۱۳۴۶ف سے اس نصاب کے متعلق تعلیم کا انتظام فرمائینگے اور افسران معائنہ کنندہ اسمات کی نگرانی رکھیں گے۔ کہ کسی مدرسہ شاہی یا کلفنڈ۔ امدادی و علمہ سرکار میں اس کے خلاف عمل نہ ہو۔ نیز ناظر صاحبان مدارس کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ بوقت دورہ مدارس مفوضہ کے صدر مدرسین و مدرسین کو اس نصاب تعلیم کے ہر جزو کے متعلق مناسب تفہیم و ہدایت کے بعد ان کے جملہ استفسارات یا ان باتوں کو جو وہ

نہ سمجھ سکیں شافی جوابات دیکر اِن کے کام میں سہولت بہم پہنچائیں گے۔

۶۔ مشاغل دستی کی تعلیم جیسے جیسے کہ سامان ضروری فراہم ہو سکے بتدریج مدارس میں جاری کی جائے۔ لیکن بعض مشاغل ایسے ہیں جن کو فوری جاری کیا جا سکتا ہے۔ اِن کاموں کی ہر مدرسہ میں فوراً ابتدا کرائی جائے۔

۷۔ کالج، مدارس ثانویہ اور اُن درس گاہوں پر جن کا راست دفتر ہذا سے تعلق ہے نصاب تعلیم (انگریزی و اُردو) کی ایک ایک جلد راست دفتر ہذا سے روانہ کی جاتی ہے مدارس تحتانیہ شاہی۔ لوکلفنڈ ذکور و اناث۔ مدارس امدادی و مدارس خاص کی ضلعواری تعداد کے مطابق نصاب تعلیم (طبقہ تحتانیہ) (اُردو) کی کاپیاں دفتر صدر مہتمم صاحب بلدہ و اطراف بلدہ و صدر مہتمم صاحبہ مدارس نسوان سرکار عالی مہتمم صاحب ضلع کے پاس روانہ کرکے توقع کی جاتی ہے وہ تحت کے مدارس پر ان کی فوری تقسیم اور ذریعہ گشتی اپنے دفتر سے مزید ہدایت کی روانگی کا ایسا انتظام فرمائیں گے کہ مدارس تحتانیہ شاہی امدادی لوکلفنڈ کے تعطیلات موسمی کے لئے بند ہونے سے قبل ہر مدرسہ پر نصاب کی ایک ایک کاپی معہ ہدایات پہنچ جائے۔

۸۔ جس دفتر کو نصاب تعلیم کی مزید کاپیوں کی ضرورت ہو اسکو چاہیئے کہ باظہار وجوہ بواسطہ معمولی دفتر ہذا درخواست پیش کرے۔

۹۔ اس نصاب تعلیم کے متعلق اگر کوئی امر دریافت طلب ہو تو چاہیئے کہ بواسطہ معمولی محکمہ ہذا سے کارروائی کی جائے۔

حسب مسودہ دستخطی ناظم صاحب

شرحدستخط

مددگار ناظم تعلیمات

نظم و نسق مدارس

(۱) عام تعلیم کے مدارس کے دو درجے قرار دئے گئے ہیں، مدارس تحتانیہ اور مدارس ثانویہ۔

(۲) مدارس ثانویہ کی دو قسمیں ہیں مدارس فوقانیہ اور مدارس وسطانیہ۔

(۳) مدارس تحتانیہ کی بھی دو قسمیں ہیں دیہی مدارس تحتانیہ اور شہری مدارس تحتانیہ۔

(۴) دیہی یا شہری مدارس تحتانیہ میں چار جماعتیں ہوں گی پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور ہر جماعت کی مدت تعلیم ایک سال ہوگی بشرطیکہ ضرورت دیہی مدارس تحتانیہ میں چوتھی جماعت کے بعد ایک زاید جماعت (Supplementary) اور قایم کی جاسکے گی بشرطیکہ ایسے مدارس میں محکمہ کو زاید جماعت کی حقیقی مانگ کی نسبت اطمینان ہو جائے، اس جماعت کا نصاب جداگانہ ہوگا۔

(۵) مدرسہ تحتانیہ میں ذریعہ تعلیم مقامی ملکی زبان ہوگی، جن کی زبان اُردو ہے اُن کے لئے ذریعہ تعلیم اُردو ہوگا۔ مدارس تحتانیہ میں عام طور پر مقامی ملکی زبان اور اُردو کی متقابل جماعتیں ہوں گی۔

نوٹ۔ توقع کی جاتی ہے کہ چھ سال کی عمر ختم کر کے لڑکا پہلی جماعت میں شریک ہوگا، چھ سال سے کم عمر کے لڑکے ایسے مدارس میں شریک ہوں گے جہاں کنڈرگارٹن کا انتظام موجود ہے یا کیا جاسکتا ہے۔

(۶) مدارس تحتانیہ میں حسب دفعہ (۴) چار سال کی تعلیم کا انتظام ہوگا، لیکن تا حکم ثانی مدارس کی کچھ تعداد ایسی رہے گی جو مدارس ابتدائیہ کہلائیں گے اور جہاں صرف دو جماعتیں ہونگی، یہ مدارس علی العموم یک زبانی ہوں گے، اس امر کی ممکنہ کوشش کی جائے گی کہ جلد از جلد

ان مدارس ابتدائیہ کو مدارس تحتانیہ بنا دیا جائے ۔

نوٹ ۔ اس دفعہ کا اثر ان شاخہائے مدارس پر نہیں پڑے گا، جہاں عموماً تیسری جماعت تک تعلیم دی جاتی ہے اور جو درحقیقت کسی مدرسہ وسطانیہ یا فوقانیہ کی شاخ ہیں اور ان ہی مدارس کے صدر مدرسین کے تحت ہیں ۔

(۷) دیہی مدارس کی درسی کتب کے مضامین بہ لحاظ حالات مقامی مختلف ہوں گے اور ماحول کے لحاظ سے ذیلی کتابیں تیار کرائی جائینگی ۔

(۸) مدارس ثانویہ کے طبقہ وسطانیہ میں تین جماعتیں ہوں گی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں جن میں سے ہر ایک جماعت کی مدت تعلیم ایک سال ہوگی ۔

(۹) مدارس فوقانیہ میں جامعہ عثمانیہ کے امتحان میٹریکیولیشن یا امتحان ہائی اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ (مسلمہ مدراس یونیورسٹی) یا دونو کے لئے طلبہ تیار کئے جائیں گے ۔

(۱۰) مدارس ثانویہ کے طبقہ فوقانیہ میں تین جماعتیں ہوں گی، آٹھویں، نویں اور دسویں مدت تعلیم ہر جماعت کے لئے ایک سال ہوگی ۔

(۱۱) مدارس فوقانیہ میں زبان انگریزی بحیثیت لازمی مضمون پڑھائی جائے گی ۔

(۱۲) مدارس ثانویہ کے معلوماتی مضامین میں ذریعہ تعلیم اُردو ہوگا، لیکن سردست خاص حالات کے مدنظر استثنائی صورتوں میں، ذریعہ تعلیم انگریزی رکھنے کی ناظم تعلیمات اجازت دے سکیں گے ۔

(۱۳) مدارس ثانویہ میں طبقہ تحتانیہ رہ سکتا ہے ۔

(۱۴) زبان انگریزی مدارس ثانویہ کے طبقہ تحتانیہ میں یا ان مدارس تحتانیہ میں جن کا مدارس ثانویہ سے الحاق مسلمہ ہو یا جو ان مدارس کی شاخیں ہوں، پڑھائی جاسکتی ہے ۔

انگریزی بحیثیت زاید زبان دوم (بہ طور اختیاری) مدارس تحتانیہ دیہی میں لی جاسکتی ہے بشرطیکہ ناظم تعلیمات اس کی ضرورت تسلیم کریں اور اس کی تعلیم کا انتظام ہو سکے ۔

(۱۵) انگریزی کی تعلیم مدارس ثانویہ کے طبقہ تحتانیہ اور خاص (اجازت یافتہ) مدارس تحتانیہ میں تیسری جماعت سے بحیثیت زبان زاید دوم (اختیاری) شروع کی جاسکتی ہے۔

(۱۶) جب کوئی طالب علم مدرسہ تحتانیہ دیہی میں جہاں زبان انگریزی کی تعلیم نہیں دی جاتی، تعلیم ختم کرے تو بعد ایسے مدرسہ ثانویہ میں داخلہ کا خواہاں ہو جہاں انگریزی پڑھائی جاتی ہے تو اس کی انگریزی کی تعلیم کے لئے چند منتخبہ مدارس میں خاص طور پر بندوبست کیا جائے گا، جہاں اس امر کا انتظام ہوگا کہ ایسے طلبہ کو زبان انگریزی کی تعلیم اس طریقہ پر دیجائے کہ وہ پانچویں جماعت میں شریک ہوسکیں، روزانہ ان کے وقت کا کچھ حصہ دیگر مضامین کے اعادہ میں صرف ہوگا۔

(۱۷) ہر درجہ اور ہر قسم کے مدارس میں مختلف زبانوں کی تعلیم حتی الوسع انہی زبانوں کے ذریعہ حسب طریق راست دی جائے گی۔

طبقات تحتانیہ و وسطانیہ | مضامین نصاب :-

(الف) طبقہ تحتانیہ (پہلی جماعت سے چوتھی جماعت تک)۔

۱- زبان ملکی۔ مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک زبان پڑھنا لازمی ہوگا:-

اُردو، تلنگی، کنڑی اور مرہٹی۔

۲- ریاضی۔

۳- معلومات عامہ۔

(الف) جغرافیہ۔

(ب) تاریخ (تیسری جماعت سے شروع ہوگی)۔

۴- السنہ زاید، (تیسری جماعت سے شروع ہوگی)۔

(الف) مدارس تحتانیہ شہری کے لئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک:-

اُردو، مرہٹی، تلنگی، کنڑی اور فارسی۔

(ب) مدارس تحتانیہ دیہی کے لئے مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک :۔
اردو، تلنگی، مرہٹی اور کنڑی۔
وہ طلبہ جو آیندہ مدرسہ فوقانیہ کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں زبان انگریزی بطور زبان زاید دوم تیسری جماعت میں لے سکتے ہیں۔
نوٹ۔ زبان زاید زبان ملکی لازمی سے مختلف ہونی چاہیئے۔
۵۔ اسباق الاشیاء۔
۶۔ قصہ گوئی (صرف جماعت ہائے پہلی اور دوسری کے لئے)۔
۷ مبادی اخلاق و مذہب۔
۸۔ حفظان صحت۔
نوٹ۔ طالبات کے لئے علوم خانہ داری اور سوزن کاری کی تعلیم بھی شامل ہوگی۔
۹۔ ورزش جسمانی۔
۱۰۔ معلومات دیہی (تعلیم تیسری جماعت سے شروع ہوگی)۔
۱۱۔ نقشہ کشی۔
۱۲۔ دستی مشاغل۔
(ب) طبقہ وسطانیہ (پانچویں سے ساتویں تک)۔
۱۔ زبان لازمی :۔ مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک ملکی زبان پڑھنا لازمی ہوگا۔
اردو، تلنگی، مرہٹی اور کنڑی۔
۲۔ ریاضیات :۔
(الف) حساب۔
(ب) جبر و مقابلہ۔
(ج) ہندسہ۔

نوٹ:- جبر و مقابلہ و ہندسہ کے بجائے طالبات علوم خانہ داری کی تعلیم حاصل کر سکتی ہیں لیکن ان طالبات کے لئے جو فوقانیہ کی تعلیم پانا چاہتی ہیں یہ رعایت نہ ہوگی۔

۳۔ معلومات عامہ:-

(الف) جغرافیہ۔

(ب) تاریخ۔

۴۔ السنہ زاید:- مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک زبان:-

اُردو، تلنگی، مرہٹی، کنڑی، فارسی، عربی اور سنسکرت۔

نوٹ۔ زبان زاید اس سے مختلف ہونی چاہیئے جو کہ بطور ملکی زبان لازمی لیجائے

۵۔ اسباق الاشیاء اور ابتدائی سائنس۔

۶۔ انگریزی (بطور زبان زاید دوم لینا، ان طلبار کے لئے، لازمی ہوگا جو فوقانیہ کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں)۔

۷۔ مبادی اخلاق و مذہب۔

۸۔ ورزش جسمانی۔

۹۔ نقشہ کشی۔

۱۰۔ دستی مشاغل۔

۱۱۔ علوم خانہ داری و سوزن کاری (طالبات کے لئے)۔

نصاب تعلیم برائے مدارس تحتانیہ و وسطانیہ ممالک محروسہ سرکار عالی۔

طبقہ تحتانیہ (چار سال)۔

(۱) زبان ملکی۔

پہلی جماعت۔

(الف) پڑھنا:-

جملہ حروف تہجی اور بارہ کھڑی (گنتیم) کی پہچان اور ان کا تلفظ، قاعدہ (پرائمر) اور نصف پہلی کتاب کا پڑھنا، اور ان کے مطالب پر آسان اور سہل سوالات کا جواب دینا

(ب) لکھنا:۔

کوڑیوں اور گنجوں کو جوڑ کر حروف اور آسان الفاظ بنانا، کتاب کے الفاظ اور چھوٹے چھوٹے جملوں کو سلیٹ یا تختی پر بڑے اور موٹے حروف میں نقل کرنا۔

(ج) نظم خوانی:۔

درسی کتاب میں سے نظم کی پندرہ ابیات مع معنی زبانی دوھرانا۔

(د) ہجے اور املا نویسی:۔

کتاب درسی میں سے آسان الفاظ کی املا نویسی اور ان کے ہجے کرنا۔

دوسری جماعت۔

(الف) پڑھنا:۔

پہلی کتاب کا بقیہ نصف اور دوسری کتاب پوری ختم کرنا، ان کے مطالب و معنی پر آسان سوالات کے جوابات دینا۔

(ب) لکھنا:۔

درسی کتاب میں سے چھوٹے چھوٹے جملے نقل کرنا۔

(ج) نظم خوانی:۔

کتاب درسی میں سے نظم کی (۳۰) سطریں دوہرانا اور ان کے مطالب کو پوری طرح سمجھنا۔

(د) ہجے اور املا نویسی:۔

درسی کتاب میں سے موٹے اور بڑے حروف میں آسان جملوں کی املا نویسی

تیسری جماعت۔

(الف) پڑھنا:۔

تیسری کتاب پوری ختم کرنا اور اس کے معنی و مطلب پر سوالات کے جوابات دینا۔

(ب) لکھنا:۔

درسی کتاب یا کسی اور کتاب میں سے فقرات اور جملے نقل کرنا، (اس جماعت میں باقاعدہ کاپیاں رکھنا لازم ہوگا۔)

(ج) نظم خوانی:۔

نظم کے (۵۰) ابیات دوہرانا اور ان کے مطالب کو پوری طرح سمجھنا۔

(د) املا نویسی:۔

بڑے بڑے جملوں کی موٹے حروف میں املا نویسی۔

(ہ) قواعد اور مضمون نویسی:۔

(۱) قواعد:۔

جملہ کے اجزائے کلام، بلا امداد کتاب قواعد، دوران سبق میں اسما اور ضمائر کی تمیز بتانا۔

(۲) مضمون نویسی:۔

ایک مختصر قصہ کو اپنے الفاظ میں لکھنا۔

چوتھی جماعت۔

(الف) پڑھنا۔

چوتھی کتاب ختم کرنا اور اس کے مطالب و معانی پر سوالات کے جوابات دینا۔

(ب) لکھنا:۔

درسی کتاب یا کسی اور کتاب میں سے عبارت اور جملے نقل کرنا، (اس جماعت میں باقاعدہ کاپیاں رکھی جائیں)

(ج) نظم خوانی:۔

درسی کتاب میں سے (۷۵) ابیات دوہرانا اور ان کے مطالب کو پوری طرح سمجھنا۔

(د) املانویسی:۔

چھوٹے حروف میں معمولی عبارت سنکر لکھنا۔

(ہ) قواعد اور مضمون نویسی:۔

(الف) قواعد:۔

ابتدائی قواعد، اصول قواعد، افعال کی گردان، سادہ اور آسان ترکیب صرفی۔

(ب) مضمون نویسی:۔

ایک مختصر خط اور درخواست لکھنا، ایک مختصر مضمون دئے ہوئے خاکے کے مطابق، اپنے الفاظ میں لکھنا۔

نوٹ۔ باضابطہ قواعد پر زور دئے بغیر مضمون نویسی اور قواعد کا باہمی تعلق بتلایا جائے۔

۲۔ ریاضی۔

پہلی جماعت۔

گنتی (مقررہ اشیاء کے ذریعہ)، گنتی (۱۰۰) تک مساوی زیادتی یا کمی کے ساتھ جس میں فرق (۱۰) سے زیادہ نہ ہو (۱۰۰) تک لکھنا، جمع اور تفریق (زبانی و تحریری) جس میں کوئی عدد (۳۰) سے زیادہ نہ ہو۔

ضرب، جمع کرنے کا سہل اور مختصر ترین طریقہ اور تقسیم، تفریق کرنے کا مختصر طریقہ جس میں کوئی عدد (۳۰) سے زائد نہ ہو اور مضروب فیہ اور مقسوم علیہ اعداد مفرد ہوں۔

(زبانی جمع اور تقسیم مقررہ اشیاء کے ذریعہ)، ریاضی اور مطالعہ قدرت کا ارتباط باہمی، بازاری لین دین وغیرہ پیسوں کے ذریعہ اور اس پر آسان عبارتی سوالات جن میں اعداد (۳۰) سے زائد کے نہ ہوں۔

دوسری جماعت۔

گنتی (۱۰۰۰) تک، جمع اور تفریق کی اعداد نویسی و اعداد خوانی، زبانی جمع و تفریق صرف (۱۰۰) تک مساوی فرق کے ساتھ جو (۱۰) سے زائد نہ ہو، زبانی ضرب اور تقسیم یعنی جمع اور تفریق کا سہل اور مختصر طریقہ مقرون اشیاء کی مدد سے جو (۱۰۰) سے متجاوز نہ ہو (یعنے ۱۰×۱۰)، ضرب کے پہاڑے (۱۰) تک تحریری جمع اور تفریق جس میں کوئی عدد (۱۰۰۰) سے متجاوز نہ ہو، تحریری ضرب اور تقسیم جس میں کوئی عدد (۱۰۰) سے زائد نہ ہو، چار مفرد قاعدوں پر مشتمل آسان زبانی سوالات، سکے (پیسہ، ادھنا، چونی، اٹھنی اور روپیہ) طول کا پیمانہ (انچ، فٹ و گز) تولنے کے اوزان (تولہ، چھٹانک، پوسیرا، ادسیرا، سیر)

تیسری جماعت۔

اعداد خوانی و اعداد نویسی ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) تک زبانی جمع اور تفریق جس میں اعداد (۱۰۰۰) سے متجاوز نہ ہوں، ضرب کے پہاڑے (۲۰) تک (۲۰×۲۰)، ($\frac{1}{2}$) اور ($\frac{1}{4}$) کا پہاڑہ (۲۰) تک، تحریری جمع اور تفریق (۱۰۰۰۰۰) ایک لاکھ تک تحریری ضرب جس میں مضروب فیہ (۴) ہندسوں سے متجاوز نہ ہو، تحریری تقسیم جس میں مقسوم علیہ (۲) عدد سے متجاوز نہ ہو، چار مفرد قاعدوں پر عبارتی سوالات جس میں سب صحیح اعداد ہوں، طول کے پیمانے (انچ سے میل تک، گرہ اور اس کی نسبت گز کے ساتھ) تولنے کے اوزان (رتی، ماشہ، تولہ من تک) مقامی اوزان (کچا من، پلہ وغیرہ) اوزان کے انگریزی پیمانے، غلے اور سیال اشیاء کے ہندوستانی پیمانے، انگریزی اور ہندوستانی سکے، اوقات کے پیمانے، مرکب قاعدے اور ان پر آسان عبارتی سوالات۔

چوتھی جماعت۔

مکمل اعداد نویسی و اعداد خوانی، ضرب کے پہاڑے (۲۰×۲۰) تک اور ($\frac{1}{4}$)، ($1\frac{1}{2}$)، ($2\frac{1}{2}$) کے پہاڑے (۱۰) تک، لمبی ضرب و تقسیم، اجزائے ضربی، مفرد اور مرکب اعداد، صحیح اعداد کا عاد اعظم اور ذو اضعاف اقل، کسور عام (آسان) اعشاریہ اعداد نویسی کے

متعلق ابتدائی معلومات، اعشاریہ کا کسور عام میں تبدیل کرنا اور اس کا عکس، مساحت اور تولنے وغیرہ کے مزید پیمانے، مرکب قاعدے اور اُن پر عبارتی سوالات۔ کائی کا قاعدہ اور بازاری لین دین میں منافع اور نقصان معلوم کرنے میں اس کا استعمال، تجارت مفرد، حالی سکہ کا کلدار میں مبادلہ اور عکس۔

ہندسی اشکال کی نقشہ کشی، سیدھے خطوط، مربع، مستطیل، مربع اور مستطیل کے رقبے گراف کاغذ کی مدد سے یا کسی اور طریقے سے۔

نوٹ۔ اس طبقہ میں ذہنی حساب پر زیادہ زور دیا جائے اور روزمرہ کی ضروریات زندگی کی عام معلومات پر عبارتی سوالات دئے جائیں۔

۳۔ معلومات عامہ۔

(الف) جغرافیہ۔

پہلی جماعت۔

اس جماعت میں جغرافیہ کی تعلیم ایک جداگانہ مضمون کی حیثیت سے نہیں ہونی چاہیئے بلکہ وہ زبان ملکی، مشاہدہ قدرت اور قصہ گوئی کا ایک جزو ہو۔

دوسری جماعت۔

سورج کی مدد سے اسمات کے متعلق ابتدائی معلومات، خاص خاص مقامی طبعی حالات کا مشاہدہ مثلاً ندیاں، کنٹے، تالاب، پہاڑ وغیرہ، ہوا اور موسموں کا مشاہدہ۔

غیر ممالک کے بچوں کے قصے (روزمرہ کی زندگی، غذا، لباس، مکان، ذرائع حمل ونقل وغیرہ) بر اعظموں کا تذکرہ قدیم طریقہ پر نہ کیا جائے بلکہ مناظر کے بیان کے ساتھ ان کے محل وقوع کا بھی ٹھیک ٹھیک تعین کیا جائے۔

نقشہ سے طلبا کو واقف کرایا جائے۔

تیسری جماعت۔

وطن کا جغرافیہ۔ چوبی سمت نما کے سایہ سے جنوبی و شمالی خطوط کا معلوم کرنا، نقشہ کے متعلق ابتدائی معلومات جو قرب و جوار کی چیزوں سے حاصل کئے جائیں مثلاً مدرسہ، جماعت کا کمرہ، بازی گاہ، گھر، نیز اسمات مکان، پولیس کی چوکی ٹپہ خانہ، چمن اور حاوڑی (مدارس دیہی کے لئے)۔

جغرافی اصطلاحات کی تعریفات مقامی مشاہدات اور نمونوں (Models) کی مدد سے ضلع کا ابتدائی جغرافیہ (دیہی مدارس کے لئے) اور شہر کا جغرافیہ (مدارس شہری کیلئے) کرہ ارض کا مطالعہ زمین کی شکل خشکی اور تری کی تقسیم کے متعلق ابتدائی معلومات براعظم و بحر اعظم کے نام، غیر ممالک اور اُن کے باشندوں کے قصے زیادہ تسلسل اور تفصیل کے ساتھ دنیا کے انکشافی قصص مہیا کردہ نقشوں کے ذریعہ ان قصوں کی توضیح۔

نقشہ کے متعلق مزید معلومات۔

چوتھی جماعت:۔

(الف) ہندوستان کے جغرافیہ کا خاکہ، دنیا میں اس کا محل وقوع، حدود اربعہ، عام طبعی حالات، آب و ہوا (ابتدائی معلومات) اور اہم پیداوار مثلاً گیہوں، روئی اور چاول۔

(ب) ممالک محروسہ سرکار عالی کا جغرافیہ۔

۱۔ قدرتی تقسیم۔

طبعی حالات، آب و ہوا، بارش، زمین، نباتات، پیداوار، عام پیشے، درآمد برآمد مشہور مقامات۔

۲۔ ملکی تقسیم، سڑکیں اور ریلیں، نظم و نسق۔

(ج) غیر ممالک اور ان کے باشندوں کے مزید قصے ہندوستان کے دنیا میں مخصوص محل وقوع کے اعتبار سے۔

(د) نقشہ کشی۔

(ب) تاریخ۔

تیسری جماعت۔

تاریخ ہند کی ایسی آسان کہانیاں اور قصے جن سے تاریخ دکن پر روشنی پڑتی ہو۔

چوتھی جماعت۔

تاریخ ہند کے قصے جو دکن کی عام تاریخ سے متعلق ہوں۔

نوٹ۔۱۔ اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ طلبا میں مضافاتی تاریخی عمارات کے مشاہدہ کا شوق پیدا کریں اور اس طرح تاریخ کے ترتیبی پہلو پر زور دیں۔

۲۔ دکن اور شمالی ہندوستان کے گہرے تعلق کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے تاکہ طلبا علم تاریخ کو تنگ اور محدود نظر سے نہ دیکھیں۔

۳۔ نقشہ کے استعمال پر ہمیشہ زور دیا جائے۔

۴۔ السنہ زائد۔

(الف) برائے مدارس تحتانیہ شہری۔

تیسری جماعت۔

مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک :۔

اُردو، مرہٹی، تلنگی، کنڑی اور فارسی۔

(معیار وہی ہوگا جو کہ پہلی جماعت کے لئے زبان ملکی کا ہے۔)

چوتھی جماعت۔

مفصلہ ذیل میں سے کوئی ایک زبان :۔

اُردو، مرہٹی، تلنگی، کنڑی اور فارسی۔

(معیار وہی ہوگا جو کہ دوسری جماعت کے لئے زبان ملکی کا ہے)

(ب) برائے مدارس تحتانیہ دیہی۔

تیسری جماعت۔

مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک زبان:۔

اُردو، مرہٹی، تلنگی، اور کنڑی۔

(معیار وہی ہوگا جو کہ پہلی جماعت کے لئے زبان ملکی کا ہے)

چوتھی جماعت۔

مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک:۔

اُردو، مرہٹی، تلنگی اور کنڑی۔

(معیار وہی ہوگا جو کہ دوسری جماعت کے لئے زبان ملکی کا ہے)

نوٹ۔ ۱۔ وہ طلبا، جو ہائی اسکول کا نصاب ختم کرنا چاہیں، انگریزی بحیثیت زائد زبان دوم مدارس تحتانیہ کی تیسری جماعت میں لے سکتے ہیں بشرطیکہ اس کی تعلیم کا انتظام ہو سکے

۲۔ ان طلبا کے لئے جن کی مادری زبان اُردو ہے دیگر ملکی تین زبانوں میں سے کوئی ایک زبان علاوہ اُردو کے لینا لازمی ہوگا، اور ان طلبہ کے لئے جن کی مادری زبان اُردو نہیں ہے اُردو کی تعلیم علاوہ زبان ملکی کے لازمی ہوگی۔

۳۔ مدارس پر یہ لازم نہ ہوگا کہ وہ ان تمام زبانوں کی تعلیم کا انتظام کریں۔

زبان زائد دوم انگریزی

تیسری جماعت۔

پڑھنا، لکھنا، نظم خوانی اور املا نویسی۔

(معیار وہی ہوگا جو پہلی جماعت میں زبان ملکی کا ہے)

چوتھی جماعت۔

پڑھنا، لکھنا، نظم خوانی اور املانویسی۔

(معیار وہی ہوگا جو دوسری جماعت میں زبان ملکی کا ہے)

۵۔ اسباق الاشیاء

پہلی جماعت۔

(الف) جانور۔

عام پالتو جانور مثلاً بلی، کتا اور گائے ان کے جسم کے مختلف حصے مثلاً کھال، بال، کان، آنکھ دم وغیرہ، ان کی غذا، بچے اور ان کی پرورش، ان جانوروں سے انسان کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں مدرسہ یا گھر کے نواح کے چند عام جانوروں کی پہچان مثلاً چڑیا، گلہری، کوا، چھپکلی اور عام کیڑے مکوڑے۔

(ب) پودے اور درخت۔

عام ترکاریاں اور میوے، پھل اور تخم کے دیکھنے سے پودے کی پہچان، عام درخت اور جھاڑیوں کی پہچان، ان کے فوائد، سایہ، پھل، پھول وغیرہ۔

(ج) مناظر قدرت۔

سورج، چاند، ستارے، دن اور رات، پانی، کنواں تالاب، کنٹہ، ندی، بادل اور مینھ کے متعلق معلومات۔

دوسری جماعت

(الف) جانور۔

بکری، بھینس، گھوڑا، مرغی، بھیڑ وغیرہ (ان کے متعلق پہلی جماعت کے جانوروں کی طرح معلومات) چند عام جانوروں اور کیڑے مکوڑوں مثلاً مینڈک، بھونرا، تیتری، مکھی، کیچوا اور چیونٹی وغیرہ کی پہچان۔

(ب) پودے اور درخت۔

عام ترکاریاں اور میوے، پتے، پھول، پھل اور تخم کے دیکھنے سے درخت یا پودے کی پہچان، عام درخت اور پودوں کی پہچان، باغبانی۔

(ج) مناظر قدرت۔

سورج اور دن، طلوع آفتاب، دوپہر، غروب آفتاب، جہاز اسمات

تیسری جماعت۔

(الف) جانور۔

گدھا، چڑیا، کوا، مینڈک اور ان کے حرکات، غذا، گھونسلا بنانا، بچوں کی نگہداشت مادہ کا اپنے بچوں کو غذا کھلانا اور ان کی حفاظت کرنا، مرغی، اور اس کے چوزے، تیتری، مکڑا، گھونگا، ان کے رہنے کے مقام، عادات اور خصائل، چند جنگلی پرندوں کی پہچان (دیکھکر یا اُن کی آواز سُنکر) مختلف اقسام کے پرندوں مثلاً آبی پرندوں، شاخ پر بیٹھنے والے پرندوں وغیرہ میں تمیز کرنا۔

(ب) پودے اور درخت:۔

معمولی ترکاریاں اور میوے اور پھولوں کے عام پودے، پودے اور بیلوں کی پہچان، ان کے سوت (ریشہ) خار وغیرہ، پھول اور ان کا رنگ و بو، مزید پودوں اور درختوں کے متعلق معلومات، درختوں کا اگنا، بڑھنا اور اُن کا طریق پیدائش، باغبانی تخم ریزی کے لئے قطعات زمین تیار کرنا اور کلچائی۔

(ج) مناظر قدرت۔

حرارت و قوت، سورج، چاند اور ستارے، بادل مینہ اور اس کے متعلق معلومات

چوتھی جماعت۔

(الف) جانور۔

گائے، بھینس، گھوڑا، گدھا، بلی، کتا، کبوتر، طوطا اور مچھلی، ان کے عادات و حرکات غذا وغیرہ، ان کی جسمانی ساخت سے عادات کی مطابقت، صحرائی جانور، بونٹ کا کپڑا کیچوے وغیرہ کے متعلق جماعت تیسری کے مطابق معلومات۔

(ب) پودے اور درخت:۔

پودے لگانا، بیجوں اور میووں وغیرہ کے اقسام، پھلی اور چنے کی تخم ریزی، ہوا اور پانی کی پودوں کو ضرورت، درخت اور جھاڑیوں وغیرہ کے مختلف حصوں کے افعال کے متعلق مثل تیسری جماعت معلومات، موسمی تغیرات، پت جھڑ، کونپلیں، پھولوں کا نکلنا وغیرہ باغبانی، ترکاریوں کی کاشت۔

(ج) مناظر قدرت:۔

ہوا اور اس کا رخ مختلف مہینوں میں، بارش اور زمین پر اس کے اثرات، دریا اور ان کے فوائد حمل و نقل (Transport) آبرسانی وغیرہ، بادل اور وہ کس طرح بنتے ہیں۔

نوٹ:۔ مناظر قدرت کا حتی الامکان سیر و تفریح سے ارتباط باہمی، مدرسہ میں باغ لگایا جائے اور پالتو جانور پالے جائیں، عجائب گھروں اور دلچسپ مقاموں کی سیر کے انتظامات کئے جائیں۔

۲۔ قصہ گوئی

پہلی جماعت۔

آسان، دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں سننا (جس کی حتی الامکان تصویر کی مدد سے ذریعہ توضیح کی جائے) اور ان پر آسان سوالات کا جواب دینا۔

دوسری جماعت۔

آسان اور دلچسپ کہانیاں پڑھنا اور ان پر سوالات کا جواب دینا، ان کہانیوں کی

اپنے الفاظ میں زبانی دوہرانا۔

۷۔ مبادی اخلاق و مذہب

(الف) مسلمان طلبہ کے لئے۔

پہلی جماعت۔

قاعدہ بغدادی مکمل، پانچوں کلمے مع ترجمہ، پارہ عم، دینیات کا پہلا رسالہ نصف اول (انجمن حمایت الاسلام لاہور) "ہمارے نبیؐ" (مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی) نصف اول، وضو کرنے کا طریقہ عملاً بتایا جائے۔

دوسری جماعت۔

پارہ الم، دینیات کا پہلا رسالہ مکمل، "ہمارے نبیؐ" نصف آخر۔

تیسری جماعت۔

پارہ جات کلام مجید ۲، ۳ اور ۴، دینیات کا دوسرا رسالہ (انجمن حمایت اسلام لاہور) نصف اول "ہمارے رسولؐ" نصف اول (مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی)

چوتھی جماعت۔

پارہ جات کلام مجید ۵، ۶، ۷، ۸ اور ۹ "ہمارے رسولؐ" مکمل، دینیات کا دوسرا رسالہ مکمل،

(ب) مبادی اخلاق برائے ہنود۔

پہلی اور دوسری جماعت۔

۱۔ سچائی۔
۲۔ صفائی۔
۳۔ والدین۔
۴۔ بھائی اور بہن۔
۵۔ رشتہ دار اور ہمسایہ۔
۶۔ فرمانبرداری۔
۷۔ آداب گفتگو۔
۸۔ دوستی۔
۹۔ پابندی وقت۔
۱۰۔ حب الوطنی۔

تیسری جماعت۔

۱۔ روز کا معمول۔
۲۔ ادابِ قاعدہ
۳۔ بزرگ اور استاد۔
۴۔ محنت۔
۵۔ جانوروں پر رحم کرنا۔
۶۔ عفو۔
۷۔ وقت اور اس کی قدر۔
۸۔ بشاشت۔
۹۔ اتفاق۔
۱۰۔ خیر خواہی۔

چوتھی جماعت۔

۱۔ عبادت۔
۲۔ جرأت۔
۳۔ کام اور کھیل۔
۴۔ مقدس کتابیں اور بزرگ ہستیاں۔
۵۔ کاہلی اور اس کی برائیاں۔
۶۔ استقلال۔
۷۔ غذا اور صحت۔
۸۔ اچھی صحبت۔
۹۔ سخاوت۔
۱۰۔ حسد اور اس کی برائیاں۔
۱۱۔ تقدس۔

۸۔ حفظانِ صحت

(نوٹ) طالبات کے لئے علوم خانہ داری اور سوزن کاری کی تعلیم بھی شامل ہوگی جس کا نصاب متعاقب مرتب ہوگا۔

پہلی اور دوسری جماعت۔

جسمانی صفائی اور حفظانِ صحت کی ضرورت پر عملی طور پر تاکید۔

تیسری جماعت۔

صحت کے متعلق ابتدائی اصولوں کی صراحت، اور تفہیم۔

چوتھی جماعت۔

حفظان صحت کی عام ابتدائی معلومات مثلاً ہوا، پانی، غذا، نہانا، روشنی، لباس، ورزش جسمانی اور آرام، امراض متعدی اور عام حفاظتی تدابیر۔

۹۔ ورزش جسمانی

پہلی جماعت سے چوتھی تک۔

۱۔ بدن کی مشقیں:۔

(الف) چلنے سے متعلق ہر طرح کی مشقیں، باجے کے ساتھ یا اس کے بغیر۔ قدم ملا کر چلنا، پنجوں کے بل چلنا، کودنا، ایک ناٹک کی دوڑ اور گھٹنے اونچا کر چلنا، توازن قائم کرنے کے تختہ پر چلنا (Walking on Balance Board)

(ب) باقاعدہ دوڑ سیکھنے کے لئے بھاگنے کی مشق، جھنڈیوں کی دوڑ۔

(ج) نشستی مشقیں، بدن کو ڈھیلا چھوڑنے، سینہ پھلانے، جسم کو تاننے، کھڑا رہنے، بیٹھنے، گھٹنے ٹیکنے اور لیٹنے کی آسان مشقیں۔

۲۔ ورزشی کرتب:۔

(الف) کودنا، اچھلنا۔

(ب) فرشی مشقیں۔ زمین پر قلابازی لگانا وغیرہ۔

۳۔ کھیل۔

معمولی دوڑ اور گیند کے کھیل، دیگر کھیل مثلاً گیند چڑی، اچک بلی وغیرہ۔

۱۰۔ دیہی معلومات

پہلی جماعت۔

(الف) دیہی مدارس کے لئے:۔

ملک کی ارضی تقسیم، مٹی کے اقسام، موسم اور فصلیں (ربیع و خریف) تخم بونا،

پنیری لگانا (پودوں کو ایک جگہ سے دوسرے جگہ لگانا) اور درد کا زمانہ، عمال دیہی کے فرائض اور اختیارات۔

(ب) شہری مدارس کے لئے۔

شہری نظم ونسق (انتظام حکومت) بلدیہ (صفائی) اور حفظ امن کا انتظام۔

چوتھی جماعت۔

(الف) دیہی مدارس کے لئے:۔

فصلوں کے متعلق مزید معلومات، موسمی بارش اور فصلوں وغیرہ کے متعلق مزید معلومات جن کا اثر زراعت پر پڑتا ہے، فصلوں کے اچھے اور خراب ہونے کے اسباب، کھاد، آلات زراعت اور کاشت کے طریقے، دیہی نظم ونسق کے متعلق ابتدائی معلومات

(ب) شہری مدارس کے لئے:۔

شہری انتظام اور نظم ونسق کے متعلق ابتدائی واقفیت۔

۱۱۔ نقشہ کشی (ڈرائنگ)

پہلی جماعت۔

کھلے بازو اور بلا آلات کی نقشہ کشی، رنگین کھریا سے نقشہ کشی، (بیضوی شکلوں کی مدد سے)۔

دوسری جماعت۔

کھلے بازو اور بلا آلات کی نقشہ کشی، رنگین کھریا سے نقشہ کشی، تیلیوں کی (Mass Drawing) نسبتاً مشکل بیضوی شکلوں کی مدد سے) پیما۔
نقشہ کشی۔

تیسری جماعت۔

نسبتاً مشکل اشیا کی پنسل سے نقشہ کشی، تیلیوں کی نقشہ کشی (Mass Drawing)

اور برش کا کام، آسان قدرتی اشیاء کی ڈرائینگ۔

چوتھی جماعت۔

بے جان اشیاء کی نقشہ کشی، تیلیوں کی نقشہ کشی (Mass Drawing) (زیادہ اشیاء) برش کا کام (قدرے تشکل) ذہنی نقشہ کشی۔

۱۲۔ دستی مشاغل

پہلی جماعت۔

مٹی کے نمونے (مقامی یا تیار شدہ مٹی پلاسٹیسین (Plasticene) نہ ملنے کی صورت میں استعمال کی جائے):۔

(۱) آسان ٹھوس اشیاء کے نمونے مثلاً گیند، انڈا، بیلن وغیرہ۔

(۲) خلور رکھنے والے (مجوف) نمونے مثلاً صندوق، کٹورہ، پیالی وغیرہ (آلات کے ذریعہ)

نصاب کے مطابق کل ۱۲-۱۵ نمونے۔

(۳) کاغذ پھاڑنا۔

(۴) کاغذ موڑنا۔

(۵) کاغذ یا گتہ کے پتہ سے چٹائی بننا۔

دوسری جماعت۔

(الف) مٹی کے نمونے:۔

(۱) پتوں کے نمونے مثلاً پیپل، آم وغیرہ کے پتے۔

(۲) خلور رکھنے والے (مجوف) نمونے مثلاً گلدان، بوتل، جگ، پیالی معہ تشتری، صراحی وغیرہ۔

نصاب کے مطابق تقریباً ۲۰ نمونے۔

(۳) کاغذ موڑنا۔

(۴) کاغذ کی پرنیاں۔

(۵) کوکریاں اور دیگر کارآمد اشیا رچنت دار مختلف رنگ کے کاغذ یا تاڑ کے پتے سے بننا، (موزوں رنگ ملاکر)

تیسری جماعت۔

(الف) مٹی کے نمونے:۔

(۱) کھلونے اور فرنیچر کے نمونہ مثلاً تپائی، کرسی، میز وغیرہ۔

(۲) ترکاری اور میوے وغیرہ کے نمونے مثلاً سیب، مرچ، بیگن اور آم (یہ نمونے اصل اشیا کو دیکھ کر پتے، پھول اور ڈنڈی کے ساتھ بنائے جائیں) تقریباً ۲۰ نمونے۔

(ب) پٹھ یا مقوی کا کام:۔

نمونہ تیار کرنے سے قبل اس کا خاکہ تیار کیا جائے، قینچی اور پیمانہ کی مدد سے۔

(۱) آسان اشیا کے تقریباً (۲۰) نمونے (سال اول کے نصاب کے مطابق)

(۲) مزید نمونے، گڑیوں کے فرنیچر وغیرہ کے اقسام کی چیزیں۔

(۳) کاغذ کاٹنا اور اس سے مختلف اشیا مثل جالی، تصاویر وغیرہ بنانا۔

(۴) سرکنڈے کے گودے کا کام۔

(۵) کپڑے کی گڑیاں بنانا۔

چوتھی جماعت۔

(الف) مٹی کے نمونے:۔

(۱) پرند مثلاً مرغی، کبوتر اور طوطا۔

(۲) جانور مثلاً چوہا، کتا، گائے، سانپ وغیرہ، نصاب کے مطابق ۱۲ سے

۱۵ تک نمونے۔

(ب) پٹھ یا مقوی کا کام :-

نمونہ تیار کرنے سے قبل اس کا خاکہ تیار کیا جائے۔

(۱) نسبتاً مشکل اشیاء کے تقریباً (۱۵) نمونے (سال دوم کے نصاب کے مطابق)

(۲) مزید نمونے، نصاب کے مطابق یا روزانہ استعمال کی چیزوں کے کوئی چھ نمونے

(۳) کاغذ کاٹ کر کھانیوں کی تصاویر بنانا۔

(۴) ہار میں کاغذی اور مومی پھول بنا کر لگانا اور یہ پھول معبتوں اور ڈنڈی کے علیحدہ بنانا، کاغذی اور مومی پھولوں کی مقوہ کے ہولڈرز میں ترتیب۔

(۵) Papier mach ( ) کے ذریعہ آسان اشیاء بنانا۔

مختلف وضع کی زنجریں، ہار، ہبوے وغیرہ بنانا (مقامی بیجوں سے جو محکمہ جنگلات سے حاصل کئے جا سکتے ہیں)

نوٹ۔ دیہی مدارس کی سیلمنٹری جماعت کا نصاب متعاقب مرتب ہوگا۔

طبقہ وسطانیہ (تین سال)

۱- السنہ لازمی :-

مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک زبان پڑھنا لازمی ہوگا:-

اردو، تلنگی، مرہٹی اور کنڑی،

پانچویں جماعت۔

(۱ الف) پڑھنا۔ کتاب درسی کے اسباق سمجھ کر پڑھنا، طلباء میں اتنی استعداد پیدا ہو جانی چاہئے کہ وہ درسی کتاب کے محاورات کے معنی کی صراحت مثالوں کے ذریعہ کر سکیں۔

(ب) خاموش پڑھنا۔ سوالات یا مضمون نگاری سے اس کا امتحان۔

(ج) قواعد۔ قواعد کے عام اصول اور قاعدے (صرف کا پورا بیان)

(د) مضمون نگاری۔ جماعت میں پڑھی یا سنی ہوئی چھوٹی چھوٹی کہانیوں کو اپنے الفاظ میں دوہرانا، آسان بیانیہ (Narrative) اور حکایتی (Descriptive) جواب مضمون لکھنا، خطوط نویسی۔

(ھ) نظم خوانی۔ آسان نظم کی (۷۵) ابیات صحیح، لہجہ سے دوہرانا اور ان کے مطالب کو پوری طرح سمجھنا۔

چھٹی جماعت۔

(الف) پڑھنا۔ پانچویں جماعت کی طرح اور آسان عبارتوں کی توضیح paraphrasing

(ب) خاموش پڑھنا۔ سوالات یا مضمون نگاری سے اس کا امتحان۔

(ج) قواعد۔ قواعد کے عام اصول اور قاعدے (نحو کا پورا بیان)

(د) مضمون نگاری۔ پانچویں جماعت کی طرح لیکن زیادہ دقیق شقیں۔

(ھ) نظم خوانی۔ آسان نظم کی (۱۰۰) ابیات صحیح، لہجہ سے دوہرانا اور ان کے مطالب کو پوری طرح سمجھنا۔

ساتویں جماعت۔

(الف) پڑھنا۔ جماعت پانچویں اور چھٹی کی طرح اور نسبتاً مشکل عبارتوں کی توضیح

(ب) خاموش پڑھنا سوالات یا مضمون نگاری سے اس کا امتحان۔

(ج) قواعد۔ جماعت پانچویں اور چھٹی میں پڑھے ہوئے اسباق کا دوہرہ جملوں کی تبدیلی، ترکیب صرفی و نحوی۔

(د) مضمون نگاری، سنی ہوئی یا پڑھی ہوئی عبارت کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھنا، بیانیہ اور حکایتی جواب مضمون لکھنا، خطوط نویسی۔

(۵) نظم خوانی۔ آسان نظم کی (۱۰۰) ابیات صحیح، لہجہ سے دوہرانا اور ان کے مطالب کو پوری طرح سمجھنا۔

۲۔ ریاضیات

(نوٹ۔ جبر و مقابلہ و ہندسہ کی بجائے طالبات علم خانہ داری لے سکتی ہیں، جس کا نصاب متعاقب مرتب ہوگا لیکن اِن طالبات کے لئے جو ہائی اسکول کی تعلیم پانا چاہتی ہیں جبر و مقابلہ و ہندسہ کی تعلیم لازمی ہوگی۔)

پانچویں جماعت۔

(الف) ریاضی:۔

تحتانی جماعتوں میں جو کام ہوا ہے اس کا اعادہ، اعشاریہ، کسور عام اور ان کے چار بنیادی قاعدے، طول اور وزن کے میٹری پیمانے دو یا اس سے زیادہ ہندسوں کے اعداد کا عاد اعظم اور ذو اضعاف، اقل اجزائے، ضربی و تقسیم کی مدد سے، اکائی کا قاعدہ نفع اور نقصان، فیصد نکالنے کا طریقہ، سود مفرد (صرف کل زر اور سود کا معلوم کرنا) متذکرہ صدر پر آسان عبارتی سوالات۔

(ب) جبر و مقابلہ:۔

جبر و مقابلہ کی ابتدا اس جماعت میں بطور علاماتی حساب کی جائے جس میں اعداد کے بجائے علامات استعمال کئے جائیں۔

(ج) ہندسہ:۔

سیدھے خطوط، زاوئے، مربع، مستطیل اور دائرے کھینچنا (آلات کا ڈبہ استعمال کیا جائے) کسی مستطیل رقبہ یا کمرے کا نقشہ، خاص پیمانے (اسکیل) کے مطابق کھینچنا۔ مربع رقبوں کے پیمانے، رقبہ پر آسان عبارتی سوالات مثلاً چار دیواری کا رقبہ، فرش بچھانا وغیرہ۔

چھٹی جماعت۔

(الف) ریاضی:۔

سال ماسبق کے کام کا اعادہ (طلبار کو زیادہ مشکل سوالات کی مشق کرائی جائے) سود مفرد پر دقیق سوالات، نسبت و تناسب (سادہ اور معکوس)، وقت اور فاصلہ کام اور وقت پر آسان عبارتی سوالات، مربع رقبوں پر عبارتی سوالات۔

(ب) جبر و مقابلہ:۔

جبری مقداریں، مثبت اور منفی علامات کے اصول، جمع و تفریق، ضرب و تقسیم کے آسان سوالات، جبری جملوں کی عددی قیمتیں، توسین کا اخراج و ادخال (آسان مثالیں)۔

(ج) ہندسہ:۔

سیدھے خطوط، زاوئے، مربع اور دائرے کھینچنے کا اعادہ، مثلث پر آسان سوالات، زاوئے اور سیدھے خطوط کی تنصیف، دئے ہوئے زاوئے کے برابر ایک دوسرا زاویہ بنانا، سیدھے خط کے متوازی ایک دوسرا خط کھینچنا، ایک دئے ہوئے خط پر اس کو کاٹتے ہوئے یا ایک خاص نقطہ پر عمود کھینچنا، دو متوازی خطوط کی خصوصیات کا استخراج، تمثیلات سے۔

ساتویں جماعت۔

(الف) ریاضی:۔

اعداد تویسی و اعداد خوانی مکمل، چار بنیادی عمل (مفرد اور مرکب)، اجزاء ضربی، مفرد اور مرکب اعداد کسور (اعشاریہ و عام)، میٹری پیمانے، تجارت (مفرد و مرکب)، نسبت تناسب، طریقہ اکائی اور اسپر عبارتی سوالات، فیصد نکالنا، سود مفرد، مربعوں کے پیمانے وقت اور کام، وقت اور فاصلہ، نلکوں وغیرہ پر مزید عبارتی سوالات، سود مفرد،

اجزا، تناسب، نسبت مرکب وغیرہ پر عبارتی سوالات۔

(ب) جبر و مقابلہ:۔

جبری مقادیر کے چار بنیادی عملوں کا اعادہ، توسین کا ادخال و اخراج، جبری مقادیر کی عددی قیمتیں، آسان ضابطے، $(ا + ب)^۲$، $(ا - ب)^۲$، $(ا + ب)(ا - ب)$، علامتی حساب۔ سادہ مساوات اور اس پر عبارتی سوالات۔

(ج) ہندسہ:۔

سیدھے خطوط، زاویے، مستطیل اور دائروں کا اعادہ کسی سٹیٹیل [illegible] فاص پیمانہ (اسکیل) کے مطابق، متوازی خطوط اور عمود کھینچنا، زاویوں اور سیدھے خطوط کی تنصیف، مثلث بنانا، مثلث کی عام خصوصیات عملی طور پر معلوم کرنا، ذوالاضلاع الاضلاع کا کھینچنا، جبکہ ضروری مفروضات دئے گئے ہوں (صرف سادہ صورتیں) ایک سیدھے خط کی تقسیم دئے ہوئے مساوی حصوں میں یا ایک خاص تناسب کے ساتھ، اونچائی اور فاصلہ پر آسان عبارتی سوالات خاص پیمانے و ناپ کے مطابق احتیاط کے ساتھ خاکے کھینچ کر حل کرنا۔

۳۔ معلومات عامہ

(الف) جغرافیہ:۔

پانچویں جماعت۔

(الف) یوریشیا کی عام قدرتی تقسیم، اہم قدرتی خطے، آب و ہوا، بارش، مٹی اور نباتات۔

(ب) ایشیا کی سیاسی تقسیم، اہم طبعی حالات، اہم قدرتی خطے اور ان کی خصوصیات۔

(ج) ہندوستان کا جغرافیہ بحوالہ خاص ممالک محروسہ سرکار عالی حتی الامکان خطہ واری تقسیم ملحوظ رکھی جائے۔

نقشہ کشی:۔

حافظہ کی مدد سے ہندوستان اور ممالک محروسہ سرکار عالی کے خاکوں کی خانہ پری
اول الذکر میں ملک اور طبعی حالات آخر الذکر میں طبعی حالات، ملکی تقسیم مشہور شہر اور قصبے دکھائے جائیں۔

چھٹی جماعت۔

(الف) شرقی کرہ ارض کے قدرتی خطوں کا عام جغرافیہ۔

(ب) جغرافیہ ایشیا کا تفصیلی اعادہ۔

(ج) شرقی کرہ ارض کی موسمی ہواؤں کا زیادہ تفصیلی مطالعہ۔

(د) یورپ۔ اہم ملکی تقسیم اور مخصوص طبعی حالات، آب و ہوا، پیداوار، صنعتیں اور خاص خطوں کے مشہور شہر مثلاً خطہ مغربی یورپ (جزائر برطانیہ اور فرانس) خطہ بحیرہ روم (اطالیہ)، وسطی بری خطے (جرمنی اور روس)، پہاڑی خطہ (سوئٹزرلینڈ)۔

(ھ) یورپ ایشیا کے تجارتی راستے (۱) بری (۲) بحری اور (۳) ہوائی۔

نقشہ کشی:۔

ایشیا اور ہندوستان کے خاکوں کی حافظہ کی مدد سے خانہ پری کرنا اول الذکر میں ملک اور طبعی حالات، آخر الذکر میں طبعی حالات، ملکی تقسیم، اور مشہور شہر دکھائے جائیں۔

ساتویں جماعت۔

جغرافیہ عالم:۔

(الف) جغرافیہ ایشیا و یورپ کا اعادہ۔

(ب) افریقہ کا جغرافیہ

طبعی حالات اور اہم ملکی تقسیم، آب و ہوا، پیداوار، اور خاص خطوں مثلاً وادی نیل، وسط و جنوبی افریقہ اور خطہ بحیرہ روم کے مشہور شہر،

(ج) شمالی امریکہ کا جغرافیہ:۔

ملکی تقسیم اور طبعی حالات، آب و ہوا، پیداوار اور مشہور شہر مخصوص خطوں کے مثلاً صحرائی خطہ، گیہوں، مکئی اور کپاس کے رقبے۔

(۵) جنوبی امریکہ کا جغرافیہ:۔

ملکی تقسیم اور طبعی حالات، آب و ہوا پیداوار اور مشہور شہر مخصوص رقبہ جات کے مثلاً وادی ایمیزن، سبزہ زار اور جلی۔

(۶) آسٹریلیا:۔

ملکی تقسیم اور طبعی حالات، آب و ہوا پیداوار اور مشہور شہر مخصوص رقبہ جات کے مثلاً مشرقی کوہستان، وسطی نشیبی حصہ، مغربی سطح مرتفع۔

۴۔ نقشہ کشی۔

ممالک محروسہ سرکار عالی اور ہندوستان کے جغرافی خاکے کھینچوائے جائیں جس میں اہم امور مثل طبعی حالات، ملکی تقسیم، اہم دریا، پہاڑ اور شہر وغیرہ دکھائے جائیں۔ یورپ اور ایشیا کے خاکے بھی کھینچے ہوں گے، جس میں ممالک کا حدود اربعہ اور اہم طبعی حالات بتلانے ہوں گے۔

(ب) تاریخ۔

پانچویں جماعت۔

تاریخ دکن:۔

نوٹ۔ دکن کا شمالی ہند سے لابدی تعلق بتلایا جائے اور سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس خطے کے تمدنی ارتقاء کی تاریخ کے مبادیات بھی بیان کئے جائیں۔

چھٹی جماعت۔

تاریخ ہند بحوالہ خاص تاریخ دکن:۔

ابتدائی دور سنہ ۱۲۰۶ء تک

وسطی دور ۱۲۰۶ء سے ۱۷۶۴ء تک۔

ساتویں جماعت۔

تاریخ ہند کے اہم امور معہ تفصیلی تاریخ دکن:۔

ابتدائی دور ۱۲۰۶ء تک۔

وسطی دور ۱۲۰۶ء سے ۱۷۶۴ء تک۔

دور حاضرہ ۱۷۶۴ء سے حالیہ زمانہ تک۔

زبان زاید۔

مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک:۔

اُردو، تلنگی، مرہٹی، کنڑی، فارسی، عربی اور سنسکرت۔

پانچویں جماعت۔

پڑھنا۔ قواعد اور مضمون نگاری، (معیار وہی ہوگا جو تیسری جماعت میں السنہ ملکی کا ہے لیکن چونکہ عربی اور سنسکرت کی تعلیم کا ابتدائی طور پر اس جماعت سے آغاز ہوگا اس لئے صرف ان مضامین میں معیار وہی ہوگا جو پہلی جماعت میں ملکی زبان کا ہے)۔

چھٹی جماعت۔

پڑھنا، قواعد اور مضمون نگاری، (معیار وہی ہوگا جو چوتھی جماعت میں السنہ ملکی کا ہے لیکن عربی اور سنسکرت میں معیار وہ ہوگا جو دوسری جماعت میں ملکی زبان کا ہے۔

ساتویں جماعت۔

پڑھنا، قواعد اور مضمون نگاری، (معیار وہی ہوگا جو پانچویں جماعت میں السنہ ملکی کا ہے لیکن عربی اور سنسکرت میں معیار وہ ہوگا جو تیسری جماعت میں ملکی زبان کا ہے۔

نوٹ۔ ملکی زبان اور السنہ سے زبان زاید جداگانہ ہونی چاہیئے۔

۵۔ اسباق الاشیاء اور ابتدائی سائنس

پانچویں جماعت۔

(۱) پودے اور درخت:۔

جڑ، کونپل، کلی، پتہ، پھول، پھل اور بیج کے متعلق معلومات۔

(۲) جانور:۔

پرندوں کے بدن کی تشریح۔

(۳) عام چٹانیں:۔

گرد و نواح کے معمولی پتھروں کی شناخت، ان کی قسمیں اور طبقات۔

(۴) مادہ کی تین حالتیں، ان کا باہمی تبادلہ، زمین کی کشش، کمیت اور روزن سادہ کلیں، بیرم، ترازو، چرخی، مائل سطح وغیرہ، حرارت و برودت بتخیر و تکثیف۔

(۵) حواصل احتراق، موم بتی کا جلنا۔

(۶) جسم انسانی، اعضاء، صحت، ہوا، پانی، غذا، دوران خون، رہنے کے مکانات اور حفظان صحت۔

چھٹی جماعت۔

(۱) پودے اور درخت:۔

مشہور پودوں مثلاً پھلی، گیہوں، بیگن، ناریل، روئی اور ربڑ کا مطالعہ، اپنی اپنی انواع کے نمونہ کے طور پر۔

(۲) جانور:۔

مشہور جانور مثلاً گائے، بلی، مینڈک، کیچوا، کبوتر اور چوہے کا مطالعہ، اپنی اپنی انواع کے نمونہ کے طور پر۔

(۳) عام چٹانیں:۔

مٹی کی بناوٹ چٹانوں پر موسمی اثرات۔

(۴) کرۂ ہوائی، باد، بادل، مینہ، دریا، چشمے و کنوئیں، تالاب، سمندر، تپش پیما وغیرہ، پانی اور اس کی آلودگی اور اس کے صاف کرنے کے طریقے وغیرہ کے متعلق معلومات۔

(۵) ترشہ اور قلی، روزمرہ کی زندگی اور جسم انسانی کے لئے ان کا استعمال۔

(۶) غذا کا ہضم ہونا، سانس لینا، رہنے کے مکانات، غسلخانہ صحت وغیرہ۔

ساتویں جماعت۔

(۱) درخت اور پودے :۔

ان کی تقسیم، پانچ مشہور انواع کا مطالعہ۔

(۲) جانور :۔

تشریح الاجسام، دودھ پلانے والے جانور، ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کے چند اہم انواع کا مطالعہ۔

(۳) عام چٹانیں :۔

(۵) سے (۱۰) تک اہم کچ دھات مثلاً کوئلہ، چونے کا پتھر، سنگ [illegible] (Pyrites) نیلا تھوتھا وغیرہ کا مطالعہ، چٹانوں کی بناوٹ اور ان کی تقسیم، ... یہ جاننا کہ ان سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

(۴) سورج، روشنی کا سرچشمہ، روشنی کی اشاعت، چاند، سیارے، ستارے سایہ کسوف و خسوف، منشور، قوس قزح اور شفق کے رنگ، عدسہ، اجسام کا برقانہ، برق کی دو اقسام، برقی لیمپ، برقی مشین (Motors)

(۵) سادہ نمک، سمندری نمک، پھٹکری، نیلا تھوتھا، زنگ قلمی شورہ وغیرہ، ان کی خصوصیات اور فوائد، عناصر و مرکبات، اہم دھاتیں اور ادھاتیں۔

(۶) ورزش امراض متعدی، ابتدائی طبی امداد۔

نوٹ۔ اس مضمون کا سیر و تفریح، بیان اور مضمون نگاری سے ارتباط باہمی مدرسہ میں باغ لگایا جائے اور پالتو جانور پالے جائیں، ان اسباق کی تعلیم حتی الامکان عملی طور پر ہونی چاہیئے۔

۶۔ زبان زاید دوم۔ انگریزی

(نوٹ)۔ اس طبقہ میں زبان انگریزی بطور زبان زاید دوم، ان طلبار کے لئے لینا لازمی ہوگا جو ہائی اسکول کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

پانچویں جماعت۔

پڑھنا، قواعد اور مضمون نگاری،

(معیار وہی ہوگا جو کہ تیسری جماعت میں السنہ ملکی کا ہے۔)

چھٹی جماعت۔

پڑھنا، قواعد اور مضمون نگاری۔

(معیار وہی ہوگا جو کہ چوتھی جماعت میں السنہ ملکی کا ہے)

ساتویں جماعت۔

پڑھنا، قواعد اور مضمون نگاری۔

(معیار وہی ہوگا جو کہ پانچویں جماعت میں السنہ ملکی کا ہے)

۷۔ مبادی اخلاق مذہب

(الف) مسلمان طلبار کے لئے۔

پانچویں جماعت۔

پارہ جات کلام مجید (۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴ اور ۱۵) دینیات کا تیسرا رسالہ (انجمن حمایت اسلام لاہور) باستثنائے کتاب نکاح، کتاب رضاع، کتاب جنازہ۔

سرکار کا دربار (مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) ثلث اول صفحہ (۴۷) تک

چھٹی جماعت

کلام مجید (تمام)، جدید نصاب دینیات برائے جماعت ہائے چھٹی وساتویں (نصف اول) سرکار کا دربار ثلث دوم صفحہ (۹۷) تک

ساتویں جماعت۔

جدید نصاب دینیات برائے جماعت چھٹی وساتویں (مکمل) سرکار کا دربار

(ب) برائے اہل ہنود۔

پانچویں جماعت۔

۱۔ اعلیٰ منصوبے۔
۲۔ سادگی۔
۳۔ کفایت شعاری۔
۴۔ ہمدردی۔
۵۔ چال چلن۔
۶۔ تحمل۔
۷۔ ذوق علم۔
۸۔ اتحاد۔
۹۔ بنی نوع انسان،
۱۰۔ ایثار۔
۱۱۔ مہابہارت۔

چھٹی جماعت۔

(۱) مہمان نوازی۔
(۲) دلیری۔
(۳) قناعت۔
(۴) حسد۔
(۵) غرور۔
(۶) رحم
(۷) عیش ومسرت۔
(۸) غصہ۔
(۹) صبر۔
(۱۰) رامائن۔
(۱۱) نفرت
(۱۲) سوشل سروس (سماجی خدمت)

سرکار کا دربار (مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) ثلث اول صفحہ (۴۷) تک

چھٹی جماعت

کلام مجید (تمام)، جدید نصاب دینیات برائے جماعت ہائے چھٹی وساتویں (نصف اول) سرکار کا دربار ثلث دوم صفحہ (۹۷) تک

ساتویں جماعت۔

جدید نصاب دینیات برائے جماعت چھٹی وساتویں (مکمل) سرکار کا دربار (ب) برائے اہل ہنود۔

پانچویں جماعت۔

۱۔ اعلیٰ منصوبے۔
۲۔ سادگی۔
۳۔ کفایت شعاری۔
۴۔ ہمدردی۔
۵۔ چال چلن۔
۶۔ تحمل۔
۷۔ ذوق علم۔
۸۔ اتحاد۔
۹۔ بنی نوع انسان،
۱۰۔ ایثار۔
۱۱۔ مہابہارت۔

چھٹی جماعت۔

(۱) مہمان نوازی۔
(۲) دلیری۔
(۳) قناعت۔
(۴) حسد۔
(۵) غرور۔
(۶) رحم
(۷) عیش ومسرت۔
(۸) غصہ۔
(۹) صبر۔
(۱۰) رامائن۔
(۱۱) نفرت
(۱۲) سوشل سروس (سماجی خدمت)

ساتویں جماعت

(۱) ایفاء وعدہ۔
(۲) اسراف
(۳) بخالت۔
(۴) اخلاق و مذہب۔
(۶) عطیہ
(۷) اختلاف۔
(۸) سزا۔
(۹) آداب مجلس۔
(۱۰) سیاحت۔
(۱۱) ذوق جستجو۔
(۱۲) قوت انتظامی۔
(۱۳) وید۔

۸۔ ورزش جسمانی

پانچویں تا ساتویں جماعت

۱۔ بدن کی مشقیں:۔

(الف) طبقہ تحتانیہ کی طرح چلنے سے متعلق ہمہ اقسام کی مشقیں۔

(ب) قدم ملا کر چلنے اور بھاگنے کی مشق جھنڈیوں کی دوڑ اور کم فاصلہ کی دوڑیں۔

(ج) نشستی مشقیں:۔

بدن کو ڈھیلا چھوڑنے، سینہ پھلانے، جسم کو تاننے، بیٹھنے، گھٹنا ٹیکنے، لیٹنے کی آسان مشقیں بدن کو جھکانے، موڑنے، گھٹنوں کو خمیدہ کرنے، بدن کو معہ سر گھمانے نیز بازو اور ٹانگ کی مشقیں، جسم کو متوازن رکھنے کی آسان مشقیں۔ زمین پر تیرا کی پیترے۔

۲۔ ورزشی کرتب:۔

کودنا، کرکٹ کی گیند پھینکنا، فٹ بال کو ٹھوکر مارنا۔

۳۔ قوت، ہمت، اور مہارت بڑھانے کے لئے آلات پر ورزش کرنا، جسمانی قوت اور چستی کے لئے آلاتی مشقیں۔

فرشی مشقیں:-
نشستوں کی مشقیں، کشتی لڑنے کی ابتدائی مشقیں۔

۴- کھیل:-
ٹیم (Team) کے کھیل شلاً رگبی (Free-dodgefall) وردیسی کھیل جیسے بلچک اور لون باٹ۔

نوٹ:- ہر طالب علم کو شوق دلایا جائے۔ کہ وہ شام میں کم از کم ایک گھنٹہ نہ کسی باضابطہ کھیل میں حصہ لے اور مقبول ہندوستانی کھیلوں پر خاص توجہ دی جانی چاہیئے

۹- نقشہ کشی (ڈرائنگ)

پانچویں جماعت۔
بیجان اشیاء کی نقشہ کشی (معمولی ترکاریوں اور عام اشیاء کے خاکے اتارے جائیں) پیمانہ کی ڈرائنگ، آسان اشیاء کے خاکے اتارنا۔
ذہنی نقشہ کشی؛ (ان اشیاء کی جن کی مثالی نقشہ کشی کی گئی ہو)، برش کی نقشہ کشی، بلا آلات کی نقشہ کشی۔

چھٹی جماعت۔
بیجان اشیاء کی نقشہ کشی (تشتریاں، پیالے وغیرہ)
پیمانہ اور نمونہ (Pattern) کی نقشہ کشی جو مساوی الاضلاع مثلث پر مبنی ہو۔
ذہنی نقشہ کشی، برش کی نقشہ کشی، بلا آلات کی نقشہ کشی (نسبتاً مشکل اشیاء کی)۔
تناسب وضعایں (Designs) اور کشیدہ کی وضعایں۔

ساتویں جماعت۔
بیجان اشیاء کی نقشہ کشی (آسان نمونوں (Models) معہ (Light and shade) کی نقشہ کشی کی اس جماعت سے ابتدا کی جائے۔

زیادہ مشکل اسکال کے پیمانہ اور نمونہ کی نقشہ کشی۔

ذہنی نقشہ کشی، برش کی نقشہ کشی، کتاب درسی کی کہانیوں کی تصاویر کی بلا آلات کی نقشہ کشی، آسان نقشہ کشی (Map Drawing)

مناظر قدرتی کی نقشہ کشی اور رنگ سازی۔

۱۰۔ دستی مشاغل

پانچویں جماعت۔

(الف) مٹی کے نمونے :۔

(۱) عمارتیں مثلاً جھونپڑی، مکان، مدرسہ وغیرہ۔

(۲) آسان کہانیوں کے نمونے مثلاً لومڑی اور انگور وغیرہ۔

(۳) ابھرے ہوئے نمونے :۔

ہندوستان، حیدرآباد اور انگلستان کے نقشے۔

(ب) پٹھ یا مقوے کا کام۔

نمونہ تیار کرنے سے قبل اس کا خاکہ تیار کیا جائے۔

(۱) نسبتاً مشکل اشیاء کے نمونے حسب نصاب برائے سال سوم تیار کئے جائیں۔

(۲) مزید نمونے، عمارتیں مثلاً مکان، مدرسہ وغیرہ۔

چھٹی جماعت۔

(الف) پٹھ یا مقوے کا کام :۔

(نمونہ تیار کرنے سے قبل اس کا خاکہ تیار کیا جائے۔)

آسان ہندسی ٹھوس اشیاء مثلاً منشور، مینار وغیرہ۔

(ب) لکڑی کا کام، (تعلیمی یا صنعتی)

(۱) عام استعمال کی آسان اشیاء حسبِ نصاب۔
صرف لکڑی کاٹنے اور چھیلنے کی مشق کی جائے۔
کاٹنے اور چھیلنے کے قاعدے لکھائے اور سمجھائے جائیں۔

ساتویں جماعت۔

(الف) پٹھ یا مقوے کا کام:-
(نمونہ کی تیاری سے قبل اس کا خاکہ تیار کیا جائے۔)
(۱) نسبتاً مشکل ہندسی ٹھوس اشکال۔
(۲) اشیاء کے قالب تیار کرنا مثلاً مکعب۔
دائرہ، مربع، مینار وغیرہ حسبِ نصاب۔

(ب) لکڑی کا کام (تعلیمی یا صنعتی)
(نمونہ تیار کرنے سے قبل اس کا خاکہ تیار کیا جائے۔)
(۱) نصاب سال اول (۱۰) نمونے۔
(۲) ہندسی چپٹے نمونے۔
(۳) حسبِ ضمیمہ نصاب (۵) نمونے۔

نصاب دستی مشاغل

پہلی جماعت۔

مٹی کے نمونے:-

ضروری سامان۔

(۱) گیلی مٹی "پلاسٹین" یا کوئی اور مناسب مٹی۔
(۲) تختہ نمونہ سازی "۱۲ × ۸" × $\frac{1}{2}$"
(۳) چوبی پٹڑی " "۱۰ × $\frac{1}{2}$" × $\frac{3}{4}$"

(۴) آلات نمونہ سازی چھ آلات کا ایک سٹ۔

(۵) اسپنج۔

(۶) تار یا تاگا۔

مشقیں۔

(۱) گیند (گولا) تختہ نمونہ سازی پر مٹی کو ہاتھ سے گیند کی شکل میں لے آنا۔

(۲) بیلن۔ تختے پر مٹی کو اس طرح بیلنا کہ بیلن کی شکل بن جائے پھر دونوں سروں کو مسطح بنانا۔ اس کو سیدھا کھڑا کر دینا۔

(۳) انڈا۔ مشق نمبر (۱) کے مطابق عمل کرنا اور انگلیوں سے سروں کو انڈے کی شکل کا بنانا۔

(۴) گول تختی۔ مٹی کو تختے پر اس طرح پھیلانا کہ گول تختی کی شکل کناروں کے تختہ پر دبنے سے بن جائے آلات نمونہ سازی اور چوبی پٹڑی استعمال کی جائے۔

(۵) کٹورا یا پیالی۔ مشق نمبر (۱) کے مطابق عمل سے مٹی کا کرہ بنانا، پھر باریک تاگے یا تار سے اس کے دو برابر برابر نیم کرے بنانا اور ان میں سے ایک کو آلات نمونہ سازی کے مدد سے کٹورے کی شکل میں لانا۔ اس کو ڈنڈی لگانا تاکہ چائے کی پیالی بن جائے۔

(۶) مکعب۔ دو پٹڑیوں کی مدد سے گولے کو مکعب کی شکل میں لانا اور چاروں طرف سے اس کو پٹڑیوں سے دبانا۔ ناپ کر کنارے اور کونے جہاں تک ممکن ہو برابر کرنا۔

۷ تا ۱۴ ہندسی نمونے (ٹھوس) چبوترے، ۱۔ مربع ۲۔ مستطیل ۳۔ مساوی ضلع مثلث ۴۔ مخمس ۵۔ مسدس ۶۔ مثمن ۷۔ شکل منحرف ۸۔ معین۔

۱۵۔ مربع صندوق۔ مکعب (مشق نمبر ۶) کو آلات نمونہ سازی کے ذریعہ خلو کر کے صندوق بنانا۔

۱۶۔ مستطیل صندوق۔

دوسری جماعت۔

مٹی کے نمونے:۔

مشقیں۔

۱۷۔ پتا۔ تختے پر مٹی کو پھیلا کر انگلیوں سے ایک دئے ہوئے جھاڑ کے اصل پتے کی شکل اور ناپ کے برابر کرنا۔ آلات نمونہ سازی کے ذریعہ پتے کی رگوں وغیرہ کی تکمیل کرنا۔ اور ڈنڈی لگانا۔

۱۸ تا ۳۰۔ ہندسی نمونے (۱) بیلن (۲) مربع منشور (۳) مربع مینار یا (مخروط مضلع) (۴) مخروط (۵) مثلث منشور (۶) مثلث مینار یا (مخروط مضلع) (۷) جوسطحی (۸) مخمس منشور (۹) مخمس مینار یا (مخروط مضلع) (۱۰) مسدس منشور (۱۱) مسدس مینار یا (مخروط مضلع) (۱۲) مثمن منشور (۱۳) مثمن مینار یا (مخروط مضلع)

۳۱ تا ۳۲۔ بڑا گلدان یا بوتل۔ مختلف شکل کے (گول۔ مربع۔ شش پہلو)

تیسری جماعت۔

مشق کے نمونے:۔

۳۳ تا ۳۶۔ اشیا ء از قسم فرنیچر۔ تپائی، کرسی، میز، پلنگ۔

۳۷ تا ۴۰۔ برتن۔ پیالی اور تشتری، کلھیا، آفتابہ وغیرہ۔

۴۱ تا ۴۸۔ ترکاریاں۔ مرچ، بیگن، بھنڈی، ولایتی بیگن (ٹماٹے)، شکر کدو، ولایتی پھنس (بریڈ فروٹ)، مولی، شلغم وغیرہ۔

۴۹ تا ۵۸۔ میوے:۔ امرود یا جام، پپیتی، نارنگی، چھالیا، ناریل، آم، سیتا پھل یا شریفہ، کیلا وغیرہ۔

نوٹ۔ مندرجہ بالا ترکاریوں اور میووں کی نقل شکل و ناپ وغیرہ کے مدنظر اصل

تر کاریوں اور میووں سے کی جائے، اگر ممکن ہو تو ڈرائینگ کی جماعت میں ان پر رنگ چڑھایا جائے۔

چوتھی جماعت۔

مٹی کے نمونے:۔

۵۹ تا ۶۲۔ وضع (Design) مختلف قسم کی وضعیں (خاکے) بنائی جاسکتی ہیں۔

۶۳ تا ۶۶۔ پرندے:۔ مرغی، کبوتر، طوطا، کوا وغیرہ۔

۶۷ تا ۷۴۔ جانور:۔ چوہا، کتا، گائے، گھوڑا، شیر، بندر، چھپکلی، سانپ وغیرہ۔

پانچویں جماعت۔

مٹی کے نمونے:۔

۷۹ تا ۸۵۔ کھانیوں کی تصویروں کے نمونے، عمارتیں، ہندوستان، حیدرآباد، انگلستان وغیرہ کے ابھرے ہوئے نقشے۔

تیسری جماعت۔

پیڑیا مقوے کا کام:۔

ضروری سامان:۔

(۱) مقوہ (تین کاغذ کے ضخامت کا) تقطیع "۲۸ × "۲۲،

(۲) پٹڑی۔ (" ۱۲)،

(۳) گنیا۔ "۶، "۴۵۔

(۴) پنسل کی پرکار۔

(۵) تختہ (چوبی)۔ "۳۰ × "۲۴ جس پر مقوہ کاٹا جائے۔

(۶) چاقو۔

(۷) قینچی۔

(۸) گوند۔

نوٹ۔ طلبہ کو پہلے یہ سیکھنا چاہیئے کہ پٹڑی اور گنیا کی مدد سے مختلف سمتوں میں متوازی خط کس طرح کھینچتے ہیں، انہیں ایک انچ سے لیکر ½ ۱ انچ تک اونچے انگریزی حروف (بڑے اور چھوٹے) اور اعداد بنانا سکھایا جائے، انہیں اس قابل بنایا جائے کہ نمونے بنانے سے پہلے تختہ سیاہ پر کھینچے ہوئے نمونوں کی ڈرائینگ کی نقل کر سکیں۔

نمونے:۔

(۱) لفافہ۔
(۲) دیوارگیری۔
(۳) تصویر کا چوکھٹا یا فریم۔
(۴) ہوائی چرخی۔
(۵) قینچی دان۔
(۶) کشتی۔
(۷) ترک۔
(۸) ٹوکری۔
(۹) پنکھا۔
(۱۰) پنسل کا ڈبا۔
(۱۱) مٹھائی کا ڈبا۔
(۱۲) کتاب پوش۔
(۱۳) طبلق۔
(۱۴) پرنیوں کی ٹوکری۔

اضافی:۔

(۱) تپائی (۲) کرسی (۳) میز (۴) جھولنے والی کرسی (۵) پلنگ (۶) چوکی۔

چوتھی جماعت۔

بیٹھ یا مقوے کا کام:۔

نمونے:۔

(۱) کنجیوں کی زنجیر۔
(۱) ٹکٹوں کی کتاب۔
(۳) مثلث روی دان۔

(۴) کاغذدان۔
(۵) تاگے کی پھرکی۔
(۶) دیا سلائی جلانے کی تختی۔
(۷) دستی کا ڈبا۔
(۸) کنگھی دان۔
(۹) دیوارگیری۔
(۱۰) تصویر کا چوکھٹا یا فریم۔
(۱۱) تہ ہونے والی ملاقاتی کارڈ رکھنے کی ڈبیا۔
(۱۲) موباف دان (ربن کی ڈبیا)۔
(۱۳) تصویر کا چوکھٹا یا فریم۔
(۱۴) قلمدان۔

اضافی:۔

(۱) مستطیل ٹوکری۔
(۲) کھانے کی کشتی۔
(۳) ٹھیلا۔
(۴) چھوٹی کشتی (ڈونگی)
(۵) پنگورا (جھولا)
(۶) ڈیرا یا خیمہ۔

پانچویں جماعت

پٹھ یا مقوے کا کام:۔

(۱) جیبی کنگھی دان۔

(۲) مخروط نائل یا مینار نماردی دان ۔ (۱۱) صندوق اور ڈھکنا ۔
(۳) مخروطی گل دان ۔ (۱۲) قریم یا چوکھٹا ۔
(۴) پوسٹ کارڈوں کا کیس ۔ (۱۳) جاذب تختہ (پیڈ)
(۵) شش پہلو کشتی ۔ (۱۴) ڈوری دان ۔
(۶) مکعب پن دان ۔ (۱۵) پنسل کا ڈبا ۔
(۷) برش دان ۔ (۱۶) دیا سلائی رکھنے کی ڈبیا (بکس)۔
(۸) ناپ، پیمانہ ۔ (۱۷) خط دان ۔
(۹) جنتری ۔ (۱۸) بنک ۔
(۱۰) مڑنے والا لفافہ

اضافی :۔

(۱) مدرسہ کی عمارت ۔ (۴) لالٹین
(۲) مکان ۔ (۵) کتاب دان ۔
(۳) کھانیکے برتنوں کی الماری ۔

چھٹی جماعت ۔

پٹھ یا مقوے کا کام :۔

ہندسی مجسمات ۔

(۱) دئے ہوئے ناپ کے مطابق مربع کشتی بنانا ۔
(۲) " " مستطیل کشتی بنانا ۔
(۳) " " سہ پہلو منشور بنانا ۔
(۴) " " شش پہلو منشور بنانا ۔
(۵) " " سہ پہلو مینار یا مخروط مضلع بنانا ۔

(۶) دئے ہوئے ناپ کے مطابق شش پہلو مینار یا مخروط مضلع بنانا۔
(۷) " " مربع مینار یا مخروط مضلع بنانا۔
(۸) " " چوسطحی بنانا۔
(۹) " " ہشت سطحی بنانا۔
(۱۰) " " ہیرا نما صندوق۔
(۱۱) " " پوسٹ کارڈ رکھنے کا ڈبہ (کیس)۔
(۱۲) " " شش پہلو کشتی۔

ساتویں جماعت۔

پٹھ یا مقوے کا کام:۔

ہندسی مجسمات۔

(۱۳) دئے ہوئے ناپ کے مطابق "بارہ سطحی" بنانا۔
(۱۴) " " "بست سطحی" بنانا۔
(۱۵) شش پہلو ڈھول۔
(۱۶) جھنجھنا۔
(۱۷) مربع بوتل۔
(۱۸) گلدان۔
(۱۹) ڈنڈی دار آفتابہ۔
(۲۰) شش پہلو منیر۔
(۲۱) کھوکھلا مکعب۔
(۲۲) کھوکھلا مربع مینار یا مخروط
(۲۳) کھوکھلا مربع منشور بنانا۔

(۲۴) میسز کا غذ۔

پانچویں جماعت۔

چوبی کام :۔

تراشی۔

صرف (چاقو کے کام) کی مشقیں۔

(۱) پودے کے نام کی تختی "۷ × "۱ $\frac{۱}{۴}$ × "$\frac{۱}{۴}$۔

(۲) پنسل تیز کرنے کا آلہ "۶ × "۱ اور "$\frac{۱}{۲}$ × "$\frac{۱}{۴}$۔

(۳) کاغذ ٹانکنے کی تختی (شش پہلو) "۴ مربع "$\frac{۱}{۴}$ موٹی۔

(۴) کنجی دان (سپر کی وضع) "$\frac{۱}{۲}$ ۴ × "۳ × "$\frac{۳}{۱۶}$

(۵) گلی (ہشت پہلو) "$\frac{۱}{۴}$ ۱ × "$\frac{۱}{۴}$۔

(۶) نقشہ نما (گاودم) "۱۶ × "$\frac{۱}{۲}$ ۱ × "$\frac{۳}{۱۶}$

(۷) قلم "۷ × "$\frac{۱}{۲}$ × "$\frac{۱}{۸}$ (ایک سرا گاودم ہوگا)۔

(۸) خط کھولنے کی چھری "$\frac{۱}{۲}$ ۷ × "$\frac{۱}{۲}$ (چپٹے سرے والی)۔

(۹) کاغذ تراش۔

۱۰ تا ۱۵ اگلی نمونہ سازی کے آلات "$\frac{۱}{۲}$ ۶ × "$\frac{۳}{۴}$ × "$\frac{۱}{۴}$ (مختلف شکلوں کے)۔

نوٹ (۱) کسی نمونے کو بنانے سے پہلے ان نمونوں کی ڈرائینگ تیار کرلینی چاہیئے۔

(۲) جو آلات استعمال ہوں گے اور نمونہ سازی میں جن ہدایتوں پر کام کیا جائے گا انہیں پہلے ہی سمجھا دینا چاہیئے۔

(۳) تراشی کے قواعد طلبہ کو لکھا دئے جائیں۔

(۴) مذکورہ بالا نمونوں میں چونکہ تراشی کا کام صرف پہلوؤں پر کیا جاتا ہے اس لئے صرف "$\frac{۱}{۴}$ موٹائی کے رندہ کئے ہوئے تختے دئے جائیں۔

چھٹی جماعت۔

چوبی کام:۔

(۱) آلات مندرجہ ذیل کا استعمال اور صراحت۔

(الف) خط کش آلے، خط کش، گنیا لیول، دو فٹ کی پٹڑی، پرکار۔

(ب) تراشی کے آلے، پشت بند آرہ، بڑا رندہ، باریک رندہ، چھینی، نلی چھینی، دو دستی رندے۔

(ج) سوراخ کرنے کے آلات، برما، پیچوان برما، برما (brace and bits)

(د) گرفت (پکڑ) کا سامان، بنچ (Bench)، شکنجہ، ٹیکا۔

(ھ) متفرق آلات۔ ہتوڑہ، موگری، پنچ کش، اسنی، کمانی آرہ، سان، تیل کی سلی

(۲) آلات استعمال شدنی کا بیان۔

(الف) لکڑی کا بیان۔ پختہ (اندرونی) لکڑی، خام لکڑی (عرق چوب) سخت نرم سیدھے ریشے والی، ٹیڑھے ریشے والی، کڑی، ہلکی، وزنی، صاف، گرہ دار وغیرہ۔

(ب) سلائڈ کے کام کے لئے موزون دیسی لکڑی کی صراحت (description)۔

(۳) مشقیں:۔

(۱) پچر یا چپی $5'' \times 3\frac{3}{4}'' \times 1\frac{1}{2}''$ (تراشی)۔

(۲) پودے کے نام کی تختی $18'' \times 1'' \times \frac{1}{4}''$۔

(۳) ٹوپی لٹکانے کی کھونٹی $18'' \times 2'' \times \frac{3}{4}''$۔

(۴) مدول $18'' \times 1\frac{1}{4}'' \times \frac{1}{4}''$ (گول)

(۵) آلات رکھنے کا تختہ $19'' \times 1\frac{3}{4}'' \times \frac{3}{4}''$۔

(۶) استری رکھنے کی تختی $12'' \times 9'' \times \frac{3}{4}''$۔

(۷) ردی کاٹنے کی تختی (بیضوی) ۱۲" × ۸" × ⅝"۔

(۸) اسٹینڈ ۱۲" × ۶" × ½" اور ⅕" (تین ٹکڑے)۔

(۹) کیلیں رکھنے کا ڈبا ½" ۱۱" × ۵" × ⅜" ۲ (دو خانے والا)

(۱۰) گنیا ۶۰؛ ۴۵۔

ساتویں جماعت۔

چوبی کام:۔

ہندسی نمونے:۔

(۱) ایک مربع ۴" تراشنا۔

(۲) ایک مستطیل ۶" × ۴" تراشنا۔

(۳) ایک مساوی ضلع مثلث ۴" ضلع کا تراشنا۔

(۴) ایک مخمس ۳" ضلع کا تراشنا۔

(۵) ایک مسدس ½" ۲ نصف قطر کا تراشنا۔

(۶) ایک مثمن ⅝" ۱ ضلع تراشنا۔

(۷) ایک شکل منحرف (زاویے ۹۰° اور ۱۲۰°) تراشنا۔

(۸) ایک معین ½" ۴ ضلع تراشنا۔

(۹) گول تختی ۳" نصف قطر کی تراشنا۔

نوٹ۔ (۱) ان نمونوں کے بنانے کی کوشش کرنے سے قبل یکے بعد دیگرے ان کی ڈرائنگ تیار کر لی جائے۔

(۲) ہر نمونے کی دو طریقے پر ڈرائنگ بنانی چاہیئے پہلے قایم اظلال پر اور پھر ہم پیمائش اظلال پر۔

(۳) آرہ کشی، رندہ کشی، سوراخ کرنے اور چھینی وغیرہ کا کام کرنے کے قاعدے طلبہ کو لکھا دینے چاہئیں نیز مدرس دیکھتا رہے کہ آیا طلبہ ان قاعدوں کی پابندی کر رہے ہیں یا نہیں۔

اضافی اور اختیاری نمونے۔

(۱) قلم رکھنے کی کشتی (gauging) ۱" × ۱¼" × ۲" ۔

(۲) کونے کے براکٹ ¾" (۱۰" قطر کا ربع)۔

(۳) آستین کی استری کرنے کا تختہ ۱۸" × ۵" × ¾" (نوتکڑوں کا جنہیں کیلوں سے جائے گا)۔

(۴) پائدان ۱۰" × ۷" × ۳" (نوتکڑوں کا جنہیں کیلوں سے جڑ دیا جائے گا)

(۵) جاذب اور اس کی مٹھی ۶" × ۳"۔

فضل محمد خان

ناظم تعلیمات ممالک محروسہ سرکار عالی

تعلیم نباتات کسطرح دیجائے

جگ موہن لال صاحب بی اے بی ٹی مدد گار عثمانیہ ٹریننگ کالج بلدہ نے مختصراً ایسے مدرسین کی آگہی اور رہبری کے لئے ذیل کا مضمون تحریر فرمایا ہے جن کیلئے جدید نصاب میں جدید مضمون نباتات کا اضافہ مشکلات پیدا کرے گا۔

جدید نصاب کی کماحقہ تکمیل کے لئے موزون کتب کی تیاری کا مسئلہ زیر غور ہے تاتصنیف مدرسین کو اپنی تعلیم و تربیت پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ دیگر ماہرین بھی اس طرح مختلف عنوانوں پر روشنی ڈالکر ایک دوسرے کی مدد فرمائیں گے۔

(مُدیر)

موجودہ ترمیم شدہ نصاب مطالعہ قدرت میں درختوں کا مشاہدہ بھی بطور ایک جزو شریک ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس جزو کا مشاہدہ خالی از دلچسپی نہیں ہے، کیونکہ اس ضمن میں رنگ برنگے پھول، طرح طرح کی پتیاں وغیرہ نظروں سے گزریگی جن کے مطالعہ سے کائنات کی گوناگوں کیفیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ لہذا ذیل میں چند درختوں کی خاصیتیں بیان کی گئی ہیں:-

پودے عام طور پر بلحاظ بلندی و تقسیم شاخ تین جماعتوں میں منقسم کئے جاتے ہیں:
(۱) درخت (۲) جھاڑی (۳) جڑی بوٹی۔

درختوں کا یہ خاصہ ہے کہ ان میں نمایاں موٹا پیڈ (Trunk) ہوتا ہے جس پر زمین سے قریب ۱۰ فٹ کی بلندی تک شاخیں نہیں ہوتیں۔ درخت کی اونچائی ۲۰ فٹ سے زیادہ ہوتی ہے اور بعض درخت تو ایسے ہوتے ہیں جو ۴۰۰ فٹ کی بلندی تک پہونچ جاتے ہیں۔ درختوں کی شکل شاخوں کے پھٹاؤ پر منحصر ہوتی ہے۔

بعض درختوں میں مثلاً اشوک (Polyalthia) اصل محور (Main axis) نیچے سے اوپر تک جاری رہتا ہے جو نچلے حصہ میں موٹا اور بالائی حصہ میں پتلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس درخت کی چوٹی مخروطی نظر آتی ہے۔ اس کی شاخیں تقریباً افقی ہوتی ہیں۔ پرانی شاخیں نچلے حصہ میں اور نئی بالائی حصہ میں موجود ہوتی ہیں۔ اس قسم کے شاخوں کے پھیلاؤ کو یک پایہ دار (Monopodial branching) کہتے ہیں۔ مگر آم کے درخت میں خاص تنہ کی بڑھوار زمین سے ۱۰ فٹ کی بلندی پر رک جاتی ہے اور ایک یا دو شاخیں پھوٹ جاتی ہیں۔ یہ شاخیں بھی آگے چل کر بڑھنا موقوف کر دیتی ہیں اور ان سے ثانوی شاخیں پھوٹ کر بڑھتی رہتی ہیں علیٰ ہذا القیاس شاخیں پھوٹتی رہتی ہیں اور درخت بڑھتا جاتا ہے۔

لہٰذا آم کے درخت کی چوٹی چھتری کے مانند نظر آتی ہے۔ اس قسم کی تقسیم شاخ کو دل پایہ دار (Sympodial branching) کہتے ہیں۔

جھاڑی — یہ بھی سیدھی بڑھتی ہیں مگر ان کی بلندی ۲۰ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ ان میں شاخیں زمین کے قریب سے ہی پھوٹ جاتی ہیں اور درخت کے مقابلہ میں ان میں چوب بھی کم ہوتا ہے۔

جڑی بوٹی — ان کی بلندی تین فٹ سے زاید نہیں ہوتی اور ان کے تنہ ملائم ہوتے ہیں۔ تنہ کا رنگ سبز ہوتا ہے اور اس کی برجلد (Epidermis) نازک اور شفاف ہوتی ہے۔

آم۔ آم کے درخت میں جڑوں کے دو نظام پائے جاتے ہیں ایک تو مٹی میں گہرائی پر واقع ہوتا ہے جہاں سے مستقل طور پر پانی حاصل کرتا رہتا ہے۔ دوسرا نظام سطحی ہوتا ہے سطحی جڑوں کے ذریعہ یہ درخت مٹی میں سے پانی غذا حاصل کرتا ہے۔ نائٹروجنی مرکبات و دیگر اشیاء جن کی کہ پودوں کو ضرورت ہوتی ہے سطح پر ہی پائی جاتی

یہ چیزیں مٹی کے حراثیم اور کرۂ ہوائی کے زیر اثر سطحی مٹی میں ہمیشہ تیار ہوتی رہتی ہیں۔ مٹی کے گہرے طبقوں میں اس قسم کی اشیاء نہیں پائی جاتیں پس اس قسم کی بڑھنے کے دوہرے نظام سے یہ فائدہ ہے کہ گہری جڑوں کے ذریعہ پانی اور سطحی جڑوں کے ذریعہ معدنی اشیا ہمیشہ دستیاب ہوتی رہتی ہیں۔

تنہ پر سیاہی مائل پوست ہوتا ہے جو پرانا ہونے پر پھٹ جاتا ہے۔ نئے تنہ کا پوست سبز ہوتا ہے لیکن جب درخت موٹا ہوتا ہے تو بر جلد اس قدر نہیں پھیل سکتی کہ بڑھتا ہوا تنہ اس کے اندر سما سکے لہذا وہ پھٹ جاتی ہے۔ اب کاگی خلیوں کا ایک نیا محافظ پوست تیار ہو جاتا ہے۔ یہ پوست موٹا ہونے پر پھٹ جاتا ہے اور چھال کے چھلکے جھڑنے لگتے ہیں۔ کاگی تہ کے اندر اندرونی چھال (Bast) ہوتی ہے جس کے اندر چوب کی ہم مرکزی نہیں ہوتی ہیں۔ پتیوں میں تیار کی ہوئی غذا اندرونی چھال کے ذریعہ پودے کے تمام جسم میں جہاں کہ اس کی ضرورت ہوتی ہے، تقسیم ہوتی ہے مثلاً اگنے والے حصے، تنوں اور جڑوں کی نوکیں، کلیاں پھل اور بیج وغیرہ پانی اور اس میں حل شدہ اشیاء چوب کی بیرونی تہوں کے ذریعہ تنہ سے گزر کر شاخوں اور پتیوں میں پہونچتی ہیں۔

پتیوں کی شکل سنانی (Lanceolate) ہوتی ہے یہ تنہ پر اس طرح سے لگی رہتی ہیں کہ ہر ایک پتی روشنی حاصل کر سکے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آم کے درخت کا سایہ بہت گھنا ہوتا ہے۔ ڈنٹھل لچکدار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے جب آندھی چلتی ہے تو پتیاں پھٹنے نہیں پاتیں۔ اگر یہی پتیاں اپنے مقام پر مضبوطی سے لگی ہوتیں تو درخت کی شاخیں ٹوٹ جاتیں مگر لچکدار ہونے کے باعث پتیاں ادھر سے ادھر جھوم جاتی ہیں اور اس طرح پر آندھی کے زور سے بچ جاتی ہیں۔ اسی طرح پر جب بارش ہوتی ہے تو وہ جھک جاتی ہیں اور پانی اُن کے نکیلے کنارے سے زمین پر ٹپک جاتا ہے۔

آم کے درخت کے تنہ کی عمودی تراش

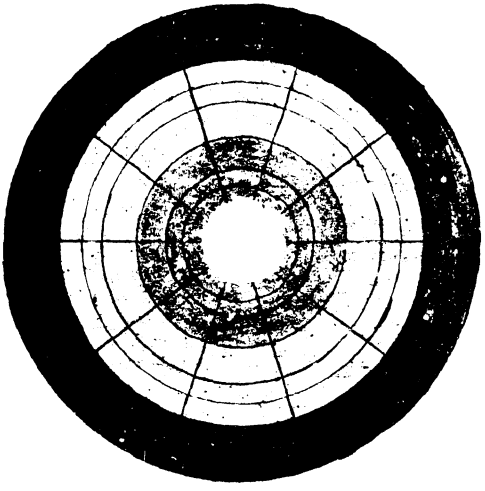

پتیوں میں پرہ دار رگیں (Pinnately veined) ہوتی ہیں جن کی وجہ سے پتیوں کی سبز سطح روشنی حاصل کرنے کے لئے پھیلی رہتی ہیں۔ آم کی پتیاں چمڑیا ہوتی ہیں یعنی اس کی برجلد موٹی ہوتی ہے۔ موٹی جلد ہونے کے باعث پتیوں کے ذریعہ اخراج رطوبت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آم کا درخت ہمیشہ ہرا بھرا بنا رہتا ہے اور سال بھر غذا جمع کرتا رہتا ہے۔ چمڑیا ہونے کے علاوہ اس کی پتیاں چمکدار اور چکنی ہوتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ روشنی کی شعاعیں مجلد سطح سے منعکس ہو جاتی ہیں لہذا جب گرمی کی شعاعیں اس درخت کی پتیوں پر پڑتی ہیں تو بہت سی منعکس ہو جاتی ہیں اور پتیوں کی تپش بڑھنے نہیں پاتی۔ اس طرح سے اخراج رطوبت میں مزید کمی واقع ہوتی ہے۔

آم کی نئی پتیاں روشنی اور گرمی کی شدت سے خاص طور پر محفوظ رہتی ہیں جب درخت میں نئی کونپلیں نکلتی ہیں تو نئی پتیاں لٹکتی ہوئی نظر آتی ہیں گویا کہ وہ مرجھائی ہوئی ہیں۔ یہ پتیاں بہت تیزی سے بڑھتی ہیں اور تھوڑے ہی وقت میں کامل بڑھی ہوئی پتیوں کے برابر ہو جاتی ہیں۔ پتیوں کا انتصاباً لٹکنا انہیں شدت کی دھوپ و عمل سریان (Transpiration) سے محفوظ رکھتا ہے اور ان پتیوں کے نازک خلیے برباد ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

جب پتیاں پک جاتی ہیں تو ان کے بافت سخت ہو جاتے ہیں اور اب یہ ناقابل ہو جاتی ہیں۔ نئی پتیوں کا رنگ سُرخ تانبے کے مانند ہوتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ نئے حصّوں میں تنفس کا عمل بہت تیزی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب پتیاں پُرانی پڑ جاتی ہیں تو تنفس کا عمل مدہم پڑ جاتا ہے اور سُرخ رنگ غائب ہو جاتا ہے۔ اب ان پتیوں کا رنگ سبز ہو جاتا ہے۔ پتیوں میں یہ سبز رنگ چھوٹے چھوٹے دانوں کے باعث ہوتا ہے۔ ان سبز سبز دانے (Chlorophyll grains) کہتے ہیں جو پتیوں کے اندرونی خلیوں میں موجود رہتے ہیں۔

پتیوں کی ترتیب کے ضمن میں ایک بات اور قابل غور ہے۔ یہ پتیاں تنہ پر اس طرح سے لگی رہتی ہیں کہ جب بارش ہوتی ہے تو بہت سا پانی ایک پتی سے دوسری پتی پر گرتا ہوا درخت کے مرکز سے محیط کی طرف پہونچ جاتا ہے۔ اس طرح پر یہ پانی درخت کے بیرونی حصّہ پر پڑتا ہے جہاں پر کہ نئی جڑیں ہوتی ہیں جو کہ پانی جذب کر سکتی ہیں کیونکہ بڑی بڑی جڑوں کے اوپر موٹا پوست ہوتا ہے۔ لہذا ان میں پانی جذب کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

پانی کے ٹپکنے سے نئی جڑیں باہر کی طرف بڑھتی ہیں جہاں سے وہ بآسانی پانی جذب کر سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس درخت کی جڑیں بہت پھیل جاتی ہیں اور یہ درخت بڑی بڑی آندھیوں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

پھول گچھوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہر گچھے میں تین اقسام کے پھول ہوتے ہیں، مادہ اور خنثےٰ مشکل (Hermaphrodites) پھول چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں خنثےٰ شکل پھول میں پانچ پھُل پتیاں (sepals) اور پانچ ہی پنکھڑیاں (petals) ہوتی ہیں۔ زرریشے (stamans) بھی پانچ ہوتے ہیں مگر صرف ایک ہی کامل ہوتا ہے۔ بیض خانہ (ovary) میں صرف ایک ہی خانہ ہوتا ہے اور

شاخ جس میں پھل لگے ہیں۔

آم کی لٹکتی ہوئی نئی پتیاں۔

پھل کی عمودی تراش

خنثےٰ مشکل پھول بہت بڑھا کر دکھایا گیا ہے

زرریشہ　　نر پھول　　مادہ پھول

ایک ہی بیضدان (ovule) ہوتا ہے پھول کے اندر شہد دان (Nectary) بھی ہوتے ہیں اور زیرگی۔ (Pollination) کا عمل کیڑوں کے ذریعہ سرزد ہوتا ہے

جب پھل تیار ہونے لگتے ہیں تو اُن کے ڈنٹھل اس قدر مضبوط نہیں ہوتے کہ پھلوں کو سیدھا سنبھال سکیں لہذا پھل لٹکتے ہیں۔ ایک ہی گچھے پر جتنے پھول ہوتے ہیں

اُنسے پیدا ہوئے بہت سے پھل کافی غذا نہ پانے کی وجہ سے گر جاتے ہیں۔ایک گچھے پر ۱-۶ پھل تک بڑھتے رہتے ہیں۔پھل پر ایک چمڑیا پوت ہوتا ہے جس کے اندر گودہ ہوتا ہے۔گودے کے اندر ریشہ دار گٹھلی ہوتی ہے جس کے اندر بیج ہوتا ہے۔ اس قسم کے پھل کو سنگ ثمر (Drupe) کہتے ہیں۔

آم کا درخت ہندوستان میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اس کا پھل اس قدر مرغوب ہے کہ اس کی کاشت بھی کی جاتی ہے۔کاشت کے آم کی متعدد قسمیں ہیں۔مختلف اقسام کے افراد، عادات، قد اور پھل کی خاصیت میں ایک دوسرے سے جداگانہ نوعیت رکھتے ہیں۔

جنگلی آم کا درخت ۔۔ افلاک بلند ہوتا ہے مگر بعض کاشت کے آم کے درخت اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ان کی شاخیں زمین کو چومتی رہتی ہیں۔مختلف اقسام کے درختوں کی پتیوں کی شکل اور قد میں نمایاں فرق نہیں ہوتا۔البتہ ان کے پھلوں کی ساخت رنگ اور ذائقہ جُدا جُدا ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شوقین لوگ پھل میں خاص قسم کی خوشبو ولذت پیدا کرنے کے کوشاں رہتے ہیں۔اور اس کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ آم کی بہت زیادہ قسمیں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں اگر آپ آم کی قسموں کا پتہ چلانا چاہتے ہیں تو آم کے باغات کی سیر کیجئے۔

آم کی کاشت کے دو طریقے ہیں:- (۱) تخم کے ذریعہ (۲) پیوند کے ذریعہ تخم کے ذریعہ جو آم پیدا کئے جاتے ہیں ان میں والدین کے خواص پائے جاتے ہیں۔ چونکہ تخم بننے کے عمل میں مادہ اور نر دو تناسلی خلیوں کا سنجوگ ہوتا ہے لہذا اس عمل سے جو تخم تیار ہوتا ہے اُس میں دونوں کی خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔اسی سبب سے تخم کے ذریعہ پیدا کئے ہوئے درخت میں نہ تو خالص پدری اور نہ خالص مادری خاصیتیں وراثتاً پائی جاتی ہیں بلکہ ان دونوں کی خاصیتوں کا خلط ملط ہوتا ہے۔علاوہ ازیں اگر

پیوند والے فرد کے تخم بھی بو کر نئے پودے پیدا کئے جائیں تو بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان کے پھل جنگلی آم کے مانند ہوتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیوندی آم کی خاصیتیں تخم کے ذریعہ نسل میں وراثتاً سرائت نہیں کر سکتیں۔ پیوند چڑھانے سے اس درخت میں خاص قسم کے پھل پیدا ہونے لگتے ہیں مگر یہ پیوند کے ذریعہ حاصل کردہ خاصیت اس قابل نہیں ہے کہ تخم میں سرائت کر جائے۔ ایسی صورت میں مطلوب خاصیت کے بارآور ہونے والے پودوں کی افزائش کا طریقہ صرف نباتی پیدائش پر مشتمل ہوگا۔

نباتی پیدائش کے عمل میں پودوں کی افزائش نباتی تنوں کے ذریعہ ہوتی ہے جو پتیوں کی بغلوں میں ہوتے ہیں بعض پودوں میں نباتی افزائش پھولی ہوئی جڑوں اور زمین کے اندر رہنے والے تنوں سے بھی ہوتی ہے۔ باغبانی میں نباتی تولید کا عمل قلم (cutting)، دابہ (layering)، چشمہ (Budding) اور پیوند (grafting) کے ذریعہ کیا جاتا ہے مثلاً گلاب اور کروٹن کی قلمیں لگائی جاتی ہیں۔ لیموں اور انار دابہ کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں اور آم پر پیوند کا عمل کیا جاتا ہے بعض پودوں میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان کے کٹے ہوئے تنوں کو ترمقام میں گاڑنے سے کٹے ہوئے کناروں سے نئی جڑیں نکل آتی ہیں مگر جملہ پودوں میں یہ صلاحیت نہیں پائی جاتی البتہ کل پودوں میں نئی بافت پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے تاکہ ان کی سطح پر جو زخم ہو جائے وہ پُر ہو سکے۔ پیوند کے ذریعہ پودوں کی افزائش کے عمل میں اسی خاصیت کو کام میں لایا جاتا ہے۔

آم کے درخت کی افزائش بھی اس طریقہ پر کی جاتی ہے ایک یا دو سال عمر کے توانا پودے کو لے کر زمین کی سطح سے ایک فٹ اونچائی پر اس کے تنہ کو ترچھا کاٹ دیا جاتا ہے۔

جس پودے پر پیوند چڑھایا جاتا ہے اس کو پشتی بان (stock) کہتے ہیں

اب ایک مخصوص آم کے پودے کی شاخ جس کو چڑھانا مقصود ہے منتخب کی جاتی ہے۔ اس شاخ کی موٹائی اتنی ہی ہونی چاہیئے جتنی کہ پنسل بان کے تنہ کی ہوتی ہے اب اس پیوندی شاخ (Scion) کو اس طرح کاٹو کہ اس کی تراش ترچھاؤ میں پشتی بان کی تراش کے مماثل ہو۔ شاخ کے کٹے ہوئے کنارے کو پشتی بان کے کٹے ہوئے کنارے پر اس طرح سے رکھو کہ دونوں کی کٹی ہوئی سطحیں ایک دوسرے پر ٹھیک بیٹھ جائیں۔ اس جوڑ پر مومی کپڑا لپیٹ کر باندھ دو پھر اسے گوبر یا مٹی سے ڈھک کر تر کر دو۔ دونوں کٹی ہوئی سطحوں سے نیا بافت اگنا شروع ہوتا ہے اور دونوں آپس میں اس مضبوطی کے ساتھ مل جاتے ہیں کہ ایک ہی پودے کے جزو بدن بن جاتے ہیں۔ نچلا حصہ جو جنگلی پودے سے دستیاب کیا گیا تھا مٹی سے معدنی خوراک اور پانی بہم پہونچاتا رہتا ہے۔ اور اوپری حصہ میں جو پیوندی شاخ سے تیار ہوتا ہے مطلوب خاصیت کے پھلوں کو پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

بڑ۔ یہ ایک مشہور و معروف درخت ہے۔ اس درخت کی دو خاصیتیں عجیب و غریب ہیں۔ (۱) شاخوں سے جڑیں ہوا میں لٹکتی ہوئی نظر آتی ہیں (۲) پھول ایک گول حصہ یعنی پذیرہ (Receptacle) میں پوشیدہ رہتے ہیں۔

اس درخت کی جڑیں زمین میں بہت دور تک پھیلی رہتی ہیں۔ آم کے درخت کی جڑیں زمین میں تقریباً اتنی ہی دور تک پھیلی رہتی ہیں جتنی دور تک اس کی شاخیں ہوا میں پھیلی رہتی ہیں لیکن بڑ کے درخت کی جڑیں کہیں زیادہ وسیع حصہ میں پھیلی رہتی ہیں اور یہ درخت اس طرح پر انی معدنی غذا شاخوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ وسیع رقبہ سے دستیاب کر سکتا ہے۔ پرانے درختوں میں بڑ کی ہوائی جڑیں زمین تک پہونچ جاتی ہیں اور پھر زمین کے اندر پھیل جاتی ہیں وہ حصہ جو زمین کے اوپر رہتا ہے سالہا سال موٹا ہوتا جاتا ہے اور پھیلتی ہوئی شاخوں کو مثل ستون کے سہارا دیتا ہے۔

چھوٹی چھوٹی ہوائی جڑوں میں کرۂ ہوائی سے رطوبت جذب کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ان جڑوں کی نوک (Root Cap) پر بھورے رنگ کی ٹوپی ہوتی ہے لیکن ان پر جڑ بال (Root Hairs) نہیں ہوتے نہایت کہنہ درختوں میں شاخیں بہت دور دور تک پھیل جاتی ہیں اور ہوائی جڑوں کے بہت سے ستون بن جاتے ہیں جو کہ شاخوں کو سنبھالے رہتے ہیں۔

اصل محور تقریباً ۱۰ فٹ بلند ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ کئی بڑی بڑی شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ ان شاخوں سے دیگر شاخیں نکل آتی ہیں۔ نئی ٹہنی کو غور سے دیکھنے سے اس میں دو حصے نظر آئیں گے ایک حصہ تو وہ ہے جو کہ تازہ اور سبز ہے جس پر پتیاں بھی لگی رہتی ہیں اور دوسرا حصہ خاکستری رنگ کا ہے جو کہ گزشتہ سال کی شاخ کا ہے۔ اس پر پتیاں نہیں ہوتیں صرف داغ نظر آتے ہیں داغ عام طور پر دونوں ہی قسم کی ٹہنیوں پر نظر آتے ہیں سبز حصہ پر جو داغ پائے جاتے ہیں وہ گانٹھوں پر ہوتے ہیں اور ان پر پتیاں بھی لگی رہتی ہیں۔ یہ داغ جو پتلی مٹیالی لکیر کی شکل کے ہوتے ہیں اس مقام کو ظاہر کرتے ہیں جہاں پر پتے (Stipules) تھے۔ چونکہ پتے بہت جلد جھڑ جاتے ہیں لہذا ان کو دیکھنے کے لئے تنہ کی نوک پر کی کلی کا امتحان کرنا چاہیئے۔

کلی کی شکل مخروطی ہوتی ہے۔ یہ چکنی اور سبز رنگ کی ہوتی ہے کلی کی حالت میں اصلی پتیاں نظر نہیں آتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پتے پتی کو بالکل ڈھکے رکھتے ہیں پتے کی شکل مثلث نما ہوتی ہے اور وہ کلی کے چاروں طرف لگے رہتے ہیں پس یہ کلی کی حفاظت کرتے ہیں۔

گزشتہ سال کی ٹہنیوں پر جو داغ ہوتے ہیں وہ کافی بڑے ہوتے ہیں۔ ہر ایک گانٹھ کے داغ میں تین حصے نظر آتے ہیں (۱) گانٹھ کے اطراف ایک حلقہ ہوتا ہے جو پتے (Stipules) کے مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ حلقہ کے بیچ میں ایک نشان ہوتا ہے جو ڈنٹھل کے مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ نشان گھڑنعل کی شکل کا ہوتا ہے اور اس میں

نقطے ہوتے ہیں جو ڈنٹھل کے چوبی ڈوروں کو ظاہر کرتے ہیں اس نشان کے اوپر دو جوڑے نشانات پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں۔ یہ نشانات پہلوں کے تمام کو ظاہر کرتے ہیں۔

ہر گانٹھ سے ایک پتی نکلتی ہے۔ پتی کا ڈنٹھل چھوٹا ہوتا ہے۔ پتیوں کی شکل بیضوی ہوتی ہے۔ ان کی بالائی سطح چمکدار اور نچلی سطح پر روئیں ہوتے ہیں۔

برجلد بہت موٹی ہوتی ہے۔ رگیں جالدار ہوتی ہیں۔ پتیوں کے اندر ایک دودھیا عرق ہوتا ہے جو درخت کے دیگر حصوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

پتیوں کی ان خاصیتوں کے سبب بڑ کا درخت خراب موسم میں بھی اپنی زندگی برقرار رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس درخت کی پتیاں ہر سال ایک مرتبہ جھڑ جاتی ہیں۔

موسم گرما کے آغاز کے قبل تمام پتیاں جھڑ جاتی ہیں۔ اس حالت میں درخت تھوڑے عرصہ تک رہتا ہے۔ اس ترکیب سے یہ درخت پانی کی تبخیر کو کم کر دیتا ہے اور جو کچھ پانی میسر آتا ہے اس پر قناعت کرتا ہے اگر اس موسم میں بھی پتیاں درخت پر لگی رہتیں تو پتیوں کی سطح سے جڑوں کے ذریعہ جذب شدہ پانی کے مقابلہ میں زیادہ پانی تبخیر بن کر اڑ جاتا اور درخت کی زندگی محال ہو جاتی۔

ایسے درختوں میں جن کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں ایک بات قابل غور ہے کہ پتیوں کے ذریعہ تیار کی ہوئی غذا تنہ اور شاخوں میں جمع رہتی ہے۔ پتیوں کے جھڑ جانے کے بعد اس جمع شدہ غذا کا کچھ حصہ پھول اور پھلوں کے تیار کرنے میں صرف ہوتا ہے بقیہ غذائی پتیوں کے پیدا کرنے میں صرف ہو جاتی ہے۔

"گولر کے پھول" یہ ایک ضرب المثل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی نایاب شے اسی طریقہ پر یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ بڑ اور پیپل میں پھول نہیں لگتے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ ان درختوں میں بغیر پھول کے ہی پھل تیار ہو جاتے ہیں۔

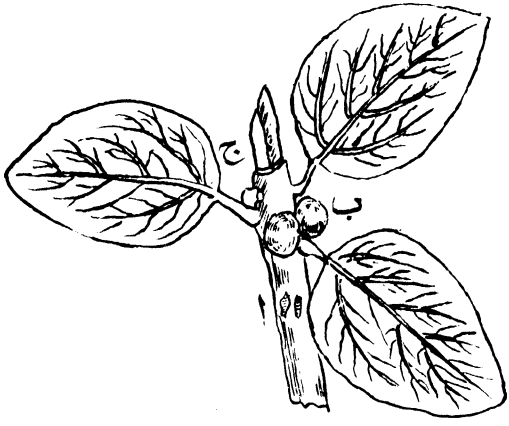

۲

۳

۴

ا پتے، پھل اور پتیوں کے داغ۔

ب پھلداری۔

ج۔ پتے سے ڈھکی ہوئی شاخ کے نوک کی کلی۔

۲ کٹی ہوئی پھلداری جس میں پھول ظاہر کئے گئے ہیں۔

۳ مادہ پھول۔

۴ نر پھول

اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ پتیوں کی بغلوں میں جو گول گول سبز حصے پائے جاتے ہیں وہ پھولوں کے مشابہ مطلق نہیں ہوتے۔

اُن کو دیکھنے سے دھوکہ ہو جاتا ہے کہ وہ پھل ہیں۔ اس گول حصہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے اُسے کاٹو اور اس کے اندرونی حصہ کا امتحان کرو۔ اس کے اندر ایک خانہ نظر آئے گا جس میں متعدد سفید پھول ہیں۔ مگر شیشہ (Magnifying glass) سے دیکھنے پر دو قسم کے پھول نظر آئیں گے نر اور مادہ۔ ہر ایک پھول میں گرد گل

(Perianth) کی ۵ پتیاں ہوتی ہیں۔ نر پھول میں صرف ایک ہی زرریشہ اور مادہ پھول میں ایک ہی مادگیں (Pistil) ہوتی ہے۔ نر پھول پنکھڑی کی طرح اور مادہ پھول تلی کی طرف ہوتے ہیں۔ زیرگی کا عمل کیڑوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جب کیڑے اس کے اندر داخل ہوتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ دوسرے پھول کے درخت سے زیرہ (Pollen) لاتے ہیں اور یہ زیرہ مادہ پھولوں کے زیرہ گیر (Stigma) پر جا گرتا ہے۔ جب یہ کیڑے پھل سے باہر جاتے ہیں تو پھل کے اندر کا زیرہ پھر ان کے جسم سے چمٹ جاتا ہے اور جب یہ کیڑا دوسرے پھل میں داخل ہوتا ہے تو اس کے اندر بھی زیرگی کا عمل ہوتا ہے۔ زیرگی کے عمل کے بعد بیضہ خانہ (Ovary) کے اندر کے بیض دان (Ovules) بیج میں مبدل ہو جاتے ہیں۔ اور تمام حصہ بڑھ کر سرخ ہو جاتا ہے۔ جب پھل پورا پک جاتا ہے تو نرم ہو جاتا ہے اور پرندے و چمگادڑ پھلوں کو کھانے لگتے ہیں۔ پرندوں کے معدوں کے اندر سے گزر کر بیج فضلہ کے ساتھ خارج ہو جاتے ہیں پھر موزوں حالات پا کر اگ آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑ کے درخت ایسی ایسی جگہوں پر نظر آتے ہیں جہاں اُن کا پہونچنا دشوار معلوم ہوتا ہے مثلاً بڑ کے چھوٹے چھوٹے پودے اکثر مکانوں کی چھتوں پر، دیواروں کی شگافوں میں یا درختوں پر پائے جاتے ہیں۔

کبھی کبھی بڑ کا درخت تاڑ وغیرہ درختوں پر اُگا ہوا نظر آتا ہے۔ جب پرندوں کے فضلہ کے ذریعہ اس کا بیج درخت کے اوپر گر پڑتا ہے تو موزوں حالات میں اس کا ننھا سا پودا نکل آتا ہے۔

اس کی جڑیں درخت سے لپٹ جاتی ہیں اور اپنی معدنی غذا و پانی کو تاڑ کے درخت کی پتیوں کے قاعدوں یا دیگر درخت کی چھال میں جمع شدہ مٹی سے حاصل کر لیتی ہیں۔ بڑ کے پودوں کی ان جڑوں میں ہوا سے رطوبت جذب کرنے کی صلاحیت

پائی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی جڑیں بڑھتی جاتی ہیں اور آخر کار زمین تک پہونچ جاتی ہیں۔ اس طرح سے یہ پودا آخر اپنی معدنی غذا بھی خود زمین سے حاصل کرنے لگتا ہے۔

یہ درخت ہندوستان کا باشندہ ہے اور قدرتاً پیدا ہوتا ہے۔ یہ درخت سڑکوں کے کنارے بھی لگایا جاتا ہے کیونکہ اس کا سایہ موسم گرما میں بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی موٹی ماسی پتیوں کی پتریں بنائی جاتی ہیں جو رکابیوں کا کام دیتی ہیں بڑ کے درخت کے ہر حصہ میں ایک قسم کا دودھ ہوتا ہے۔ جب اس کا کوئی حصہ کٹ جاتا ہے تو دودھ بہنے لگتا ہے۔ ہوا کو چھوتے ہی وہ سخت اور لچکدار ہو جاتا ہے اور زخم شدہ حصہ کو بہت جلد پُر کر دیتا ہے۔ یہ دودھ "بمای" کی اچھی دوا ہے۔ جو شخص ننگے پیر چلنے کے عادی ہوتے ہیں ان کے پیروں میں اکثر تکلیف دہ شگاف پڑ جاتے ہیں۔ ان شگافوں کو بمائی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔

"جا کے پیر نہ گئی بمائی سو کا جانے پیر پرائی"، بڑ کے دودھ کو جمع کر کے سکھایا گیا اور اس بات کی کوشش کی گئی کہ مثل ربڑ کے اس کے استعمال کی کوئی صورت نکالی جائے مگر ابھی تک اس مسئلہ میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

اس درخت کی چھال کا جوشاندہ ایک مقوی دوا ہے۔

---

*

اُردو انشا پردازی

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہوں رسالہ جات المعلم ماہ مہر و آبان ۱۳۳۹ھ نمبر ۱۱ و ۱۲

جب لڑکے اُردو کے آسان آسان فقرات لکھنے کے قابل ہو جائیں تو انہیں صحیح معنوں میں مضمون نگار بنانے کے لئے مندرجہ ذیل مراحل باقی رہ جاتے ہیں۔

ا۔ ذخیرۂ خیالات،

ب۔ مضمون کی حصّوں میں تقسیم۔

ج۔ مضمون میں خیالات کی درست ترتیب اور اظہارِ خیالات کا طریقہ۔

د۔ مضمون کو مؤثر اور دلکش بنانے کے لئے خاص الفاظ تشبیہات اور استعارات وغیرہ اور ان کا مناسب استعمال۔

ھ۔ مضمون کی مختلف قسمیں اور انہیں ادا کرنے کے مختلف طریقے،

ذخیرۂ خیالات۔ کے لئے شروع شروع میں اُردو کا سبق پڑھاتے وقت ان خیالات کو تختہ سیاہ پر لکھتے جائیے جو مضمون میں ادا کئے گئے ہیں۔ لڑکے انہیں اپنی کاپیوں پر نقل کریں۔ بعد میں آہستہ آہستہ معمولی سی مدد اور رہنمائی سے لڑکوں کو مضمون میں سے خیالات اخذ کرنے کا موقعہ دیجئے۔ مثال کے طور پر "طاعون" کے عنوان سے ایک سبق ہم لڑکوں کو پڑھا رہے ہیں۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل اشارات لکھے جا سکتے ہیں۔

۱۔ طاعون چوہوں کی بیماری ہے۔ ان کے پسوؤں سے آدمیوں کو لگ جاتی ہے۔

۲۔ طاعون گندا رہنے سے ہوتی ہے۔

۳۔ طاعون کی دو بڑی قسمیں ہیں (۱) گلٹی والی (۲) بغیر گلٹی کے جس میں پھیپھڑوں میں

زخم ہوکر نمونیا ہو جاتا ہے۔

۴۔ اس سے بچنے کے لئے چوہوں کو مارنا۔ صفائی رکھنا اور ٹیکہ لگوانا چاہیئے۔

شروع میں ان خیالات کے اظہار کے لئے نسبتاً بڑے فقرات لکھنے لکھوانے کی ضرورت ہوگی بعد میں یہ مطلب آہستہ آہستہ چھوٹے فقرات میں ظاہر کئے جاسکیں گے۔

ان اشارات کو مختصر کروانے کی غرض سے ایسی سرخیاں لکھوانے کی مشق کرائی جاسکتی ہے جو کسی عبارت کے مفہوم کو دو چار لفظوں میں ظاہر کرسکیں۔

۱، ۲ کے لئے "طاعون کیونکر ہوتی ہے"

۳ کے لئے "طاعون کی قسمیں"

اور نمبر ۴ کے لئے "اس سے بچنے کے طریقے" لکھا جاسکتا ہے سرخیاں قائم کرکے ان کے ساتھ مختصر الفاظ میں وہ امور درج کئے جاسکتے ہیں جن کی اس سرخی کے تحت میں تشریح کی جائے گی۔

مثلاً (طاعون کیونکر ہوتی ہے) (۱) چوہوں سے (۲) گندا رہنے سے۔

(طاعون کی قسمیں) (۱) گلٹی والی (۲) بغیر گلٹی کے۔

(اس سے بچنے کے طریقے) صفائی رکھنا۔ چوہوں کو مارنا۔ ٹیکہ لگوانا۔

آہستہ آہستہ مختلف عبارتیں طلبا کے سامنے پیش کرتے ہوئے ان کے متعلق سرخیاں اور مختلف سرخیوں کو پیش کرتے ہوئے اُن سرخیوں کے عنوان لکھوانے کی مشق کرائی جائے۔

لڑکے اس مطلب کے لئے ایک علیحدہ کاپی بنالیں اور مضمون کا عنوان جلی قلم سے لکھ کر اس کے نیچے ترتیب وار ان خیالات کو سرخیوں کی شکل میں لکھیں جو کسی مضمون میں ظاہر کئے گئے ہیں۔

کسی کی تقریر یا گفتگو وغیرہ سے وہ ایسے ہی خیالات کو مختصر اور آسان فقرات میں اشارات کی صورت میں کاپیوں پر لکھیں ساتھ ہی ساتھ ان خیالات کی سرخیاں اور عنوان بھی درج کرتے جائیں۔

مضمون نگاری کے نقطۂ نظر سے بعض خیالات ایسے اہم ہوتے ہیں کہ مضمون میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ مضمون میں جان ڈال دیتے ہیں۔ اور ان کے بغیر اگرچہ مضمون کو ظاہر کیا جا سکتا ہے لیکن اس طرح جیسے بے نمک کھانا، یا بغیر پوست کے محض ہڈیوں کا ڈھانچ انسان، یہ خیالات حقیقی جذبات احساسات اور مناظر کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اور انہیں نوٹ کرنے کے لئے پختہ مشاہدے اور ذاتی تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔

عام طور پر لڑکے، اور لڑکیوں ہی پر کیا موقوف ہے پختہ عمر کے آدمی بھی چیزوں کو غور سے نہیں دیکھتے۔ بہت کم لوگ ہوں گے جو بتا سکیں کہ اُن کے مکان کی کتنی سیڑھیاں ہیں"؟

ان کے گھر کے کل کتنے دروازے ہیں؟

ان کے جسم پر کہاں کہاں داغ ہیں؟ وغیرہ۔

حالانکہ ہر روز وہ ان چیزوں کو دیکھتے اور استعمال کرتے ہیں۔

ایسے خیالات کو اخذ کروانے کے لئے لڑکوں میں چیزوں کو غور سے دیکھنے کی عادت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مشق کے لئے انہیں کاپیوں پر ایسے سوالات لکھوا دیجئے جن کے جوابات تمام تر مشاہدے پر موقوف ہوں تمہارے گھر سے مدرسہ کتنی دور ہے؟

راستے میں کون کون دُکانیں ہیں؟

دُکان اور کس طرح دُکان لگاتے ہیں؟

موٹر کس طرح چلتی ہے؟ چلتے وقت کیسی آواز آتی ہے؟
بطخ کس طرح پانی پیتی ہے؟ گھوڑے پر کس طرح چڑھتے ہیں؟
بھنس کس طرح کھڑی ہوتی ہے؟
(کوئی موسمی سبزی ترکاری یا پودا)
کب بویا گیا؟
کتنے دنوں بعد اگا؟
کتنے دنوں بعد کونپلیں نکلنی شروع ہوئیں؟
پہلے کتنے پتے نکلے؟
ان کی شکل کیسی تھی؟
بعد میں نکلنے والے پتوں کی شکل کیسی تھی؟ وغیرہ۔
ہل کس طرح چلاتے ہیں؟ (بیل کس طرح چلتے ہیں؟ کبھی ہلکے کبھی تیز۔ کسانوں کا چھڑی سے بیلوں کو ہانکنا۔ چلتے ہوئے گاتے جانا۔ کسان کا سائے میں بیٹھکر روٹی کھانا وغیرہ۔

مضمون کی حصوں میں تقسیم مضمون لکھوانے سے پیشتر لڑکوں سے دریافت کر لیجئے کہ اس کے متعلق کون کون سی باتیں بیان کی جاسکتی ہیں اس مضمون کے متعلق لائبریری سے کتابیں بہم پہونچا دیجئے۔ لڑکے اپنی نوٹ بکوں میں سے بھی اشارات دیکھیں اور پھر عنوان کو جلی قلم سے لکھ کر ان امور کو سرخیوں کی صورت میں اس کے نیچے ترتیب وار لکھیں جن کے متعلق اظہار خیالات کرنا مقصود ہے۔

مضمون میں خیالات کی درست ترتیب اس سے پہلے کہ وہ ہر سرخی کے متعلق اظہار خیالات کر کے مضمون کو مکمل کریں انہیں ان سرخیوں کو درست ترتیب سے مرتب کر لینا ضروری ہے۔ اس کے متعلق لڑکوں کو بتلایا جائے کہ۔

۱۔ ایک بات بیان کرتے وقت اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈال لیں۔

پھر دوسری بات شروع کریں۔

۲۔ اگر کسی بات کے ضمن میں بہت سی باتیں بیان کرنی ہوں تو اس مد [illegible] باتوں کو تفصیل سے لکھیں اور زائد یا غیر ضروری باتوں کو اختصار سے؛

۳۔ قصے کہانیوں میں جو عمل پہلے واقع ہوا ہے پہلے لکھیں اور جو بعد میں ہو رہے بعد میں۔

۶۔ قصے کہانیوں کو اس مقام کے حالات، ان واقعات کی صورت، جن سے قصے کی ابتدا ہوتی ہے، یا ان لوگوں کے حالات سے شروع کریں جن کے متعلق قصہ لکھا جانا مقصود ہے۔

۵۔ جغرافیہ کے مضمون میں جغرافیائی ترتیب کو مدِ نظر رکھیں۔

(محلِ وقوع۔ حدود اربعہ۔ آب و ہوا۔ بارش۔ پیداوار۔ اور آبادی وغیرہ)

۶۔ اگر کوئی بات ثابت کرنی ہو تو پہلے اسباب لکھیں پھر نتائج،

۷۔ اخلاقی مضامین میں تصویر کے دونو پہلو پیش کرتے ہوئے شروع میں اہمیت اور فوائد کو واضح کریں۔ اور مضمون کے اخیر یا درمیان میں نتیجہ ضرور لکھیں۔

اظہارِ خیالات خیالات کو ترتیب دے لینے کے بعد ان کے متعلق اظہارِ خیالات کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ اس مطلب کے لئے طلبا کو مندرجہ ذیل ہدایات دیتے ہوئے مضامین لکھواتے وقت ان کی مشق کرائی جائے۔

۱۔ تم مختصر الفاظ میں ایک خیال کو ایک ہی پیرگراف میں ظاہر کرو۔

۲۔ تمہارے پیرے گراف عام طور پر چھوٹے چھوٹے اور گرائمر کی رو سے صحیح فقرات پر مشتمل ہوں۔

۳۔ ہر دوسرے فقرے کا پہلے فقرے کے ساتھ زبردست تعلق پیدا کرو اور انہیں اس طرح مرتب کرو کہ دوسرا فقرہ پہلے فقرے سے پیدا ہوا معلوم ہو۔

۶۔ مضمون کے مفہوم کو پیرا گراف کے پہلے یا شروع کے قریب کے فقرے یا فقرات میں ظاہر کرو (اگرچہ افسانوں کی صورت میں اس کے برعکس افسانے کے اخیر یا درمیان میں بھی ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ مگر تاوقتیکہ لڑکے اس قابل نہ ہو جائیں کہ افسانوں کا مفہوم سمجھ سکیں اور حسب ہدایات مختصر افسانے لکھ سکیں اس وقت تک انہیں اس طرح مفہوم کو شروع میں ظاہر کرنے کی مشق کرانی چاہیئے)

۵۔ ایک فقرے میں صرف ایک ہی بات لکھو۔

۶۔ ایک فقرے میں وہ تمام باتیں نہ لکھو جو ایک دوسرے سے مختلف ہوں اور نہ ایک سے زیادہ فقرات میں وہ باتیں لکھو جو ایک ہی فقرے میں لکھی جا سکتی تھیں۔

۷۔ کوئی فقرہ اپنی کاپی پر مت لکھو جب تک اسے اپنے ذہن میں مکمل نہ کر لو۔

۸۔ کوئی ایسا لفظ اپنے فقرات میں نہ لکھو جس کے معنی اور موقعۂ استعمال سے تم اچھی طرح واقف نہیں ہو۔

۹۔ کوئی متروک لفظ اپنے مضمون میں استعمال نہ کرو۔ نو ساختہ الفاظ بھی اس وقت تک استعمال مت کرو جب تک کہ اُن کا استعمال عام نہ ہو جائے۔

۱۰۔ اگرچہ "اُردو" فارسی اور ہندی وغیرہ کی آمیزش کا نتیجہ ہے پھر بھی اُردو کے مستعمل الفاظ چھوڑ کر غیر زبان کے الفاظ کو خواہ مخواہ اُردو میں داخل کرنے کی کوشش نہ کرو

۱۱۔ مکالمات یا گفتگو میں ایک سطر میں ایک ہی شخص کی بات لکھو۔

۱۲۔ کسی بات کی تشریح کے لئے جو مثالیں یا قصے پیش کرو وہ برمحل اور برجستہ ہوں لڑکے خواہ گرائمر کے لحاظ سے درست فقرات لکھنے کے قابل ہو جائیں۔ پھر بھی ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اہلِ زبان کے "روزمرہ" اور "محاورات" کا بھی درست استعمال کر سکیں گے۔ اور کوئی فقرہ درست نہیں کیا جا سکتا، جو اہلِ زبان کے محاورات اور

روزمرہ کے برخلاف ہو۔

عام طور پر لڑکے "میں نے لاہور جانا ہے"، "تم نے ہی تو مجھ کو یہ قلمدان دیا تھا"، "یہ قلمدان اُن کا تو ہی ہے" فقرات لکھ جاتے ہیں جو گرائمر کی رو سے تو درست ہیں۔ لیکن اہل زبان ان کی بجائے "مجھے لاہور جانا ہے"، "تمہیں نے تو مجھے یہ قلمدان دیا تھا۔ یہ قلمدان ان ہی کا تو ہے" وغیرہ بولتے ہیں۔ اس لئے متذکرہ صدر فقرات درست نہیں کہے جا سکتے۔

اس لئے کہ لڑکے اہلِ زبان کے محاورات کا صحیح صحیح استعمال اپنے فقرات میں کریں۔ سبق پڑھاتے وقت اپنی زبان کے محاورات کے مقابلے میں اہل زبان کے محاورات نوٹ کرائے جائیں۔ فقرات میں وہ محاورات استعمال کرائے جائیں نیز لڑکے لائبریری کی کتابوں سے ایسے محاورات اپنی کاپیوں پر نقل کریں۔

مضمون میں تاثیر اور دلکشی پیدا کرنا تشبیہات اور استعارات مضمون کو رنگین دلکش واضح اور پُر زور بنا دیتے ہیں بغیر ان کے مضمون پھیکا پھیکا سا معلوم ہوتا ہے۔ سبق پڑھاتے وقت محاورات کے ساتھ ہی تشبیہات اور استعارات کو بھی نوٹ کرایا جائے لڑکے ان میں سے ہر ایک بات کو علیحدہ علیحدہ نوٹ کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی کاپیاں بنالیں۔ یا ایک ہی بڑی کاپی لے کر اس میں محاورات ضرب الامثال۔ تشبیہات۔ استعارات۔ دلچسپ اور رنگین لفظی ترکیبوں اور ان عبارتوں کو نقل کرنے کے لئے جو ادبی نقطۂ نظر سے خاص طور پر دلکش ہوں علیحدہ علیحدہ کالم بنالیں یا کاپی کے مختلف حصوں میں مندرجہ بالا امور علیحدہ علیحدہ لکھیں مختلف رسائل۔ اخبارات اور لائبریری کی کتابوں سے وہ ان اُمور کے متعلق ذخیرہ جمع کر سکتے ہیں۔

مشق کے لئے مختلف خیالات پیش کرتے ہوئے طلبا سے محاورات۔ تشبیہات اور استعارات وغیرہ کو استعمال کرایا جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہدایات

دی جائیں کہ:-

۱- ایسے محاورات اور استعارات جن کی ضرورت نہ ہو استعمال مت کرو۔ یہ بجائے خوبی کے برائی پیدا کریں گے۔

۲ کسی تشبیہ یا استعارے کو بار بار استعمال کرنے سے مضمون میں رنگینی پیدا نہ ہوگی

۳- استعارے خواہ مخواہ وضع کرنے کی کوشش نہ کرو۔

۴- بازاری اور نفرت انگیز استعارات کو ہرگز ہرگز استعمال مت کرو۔

باوجود ان تمام باتوں کے بھی مضمون میں تاثیر پیدا نہیں کی جاسکتی تاوقتیکہ پیرہ گرافوں میں فقرات کی اور فقرات میں الفاظ کی ترتیب درست نہ ہو۔ عبارت میں زور پیدا کرنے کے لئے تحریر کا مختصر ہونا نہایت ضروری ہے۔

ہر فقرے کے ضروری اور مؤثر مقامات اس کا آغاز اور اختتام ہیں۔ اس لئے زوردار الفاظ ان ہی دو جگہوں پر استعمال کرنے چاہئیں۔ اور غیر ضروری فقرے کے درمیان میں کلام میں اثر پیدا کرنے کے لئے اگر گرامر کی ترتیب کو تھوڑا سا بدل دیا جائے تو مفید ثابت ہوگی لیکن شروع شروع میں لڑکوں کو اس کی مشق نہ کرائی جائے تو بہتر ہے۔ بعد میں بھی خاص ہدایات دیتے ہوئے اپنی نگرانی میں مشق کرائی جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ لڑکے غلط فقرات لکھنے کے عادی ہو جائیں گے۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل ہدایات دی جاسکتی ہیں۔

۱- عموماً اسم صفت اسم موصوف سے پہلے آتا ہے۔ لیکن زور اور تاثیر پیدا کرنے کے لئے اسے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح خبر مبتدا سے پہلے اور جزا شرط سے پہلے استعمال کی جاسکتی ہے۔

۲- مبتدا اور جملہ کے تمام اجزا شروع میں لکھ کر خبر کو اخیر میں لکھا جاسکتا ہے۔

لیمون

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ خلاق عالم نے کوئی شے جاہے وہ جمادات سے ہو نباتات سے یا حیوانات سے عبث اور بیکار نہیں خلق فرمائی۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا مٹی کا ریزہ۔ ایک گہانس کا تنکہ ایک چھوٹا زمین پر رینگتا ہوا کیڑا بھی ایک حکمت ایک غرض و غائت کے تحت اپنا وجود رکھتا ہے۔ یہ انسان کا جو خود کو اشرف المخلوقات سمجھتا ہے جہل و تکبر ہے کہ وہ بعض اشیائے عالم کو عبث و بیکار تصور کرتا اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

پھر یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ جو شے انسان کو بلا ریاضت و تکلیف مفت یا سستے داموں حاصل ہو جاتی ہے اس کی قدر انسان نہیں کرتا اور اس سے بے اعتنائی برتتا ہے۔ ناظرین کو مضمون کی سرخی دیکھ کر حیرت ہوگی کہ بھلا لیمون جیسا معمولی پھل جو پیسہ دو پیسہ میں ہر جگہ مل سکتا ہو کیا فوائد رکھ سکتا ہے۔ سطور ذیل کے ملاحظہ سے ناظرین کا استعجاب دور ہوگا اور واضح ہوگا کہ یہ ارزان۔ اور ترش معمولی پھل کتنے بے شمار فوائد کا حامل اور کتنے دکھوں کی دوا ہے اور اگر انسان انہیں سمجھے تو کس قدر فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

دیہات کے طلبہ اور ان کے والدین اکثر و بیشتر مفلس ہوتے ہیں ان کی آمدنی اس قدر نہیں ہوتی کہ ذرا ذرا سی بیماری کے وقت ڈاکٹر یا حکیم کے پاس رجوع ہوں پھر ہر قریہ اور قصبہ میں ڈاکٹر یا حکیم کا وجود نہیں۔ صدہا ایسے گاؤں ہیں کہ جہاں ڈاکٹر یا حکیم کی عدم موجودگی کی وجہ گاؤں والے اپنے آپ معالج ہوتے ہیں یا فطرت ان کا علاج کر دیتی ہے پس ایسی حالت میں گاؤں والوں کو اس کا علم کہ لیمون کتنے امراض کی دوا ہو سکتا ہے ایک نعمت ہوگی۔ مدرسین صاحبان طلبہ کے ذریعہ بآسانی ان کے والدین

اور اولیا کو اس سے واقف کرا سکتے ہیں۔

لیمون کے فوائد ان ٹی سپٹک۔ لیمون کا رس جراثیم کا قاتل ہے۔ اگر جراثیم اور کیڑوں کو مارنا ہو تو اس کا استعمال کرو۔ اگر بدن کے کسی حصہ پر زخم ہو جائے تو ایوڈین کے عوض لیمون کا رس زخم پر لگا دیا جائے تو چمڑے کو مردہ کرنے کے بغیر (جیسا کہ یوڈین سے ہوتا ہے) زخم کو مندمل کرتا ہے اور جراثیم زخم میں داخل ہونے نہیں پاتے۔

مدارس میں اگر بچے کھیل کود میں گر پڑتے ہیں ان کے گھٹنے پھوٹ جاتے ہیں یا جسم کا کوئی اور حصہ چھل جاتا ہے اور خون نکل آتا ہے۔ ایسی حالت میں بہترین علاج یہ ہوگا کہ لیمون کا رس نچوڑ کر لگا دیا جائے اور اس کا استعمال اسوقت تک جاری رکھا جائے جب تک زخم نہ مندمل ہو جائے۔

(۲) دمہ ضیق النفس۔ دمہ کا مریض حالت شدت مرض میں اگر ایک لیمون کا رس ہر غذا کے قبل اور سونے کے قبل استعمال کرے تو مرض میں بہت کچھ تخفیف ہو جاتی ہے

(۳) سوء ہضمی۔ اگر سوء ہضمی ہو جائے تو اس کے ازالہ کا بہترین علاج یہ ہو سکتا ہے کہ کسی قسم کی غذا نہ استعمال کی جائے۔ معدہ کو پورا آرام دیا جائے اور دن تمام میں پانچ دفعہ پانی ملا کر ایک ایک لیمون کا رس پیا جائے۔

(۴) پھوڑے پھنسیاں۔ اگر کسی کو بار بار پھوڑے پھنسیاں نکل آئی ہوں اور کئی کئی دن تکلیف دیتی رہیں تو ان کے دفع کرنے کے لئے لیمون بیحد مفید ثابت ہوگا ترکیب استعمال یہ ہے کہ لیمون کو خوب گرم کیا جائے اور پھر اس کے دو ٹکڑے کئے جائیں اور ایک حصہ پھوڑے یا پھنسی پر رکھ کر باندھ دیا جائے۔ لیمون جس قدر گرم ہوا اچھا ہے۔ جب پھوڑا پھوٹ جائے تو ایک پائنٹ گرم پانی میں ایک لیمون کا رس ملا کر اس کو دھو دیا جائے اور پیپ وغیرہ نکل جانے کے بعد پٹی باندھ دی جائے اس علاج سے بہت جلد فائدہ ہوتا اور پھوڑے پھنسیاں دفع ہو جاتے ہیں۔

(۵) نزلہ۔ نزلہ کے لئے بھی لیموں کا استعمال بہت فائدہ بخش ہے۔ لیموں کو تنور میں اتنی دیر پکایا جائے کہ اس کی پوست تڑک جائے اور رس نکلنا شروع ہو۔ اس رس کو ایک چائے کے چمچے کی مقدار میں ہر تیسرے گھنٹے استعمال کیا جائے۔ ذائقہ کے لئے اس میں شہد ملا لیا جا سکتا ہے۔ صحت ہونے تک صرف پتلی غذا کا استعمال مناسب ہوگا مثلاً دودھ۔ شوربا وغیرہ۔

(۶) قبض۔ لیموں کے استعمال سے قبض دفع کیا جا سکتا ہے۔ ترکیب استعمال یہ ہے کہ ایک پائنٹ گرم پانی میں ایک لیموں کا رس ملا کر حقنہ لیا جائے اور جس قدر ممکن ہو لیموں کا افشرہ استعمال کیا جائے۔ اس علاج کے دن پتلی غذا استعمال ہو۔

(۷) کھانسی کا علاج وہی ہے جو نزلہ کے ضمن میں بیان کیا گیا۔ اگر کھانسی کی شدت ہو تو اس علاج کے علاوہ جو نمبر ۵ میں بیان کیا گیا گلی سرین میں لیموں کا رس ملا کر ہر دو گھنٹہ کو اس کے چند قطرے حلق میں ٹپکائے جائیں۔

(۸) گنجا پن۔ لیموں کو کاٹ کر کٹا ہوا حصہ سر کے اس حصہ پر ملا جائے جو گنجا ہو گیا ہو۔

(۹) بدہضمی۔ اگرچہ کہ لیموں کا استعمال دفع قبض کے لئے بتایا گیا ہے لیکن یہ عجیب و غریب متضادات ہے کہ سوء ہضمی جس میں اجابتوں وغیرہ کو روکنا مطلوب ہوتا ہے اس کے لئے بھی لیموں بیحد مفید ثابت ہوتا ہے۔

(۱۰) مرض خناق۔ اس مرض کی حالت میں لیموں کا استعمال اس طریقہ سے کیا جائے کہ لیموں کا رس اور پانی ایک ہی مقدار میں ملا لیا جائے اور اس سے اولاً گھنٹہ گھنٹہ سے غرغرہ کیا جائے اور پھر دو دو گھنٹہ کے وقفہ سے۔ اس کے علاوہ ایک یا دو دفعہ حسب ضرورت ایک چمچہ برابر خالص عرق لیموں پی لیا جائے یہ عرق اس عارضی جھلی کو جو اس مرض میں حلق میں آجاتی ہے قطع کر دے گا۔

(۱۱) بخار۔ بخار کی حالت میں لیموں کا استعمال مسکن ہوتا اور حدت کو کم کرتا ہے۔

(۱۲) تبخیر۔ لیموں کا افشرہ کثرت سے استعمال کیا جائے تو مرض تبخیر کے لئے مفید ہوتا ہے۔

(۱۳) اختلاج القلب۔ لیموں کا افشرہ دل کی دھڑکن میں بہت تخفیف کرتا ہے۔

(۱۴) انفلوئنزا۔ جب انفلوئنزا ہو جائے تو صرف پتلی غذا کا استعمال کیا جائے۔ مثلاً دودھ و شوربا، غرہ اور اس کے ساتھ کثرت سے لیموں کا افشرہ پیا جائے بہت جلد بخار دفع ہوگا اور صحت حاصل ہوگی۔

(۱۵) خرابی جگر۔ اگر جگر کا فعل بگڑ جائے تو اس کی اصلاح کے لئے لیموں کے افشرہ سے بہتر کوئی چیز نہیں اس کے استعمال سے جگر صاف ہوتا اور قبض دفع ہوتا ہے۔

(۱۶) ملیریا۔ ملیریا کے بخار کے لئے لیموں کا رس مساوی مقدار پانی میں ملا کر دن میں چار دفعہ استعمال کیا جائے۔ بعض اطبار نے اس کو کونین سے زیادہ استعمال کیا ہے۔

(۱۷) پائیوریا۔ یہ دانتوں کی بیماری ہے جس میں دانتوں کے جڑوں کے پاس پیپ پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بتدریج معدہ میں جا کر تمام جسم میں زہریلے اثرات پیدا کرتی اور مریض لاغر ہونے لگتا ہے۔ اس مرض کے ازالہ کے لئے لیموں کا استعمال بہت مفید ہوتا ہے لیموں کا رس گرم کیا جائے اور اس سے کلی کی جائے اس کے علاوہ رات میں سونے کے پہلے اور صبح میں لیموں کا ربع ٹکڑا کاٹ کر مسوڑوں پر آہستہ آہستہ ملا جائے۔

(۱۸) انگل بیڑا۔ لیموں کو خوب گرم کر لیا جائے اور پھر اس کے دو حصے کر کے ایک حصہ متاثرہ انگلی پر رکھ کر باندھ دیا جائے۔ اور رات تمام رکھا جائے۔ اس عمل سے مواد پک جائے گا اور آسانی سے نکل آئے گا۔

ان امراض کے علاوہ امراض ذیل کے لئے بھی لیموں کا استعمال مفید ہے۔

سرخ بادہ۔ کساحت۔ خنازیر۔ اسکریوتی قرحات۔ التہاب موزہ۔ لیموں کا استعمال چہرہ اور جسم کی جلد کو نرم اور چمکدار کرتا ہے۔ اگر لیموں کا عرق گلاب کے ساتھ ملا کر چہرہ پر ملا جائے تو جلد نرم اور چمکدار ہوگی۔ جھریاں نکل جائینگی۔

عرق لیموں ناخنوں کے دھبوں کو صاف کر دیتا ہے۔ دانتوں کے لئے عرق لیموں کا استعمال بیحد مفید ہے۔ دانتوں کو صاف شفاف کرتا۔ جلد گرنے سے بچاتا اور منہ میں بدبو نہیں ہوتی۔

ہاتھوں کا چمڑا پھٹ جائے تو عرق لیموں سے مالش کی جائے اور پھر موم روغن لگایا جائے۔ دن میں تین چار دفعہ اسطرح عمل کیا جائے تو فائدہ ہوگا مختلف امراض کے علاج کے لئے جو لیموں استعمال کئے جائیں تو اس کا خیال رہے کہ لیموں تازہ ہوں۔

سطور بالا کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ ارزان اور اس قدر معمولی پھل یعنے لیموں کتنے امراض کی دوا ہے۔ کیا اچھا ہوگا اگر مدرسین اس مضمون کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس سے طلبہ کو واقف کریں گے۔

مضمون کو ختم کرنے سے قبل ایک اور امر کا اظہار ضروری ہے وہ یہ کہ اگرچہ لیموں معمولی اور ارزان پھل ہے لیکن اضلاع اور دیہات میں بہت کم مقامات پر دستیاب ہوتا ہے اس لئے کہ رعایا کو میوہ اور ترکاریاں بونے کا مطلق خیال اور شوق نہیں۔ پس اس مفید پھل کو اضلاع اور دیہات میں رائج کرنے کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ مدارس فوقانیہ و وسطانیہ اور مدارس تحتانیہ کے صدر مدرسین صاحبان مدارس کے کمپونڈ میں جہاں کہیں بھی کافی زمین اور پانی کا انتظام ہو لیموں کے درخت بوئیں۔ اس میں کئی فوائد مضمر ہیں۔ سب سے پہلے مدرسہ میں سایہ دار درخت ہو جائیں گے۔ دوسرے لیموں کے فروخت سے مدرسہ کے لئے آمدنی ہوگی۔ تیسرے طلبہ کو درخت لگانے کی تشویق ہوگی۔ ہمارے یہاں متعدد ایسے مدارس ہیں کہ جن میں باوجود وسعت زمین اور باوجود

موجودگی کے درخت لگانے کی جانب توجہ نہیں کی گئی جن کی سخت ضرورت ہے
جن کے وجود سے مدارس کی ظاہری رونق بدرجہا بڑھ جاتی ہے فقط

تبصرے

منتخبات ہندی کلام مرتبہ ڈاکٹر جعفر حسن صاحب پروفیسر عمرانیات جامعہ عثمانیہ۔

اُردو زبان میں عمرانیات کی طرح ہندی کلام پر بھی کتب کی کمی پائی جاتی ہے اُس کو پورا کرنے کے لئے پروفیسر صاحب نے سب سے پہلے ہندی کلام پر قلم اُٹھایا ہے۔ اور ایک کتاب موسوم بہ "منتخباب ہندی کلام" شائع فرمائی ہے یہ بقول مؤلف ہندی شاعری کا ایک سرسری خاکہ ہے لکھائی چھپائی خاصی ہے۔ ظاہری صورت کو دیدہ زیب کرنے کی کافی کوشش کی گئی ہے۔ سرورق پر ایک کنول کا پتہ اور کلی بنائی گئی ہے۔ مگر کلی کے اُبھار اور تناسب میں فرق ہونے سے پہلی نظر میں "علم کی تصویر" معلوم ہوتی ہے اور ساتھ ہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں مرثئے لکھے ہوں گے مگر دو ورق اُلٹنے کے بعد یہ خیال رفع ہو جاتا ہے۔

پروفیسر صاحب نے اس کتاب میں ایسے دوہے انتخاب کئے ہیں جس میں عمرانی۔ اور نفسیاتی مشاہدات فلسفیانہ اور اعلیٰ تخیلات موجود ہیں۔ اور اُن کو سمجھانے میں آپنے اپنے جدید ترین معلومات کا اظہار فرماتے ہوئے سیاسی نکات کا اختراع فرمایا ہے۔

بقول جناب مؤلف ہندی زبان کی بڑی خوبی اُس کی حلاوت و شیرینی عام فہم طریقہ اور اظہار خیالات ہے۔ مگر ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو حضرات ہندی سے ناواقف ہیں۔ چاہے وہ سند دارندہ ہوں یا غیر سند دارندہ کسی طرح اُس کی شیرینی

لطف نہیں اُٹھا سکتے۔ رہی دوسری خصوصیت "طرز ادا" اور "انداز بیان" تو اُس کو فاضل شارح کے سیاسی مسائل اور عمرانی نظریوں کی بحث و تمحیص نے دقیق اور پیچیدہ بنا دیا ہے نظم اور نثر میں جو فرق ہے اُس سے تقریباً ہر شخص واقف ہے۔ علوم و فنون کے لئے نثر اور اظہار جذبات اور احساسات کے لئے نظم بہترین ذریعہ ہے۔ شاعر بیک وقت کائنات کی کسی ایک کیفیت کا احساس کرتا ہے اور اُس پر اپنے محسوسات کا انہار کرتا ہے جس میں بلند پروازی اور تخیل وغیرہ ضرور پایا جاتا ہے۔ مگر بیچارے شاعر سے دوسرے فنون کی توقع کرنا درست نہیں ہے۔

مگر بقول ذوق "رکاڈ ٹھیک نہیں طبع کی روانی ہے" مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے خوب ہے۔ تاہم یہ کہے بغیر ہم نہیں رہ سکیں گے کہ اگر مؤلف کا واقعی یہ مقصود تھا۔ کہ ہندی شاعری کا اُردو دان طبقہ سے تعارف کرایا جائے اور حیدر آباد میں اُس کا ذوق پیدا ہو تو بہتر ہوتا کہ تمام کے تمام دوہے ایسے عمدہ انتخاب کئے جاتے جن کا تذکرہ تمہید میں کیا گیا ہے۔ ہر دوہے کے نیچے اُن شعرا کا نام لکھدیا جاتا جن کا وہ کلام ہے۔ یا حاشیہ پر وہ ذرائع بتادئے جاتے جہاں سے وہ دوہے اخذ کئے گئے ہیں۔

مؤلف کا دعویٰ ہے کہ ہندی شاعری بنجر ل ہوتی ہے۔ اُس کا انداز بیان دلنشین اور طرز ادا نہایت دلکش ہوتی ہے مگر تعجب ہے کہ انتخاب ایسے دوہوں کا ہو گیا ہے کہ جن میں نہ تو کوئی تخیل ہے۔ نہ کوئی فلسفی نکتہ اور نہ کوئی اسلوب بیان چنانچہ فرماتے ہیں

صفحہ (۳۷) ان میں کوئی خاص بات قابل تعریف نہیں۔

صفحہ (۶۲) اس کی تلقین قابل تردید ہے جس وقت میری نظر سے یہ کیفیت گذری اُس وقت میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش کوئی کلام اس وضع کا ایسا ملے جو میرے دل کو بھی بھائے۔

صفحہ (۹۳) یہ مفہوم دوہے کے پہلے مصرع میں ادا کیا گیا پھر بھی دوہے میں

کوئی خاص بات قابل تعریف نہیں پائی جاتی۔

صفحہ (۱۳۷) اس دوہے میں نہ کوئی تخیل ہے۔ نہ فلسفہ۔ جو بات کہی ہے وہ غلط ہے۔ جو تشبیہ دی ہے وہ غیر موزوں ہے۔

صفحہ (۲۰۸) دوہے میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔

کئی دوہے ایسے ہیں کہ مطلب بھی بتایا۔ تعریف بھی کی۔ اور آخر میں یہ ریمارک۔ ور کہ [illegible] غلط ہے۔ مثلاً

صفحہ (۷۳-۷۴) یہ دوہے اس وجہ سے قابل تعریف ہیں کہ وہ ایک عورت کا کہا ہوا ہے تمثیل اگرچہ بالکل نئی ہے مگر ساتھ ہی اچھی بھی نہیں۔

صفحہ (۷۸) اس سے زیادہ اور کیا غلط تلقین ہو سکتی ہے کہ ہم دنیا کو ہیچ سمجھیں اسے دو روزہ سمجھنا ہمارا بدترین عیب اور ہماری ناقابل عفو تقصیر ہے۔

صفحہ (۸۷-۸۸) ہم کہنے پر مجبور ہیں کہ مثال گو دلفریب ہے۔ مگر صحیح نہیں ہے۔

صفحہ (۱۴۲) دوہے کے پہلے دو ٹکڑے ناقابل اعتراض ہیں۔ اور نفسیاتی مشاہدہ کے بالکل مطابق ہیں مثال میں البتہ گرفت کا موقعہ ہے۔

کئی دوہے ایسے ہیں کہ جن کے صرف لفظی معنی کر دیے گئے ہیں۔ اور شاعر کی نادر الکلامی۔ انداز بیان۔ زبان کی لطافت اور شیرینی اور فلسفیانہ نکات کو قارئین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں صفحات ۱۶-۸۳-۱۹-۹۶-۹۷-۱۲۴-اور ۱۷۲ وغیرہ۔

بقیہ دوہوں کے لفظی معانی اور مطالب وغیرہ نہایت وضاحت سے سمجھائے گئے ہیں مگر ان میں سے بہت سے دوہے ایسے ہیں جو ہمارے خیال میں کمر نظر توجہ کے محتاج ہیں اور بعض الفاظ کا ترجمہ اصلاح طلب ہے۔

مثلاً صفحہ (۷۵) اونچے اونچے ناؤ کا ترجمہ بجائے اونچے مقام کے بڑے بڑے نام

ہوتا تو مناسب تھا۔

صفحہ (۸۷) "سہجو تنک سہاگ پر کیوں گند ہوائے سیس" کا ترجمہ کیا ہے کہ سہجو نئی سہاگن کی چوٹی کیوں گند ہاتی ہو۔ اگر بجائے اس کے یوں کہا جاتا کہ سہجو عارض سہاگ کے لئے چوٹی کیوں گند ہوائے یعنی بناؤ سنگار کیوں کرے تو ہمارے خیال میں مناسب ہوتا۔

صفحہ (۸۴) "رحمن پانی راکھیو" کا ترجمہ رحمن آنکھ کا پانی نہ مرنے دے کیا ہے۔ میں صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ رحمن آبرو اور عزت رکھ۔

صفحہ (۹۶) دوب کا ترجمہ جڑیں جو کیا گیا ہے وہ غیر صحیح ہے۔ دوب بہت چھوٹی گھانس کو کہتے ہیں۔

صفحہ (۱۳۴) "سار بھسم ہو جائے" کے معنی لوہا گھل جائے نہیں بلکہ لوہا راکھ ہو جائے۔ اس لئے کہ بھسم کشتہ کو کہتے ہیں۔

صفحہ (۱۶۲) "کورا کاگج ہاتھ دے کر ہی کہیو مین" کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ سادہ کاغذ (پیامبر) کے ہاتھ دیکر کہلا کہ زبانی ہماری حالت زار بیان کر دینا۔ یہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ یہاں شاعر کا مفہوم یہ ہے کہ سادہ کاغذ (محبوب کے ہاتھ میں دینا) اور زبانی حالت زار بیان کر دینا۔

صفحہ (۱۸۹) نگر کے معنی گاؤں کے نہیں اس کے معنی بڑے ملک۔ کے ہیں مقصود یہ ہے کہ تمام ملک (دنیا بھر میں) ڈھنڈورا پیٹ دیتی کہ خبردار کوئی جاہت میں مبتلا نہ ہو گاؤں کے ترجمہ سے شعر کی خوبی جاتی رہتی ہے۔

صفحہ (۱۹۰) دوئی گنگ کا ترجمہ محض آنسو روان ہوئے کافی نہیں بلکہ دفور گریہ کے لئے ضروری ہے کہ دو گنگا بہنے لگیں۔

صفحہ (۱۴۵) کریا کرم کے معنی ہرگز (cremation) نہیں ہے۔

آخر میں ہم امید کرتے ہیں کہ اس دلکش انتخاب کی اردو دان پبلک ایسی مدرت

کہ دوسرا ایڈیشن جلد نکل آئے گا جس میں ہماری تنقید بھی پیش نظر رہے گی۔
ہم توقع کرتے ہیں کہ سررشتہ تعلیمات مؤلف کی قدر افزائی سے دریغ نہیں کریگا
اور کوئی ادارہ اس سے خالی نہیں رہے گا قیمت فی جلد عال
ناشر دی حیدرآباد بک ڈپو حیدرآباد دکن

حصہ التعلیم مصنفہ جناب ایم سلطان محی الدین صاحب ایم اے ایم ای ڈی
نائب ناظم تعلیمات میسور بزبان انگریزی و مترجمہ جناب سید محمد ابو یونس صاحب بی اے
بی ٹی یہ کتاب امتحان لوئر واپر سکنڈری ٹریننگ میسور کے نصاب میں داخل ہے
ترجمہ تعلیمیاتی نقطہ نظر سے مفید ہے ملکی زبانوں میں بہت کم ایسی کتب شائع ہوئی ہونگی
جو اصول تعلیم اور تعلیمیاتی نفسیات سے متعلق اس قدر وسیع۔ دلچسپ اور جدید ترین معلومات
سے مملو ہوں۔ قابل مؤلف نے اہم اور ضروری جدید تحریکات اور خیالات کو یکجا کرنے
میں بیحد دلچسپی اور گہرے انہماک سے کام لیا ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ دقیق اصولوں
اور خشک فلسفیانہ خیالات کو عام فہم تمثیلات اور مقامی واقعات سے مربوط کرکے
بہت ہی آسان۔ دلچسپ اور سہل طریقہ پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور معلمین و معلمین
کی سہولت کے لئے ہر باب کے خاتمے پر متعدد انگریزی کتب حوالہ جات کا اندراج
کیا ہے۔ ہماری رائے میں اگر ہر باب کے خاتمے پر اسی طرح چند سوالات بھی درج
کردئے جاتے تو طلبہ کی رہنمائی ہوتی۔

حصہ اول میں تعلیم کی ماہیت و مقصد اور تعلیمی وسائل و منصب استاد کے اہم
مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ ہمارے خیال میں تعلیم کی ماہیت و مقصد کے متعلق
کسی قدر زیادہ مواد کی ضرورت تھی۔ اور یہ زیادہ مناسب ہوتا۔ اگر ہندی
نفسیات و ہندی حالات کو پیش نظر رکھ کر موزوں و عام فہم تمثیلات سے مدعائے تعلیم

(مطابقت حیات کے ہر دو پہلوؤں یعنی موضوعی و معروضی) پر روشنی ڈالی جاتی کیونکہ کم استعداد طلبا ایسے دقیق اور فلسفیانہ خیالات کو جو محض نتائج کے طور پر درج ہوں تفصیلی بحث کے بغیر سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ البتہ تعلیمی وسائل اور منصب استاد کے ضمن میں جدید طریقۂ تعلیم اور اصول تدریس کو وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔

اسی طرح حصہ دوم میں خصائص طفلی اور مسئلہ توارث کے متعلق بھی خوش اسلوبی کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

حصہ سوم تعلیمیاتی نفسیات پر مشتمل ہے جس میں جدید اور مسلمہ نظریوں کے ساتھ ساتھ تعلیمی عملیات اور تدریسی استعمال کی مطابقت سے اس تالیف کو صحیح معنوں میں مدرس کے لئے حقیقی رفیق و رہنما بنایا ہے۔ خصوصاً جبلتوں کھیل دلچسپی اور نیم شعوری کے تعلیمی شعبے کے ابواب مفید اور ضروری معلومات سے پُر ہیں۔ اسی طرح توجہ تخیل اور حافظہ کے ابواب کی بھی اچھی ترتیب دی گئی ہے۔

حصہ چہارم۔ نصاب کی ترتیب اور اثرات پر مشتمل ہے۔ اس میں قابل مؤلف نے سہل الفہم طریقہ پر ہر منزل طفلی کے اہم اور ضروری خصائص درج کرتے ہوئے ساتھ ساتھ ہر درجہ کے لئے موزوں پیرایہ میں نصاب تجویز کیا ہے۔ جس سے طالب علم کو بہت سہولت و آسانی کے ساتھ ہر مضمون تدریس کی غرض و غایت سے واقف ہونے اور خوشگوار نتیجہ برآمد کرنے کی خاطر خواہ طور پر ترغیب ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اگر ترتیب نصاب کے اہم اور ضروری اصولوں کو بھی مجملاً درج کر دیا جاتا تو یقیناً طلبہ کی وسعت نظر اور قابل قدر اضافہ بصیرت کا موجب ہوتا۔

غرضکہ معلمی کے تربیتی اداروں کے لئے یہ کتاب مفید و نتیجہ خیز ہے۔

قابل مترجم کو تالیف ہذا کا اردو ترجمہ کرنے میں اس وجہ سے بھی جہتک اس زبان میں تعلیمیاتی نفسیات پر کوئی مستند کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ اور بیشمار اطلاعات اور لاتعداد

مخصوص الفاظ۔ کے اردو مترادفات تلاش کرنے میں جبکہ کوئی قابل اعتماد لغت بھی موجود نہ ہو جن دقتوں اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہوگا۔ ہمیں اُن کا بخوبی احساس ہے۔ اور نیز اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ابھی ایک عرصہ تک تعلیمیاتی اصطلاحات کے بارے میں کوئی فیصلہ کن فتویٰ صادر نہیں ہو سکتا۔ تاہم اب جبکہ تعلیمی دلچسپی کے روز افزوں اضافہ کے ساتھ ساتھ ملک میں کئی ایک تعلیمی رسالے شائع ہو رہے ہیں۔ اور عثمانیہ یونیورسٹی کا ٹریننگ کالج جس میں ذریعہ تعلیم اُردو ہے بھی قائم ہو چکا ہے۔ بہت سی اصطلاحات مسلمہ طور پر مستند حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ اس لئے اگر ہم حسب ایمائے مترجم صاحب ذیل کے چند تجاویز مشورہ کے طور پر آئندہ ایڈیشن کے لئے پیش کریں تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

اوراک مشترک	کی بجائے	استدراک	ہونا چاہیئے
مرتب کھیل	〃 〃	منظم کھیل	〃 〃
جمعیتی جانچ	〃 〃	اجماعی پیمانے	〃 〃
حسیات	〃 〃	تحسسات	〃 〃
ادراکات	〃 〃	مدرکات	〃 〃
مدرسہ کا لہجہ	〃 〃	مدرسہ کی فضا۔	〃 〃
رنگوں کی پہچان کی طاقت	〃 〃	استعداد	〃 〃
ذہانت کی ذہین تعریف کرنا	〃 〃	معقول تعریف یا معقول پیرایہ میں تعریف کرنا	〃
حواسوں	〃 〃	حواس	〃 〃
تعلیم کرنا چاہیئے۔	〃 〃	پڑھانا چاہیئے یا سکھانا چاہیئے	〃 〃
متحرکات۔	〃 〃	محرکات	〃 〃
حس کرتا ہے	〃 〃	محسوس کرتا ہے	〃 〃
اجسم ذوالاعضاد	〃 〃	عضویہ	〃 〃

روح کی پاکی۔	کی بجائے	روح کی پاکیزگی	ہونا چاہیئے
موروثی فضائل۔	،، ،،	موروثی خصائص۔	،، ،،
متفرق طریقہ سے	،، ،،	مختلف یا نرالے طریقہ سے	،، ،،
اخذ کا مادہ	،، ،،	اثر پذیری یا نرماہٹ کا مادہ۔	،، ،،

بعض بعض مقامات پر عبارت بھی محتاج نظر ثانی ہے مثلاً صفحہ (۴) چیز کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ صفحہ (۱۶۰) یہ بات بھی لحاظ رکھنی چاہیئے صفحہ (۵ [illegible]) ہے کہ بچوں کو کچھ ضرور آزادی دیں صفحہ (۳۳۶) بچہ ہی ہماری دلچسپی کا مرکز ہے وغیرہ۔

گو یہ کتاب ٹائپ میں طبع ہوئی ہے لیکن ٹائپ کی تائید میں سب سے بڑی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ غلطیوں کی طباعت میں بھی اصلاح ہو سکتی ہے اس کے باوجود اس کتاب کا ٹائپ ہی خوبصورت ہے اور نہ صحت کا لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ ابتدا ہی میں آٹھ صفحہ کا صحت نامہ لگایا گیا ہے۔

آخر میں ہم فاضل مصنف اور قابل مترجم دونوں کو اس کتاب کی اشاعت سے اُردو زبان میں اضافہ کرنے پر دلی مبارکباد دیتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ ہمارا سررشتہ تعلیمات اس کی سرپرستی کر کے فن تعلیم پر تالیف و ترجمہ کرنے کی ترغیب دیگا۔ حجم ۱۴۱ صفحہ لکھائی چھپائی کاغذ معمولی قیمت (عہ) کلدار مؤلف سے مل سکتی ہے۔

قواعد

تعلیم ایک رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرماویں

(۴) جو مضامین ناقابل متصور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۸/-) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے

تعداد و مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱۰	۵/۸	۳/۸
۳ بار	۲۵/۸	۱۳/۸	۷/۸
ششماہ	۱۱	۶/۸	۳/۸
سالانہ	۲۰	۱۱	۵/۸

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے

دفتر رسالہ المعلم

ضروری اطلاع

برائے طلباء مدارس تحتانیہ وسطانیہ وفوقانیہ

چونکہ ٹکسٹ بک کمیٹی نے نئے سال تعلیمی سے مختلف جماعتوں اور درجوں کے کتب نصاب میں اہم تغیرات فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم نے طلباء مدارس کی سہولت کے لئے ان تمام جدید کتب کا کافی اسٹاک فراہم کرلیا ہے۔ جس میں سے اکثر مطبع ہذا کی مطبوعہ بھی ہیں یا جن کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے۔ خصوصاً انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے مرتبہ کل اردو ریڈریں پہلی سے ساتویں تک (جو شریک نصاب ہوئی ہیں) ان سب کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے جدید منظورہ نصاب کتب کی فہرست کتب خانہ ہذا نے طبع کی ہے یہ فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے امید کہ مدرس صاحبان مدارس طلباء کو خریدی کتب میں بموجب نصاب جدید ہدایات فرماکر قدیم کتب کی خریدی سے احتیاط کرنے کی مناسب تدبیر اختیار فرمائیں گے۔

سید عبدالقادر تاجر کتب و مالک اعظم سٹیم پریس و ریزنٹ ایجنٹ
حیدرآباد دکن

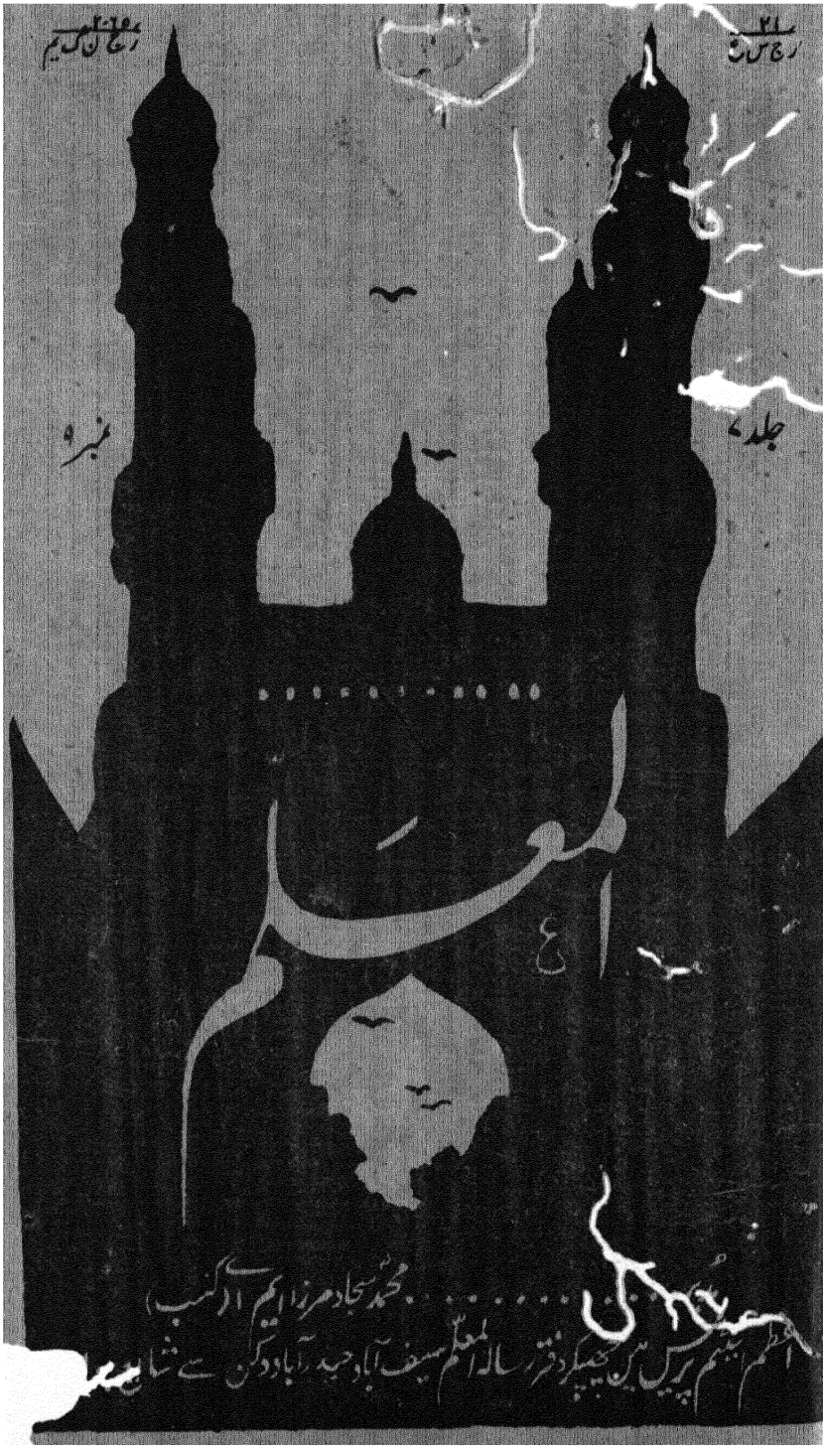
رجسٹرڈ نمبر
جلد ۷
نمبر ۹
المعلم
محمد سجاد مرزا ایم اے (کنٹب)
اعظم پریس میں چیپکر دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن سے شائع

مدارس کا نیا تحفہ

مولوی سید محمد محسن صاحب جعفری بی اے (آکسن) نائب ناظم تعلیمات کی معرکتہ الآرا کتاب

ڈنمارک اور اس کا نظام تعلیم

نہایت دیدہ زیب صورت میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے بابت عالی جناب سر مہاراجہ صدر اعظم یمین السلطنت بہادر کی رائے ہے کہ اردو زبان میں یہ کتاب اپنی نوعیت میں دلچسپ اور مضمون کی خصوصیات میں یگانہ ہے۔

متعدد تصاویر سے مرصع ہے کوئی گھر اور مدرسہ اس سے خالی نہ ہونا چاہیئے قیمت فی جلد ۱۲ آنہ

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن

رحیم

فہرست مضامین

رسالہ المعلم

(۱) مدرسین کی ٹریننگ کی نسبت چند خیالات ... مولوی میر احمد علی خانصاحب ایم۔ اے لکچرار عثمانیہ ٹریننگ کالج (۱ تا ۶)
(۲) دستی تعلیم کے معلمین کا مدعا کیا ہے؟ ... ولیم۔ ای۔ اسٹارک صاحب ... (۷ تا ۱۶)
(۳) تختہ سیاہ ... مولوی عبدالجبار صاحب سبحانی بی اے بی ٹی صدر مدرس مدرسہ سلطانیہ مومن آباد (۱۷ تا ۲۴)
(۴) سویڈن کی جامعاتی تعلیم ... مترجمہ مرزا محمد مرغوب الدین صاحب عقابی اے بی ٹی مددگار نارمل اسکول اورنگ آباد (۲۵ تا ۲۹)
(۵) مدارس کا ڈاکٹری معائنہ ... محکمۂ حفظان صحت ممالک متحدہ ... (۲۹ تا ۳۲)
(۶) شذرات ... (۳۳ تا ۴۴)

نمبر ۹	ماہ امرداد سنہ ۱۳۴۰ فصلے	جلد

مدرسین کی ٹیرننگ کی نسبت چند خیالات

"بڈھے طوطے بھی کہیں پڑھتے ہیں" یہ ایک پرانی اور مشہور ضرب المثل ہے جو افسوس ناک طور سے اُن مدرسین کے حال پر صادق آتی ہے جنہوں نے چند سال مدرسی کرنے کے بعد ٹیرننگ میں شرکت کی ہو اُن مدرسین کے درسیاتی تجربے کسی معقول یا صحیح اصول پر مبنی نہیں ہوتے۔ وہ قدیانوسی طریقوں کے خوگر اور پرانی لکیر کے فقیر بن جانے کے بعد انہیں تعلیمی ارتقاء کی نئی راہوں پر گامزن ہونے سے نفرت سی ہو جاتی ہے۔

بہ حیثیت معلم انہیں جو کچھ تھوڑا سا درس
نقطۂ نظر سے ناقابل لحاظ ہوتا ہے۔ اگر مدرسین ان پرانے نقوش کو
کیونکہ غلطیوں کی بروقت اصلاح ہو جاتی مگر ایسا نہ ہونے کی وجہ سے
پورا پورا ازالہ تقریباً ناممکن ہوتا ہے معلمین کی تربیت گاہوں کے
ہے کہ وہ مدرسین کے فرسودہ خیالات اور دیرینہ دل نشین یا دداشتوں کو مٹا دیں چنانچہ
بسا اوقات یہی تربیت گاہیں معلمین کو ترقی پذیر اور دائمی تربیت دینے سے قاصر رہتی ہیں۔

یہ امر محتاج تشریح نہیں کہ مدرسہ کا کام ان معلمین کی طاقت کو پہلے ہی سے نچوڑ
دیتا ہے۔ جب یہ کسی فن تعلیم کی درسگاہ میں داخل ہوتے ہیں تو ان میں سرے سے
اتنی قوت ہی نہیں ہوتی کہ وہ ان بیسیوں مسائل کا جو دوران تعلیم میں انہیں بتائے جاتے ہیں
بغور مطالعہ کر سکیں۔ ان کا تجربہ انہیں جتاتا ہے کہ جب وہ اپنی اپنی درسگاہوں کو لوٹ جائینگے
تو وہاں پر وہ تمام آلات اور مسائل تعلیم میسر ہی نہ ہوں گے جن کے ذریعہ وہ اپنے نئے
سیکھے ہوئے اصولوں کو عملی جامہ پہنا سکیں معلمین خیال کرنے لگتے ہیں کہ ٹریننگ میں سیکھے
ہوئے تمام معلومات عملاً بالکل بھلا دئے جا سکتے ہیں کیونکہ نہ تو ان کی مانگ ہے نہ مدارس
ہی میں ان پر عمل ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں ٹریننگ کی مدت اتنی قلیل ہوتی ہے کہ اس سے کوئی مستقل فائدہ یا
دائمی اثر مرتب نہیں ہو سکتا۔ نہ مدرسین فن کی اصلی روح کو اپنے اندر جذب کر سکتے ہیں،
نہ غلط درسی تجربوں کو لوح دماغ سے مٹا سکتے ہیں۔ اس قلیل مدت میں ان کے لئے فن
تعلیم کے عملی یا نظری ابتدائی اصولوں کو اطمینان بخش طور پر جان لینا ہی ازبس دشوار
ہوتا ہے۔

اگرچہ مدرسین کی زندگی میں جمود اور غیر تغیر پسندی زیادہ تر مدارس ہی میں پیدا ہو جاتی
ہے لیکن لطف تو یہ ہے کہ بعض خود معلمین کی تربیت گاہیں ان مدرسین کو زیر تربیت کار (Practising)

کار [illegible] دھوکا بیل پر [illegible] ن درسگاہوں کو حقیقی اور جدت آمیز کام سے
کوئی سر [illegible] صرف اس پر مُصر ہوتے ہیں کہ پرانے ڈھرے پر چلا کریں۔ انہیں
طلبہ اور [illegible] کے کام میں اختلاف مدارج کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا نظم و نسق کے اُمور
ہوں خواہ ضبط کے انصرام کار کے طور طریقے ہوں، یا درسگاہوں کی سرگرمیوں کی تنظیم
ان سب اُمور میں اعلیٰ اور ادنیٰ ہر دو جماعت کے طلبہ کو ایک ہی لکڑی سے ہانکا جاتا
ہے۔ روزمرّیت کار (Routine) کی یہ ایک نہایت ہی افسوسناک اور انتہائی
مثال ہے۔ غرضکہ سمجھدار مدرسین فوراً محسوس کرتے ہیں کہ ان کی انفرادیت اور جدت طبع
کو کچلا جا رہا ہے اور یہ امر آزادی اور حریت کی اُس روح کے منافی ہے جس سے کہ
ہر مدرس کا دل و دماغ ہمیشہ معمور رہنا چاہیئے۔ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے مدرس اس درسگاہ
کے تمام کاموں کو محض ایک نمائش تصور کرنے لگتا ہے اور اپنے مختصر سی مدت تعلیم کو
محض حصول سند کے ادنیٰ مدعا کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

آج تک خود فن تعلیم کی درسگاہوں میں ایسے ناقص تعلیمی طریقوں اور بے کیف
زندگی کی مثالیں ملتی ہیں جو صحیح تعلیمی اُصول کے بالکل برخلاف ہیں۔ اس پر ستم ظریفی یہ کہ
بالادست ہستیاں متوقع ہوتی ہیں کہ یہ ادارے اپنے ہاں انہی نقائص اور بے اُصولیوں
کو مباح رکھیں۔ زیر تعلیم معلمین سے رٹنے رٹانے کا کام خوب لیا جاتا ہے۔ نوٹ اور
خلاصے بھی برابر لکھوائے جاتے ہیں۔ اور صرف مقررہ کتاب کے پڑھنے پڑھانے تک
ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ عملی تعلیم کے اول تو گھنٹہ ہی کم ہوتے ہیں اور پھر سبق کے اشارات
یا اس قدر باقاعدہ اور جچے تلے ہوتے ہیں کہ مدرس کو ان میں اپنی طبیعت کی اپج یا انفرادیت
کے ظاہر کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا یا کبھی اتنے مختصر لکھے جاتے ہیں کہ جماعت کو تعلیم
دینے میں ان سے کوئی مدد نہیں مل سکتی ہماری ٹریننگ کے نصاب میں جسمانی نشوونما
اور حفظانِ صحت کی بہترین اور مستند ترین کتابیں شریک ہیں لیکن ان درسگاہوں میں

مدرسین کی مضمحل قوتیں یہاں آکر اور بھی پست ہو ۔ ۔ یا۔ سماجی انجمنوں م کی مجلسوں کا بھی یہی حال ہے کہ یا تو وہ ضرورت سے زیادہ تعلیم گا ۔ ۔ ۔ دیں کی دست نگر رہتی ہیں یا ان کی طرف مطلق اعتنا نہیں کیا جاتا۔ مدرسین ۔ ۔ اور اجتماعی زندگی کے نام تک سے واقف نہیں ہوتے اور اپنے اساتذہ کے ساتھ ۔ ن کے تعلقات نامناسب حد تک تصنع آمیز ہوتے ہیں ایسی فنی درسگاہوں میں علمی فضا پیدا کرنے کی کوشش شاذ و نادر ہی کامیاب ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ بناوٹ اور بیرونی دباؤ سے ایسی فضا ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ یہ تو درسگاہ کی مجموعی زندگی اور رجحانات کی پیداوار ہوتی ہے۔

اب میں اس تنقید کے تعمیری رُخ سے بحث کروں گا۔ ٹریننگ میں مدرسین کے داخلہ کے وقت ہی اطمینان کر لیا جائے کہ یہ حضرات تازہ دم اور نوما مور نوجوان ہیں اور انہیں صرف امتحانات پاس کرنے ہی کا شوق نہیں بلکہ یہ عمر بھر تعلیم اور مشاغل تعلیم ہی کے ہو رہیں گے۔ اس طرح کے مدرسین ٹریننگ میں ایک بلند حوصلہ اور وسیع نظر لیے ہوئے داخل ہوں گے اور ان میں ناقص طریقوں سے تعلیم دینے یا متعلمین سے بیجا برتاؤ کرنے کی خراب عادتیں نہ ہوں گی۔ ان کی قابلیت کی جانچ کا بھی کوئی ایسا طریقہ وضع کر لیا جانا چاہیے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکے کہ یہ لوگ اچھے معلم بننے کے اہل ہیں کہ نہیں ان کی یہ جانچ تھوڑے سے ابتدائی درس و تفہیم کے بعد ہونی چاہیئے مگر وہ مدرسین بھی بھلائے نہ جائیں جو کچھ عرصہ تک مدرسہ میں تعلیم دے چکے ہوں۔ ان میں سے وہ خاص خاص افراد منتخب کر لیے جائیں جو فن تعلیم سے مستفید ہونے کی اچھی صلاحیت رکھتے ہوں البتہ غیر ہونہار مدرسین کو موسمی اور طویل تعطیلات میں ایک مخصوص نصاب پڑھایا جائے جس سے وہ اپنی فنی معلومات میں اضافہ کریں۔ تقررات اور ترقی کے مواقع پر سینیارٹی

اصول انصاف بھی ہے اور خوبیٔ کار کا محرک بھی
اس وقت کہ مدرسین فن تربیت کے فوائد سے پورے طور پر بہرہ اندوز ہوں گے
اور انہیں [illegible] نہ ہوگا۔

یہ تو مکمل ہونے کے بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی ہر طرح کے سامان و فرنیچر سے آراستہ مدارس ملک بھر میں قائم ہو جائیں۔ البتہ اصلاحات کا آغاز اس طرح ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں معدودے چند مدرسے بالکل جدید و صحیح اصول کے مطابق قائم کئے جائیں اور انہیں پر اخلاص۔ تجربہ کار، لائق سرگرم مدرسین کے سپرد کر دیا جائے۔ ٹریننگ سے فارغ ہوتے ہی مدرسین ان ہی مدرسوں میں کام کر کے درسی مسائل سے اچھی طرح واقفیت پیدا کر لیں۔ ان مدرسوں کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھائی جائے یہاں تک کہ یہ ملک کے طول و عرض میں پھیل جائیں۔ اس وقت بھی ہندوستان کے بعض مقامات پر نمونے کے مدارس موجود ہیں لیکن بہت کم۔ ان کی تعداد میں جتنا اضافہ کیا جائے گا مدرسین زیر تعلیم کے لئے اتنا ہی مفید ہوگا۔ ان کا وجود ٹریننگ کے اسٹاف کو ہمیشہ تنظیم مدرسہ اور دیگر مسائل تعلیم سے باخبر رکھے گا اور وقت ضرورت ان میں تحقیقاتی کام بھی ہو سکے گا۔

ٹریننگ کے طریق درس اور اس کی عام زندگی کے متعلق یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ضرورت سے زیادہ روز میریت کار (Routine) ہمت شکن اور روح فرسا ہوتی ہے۔ نئی نئی راہوں کی تلاش اور انفرادیت وجدت کی پوری پوری حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ جسمانی صحت اور معاشرتی احساس کے فوائد کو محض سرسری طور پر مان لینا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ مدرسین خود اپنے اندر بھی اسی احساس کو نشو و نما دینے کے مواقع پاتے رہیں۔ بالفاظ دیگر معلمین کی تربیت گاہوں میں خود ان کے اپنے کھیل کے میدان، ادبی انجمنیں اور کلب گھر ہوں۔ اساتذہ بھی متعلمین کی ان ادبی اور اجتماعی و معاشرتی سرگرمیوں میں بذات خود حصہ لیں اور زیادہ سے زیادہ طلبہ کو ان میں حصہ لینے پر آمادہ کرنے کے لئے

جبر یا بیرونی دباؤ کی بجائے تدریجی طور پر ۔ ۔ ۔

ذہنی تعلیم ۔۔۔ ن مدعا کیا ہے

گذشتہ چند سال سے میں نے اپنا بہت سا وقت اساتذہ سے ان غیر حل شدہ مسائل کی بحث میں صرف کیا ہے جو کام کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ اساتذہ عموماً ان مسائل کو تسلیم نہیں کرتے جو موجود ہوتے ہیں بعض اوقات وہ تکلیف دہ اور ہمت شکن مشکلات کو محسوس کرتے ہیں لیکن ان کا مقابلہ وہ حل طلب مسئلہ کی طرح نہیں کرتے بعض اوقات وہ اہم مسائل کو محسوس کرتے ہی نہیں کیونکہ وہ بغیر یہ سوال کیے ہوئے کہ یہ کیوں ہے، ریں کرنا چاہتا ہوں، کیا میں اپنے مقصد کو پورا کر رہا ہوں جیسے سطحی تدابیر میں مشغول ہوتے ہیں۔

اس وقت دستی تعلیم کے ایک مسئلہ کے متعلق میں بحث کرنا چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ میں اس کو حل کر سکوں گا بہت سے تعلیمی مسائل آسانی سے طے نہیں ہوتے حالانکہ ہم یک بیک نتیجہ پر پہونچ جاتے اور اشیا کی صداقت کے ادعا کے عادی بن گئے ہیں جن کو ہم دراصل نہیں جانتے بلکہ صرف ان کی صداقت محسوس کرتے ہیں۔ میں اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد ایک ایسے نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کروں گا جس کی تصدیق تجربات سے ہو سکے۔

اس مسئلہ کو میں دو جماعتوں کی حالت کے ذریعہ پیش کرونگا اور پھر آپ سے ان دونوں میں سے بہتر کے متعلق دریافت کروں گا۔ دونوں واقعات ساتویں جماعت کے طلبہ کے متعلق ہیں۔ ہر جماعت میں بیس سے پندرہ تک طلبہ تھے۔ دونوں معمل خانوں (Laboratories) میں یکساں سامان چوبی کاٹنے سوراخ کرنے اور دھاتوں کو جوڑنے کا ہے اور ہر جماعت کو ہفتہ میں ایک مرتبہ نوے منٹ تعلیم دیجاتی ہے۔

پہلی جماعت ایک قابل اور لائق استاد کی نگرانی ہے۔ اس کام سے وہ خفا ہو جاتا ہے وہ لڑکوں کی حد درجہ کاہلی کو پسند نہیں کرتا اس کی توجہی پر ناخوش ہو جاتا ہے بعض لڑکوں کو منع کرنے اور ان کی کئی دفعہ سے بتائے ہوئے سبق کے متعلق سوال کرنے کی وجہ سے وہ اکثر برا بھلا کہتا رہتا ہے۔

جماعت کی تعلیم کے لیے وہ ایسی شے کی تلاش کرتا ہے جس کو لڑکے بخوبی انجام دے سکیں اگر وہ محنت سے کام کریں۔ بالآخر وہ ایک پائدان بنانے کی تجویز کرتا ہے جو پانچ ٹکڑوں کو جوڑ کر بنایا جائے۔ اول وہ ایک خاکہ تیار کرتا ہے اور پھر اس کے مطابق پائدان بناتا ہے جو اس کی کاری گری کا نمونہ ہے سبق کے شروع میں وہ اپنا تیار کردہ پائدان دکھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس قسم کا پائدان بنانے کا ارادہ ہے بعض لڑکے اپنی ناراضی ظاہر کرتے ہیں اور ایک اعتراض کرتا ہے کہ اس کی دادی زندہ نہیں ہے جس پر جماعت میں قہقہہ ہوتا ہے اور استاد ناراض ہوتا ہے نتیجہ مجرم کا جماعت سے اخراج ہوتا ہے استاد کہتا ہے کہ آری سطح (Try Square) اور پیمانہ کی استعمال کی صلاحیت کا امتحان کرنے کے لیے بہت عمدہ ہے اور جو لڑکا اس کو آٹھ ہفتہ میں تیار کر کے پاس کرائے وہ اپنے لیے کوئی چیز بنانے کا انتخاب کر سکتا ہے۔

استاد لڑکوں کو متوجہ کرتا ہے کہ اس میں پانچ ٹکڑے ہیں اور ہر ایک کی وسعت کے متعلق زور دیتا ہے۔ تب وہ ڈرائنگ کا کاغذ تقسیم کرتا ہے اور خاکہ تیار کرنے کے لیے ہدایت دینا شروع کرتا ہے۔ ہدایات ایک ایک کر کے دیتا ہے اور لڑکوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ دوسری ہدایت کے متعلق اس وقت تک انتظار کریں جب تک کہ ان کے پہلے کام کی منظوری نہ ہو جائے۔ جو اس کے حکم کی پرواہ نہیں کرتے وہ ان کو برا بھلا کہتا ہے کام خواہ انہوں نے کیسا ہی عمدہ کیوں نہ کیا ہو خاکہ کی تکمیل سے قبل وقت ختم ہو جاتا ہے لہذا ادھورا کام ایک ہفتہ تک بیکار پڑا رہے گا۔

جب خاکہ تیار ہو جاتا ہے تو [illegible] کی نشست بنانے کے لئے جس ترتیب سے کام کرنا چاہئے اس کے متعلق [illegible] دیتا ہے۔ وہ غلطیوں کی تصحیح اور سوالات کے جوابات دینے میں مشغول رہتا ہے۔ بعض لڑکے جھٹ پٹ آگے بڑھتے ہیں اور سامان خراب کر لیتے ہیں۔ کچھ [illegible] کے لینے کے لئے یکجا جمع ہو جاتے ہیں۔ استاد ٹرو جن کی طرح کام کرتا ہے لیکن [illegible] اتنی جلد کام نہیں کر سکتا کہ غلطیاں نہ ہوں یا سست لڑکے شرارت نہ کریں۔ اگر وہ تمام پائدان خود ہی تیار کرتا تو اس کے لئے بہت ہی آسان ہوتا۔

کام کئی ہفتہ تک طول کھینچتا ہے اور بہت سارے لڑکے اس کام سے برداشتہ خاطر ہو جاتے ہیں لیکن اُستاد مستقل مزاج ہے اور وہ اس کو نہیں چھوڑتا تاوقتیکہ ہر حصہ مکمل نہ ہو اور پسند نہ کر لیا گیا ہو۔ دو تین لڑکے وقت سے قبل کام ختم کر دیتے ہیں لیکن اُستاد بوجہ مشغولیت ان کی طرف توجہ نہیں کر سکتا اور ان کے دوسرے کام اُستاد اور خود اُن کے لئے غیر اطمینان بخش ہوتے ہیں۔ وہ ارادہ کر لیتا ہے کہ آئندہ وہ اس قسم کی تجویز نہیں کرے گا۔

آخر کار کئی ہفتوں کے بعد چند طلبہ کے جو آلات کے استعمال کے نااہل ہوتے ہیں پائدان تیار ہو جاتے ہیں جیسا وہ میز پر یکجا جمع کئے جاتے ہیں تو بہت بھلا منظر ہوتا ہے ان میں اختلاف بہت کم ہوتا ہے اور کوئی شخص ان کی عمدہ ساخت سے انکار نہیں کر سکتا پرنسپل خوش ہو کر اُن کی نمائش کا انتظام کرتا ہے جس میں استاد اور لڑکوں کی بہت تعریف ہوتی ہے مگر بہت سے لڑکے دستی کام کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے کے طالب ہوتے ہیں۔

دوسری جماعت ایک دوسرے مدرسہ میں ایسے شخص کی زیر نگرانی میں جو لڑکوں سے محبت کرتا ہے اور فرداً فرداً ان کا مطالعہ کرنے کا شوقین ہے وہ پہلے اُستاد کی طرح اچھا کاریگر نہیں لیکن اس کی بہ نسبت زیادہ عذر کرنے والا اور جانچ کرنے والا ہے۔ جب کوئی لڑکا بہدا اور ہلتا ہوا حلقہ بنا کر لاتا ہے تو وہ اس پر توجہ کرتا ہے اور دوسرے

لڑکوں کو کام چھڑا کر جمع کر لیتا ہے جبکہ ا بتاتا ہے کہ اس نے اس کو کس طرح
بنایا ہے۔ ایک دو سوال سے اس کی توجہ کمزور حصہ کی ساخت کی طرف منعطف
ہو جاتی ہے اور لڑکا اس سقم کو دور کرنے کی کوئی تدبیر سوچنے کے لئے واپس چلا جاتا ہے
استاد لڑکے کی محنت کو دیکھتا رہتا ہے ایک دو غلط تدبیروں پر عمل کرنے دیتا ہے یہاں
تک کہ وہ ان کے قابل عمل نہ ہو سکنے کی وجہ دریافت کرتا ہے اور دوسری تدبیر کے
متعلق سوال کرتا ہے جس سے لڑکا اپنی غلطی کو محسوس کرنے لگتا ہے قبل اس کے کہ
وہ ان پر عمل پیرا ہو۔ استاد لڑکے کے ذہنی مطالعہ میں زیادہ خوش ہیں بہ نسبت اسکی
صناعی کے۔ جب لڑکا کوئی اچھا حل دریافت کر لیتا ہے تو استاد بھی اس قدر خوش ہوتا ہے
جس قدر کہ خود لڑکا۔ اس دریافت کے بعد سبق کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور لڑکا غیر اوقات
میں کام کرنے کے لئے آنے کی درخواست کرتا ہے۔ وہ پانچ بجے رخصت ہوتا ہے
اور گھر پہنچکر آخری دو چار اضافہ کرتا ہے۔

جب لڑکے معمل سے چلے جاتے ہیں تب بھی استاد ان کا خیال رکھتا ہے
وہ خود تعمیر اور مشینوں کا شایق ہے۔ اسکول سے واپسی میں کسی سڑک کو بنتے ہوئے
دیکھکر وہ ٹھیر جاتا ہے اور اپنی جماعت کے لئے آئندہ کے واسطے تجویز پر غور کرتا ہے۔ دوسرے
دن جب اس کی جماعت جمع ہوتی ہے تو وہ دریافت کرتا ہے کہ آیا کسی نے سڑک کو
تعمیر ہوتے دیکھا ہے۔ فوراً ہی جماعت میں سرگرم مباحثہ شروع ہو جاتا ہے۔ مختلف
مشینوں کے کام اور طریق عمل کے متعلق مختلف خیالات کا اظہار ہوتا ہے یہاں تک
کہ کل بحث ایک دو سوالوں پر منحصر ہو جاتی ہے جس کا جواب مشاہدہ سے مل سکتا ہے
اور تمام جماعت تعمیر دیکھنے اور صداقت معلوم کرنے چلی جاتی ہے۔

دوسرا سبق گزشتہ اجتماع کے اٹھائے ہوئے سوالات پر بحث سے شروع
ہوتا ہے۔ فطرتاً لڑکوں کو اب بہت سی صحیح معلومات ہیں اور سب لڑکوں کے سامنے

ایک خیالی خاکہ ہے۔ تاہم لڑکوں کے جوابات اور استاد کے سوالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی بہت سی باتیں تصفیہ طلب ہیں۔ استاد بتاتا ہے کہ کس طرح ایک موجد اپنی ایجاد کو اس کی چلت کے امتحان کے لئے استعمال کرتا ہے اور لڑکے جوش کے ساتھ دھاتی پہیا، موڑا، اٹھانے کا انجن اور ڈیرک بنانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ان مشینوں کے بڑے کاموں کی طرف شوق مرکوز ہوتا ہے اور یہ معاملہ کہ لڑکوں کے لئے صحیح نمونہ بنانا ناممکن ہوگا مانع نہیں ہوتا ان کا مقصد ایسا نمونہ بنانا ہوتا ہے جو اٹھا سکے، وزن منتقل کر سکے اور کھدائی کا کام کر سکے جبکہ رسی ڈھول پر لپیٹی اور کھولی جائے۔ انجن کے لئے ایک فرضی شکل بنالی جاتی ہے۔

جماعت خاکہ بنانے کا کام شروع کرتی ہے۔ خراب خاکے جماعت کی وقتاً فوقتاً بحث سے رد ہو جاتے ہیں۔ استاد لڑکوں کا خیالی باتوں کو کہہ سنکر مزا نہیں ہوتا بلکہ کبھی کوئی سوال یا اصلاح بتاتا ہے جس سے کام چلتا رہے اور ہمت نہ ٹوٹے۔ جب تعمیر شروع ہوتی ہے تو وہ ہر لڑکے کی حیثیت کے مطابق اس کے معیار صناعی کی اجازت دیتا ہے یعنی وہ حد درجہ کی صحت پر زور نہیں دیتا جس کو لڑکا موجودہ کام کے لئے ضروری نہ سمجھ کر پسند نہیں کرتا۔ اصل غرض یہ ہے کہ نمونہ سے کام ہو سکے اور ضرورت کے لحاظ سے کافی مضبوط ہو۔ لڑکوں کو اپنے کام پر اعتراض کا موقع ملتا ہے اور اس طرح اس میں تصحیح بھی ہوتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہیں تاہم آخر میں بہت کچھ اختلاف ہوتا ہے۔ چند لڑکے مکمل قابل عمل نمونہ بنانے میں ناکام رہتے ہیں لیکن یہ بھی کامیاب نمونوں کو پیدا کرتے ہیں اور مشین کے استعمال سے بہت کچھ واقف ہو جاتے ہیں۔ جب سب نمونہ یکجا کئے جاتے ہیں اس وقت بھی جماعت میں شوق ہوتا ہے اور دوسری جماعتیں اس کی دلکش پاتی ہیں پھر بھی ہر کوئی ان کی ساخت کا بھلا پن دیکھ سکتا ہے۔ یہ نہیں خیال کرتا ہے کہ ان کو بیڈھنگے پن سے کام کرنے کی عادت پڑ رہی ہے وہ ان کی نمائش کے لئے تامل کرتا ہے جیسا کہ اس نے سالہا سال گزشتہ کیا تھا جبکہ طلبہ ایک دوسرے

اُستاد کے زیر تعلیم تھے۔ کسی کے والدین نکتہ چینی کرتے ہیں کیونکہ ان کے لڑکے بجز کھلونوں کے اور کوئی چیز نہیں بنا سکتے جو گھر میں استعمال ہو سکے۔ تعلیم دستی کا ایک گشتی معلم اپنے معاصرین سے یہ کہتا ہے کہ الف کا کام بے ڈول کشتیوں کی بنا کی طرح ہے، اب ان دونوں میں کونسا کام بہتر ہے۔ اگر وقت ہوتا تو میں آپ سے اس پر بحث کرتا اس طرح مختلف خیالات کا اظہار ہوتا اور مجھے اپنی نادانستہ تجاویز پر زیادہ اہمیت دینے میں تامل ہوگا۔ بحالت موجودہ میں اس مسئلہ کو سائنٹیفک اسپرٹ میں بطور ایک حل طلب مسئلہ کے اٹھاؤنگا۔

پہلا امر سوال کو صحیح کرتا ہے۔ بہتر بہت عام لفظ ہے۔ ہمارا اس سے یہاں کیا مطلب ہے اگر ہمارا مطلب یہ ہے کہ کون سے طریقہ سے عمدہ چیزیں تیار ہوتی ہیں یا کس طریقہ سے نرائی اسکوائر کے استعمال میں زیادہ مہارت ہوتی ہے یا ایسی چیز تیار ہوتی ہے جس سے پرنسپل اور والدین خوش ہوں تو صورت حال پہلے طریقہ کے موافقت میں ہوگی۔ اگر ہم دریافت کریں کہ کونسے طریقہ سے لڑکے میں شوق بڑھے گا یا کون طریقہ آغاز کی ہمت افزائی کرتا ہے یا کس ذریعہ سے لڑکے زیادہ سوچتے ہیں یا کس ذریعہ سے مشینوں کے اصول اور صنعتی معلومات زیادہ حاصل ہوتی ہیں تو میرے خیال میں لازماً فیصلہ دوسرے کے حق میں کرنا پڑے گا۔

شاید کوئی اُستاد بھی اس کو تسلیم نہ کرے گا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اس کا مقصد کل ہے مجھے یقین ہے کہ کوئی شخص اس کی تائید نہ کرے گا کہ اوّلیں مقصد عمدہ بنے ہوئے پائدان حاصل کرنا ہے اگر یہی عین مقصد ہوتا تو لڑکوں کی ایک بڑی جماعت جدوجہد سے خارج ہو جاتی اور ایک یا دو مشین قابل آدمیوں کی زیر نگرانی ان کی جگہ لے لیتی۔ پہلا استاد بھی یہی کہے گا کہ وہ لڑکوں کو تعلیم دے رہا ہے لیکن ظاہر ہے کہ دونوں کے خیالات مقصد تعلیم کے متعلق مختلف ہیں اگر ہم سوال کے طرز کو کون سا طریقہ بہتر ہے کی بجائے کون سا

طریقۂ تعلیمی لحاظ سے زیادہ قابل قدر ہے،، تبدیل کردیں تو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

کیا یہ سوال اب نئی شکل میں پہلے یا دوسرے طریقۂ تعلیم کے متعلق عام قبولیت حاصل کرے گا۔ شاید نہیں۔ پہلا اُستاد کہیگا کہ اس کی جماعت میں لڑکے صحت اور توجہ کی تعلیم پاتے ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگ اس خیال میں ہیں کہ اجتماع میں ہر پرانی چیز باس ہو جائے گی۔ دوسرا اُستاد اپنی طرز کی تائید کرے گا اس خیال سے کہ جس کام سے لڑکوں میں شوق اور محنت کا مادہ پیدا ہو جیسا کہ اس کے طلبہ میں ہے بہ نسبت اس کام کے جو متواتر نگرانی اور پریشانی سے ہو بہتر ہے۔

دونوں صورتوں میں رائے شاید چند ذاتی اعتقادات کی بناء پر دیجائے گی بجائے کسی ظاہر اوجہ اور علمی معلومات کے جو مختلف تعلیم کے طریقہ سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ دونوں اس کے مقصد سے متفق ہوں گے یعنی لڑکوں کی تعلیم۔ لیکن ایک اوزارون کے کے بے ڈھنگے استعمال کا زبردست مخالف ہے اور دوسرا بے دلیل اس کام سے نفرت کرتا ہے جس کو وہ غلامانہ کام کہتا ہے اور ہر ایک اپنے طرز تعلیم کو درست اور صحیح بتاتا ہے لیکن اگر ہم علمی حیثیت سے دیکھنا چاہتے ہیں تو احساسات کو دور کرکے صرف واقعات سے تعلق رکھنا چاہیئے ہمیں صحیح معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں تجربہ کے لئے صاف دل سے تیار رہنا چاہیئے تاکہ ہم معلوم کرسکیں کہ کونسا طریقہ حصول مقصد کے لئے مناسب ہے۔ ہر قسم کی تنقید کو سننا چاہیئے اور قائل و معقول ہونے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

اس بحث کے بقیہ حصہ کو مجھے بہت مختصر کرنا پڑے گا کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں میرا ذاتی نظریہ یہ ہے کہ ہر طالب علم کو ان کے ذاتی جوہر کو نشو ونما دینے میں مدد دیجائے جن سے حتی المقدور وہ خوش اور مفید شہری بن سکے، اس سے استطاعت کے اختلاف کا اظہار ہوتا ہے جو ایک علمی حقیقت ہے۔ اندریں صورت نتائج میں یکسانیت کی

توقع اگر ہم کریں بے محل ہو گی اور اگر کریں بھی تو ہم خود کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ عمدہ اور ایک پائدان زیادہ تر استاد کی توجہ کا نتیجہ تھی حالانکہ اس نے اوزاروں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ نظریہ کی رو سے شاگرد کو اپنی نشوونما میں پرجوش ہونا چاہیئے۔ صرف تعلیم ہی لڑکے کو قابل نہیں بناتی گو وہ استاد کے ہاتھ میں چکنی مٹی کی طرح ہے۔ استاد کے اشاروں پر لڑکوں کا مقررطرز پر ترقی کرنا اس نظریہ کے منافی ہے۔ ہر طالب علم کا ایک مقصد ہونا چاہیئے اور اس کے حصول کے لئے اس کو کوشاں ہونا چاہیئے۔ استاد صرف بمنزلہ راہنما۔ یا رہبر یا محرک کے ہے۔

میرے خیال میں استاد کا اولیں فرض لڑکوں میں حوصلہ مندی پیدا کرنا ہے اگر پہلا استاد اپنے شاگردوں میں پائدان بنانے، مشکلات کو زیر کرنے اور پہلے سے بہتر کام کرنے کا شوق پیدا کر سکتا تو اس کا طریقہ حصول مقصد کے لئے بے جا نہ ہوتا گو مختلف ہوتا۔ وہ لڑکوں کو ڈزائین کی تیاری میں حصہ لینے دیتا اور ہر فرد کی قابلیت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی مختلف النوع اشیا کو قبول کر لیتا۔

خوش باش اور مفید شہری بنانا ہمارا مقصد ہے لیکن علمی پروگرام کی ترتیب میں اس میں بہت عمومیت ہے۔ اس خیال کو اور محدود کرنا چاہیئے۔ اکثر اشخاص کی خوشی معقول گزارہ کے حصول کی قابلیت پر منحصر ہے اس کا مدار کئی چیزوں پر ہے لیکن میرے خیال میں سب لوگ اس بات پر متفق ہوں گے کہ حوصلہ۔ استقلال۔ تحریک۔ غور۔ اخلاق معقول کرنے کی قابلیت دوسروں پر اثر ڈالنے اور ملنساری کی قابلیت کا حتی الامکان اعلیٰ معیار پر حاصل کرنا۔ زیادہ مفید ہوگا بجائے نتیجہ پر یکایک پہونچ جانے کے عقلمندی سے سوچنے کی قابلیت لڑکے کی قابلیت پر شاید اچھا اثر ڈالے گی۔ تجربہ اور ہنر ان کے پیشہ کے لئے واقعی اہم ہیں لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ ایا ساتویں جماعت سے قبل کوئی کام ان پر اثر ڈالنے کے لئے کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مذکور الصدر اکثر خوبیاں عمدہ شہری بننے اور

قوت پیدا آوری بڑھانے میں مدد دینگی لیکن اس کے ساتھ ہی شہریت کی طرف رجحان رفاہ عام کے کاموں میں دلچسپی اور پبلک کی فلاح کے لئے حتی المقدور ذمہ داری لینے کو بھی آمادہ ہو۔

آپ کو تعجب ہوگا کہ آخر اس سب کو دستی تعلیم سے کیا تعلق ہے۔ لیکن میرا عقیدہ یہ ہے کہ دستی تعلیم کی صحیح راہ عمل وہ کچھ کرنا نہیں ہے جو دوسرے کر رہے ہیں یا جیسا ہم دستی تعلیم کے متعلق خیال کرتے آئے ہیں بلکہ اس کو دوسری طرف سے شروع کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ ہم ان لڑکوں کو کیا بنانا چاہتے ہیں اور پھر دیکھنا چاہیئے کہ دستی تعلیم کس حد تک اس میں مدد دے سکتی ہے۔ پہلے سبق میں شاید اوزاروں کا ہشیاری سے استعمال سکھانا لڑکے کے دماغ پر کوئی اچھا اثر نہیں پیدا کرتا بلکہ اس سے کام کی جانب ایک نفرت سی ہوگی اور شاید ہی کوئی قابل لحاظ قابلیت حاصل ہوگی۔ استاد کی نگرانی سے علیحدہ ہو کر کیا لڑکے نگرانی کا وہی معیار قائم رکھیں گے جو دوسری جماعتوں میں ہے۔ ایک معمولی ساتویں جماعت کے صرف چند لڑکے بحیثیت کاریگر کے روزگار کمائیں گے۔ دوسروں کے لئے اوزاروں کا ہشیاری سے استعمال خانگی کاموں یا اپنے شوق کی چیزوں میں قابل قدر ہوگا جب تک عمل کے ساتھ حقیقی شوق پیدا نہ ہو مدرسہ کی تعلیم زیادہ تر بے کار جائے گی۔

حوصلہ استقلال۔ تحریک وغیرہ بڑھانے کے لئے دوسرے استاد کا طریقہ پہلے سے زیادہ مؤثر معلوم ہوتا ہے شاید کوئی شخص استقلال کے متعلق یہ اعتراض کرے گا کہ دوسری جماعت نے جو کچھ کرنا تھا کیا اور پہلی جماعت دل برداشتہ ہو کر کام اس وقت تک کرتی رہی جب تک وہ ختم نہ ہوا۔ اگر تم غور کرو تو تمہیں اس سے اتفاق ہوگا کہ دراصل پہلی جماعت کا استاد مستقل رہا نہ کہ لڑکے۔ اس مسئلہ میں مستقل مزاجی کی بہترین مثال اس لڑکے کی ہے جس نے بھونڈے حلقہ کی اصلاح کی۔ یہ صحیح ہے کہ ہمیں ایسے آدمی درکار ہیں جن میں ضروری کام خواہ وہ ناگوار ہی کیوں نہ ہوں ختم کرنے کی قابلیت ہو

لیکن یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایسی قابلیت ایسے کام کرنے ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ تم ان میں ضرورت کا احساس اور فرض کی انجام دہی کا شوق پیدا کرو۔

فطرتاً بہت سی خوبیاں جو ایک مفید شہری کے لئے ضروری بیان کی گئی ہیں دونوں طریقوں میں سے کسی سے بھی بدیہی تعلق نہیں رکھتی ہیں لیکن دوسرا طریقہ چند ایسی صفات کا اظہار کرنا ہے جن کا بیان نہیں کیا گیا۔ جماعت کی بے تکلفی اس کی بحث اور باہمی اعتراضات اور ایک دوسرے کے کام میں دلچسپی سوشل تعلیم کے لئے بہت مفید ہے۔ یہ طریقہ خود رفاہ عام کے کاموں پر مبنی ہے اور ان صنعتی کاموں کا شوق دلاتا ہے جن سے خود عوام کا تعلق ہے میرے خیال میں اہم ترین بات یہ ہے کہ استاد نے لڑکوں کے ساتھ ایک ایسا رشتہ قایم کر لیا ہے۔ جن سے وہ اُن پر بہت گہرا اثر ڈال سکیگا اگر وہ چاہے کہ اس رشتہ کے قیام کے بعد لڑکوں کو ہوشیاری اور صحت کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ کر سکتا ہے۔

میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ دوسری جماعت علمی کام ہونے کی حیثیت سے پہلے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ میرے عقیدہ یعنی مقصد تعلیم کے عین مطابق ہے۔ کوئی دوسرا شخص جو یہ خیال کرتا ہے کہ امریکہ کے شہریوں کو سب سے اہم سبق احکام کی تعمیل کرنا ہے مختلف نتیجہ پر پہنچے گا ان دونوں میں کون راستی پر ہے۔ اس کے معلوم کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ دونوں طریقوں کا تجربہ کیا جائے اور نتیجہ پر غور کیا جائے۔

تختہ سیاہ

یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ تختہ سیاہ مدرس کا بہت بڑا رفیق بن سکتا ہے۔ پھر اگر سلیقہ سے استعمال نہ کیا جائے تو یہ ایک جال بن جائے گا جس میں خود مدرس پھنس جائیگا مدرس کا کام صرف باتیں بنانا نہیں ہے۔ اسی طرح صرف چاک استعمال کرنا بھی نہیں ہے بہرحال تختہ سیاہ کا استعمال آزادی کے ساتھ اچھی طرح کیا جائے۔ تو بہت مدد ملیگی اس کا استعمال عام طور پر بچوں کی بینائی کے ذریعہ ان کی سماعت کو امداد پہنچانے کی خاطر کیا جاتا ہے۔ اس طریق عمل سے ہم بجائے ایک کے دو قوتوں سے کام لیتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ بہت کارآمد ہے۔ کیونکہ علم کا انحصار حیات کے ادراک پر ہے اور جتنی زیادہ حسیات ہم ایک ساتھ باہم استعمال کریں گے۔ اتنی ہی زیادہ پائداری سے علم معین ہو جائے گا۔

ابتدا ہی سے تختہ سیاہ پر لکھنے کی مشق کرنی چاہیئے قلم سے لکھنے کے مقابلہ میں یہ بہت مختلف ہے اور اکثر لوگوں کے واسطے کچھ آسان کام نہیں۔ چاک کو پہچ سے مضبوط تھامو۔ لکھتے وقت تختہ سیاہ کے بالکل قریب مت کھڑے ہو۔ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو تاکہ تم خود بھی اپنی تحریر صاف طور پر دیکھ سکو۔ یاد رکھو کہ تمہاری تحریر جماعت کے آخیر میں بیٹھے ہوئے لڑکوں کو بھی پڑھنی ہے اس لئے حروف چھوٹے یا باریک نہ ہوں۔ لکھتے وقت سبق بھی عارضی طور پر ملتوی ہو جاتا ہے۔ اس لئے جلدی اور صاف لکھنے کی کوشش کرو۔

ان سب کے علاوہ تختہ سیاہ پر خاکہ کھینچنے کی کافی مہارت حاصل کرو۔ اکثر نوآموز اساتذہ جماعت کے سامنے تختہ سیاہ پر کچھ کھینچتے ہوئے ڈرتے ہیں جو مناسب نہیں

تمہیں کسی مکمل تصویر کی حاجت نہیں۔ بلکہ جس چیز کا نقش اتار رہے ہو۔ اس کے خط و خال نمایاں کرنے کے لئے جلدی میں کھینچے ہوئے۔ صرف چند خطوط درکار ہیں۔ جب تک اس طرح اپنے ہاتھ سے اپنے دماغ کی معاونت نہ کر سکتا ہو۔ کسی مدرس کو جماعت میں داخل ہونے کا حق نہیں۔ چند خطوط جلد جلد کھینچ کر اسے اپنی جماعت کے سامنے ہر وہ شے پیش کرنا چاہیئے جسکی تشریح دیکھنے سے کی جا سکتی ہو۔ نقشہ یا خاکہ کے ذریعہ سے تشریح کرنا زبانی تشریح کے امداد کے طور پر استعمال ہونا چاہیئے بارنٹ کہتا ہے۔ کہ تختہ سیاہ کا خاکہ جس قدر تیزی سے بے سلیقہ اور اوٹ پٹانگ بنایا گیا ہوگا۔ تدریس کے لئے اتنا ہی مؤثر ثابت ہوگا۔ جب بچہ دیکھتا ہے۔ کہ مدرس اپنے ہاتھ سے جلدی سے یہ تدریجی خاکہ کھینچ رہا ہے۔ تو وہ اسے سچ مچ کی چیز سمجھتا ہے جو خاکہ پہلے سے کھینچا ہوا الگ رکھا ہو اس پر یقین لانا دشوار ہے۔ اپنے خاکوں اور نقشوں سے خیال کی پرواز میں مدد ملتی ہے۔ قابل غور باتیں نمایاں کر کے فضول اور غیر اہم ترک کر دی جاتی ہیں۔

اس طرح جو فائدہ تختہ سیاہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں یہ سب سے اہم ہے۔ اس میں پھرتی اور سمجھ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تختہ سیاہ کو آتشی آئینہ کی مانند استعمال کرنا چاہیئے۔ جو چیز زیر غور ہو۔ اس کے کسی جز یا حصہ کی بڑے پیمانے پر تشریح کرنے کے لئے کوئی خاکہ یا شکل بنائی جا سکتی ہے۔ کسی نقشہ کے حصہ کو وسیع پیمانہ پر دکھایا جا سکتا ہے۔ اور ایک حصہ آیندہ تفصیلی جانچ کے لئے چھوڑ دیا جا سکتا ہے۔

اس طرح تختہ سیاہ بچوں کی توجہ کا مرکز بنا رہے گا۔ وہ خود بھی جاذب نگاہ ہوگا اور بچے بھی اس کی طرف شوق سے دیکھیں گے۔ بس اس کی مشق سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ تختہ سیاہ کا بلا تکلف استعمال کرنا بھی اچھے مدرس کی نشانی ہے۔

اب ان اسباق پر غور کرنا چاہیئے جن میں ہمارا یہ رفیق کارآمد ہوگا۔ حساب کے سبق میں صراحت کرتے وقت استعمال کرنا چاہیئے۔ اس وقت تختہ سیاہ پر اپنے کام کا

ایسا نمونہ پیش کرنا چاہیئے جس کی تمام جماعت نقل کرے۔ ہندسہ اور اعداد صاف ترتیب کے ساتھ ہوں علامات احتیاط سے صاف لگے ہوں۔ اور حل ٹھیک ٹھیک باقاعدہ سلسلہ وار کیا گیا ہو جساب میں۔ کام کی مقدار، اور اُس کی خوبی۔ دو چیزوں پر توجہ دلانی چاہیئے۔ بلاشبہ مدرس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ سوالات بچے جلدی اور صحیح حل کریں مگر کام کی خوبی بھی اتنی ہی اہم ہے۔ اگر سوال کا حل صاف ستھرا ہے۔ تو یہ ضرور نہیں۔ کہ ٹھیک اور صحیح ہے۔ یا دلائل اور توجہات اچھی ہیں۔ برخلاف ان باتوں کے حصول میں صاف اور ستھرے عمل سے مدد ملنی لازمی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ بچوں کی کاپیاں صاف ہوں۔ تختہ سیاہ پر پیش کردہ تمہارے نمونہ جات بھی صاف اور پاکیزہ ہونے چاہئیں۔

پڑھنے کے اسباق میں تختہ سیاہ پر نئے الفاظ اور جن الفاظ کا تلفظ بچوں نے غلط کیا ہو۔ لکھ دینے چاہئیں۔ یہاں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ صاف طور پر بلا تکلف لکھو مگر اس وقت نہیں لکھنا چاہیئے۔ جب کہ بچہ پڑھ رہا ہو۔ اُس کا پڑھنا ختم ہونے تک انتظار کرو۔ اور پھر جب کوئی لفظ لکھو۔ یا لفظ کی کسی خصوصیت کی جانب توجہ دلاؤ۔ تو سب بچوں کی نگاہ تختہ سیاہ پر ہونی چاہیئے۔

ڈرائنگ کے سبق میں تختہ سیاہ کا استعمال مرضی پر ہے چاہے کیا جائے۔ چاہے نہ کیا جائے۔ اگر بچے اصلی چیز سے ڈرائنگ کر رہے ہیں۔ (جو انہیں کرنا چاہیئے) تو تختہ سیاہ پر کچھ کھینچنے کی شاید کوئی ضرورت پیش نہ آئے۔ لیکن اگر تم نے کچھ کھینچا ہے تو بچوں نے ڈرائنگ کا آغاز کرنے سے پیشتر ہی یا تو تختہ سیاہ کو پلٹ کر رکھ دو۔ یا جو کچھ تم نے کھینچا ہے۔ اُسے مٹا دو اور اسے کبھی مت بھولو۔ ورنہ بجائے اصلی چیز کے وہ تمہاری ڈرائنگ کی نقل کریں گے۔

تاریخ جغرافیہ وغیرہ زبانی اسباق میں تختہ سیاہ کا استعمال خلاصہ لکھتے وقت کرنا چاہیئے۔ یہ بات اہم ہے۔ کیا بات لکھنی اور کیا بات چھوڑ دینی چاہیئے۔ یہ جاننے کے

وسیع تجربے کی ضرورت ہے۔ تختہ سیاہ کا خلاصہ اگر اچھا ہے۔ تو سبق جو پڑھایا۔ ممکن ہے معمولی ہو۔ یا اس کے برعکس۔ مگر اصولاً خلاصہ اچھا ہے۔ تو سبق بھی اچھا ہوگا۔

خلاصہ کا مقصد یہ ہے۔ کہ سبق کے مضمون کا سلسلہ وار ملخص بچوں کے پیش نظر کر دیا جائے۔ جس پر نگاہ ڈالتے ہی بچے ایک جز کا دوسرے جز کے ساتھ اور جز کا کل کے ساتھ تعلق معلوم کر لیں۔ اس طرح ان کے دماغ میں پورے سبق کا ایک ذہنی تصور قائم ہو جائے گا۔ اس لئے خلاصہ میں سبق کے نہایت اہم اشارات ہونے چاہئیں۔ اور جس سلسلے سے یہ اشارات پڑھائے گئے ہیں۔ اس سلسلے سے لکھے بھی جائیں۔ لیکن سبق کے ختم ہونے تک انتظار کرنا اور پھر فوراً ہی تمام خلاصہ سبق کا خاکہ نہیں لکھ دینا چاہیئے۔ جیسے جیسے سبق ہوتا جائے۔ ویسے ویسے تختہ سیاہ کا خلاصہ بھی تیار ہوتا جائے اصولاً پہلے سوچو پھر لکھ دو۔ مگر اس پر حد سے زیادہ کاربند مت ہو جاؤ۔ مبادا کہ جو تم لکھنا چاہتے ہو اس کی گنجائش نہ ہو۔ صرف خاص خاص باتیں۔ جوڑ ملانے والی کڑیاں۔ درج کی جائیں۔

بہتوں کو تختہ سیاہ پر لکھنے کی از حد خواہش ہوتی ہے اور اس طرح درس کے بیچ میں صرف تختہ سیاہ پر لکھنے کی خاطر خلل واقع ہو جاتا ہے۔ یہ بہت برا ہے۔ کیونکہ مدرس کتنا ہی ہوشیار اور کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ تختہ سیاہ پر لکھتے وقت سبق کی روانی کا رک جانا ناگزیر ہے۔ اور بچوں کی توجہ قائم رکھنا محال ہے۔ بچے علی العموم کسی دلچسپ چیز کے متعلق باتیں سنتے رہیں گے۔ مگر جوں ہی تم تختہ سیاہ پر لکھنا شروع کرو۔ ان کی توجہ غائب ہو جائے گی۔ اس وقفہ کو غنیمت جان کر آرام لینے اور سستانے لگیں گے۔ اس کو ترک کرنے کے واسطے تختہ سیاہ پر لکھنے کی از حد خواہش نہیں کرنی چاہیئے صرف وہی لکھو۔ جو ضروری ہو۔ اور اس میں بھی دیر مت لگاؤ۔ وقت واحد میں زیادہ دیر تک لکھنے میں مصروف رہنا مناسب نہیں۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ تختہ پر لکھتے وقت بات چیت یا کسی دوسرے ذریعہ سے بچوں کی توجہ اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مزید برآں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ خود بھی بچوں کی نگاہ اور تختہ سیاہ کے درمیان حائل نہ ہو جاؤ۔ ورنہ ان کا دھیان فوراً بٹ جائیگا۔ اور وہ دوسری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔

زبانی اسباق میں تختہ سیاہ کے خلاصہ کی وضع اور ترتیب کیسی ہونی چاہیئے عام اصول کے موافق تختہ سیاہ کا بہترین خلاصہ وہ ہے جو سب سے زیادہ جاذب نگاہ ہو نظر قریب ہو یعنی ترتیب ایسی ہو۔ کہ تصویر معلوم ہو۔ خاص مدعا ترتیب سے ظاہر ہو جائے۔ بعض الفاظ جلی حروف میں لکھے جائیں۔ یا خاص خاص الفاظ اور جملوں کو خوب نمایاں کرنے کے لئے طبع کے بڑے حروف استعمال کئے جائیں۔ بعض حصوں کو خط کشیدہ کر کے نمایاں کیا جائے۔ یا رنگین چاک استعمال کئے جائیں۔ اصل میں خلاصہ کو نظر فریب بنانے کے لئے ہر مناسب و جائز طریقہ اختیار کرنا چاہیئے پہلے ہی ذرا سا سوچ بچار کرو۔ تو اس کی طرح طرح کی ترکیبیں دھیان میں آئیں گی۔

یہاں چند الفاظ رنگین چاک کے استعمال کے متعلق بھی کہدینا ضروری ہیں۔ اُن کے استعمال کی عادت بہت مفید اور مؤثر ہے۔ مگر یہ خیال رہے۔ کہ نتیجہ یہ نہو۔ کہ سفید چاک سے لکھنے میں خلاصہ جتنا مؤثر ہوتا۔ اس میں بھی کمی آجائے رنگا رنگ کے خلاصہ کی حاجت نہیں۔ اس لئے رنگ کے انتخاب میں دانشمندی کی ضرورت ہے۔ بعض رنگ ایسے ہیں جن کی تحریر سیاہ تختہ پر واضح نہیں ہوتی۔ مثلاً بنفشی یا گہرا سُرخ رنگ موزون نہیں۔ رنگین چاک زیادہ تر خاکہ اور الفاظ کے نیچے خطوط کھینچنے میں استعمال کئے جائیں۔ تو مناسب ہے۔ اگر بالفرض برف پر درس ہو رہا ہو۔ تو اس لفظ کو آسمانی رنگ کے چاک سے نہیں لکھنا چاہیئے۔ مختصر یہ کہ رنگین چاک کے استعمال میں اس درجہ سرگرم نہ ہونا چاہیئے۔ کہ خلاصہ کا ہر دوسرا لفظ ایک جُدا رنگ کے چاک سے

لکھنے کا شوق ہو جائے جو رنگ بھی استعمال ہو۔ اُس سے بچّوں کی توجہ منحرف نہ ہونے کے بجائے منعطف اور قائم رہے۔ توجہ لفظ پر رہے۔ نہ کہ رنگ پر۔

اس بات کا مدرس کو جلد احساس ہو جاتا ہے۔ کہ تختہ سیاہ کے خلاصہ کی وضع ترتیب کا مختلف اقسام کا ہونا لازمی ہے۔ اولاً یہ اقسام بچّوں کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے چاہئیں۔ دوم نفس مضمون کی نوعیت کا لحاظ کرتے بھی خلاصہ کی وضع جدا ہوگی چھوٹے بچّوں کے درس کے وقت تختہ سیاہ کا خلاصہ اُصولاً عام طور پر مکمل جملوں پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بچّے مختصر جملے سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اشارات اِن کے واسطے بعید الفہم ہیں۔ مگر بڑے بچّوں کے واسطے خلاصہ بطور یادداشت کے لکھایا جائے۔ واقعی بعض صورتوں میں یہ محض ایک خاکہ ہوگا۔ اور سبق کے اجزا صرف الفاظ کی مناسب ترتیب سے معلوم ہوں گے۔ مدرسہ کی وسطانی جماعتوں کے بچّوں کے واسطے ظاہر ہے کہ ایک درمیانی طریق عمل اختیار کرنا چاہیئے۔

مگر خلاصہ کی وضع و ترتیب سبق کے مضمون پر بھی منحصر ہوتی ہے۔ بعض مضامین کا خلاصہ۔ نسبتاً نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور ایسے زبانی اسباق جن کا تختہ سیاہ کا خلاصہ مرتب کرنا محال ہو۔ بہت کم ہوں گے۔ بہر نوع بھول کر بھی ایسا خلاصہ مت لکھو جس کا مفہوم مہمل ہو۔

تختہ سیاہ کے خلاصہ کی ترتیب دینے کا تمہارا اپنا الگ طریقہ ہونا چاہیئے بعض اساتذہ کو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے خلاصہ ترتیب دیں۔ پھر اُس پر سبق کی بنیاد رکھیں۔ بعض اساتذہ پہلے اپنے سبق کا خاکہ تیار کرتے ہیں۔ اور پھر اُس سے خلاصہ کا استخراج کرتے ہیں۔ دونوں طریق اچھے ہیں۔ اور اطمینان بخش ہیں۔ پس جو زیادہ کارآمد ہو۔ وہ اختیار کر لینا چاہیئے سبق کا خاکہ تیار کر لینے سے قبل اُن خیالات کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ جن پر درس دینا مقصود ہے۔ اور جس سلسلہ سے پڑھانا چاہتے ہو۔ اُن کو منطقی

یب ۔۔۔ جمالو۔ سلسلہ وار مرتب ہو جائیں۔ تو یہی خیالات تختہ سیاہ کا خلاصہ بن جائینگے
طرح جو طریقہ پہلے بتایا گیا ہے اُس سے ممکن ہے اچھے نتائج برآمد ہوں۔

جو خلاصہ سبق کے ساتھ ساتھ تختہ سیاہ پر لکھا جائے گا۔ وہ سبق کے ختم ہونے تک جماعت کے سامنے رہنا چاہیئے۔ مگر بعض اوقات تختہ سیاہ پر خاکے کھینچے ہوں گے۔ یا کھینچنے چاہیں۔ تو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ الفاظ اور خاکوں کے نزدیک نزدیک بنانے سے جو ضرورتاً صرف کبھی کبھار بنائے جاتے ہیں۔ اصل خلاصہ پوشیدہ یا منتشر نہ ہو جائے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ ایک متوازی خط تختہ کے ذرا دہنے جانب کھینچ دیا جائے۔ اور ایک حصہ خلاصہ کے واسطے دوسرا عارضی کام کے واسطے استعمال کیا جائے۔ یا اس سے بھی بہتر یہ ہے۔ کہ اگر ملیں۔ تو دو تختہ سیاہ استعمال کئے جائیں۔ تمام عارضی کام مقصد پورا ہوتے ہی فوراً مٹا دینا چاہیئے تاکہ صرف خلاصہ جماعت کے سامنے باقی رہ جائے۔

تختہ سیاہ کا خلاصہ حد سے زائد طویل نہ ہو جائے۔ مبتدی عموماً یہ غلطی کرتے ہیں۔ اور تم جو پہلا خلاصہ تیار کرو۔ وہ بھی شاید ذرا طویل ہو۔ ایسی صورت میں اس کا بھی اختصار کر لیا جائے۔ یعنی غیر اہم اجزا نکال دو۔ کہ صرف اہم باتیں سلسلہ ملانے والی کڑیاں باقی رہ جائیں۔ دوسری مرتبہ اور ضروری ہو تو تیسری مرتبہ پھر اختصار کیا جائے۔ مگر خلاصہ کا مختصر ہونا لازمی ہے۔ تاکہ لکھنے میں زیادہ وقت نہ لگے۔ اول اول یہ بہت کٹھن معلوم ہوگا۔ اور واقعی یہ ہے بھی دشوار۔ مگر رفتہ رفتہ عادت ہو جانے کے بعد رفتار تیز ہو جاتی ہے اور جب اس کی ابتدا کرنا ضروری ہے۔ تو پھر پیشۂ مدرسی کے آغاز ہی سے تکلیف کیوں نہ برداشت کر لی جائے کہ بعد میں بہت سی پریشانیوں سے نجات مل جائے۔

مگر خلاصہ کا لکھ دینا ہی کافی نہیں۔ اس سے کام لینا چاہیئے۔ اسے مرتب کرتے وقت بچوں کی توجہ اس کے مختلف اجزا کی جانب الگ الگ منعطف کرائی گئی ہے

سبق ختم ہو جائے گا۔ تو اجزا پر پھر توجہ منعطف کرائی جائے گی۔ مگر جو بات سب سے آہم ہے۔ وہ خلاصہ پر مجموعی طور سے نگاہ ڈالتا ہے جز کا تعلق جز کے ساتھ آہم ہے مگر یہ بھی نہایت آہم ہے۔ کہ بچے اس تعلق کا بھی احساس کریں۔ جو کسی جز کو کل کے ساتھ ہوتا ہے سبق کا بامعنی سلسلہ وار مطلب بچوں کے ذہن نشین ہو ان ہی طریقوں سے ممکن ہے۔

بے شک ان طریقوں کے علاوہ دوسرے ذریعوں سے بھی سبق کی تشریح کی جا سکتی ہے۔ مادی اشیا کے ذریعہ۔ تصاویر۔ خاکہ جات۔ نقشہ جات نمونہ جات وغیرہ۔ اور ایک نہایت آہم طریقہ اور بھی ہے کہ زبانی تشریح کی جائے۔ مثالوں کے ذریعہ۔ مگر یہاں صرف تختہ سیاہ کے متعلق لکھا گیا ہے۔ کہ تشریح کرنے میں اس سے بہت امداد ملتی ہے پس اس بڑے رفیق کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔

سوئیڈن کی جامعاتی تعلیم

ذیل کا مضمون مس ای آکسن ایم اے پی ایچ ڈی جامعہ سوئیڈن کے ایک دلچسپ مضمون کا ترجمہ ہے جس کو مس موصوفہ نے ایک مشہور رسالہ تعلیم الموسوم بہ انڈین ایجوکیشنر میں سپرد قلم فرمایا ہے۔ مضمون کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جامعہ کا تعلیمی مشرب کس قدر بلند، آزاد اور صحیح ہے۔ سال بھر میں چھ دفعہ باضابطہ امتحانات کا لیا جانا، طلبہ کا مضامین اختیار کرنے اور لکچر سننے میں کامل آزاد ہونا اعلیٰ تعلیم کے نصاب کی گوناگوں سہولتیں اس کی امتیازی اور قابل تقلید خصوصیات ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ہمارے ہاں کے بزرگان تعلیم انہیں اختیار کرنے کی نسبت غور فرمائیں۔

(مترجم)

سب سے بڑا فرق جو سوئیڈن کے نظام تعلیم میں بہ مقابل ہندوستان کے پایا جاتا ہے وہ اس کی جامعاتی تعلیم ہے جامعہ سوئیڈن کا امتیازی وصف اس کی لامحدود اور ہر جہتی آزادی ہے جو اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہے۔ اگرچہ سوئیڈن کے مدارس عامہ میں ڈالٹن کے اصول تعلیم کی پیروی نہیں کی جاتی مگر وہاں کی جامعات میں اس پر پورا پورا عمل ہوتا ہے۔ ہر مضمون کے الگ الگ باقاعدہ لکچرار ہوتے ہیں اور طالب علم کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے انتخاب اور مرضی کے مطابق کسی ایک یا چند مضامین کے لکچر سنا کرے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نووارد طالب علم نہیں جانتا کہ وہ کون مضمون اختیار کرے چنانچہ کچھ عرصہ تک مختلف لکچر سنتا پھرتا ہے۔ اور بالآخر جو مضمون اس کو پسند آتا ہے اختیار کر لیتا ہے اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ قانون یا الٰہیات کے لکچر سننے والا ریاضی یا تاریخ کے لکچر نہ سنے۔ طلبہ کی ان مضامین سے دلچسپی شرط ہے امتحان دینا مقصود نہ ہو تو کوئی

مضائقہ نہیں۔ طرفہ یہ کہ ان لکچروں میں طلبہ کی حاضری لازمی نہیں۔ کبھی کبھی صرف اتنا ہوتا ہے کہ لکچر ہال میں طلبہ کی اسمواری فہرستیں گھمادی جاتی ہیں جن پر وہ اپنے دستخط کر دیتے ہیں۔ جب کوئی طالب علم امتحان میں شرکت کی درخواست کرتا ہے اور فہرست کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے مضمون متعلقہ کے لکچر بہت کم لئے ہیں تو پروفیسر اس کی وجہ دریافت کرتا ہے۔ اگر طالب علم ثابت کر دے کہ اس نے مضمون کے کافی معلومات بہم پہنچالئے ہیں تو غیر حاضری اس کو امتحان کی شرکت سے نہیں روک سکتی۔ کامیابی کی ذمہ داری تمام تر طلبہ ہی کے سر ہوتی ہے۔ جامعہ اور پروفیسران جامعہ اس سے بالکل سبکدوش ہوتے ہیں پروفیسروں کو صرف لکچر دینے سے کام ہے جماعت میں خواہ دو ہی طالب علم حاضر ہوں، خواہ دو سو، انہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ امتحانات سال میں چھ مرتبہ لئے جاتے ہیں۔ اور ہر طالب علم مجاز ہوتا ہے کہ جب جی چاہے امتحان دے۔ طبیعات اور السنۂ جدیدہ کو چھوڑ کر (جس میں زبانی اور تحریری دونوں قسم کی آزمائشیں ہوتی ہیں) باقی تمام مضامین میں زبانی امتحان لیا جاتا ہے۔ ایک ایک طالب علم سے جدا جدا طور پر دو تین گھنٹہ تک زبانی سوالات ہوتے ہیں۔

طالب علم مضامین کا مطالعہ جتنے عرصہ تک چاہیں جاری رکھ سکتے ہیں۔ بار بار ناکام ہوں تو ہوں۔ پروفیسر کو صرف اس سے مطلب ہوتا ہے کہ طالب علم نے معینہ معیار کے مطابق علم و فضل کا اکتساب کیا ہے یا نہیں۔ جب طالب علم کو یہ اطمینان ہو جائے کہ اس نے پوری تیاری کر لی ہے تو وہ خود کو امتحان کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ ایک مضمون میں کامیاب ہونے پر دوسرے مضمون کی تیاری کرنے لگتا ہے۔ اس طریقہ سے توجہ کی پوری قوت ایک ہی مضمون پر مرتکز ہو جاتی ہے اور یہ ایک اچھی چیز ہے۔ بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کیلئے ہر طالب علم کو کم از کم

تین مضامین میں کامیابی حاصل کرنی ہوتی ہے۔ اگر وہ جی لگا کر محنت کرے تو تین سال ہے تین سال میں اس امتحان کی تکمیل کر سکتا ہے۔ لیکن اکثر طلبہ اس سے کچھ زیادہ وقت لیتے ہیں۔ کئی مضامین میں بی اے کی ڈگری کا سندی معیار قابلیت ہمارے ہاں کے معیار قابلیت سے بلند تر ہوتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک میٹرکولیٹ کو ہندوستانی ہائی اسکولوں کی طرح وہاں بھی ۱۱ یا ۱۲ سال تک تعلیم پانی ہوتی ہے مگر سویڈن میں اتوار کی چھٹی نہیں ہوتی اور دوسری چھٹیاں بھی بہت کم ہیں۔ اس لئے وہاں کا سالِ تعلیم یہاں سے بقدر پینتیس ۳۵ یوم بڑا ہوتا ہے اور بارہ سالہ مدت میں اس مدت کو ملانے سے مجموعی مدت تعلیم اچھی خاصی بڑھ جاتی ہے۔ پھر وہاں کی خوشگوار آب و ہوا کے صحت بخش اثرات جدا ہیں۔ اگر طالب علم بی اے سے ذرا زیادہ وسیع نصاب پڑھے اور مقررہ تین مضامین میں ایک اور مضمون کا اضافہ کرے ورنہ یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ متعلم نے بی اے کے کسی مضمون میں بھی اعزازی درجہ حاصل نہ کیا ہو) اور ان پر کچھ نفسیات اور معلمیات (Pedagogics) کا پرزہ بھی شامل نصاب کرے تو اس کو ایم اے کی ڈگری دیجاتی ہے۔ یہ ڈگری میٹرک کی کامیابی کے ساڑھے چار یا پانچ سال بعد مل سکتی ہے اگر کوئی میٹرک کے بعد ہی ایم اے کے نصاب سے بھی زیادہ وسیع نصاب اختیار کرنا چاہتا ہے تو اسے بی اے کا نصاب پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹری ڈگری لینے کے لئے ایم اے کے نصاب کے سوا دو تین سال تک تحقیقاتی کام انجام دینا پڑتا ہے۔ پروفیسری کے لئے اس ڈگری کی شرط ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے۔ ایسے آزاد نظام تعلیم میں جہاں ہر ایک طالب علم من مانے لکچر سن سکتا ہے کوئی نظم و نسق یا ضبط و انضباط نہ ہوگا۔ مگر نہیں، سویڈن کے کالجوں کے لکچر ہال میں کبھی ایسی گڑبڑ نہیں مچتی جیسا کہ بعض ہندوستانی کالجوں میں

مچا کرتی ہے۔ کیا مجال کہ کوئی طالب علم بات چیت کرے، لکچر دلچسپ ہو کہ غیر دلچسپ طالب علم اس کو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن ہر طالب علم خاموش بیٹھا رہتا ہے اور کسی قسم کی بیجا حرکت نہیں کرتا۔ کمرے جتنے کشادہ ہوں اتنے ہی زیادہ طلبہ، سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں مگر لکچر ہال کے سکون میں ذرا فرق نہیں آتا۔ یہ بھی ایک خاص بات ہے کہ امتحانات میں فریب کاری یا رشوت ستانی مطلق نہیں پائی جاتی ہاں اس نظام تعلیم میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ جب کوئی بے حوصلہ یا کاہل طالب علم اس یونیورسٹی میں شریک ہو جاتا ہے اور اس کی پڑھائی اور شرکت امتحان کی نسبت کوئی نگرانی نہیں ہوتی تو وہ اپنے اوقات کو جامعہ کی زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونے میں ضائع کر دیتا ہے

سویڈن یونیورسٹی سے کوئی بورڈنگ ملحق نہیں ہوتا۔ اُن شہروں میں جہاں جامعات واقع ہیں (اور ایسے کل چار شہر ہیں) طلبہ کی اقامت کے لئے مکانات کرایہ پر ملتے ہیں چند مکانات میں مخصوص طور پر طلبہ کے کھانے کا انتظام ہوتا ہے اس طرح طلبہ رہتے ایک جگہ ہیں، کھانے کہیں اور جاتے ہیں، اور ایک اور جگہ جا کر لکچر سنتے ہیں جامعہ کے لکچراروں کو طلبہ کی جامعہ سے باہر کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ پرنسپل اکثر طلبہ سے بالکل ناواقف رہتا ہے۔

یہاں پر خواتین کے لئے کوئی علیحدہ جامعہ نہیں ہے۔ یہ مردانہ لکچر ہال ہی میں جاتی ہیں۔ ان کے کمرے بھی اُن ہی مکانات میں ہوتے ہیں جہاں مرد طلبہ کا قیام ہوتا ہے۔ ہندوستانی حضرات کو یہ بات بہت ہی عجیب و غریب معلوم ہوگی۔ لیکن بات یہ ہے کہ سویڈن کے طلبہ پر اور کتنے ہی الزام عاید ہوں یہ واقعہ ہے کہ ان کے تعلقات خواتین کے ساتھ نہایت شریفانہ ہوتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ کوئی ناجائز آزادی نہیں برتتے۔ اِکی دُکی کوئی مستثنیٰ صورت شاید نکل آئے۔ بہرحال ہر دو صنف کے مشترکہ جامعات بخوبی چلتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس معاملہ میں

ہندوستان کے جداگانہ جامعوں کا انتظام کہیں بہتر ہے کیونکہ نو داخل طالبات کو ابتدا میں بڑی بے بسی ہوتی ہے کہ انہیں مشورہ یا مدد دینے کے لئے کوئی خاتون پروفیسر نہیں ملتی خصوصاً سائنس۔ قانون اور الٰہیات کے مضامین والی قدیم طالبات بہت کم ہوتی ہیں اس لئے ان مضامین کے متعلق بھی نو وارد خاتونوں کو دوسری طالبات سے مشورہ نہیں مل سکتا۔ البتہ ضروری امداد کے لئے مرد نہایت کشادہ دلی کے ساتھ ہمیشہ کمربستہ رہتے ہیں۔ مجھے خود اس کا تجربہ ہے اور میں جانتی ہوں کہ ان کی امداد کے بغیر مجھے بڑی دشواریوں کا سامنا ہوتا۔ جس کسی نے سویڈن کے جامعہ کی زندگی کا لطف اُٹھایا ہو اس کے لئے کسی انگریزی یا ہندوستانی یونیورسٹی کی فضا بالکل انوکھی اور ناقابل برداشت ہوگی۔

مدراس کا ڈاکٹری معائنہ

دارانگر ضلع اسکول کے ہیڈ ماسٹر بابو بھولاناتھ تھے۔ آدمی محنتی تو تھے مگر اُن کے لڑکے پڑھنے لکھنے میں ترقی نہیں کرتے تھے سالانہ امتحان کا نتیجہ ہمیشہ بُرا ہی رہتا تھا۔ ۱۹۱۸ء میں اُردو مڈل کے امتحان میں ایک لڑکا بھی پاس نہ ہوا۔ اسکولوں کے ٹورنمنٹ میں بھی اِن کا اسکول قریب قریب سب سے پیچھے رہ گیا (سلائیڈ نمبر ۱)

بھولاناتھ کو بڑی مایوسی ہوگئی تھی کیونکہ ان باتوں کا الزام ہر شخص اسکول کے اُستادوں پر رکھتا تھا ایک دن وہ اپنے دوست بابو موہن لال کے پاس گئے۔ یہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر بھی تھے۔ انہوں نے بھی اسکول کے خراب نتیجہ پر رائے رسانی کی۔ بابو بھولاناتھ نے جواب دیا کہ ہر شخص پڑھائی کی بُرائی کرتا ہے مگر اس لحاظ سے میرا اسکول بہت سے

اسکولوں سے بہتر ہے ٹریننگ اسکول میں میں خود اول تھا اور میرے سب اُستاد اپنے امتحان میں اچھی طرح پاس ہوئے ہیں۔ وہیں بابو سوہن لال بھی بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ ماسٹر صاحب میرے گاؤں میں ایک مدرسہ ہے جہاں کا نتیجہ بھی اچھا نہیں رہا تھا مگر چھ برس سے ایک ڈاکٹر صاحب اُس مدرسہ کا معائنہ کر رہے ہیں اور اس وقت سے نتیجہ بھی خاطر خواہ ہو رہا ہے۔ آپ اُن ڈاکٹر صاحب سے اپنے اسکول کا معائنہ کرائیے وہ آپ کی مایوسی کا اصل سبب بتا سکیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کڑے کے شفاخانہ میں کام کرتے ہیں۔ بابو بھولا ناتھ دوسرے دن کڑے کے شفاخانہ میں گئے اور ڈاکٹر صاحب سے اپنے اسکول کا معائنہ کرنے کی درخواست کی۔ ڈاکٹر صاحب نہایت شریف آدمی تھے اور اُنہوں نے تین دن میں اسکول کا معائنہ کرنے کا وعدہ کیا۔ جب وہ آئے تو بابو بھولا ناتھ اور عملہ نے اُن کو پورا اسکول دکھلایا (سلائیڈ نمبر ۲) اُنہوں نے پہلے عمارت کو دیکھا اور پھر دو اونچے درجہ کے ۵۰ لڑکوں کا جسمانی معائنہ کیا۔ اُن کی جانچ کر کے ڈاکٹر صاحب نے بابو بھولا ناتھ سے کہا کہ آپ کے لڑکے جسمانی لحاظ سے پڑھنے کے قابل نہیں ہیں۔ (سلائیڈ نمبر ۳) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ صحت دماغ کے لئے جسمانی صحت ضروری ہے اِن دو درجوں میں ۵۰ لڑکے ہیں اور ان میں اکثر میں عیب ہیں کسی کی بینائی خراب ہے کسی کو جلدی بیماری ہے یا آنکھ میں کیچڑ ہے یا سینہ کی کمزوری ہے یا ناک یا مُنہ گندھ ہے۔ بینائی کی خرابی تو اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ روشنی کے رُخ بیٹھتے ہیں جس سے آنکھ پر بہت زور پڑتا ہے۔ رات کو خراب روشنی سے پڑھنے کی وجہ سے بھی یہ عیب ہو جاتا ہے۔ (سلائیڈ نمبر ۴) آنکھ میں کیچڑ ناک اور منہ کی گندگی اور جلد کی بیماریوں کی وجہ یہ ہے کہ بدن کی صفائی کا خیال نہیں کیا جاتا (سلائیڈ نمبر ۵) سینہ کی کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ لڑکے جُھک کر بیٹھتے ہیں اور سیدھے نہیں رہتے۔ (سلائیڈ نمبر ۶) اگر آپ واقعی ترقی دینا چاہتے ہیں تو بہتر ہوگا کہ آپ ذیل کی باتوں پر عمل کریں

(۱) روز صبح کو اسکول سے پہلے سب لڑکوں کو صف میں کھڑا کیجئے۔ درجہ کے اُستاد یہ دیکھیں کہ لڑکے روز نہاتے ہیں اور اُن کے کپڑے صاف ہیں۔ جلد آنکھ، ناک اور منہ صاف ہیں۔ اور اُن کے چیچک کا ٹیکہ لگا ہوا ہے۔ (سلائیڈ نمبر ۶) جو صاف نہیں ہے اُس کو اسکول کے اندر داخل ہونے سے پہلے صفائی کر لینی چاہیئے۔ (سلائیڈ نمبر ۸) جن کے ٹیکہ نہیں لگا ہے اُن کو فوراً ٹیکہ لگوا دینا چاہیئے۔ (سلائیڈ نمبر ۹)

(۲) درجوں میں لڑکے اس طرح بیٹھیں کہ دروازے اور کھڑکیاں اُن کے بائیں جانب ہوں۔ (سلائیڈ نمبر ۱۰) اور اگر اُن کو اچھی روشنی نہ مل سکے تو رات کو نہ پڑھنے دینا چاہیئے۔

(۳) لڑکوں کو سیدھے بیٹھنا چاہیئے۔ جھک کر نہیں (سلائیڈ نمبر ۱۱)

(۴) لڑکوں کو کم سے کم نصف گھنٹہ روز ورزش کرنی چاہیئے (سلائیڈ نمبر ۱۲)

(۵) آپ کو کوشش کر کے کھیل کے میدان۔ پاخانوں اور پیشاب خانوں کو محکمۂ تعلیم کے قواعد کے مطابق بہتر بنانا چاہیئے (سلائیڈ نمبر ۱۳)

(۶) اگر کسی لڑکے میں کوئی عیب یا بیماری ہو تو اُس کو ڈاکٹر صاحب کے پاس فوراً بھیجنا چاہیئے (سلائیڈ نمبر ۱۴)

(۷) آپ اپنے اسکول کا معائنہ ڈاکٹر صاحب سے باقاعدہ کرایا کیجئے (سلائیڈ نمبر ۱۵)

اگر آپ کو میری رائے سے کسی قسم کا اختلاف ہو تو کرا اسکول کے ہیڈ ماسٹر سے پوچھئے۔ اُن کے اسکول کا نتیجہ آج کل اس وجہ سے اچھا ہو رہا ہے کہ اُنہوں نے میری صلاح پر جو کئی برس ہوئے میں نے اُن کو دی تھی عمل کیا ہے۔

بابو بھولا ناتھ اس اسکول کے ہیڈ ماسٹر سے ملے۔ اُنہوں نے نہایت زور کے ساتھ رائے دی کہ ڈاکٹر صاحب کی ہدایت پر عمل کیا جائے (سلائیڈ نمبر ۱۶) بابو بھولا ناتھ نے تب یہ ہدایتیں صادر کیں۔

اُستاد اس بات کے ذمہ دار ہوں گے کہ:-

(۱) صرف صاف ستھرے لڑکے درجوں میں بیٹھیں جن کے چیچک کا ٹیکہ لگ چکا ہے۔

(۲) سب لڑکے سیدھے بیٹھیں کوئی جھک کر نہ بیٹھیں۔

(۳) لڑکے اس طرح بیٹھیں کہ روشنی اُن کی بائیں جانب سے آئے۔

(۴) لڑکے روزانہ نصف گھنٹہ کھیل کھیلیں یا ورزش کریں۔

(۵) جو لڑکے بیمار ہوں اُن کو ڈاکٹر صاحب کے پاس فوراً بھیج دیا جائے۔ بابو بھولا ناتھ نے اسکول کا ایک طبی رجسٹر بنایا اور پھر بہت جانفشانی سے بڑے بڑے لوگوں سے چندہ جمع کیا جس سے اسکول کھیل کے میدان اور صحت عامہ کے لئے اور چیزوں کی درستی کی جا سکے اور ایک ڈاکٹر مقرر کیا جا سکے (سلائیڈ نمبر ۱۷)۔ بہت محنت کے بعد نصف خرچ کے لئے روپیہ جمع کر لیا اور پھر سرکار کی فیاضی سے باقی نصف بھی مل گیا (سلائیڈ نمبر ۱۸)

یہ اسکول اب ہائی اسکول کے درجہ تک پہنچ گیا ہے (سلائیڈ نمبر ۱۹) اور ممالک متحدہ کے اسکولوں میں بہترین اسکول بن گیا ہے۔ بابو بھولا ناتھ اب بہت خوش ہیں (سلائیڈ نمبر ۲۰)

شذرات

ہنری فورڈ اپنی عزیز اور قیمتی زندگی کا مابقی حصہ اور اپنی گاڑھی کمائی میں سے تقریباً دس کروڑ پونڈ اپنے مادر وطن کے ہونہاروں اور نونہالوں کی تعلیم و اشاعت تعلیم پر صرف کرنا چاہتے ہیں اور حسب ذیل الفاظ میں انہوں نے اپنے نیک کام اور مبارک مقصد کا اظہار کیا ہے۔

"میں امریکہ کے نوجوانوں کے لئے وہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہوں اور کرنا چاہتا ہوں جس سے دنیا میں وہ کارآمد بن سکیں اور ایک کارآمد زندگی گزاریں اور معاشرہ (سوسائٹی) کا یہ اولین اور اہم ترین فریضہ ہے کہ وہ ان (نوجوانوں) کو اس طرح تعلیم دے کہ وہ ایک مفید اور کامیاب شہری بنیں۔ اور میری حد تک میں اپنی بقیہ زندگی کا عملی حصہ ملک کی تجارت، مدارس اور تعلیم کے لئے وقف کرتا ہوں حصول مقصد کے لئے میں اپنا روپیہ اپنے ہی طریقہ پر لگانا چاہتا ہوں جس کے لئے میرے پاس ایک معین اور مقرر لائحہ عمل ہے" اس کے بعد وہ کہتے ہیں:۔

"ہر شخص کو چاہئے کہ وہ کچھ نہ کچھ ہنر سیکھے اور ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی ایسی چیز ہونی چاہیئے جس پر وہ تکیہ کر سکے اور جس پر وہ اپنے آپ کو مشغول رکھ سکے تاکہ ان کا آلام اس کے پاس پھٹکنے نہ پائیں۔ میرا خیال ہے کہ ہر صنعتی مدرسہ میں ایک فنی شعبہ (ٹکنیکل اسکول) بھی ہونا چاہیئے جہاں اگر صحیح طریقہ پر تعلیم ہو تو تعلیم پانے کے بعد ہر لڑکا جو اس ارادہ سے تعلیم پاکر نکلے کسی کمپنی یا کارخانہ میں جاکر یہ کہہ سکے کہ وہ فلاں خاص کام میں کافی مہارت رکھتا ہے اور اس فن میں اپنے فرائض بحسن و خوبی اور خصوصی مہارت کے ساتھ انجام دے سکتا ہے"۔

"میں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ ہم اس قسم کی کتنی درسگاہیں قائم کر سکیں گے۔ مگر اتنا

ضرور رہے کہ ان میں چند ادارے بہت بڑے اور وسیع ہوں گے اور یہ سب بلا امداد غیر چلائے جائیں گے۔ نیچے کے درجوں میں صرف درسی تعلیم دی جائیگی اور جو ہی طلبہ پیشہ ورانہ اور فنی تعلیم کے لئے تیار ہو جائیں گے ان کو کسی نہ کسی فن میں لگا دیا جائے گا۔"

"ان اداروں میں ہر قسم کی پیشہ ورانہ تعلیم مفت دی جائے گی اور تمام فنون سکھائے جائیں گے اور جب طلبا طیلسان بن کر نکلیں گے تو نہ صرف ان کی تعلیم اچھی بنیادوں پر قائم ہوگی بلکہ کسی نہ کسی شعبہ تجارت میں بھی ان کو کافی مہارت حاصل رہے گی جس کی مدد یا وساطت سے وہ اپنے جسمانی و دماغی قوا کو فوراً ہی عملی جامہ پہنا سکیں گے۔ ہر طالب علم کو لین دین اور خرید و فروخت سکھائی جائے گی وہ ایک اچھا تاجر بننے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا مکینک بھی ہوگا۔"

موصوف کو روپیہ جمع کرنے اور وہ بھی روپیہ کی خاطر کوئی دلچسپی نہیں۔ آخر میں صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"درحقیقت روپیہ پیسہ کوئی چیز نہیں وہ زر کے تبادلہ کا ایک معیار آپس کے لین دین کا ایک ذریعہ، باہمی مفاہمت کا ایک سبب ہے۔ اس کی قدر و قیمت اس میں مضمر ہے کہ آپ دوسروں کے لئے اس سے کیا کر سکتے اور کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔"

مولوی حمید حسین خانصاحب بی اے صدر مہتمم تعلیمات اورنگ آباد کو بوقت تبادلہ بسمت ورنگل ایک کامیاب انجمنی جلسہ نواب رضا نواز جنگ بہادر صوبہ دار کی صدارت میں دیا گیا۔ موصوف نے اس موقع پر جو تقریر فرمائی اور جو بغرض اشاعت وصول ہوئی ہے درج ذیل ہے۔

(مدیر)

مجھے نہیں معلوم کہ میں اس موقعہ پر کس طرح اپنے خیالات کا اظہار کروں اور

کچھ کہنے سے یوں بھی میری طبیعت گھبراتی ہے۔ آج تو میری پریشانی میں اور بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ میرے روبرو اس وقت کہنہ مشق مقرر صاحبان تشریف فرما ہیں۔ میں کسی مسلسل تقریر کی کوشش نہیں کروں گا۔ میں اس وقت جو کچھ اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں عرض کروں گا وہ محض ان خیالات اور جذبات کا اظہار ہوگا جو اس وقت میرے دل میں موجزن ہیں۔

پہلے میں ان خیالات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میرے دوست مولوی ساجد علی صاحب اور مولوی عبدالحفیظ صاحب نے میرے متعلق ظاہر کئے ہیں۔ میں ہرگز اپنے کو اس تعریف کا اہل نہیں سمجھتا۔ کاش ایسے مواقع پر خوبیوں کے ساتھ کمزوریاں بھی بتلادی جایا کریں تاکہ آئندہ ان کی اصلاح کی کوشش کی جاسکے۔ شاید ایسا کرنا آداب مجلس کے خلاف ہوگا۔ انسان ہمیشہ تعریف سے خوش ہوتا ہے وہ تعریف جھوٹی کیوں نہ ہو۔ اگر اس کی کمزوریاں بتائی جائیں تو ضرور اس کو ناگوار گزرتا ہے۔ ہم کو دعویٰ ہے کہ ہم تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں۔ کیا ایسی صورت میں یہ ناممکن ہے کہ کسی کی دل آزاری کئے بغیر ہم ایک دوسرے کو اپنی کمزوریوں کی جانب متوجہ کریں۔ اپنی حد تک میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنا ناممکن نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے بے حد مفید ہوگا۔ اس خیال کے تحت میں سررشتہ تعلیمات سے تعلق رکھنے والے حضرات کی طرف مخاطب ہوکر کچھ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ یہاں غلط فہمی کا اندیشہ نہیں ہے کیونکہ میں بھی اسی زمرہ میں ہوں۔ میں جن نقائص کو بیان کروں گا ان سے مجھے بھی بری ہونے کا دعویٰ نہیں ہے۔

پہلا نقص جو ہم میں موجود ہے وہ کسی اعلیٰ نصب العین کا فقدان ہے۔ جب ہمارے روبرو کوئی مقصد ہی نہ ہو جس کے حاصل کرنے کی ہم کوشش کرسکیں تو ہماری محنت سے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ ہماری مثال ایسے مسافر کی ہے جو نہیں جانتا کہ ہم کہاں جارہے ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر ایسے شخص کی سی ہے جو سواری نہیں جانتا اور چاہتا ہے کہ ایک بن سدھے گھوڑے پر بیٹھکر آگے بڑھے اس کا تصفیہ کئے بغیر کہ اسے کہاں جانا ہے

منزل مقصود نہ ہونا گویا نصب العین کی عدم موجودگی ہے۔ گھوڑا بجائے غیر تربیت یافتہ بچوں کے ہے اور سواری کا نہ جاننا تدریس کے اصول و فن سے ناواقفیت ہے۔ جب ہم ہی میں سے اکثر حضرات کی یہ حالت ہے تو کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ ہماری محنت سے اچھے نتائج پیدا ہوں گے۔ شاید بعض حضرات کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں غلط ہے اکثر مدارس یا کم از کم ایسے مدارس جنہیں اچھے ہونے کا دعویٰ ہے ان کا ایک نصب العین ضرور ہوتا ہے یعنی زیادہ سے زیادہ تعداد میں طلبہ کا کامیاب کرانا اس میں شک نہیں کہ اگر کسی مدرسہ کے طلبہ کا اوسط اچھا ہو تو یہ خیال کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اس مدرسہ میں بعض مدرسین محنت سے کام کرتے ہیں اور انہیں عمدہ نتائج کی فکر رہتی ہے مگر میری رائے میں یہ کوئی اعلیٰ نصب العین نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارے اغراض پورے ہو سکتے ہیں۔ عمدہ نتائج کا پیدا کرنا ایک نہایت آسان کام ہے اور یہ خود غرضی کے تحت انجام پاتا ہے یعنی یہ کہ حکام خوش ہوں۔ ہمارا فائدہ ہو یا لوگ تعریف کریں اچھے نتائج کا دور گزر گیا محض امتحانات میں پاس کرنے یا کرانے سے ہمارے ملک کا شمار شائستہ ممالک میں نہیں ہو سکتا یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم اچھے شہری پیدا کریں۔ جو علم کو علم کی خاطر سیکھیں۔ روشن خیال ہوں۔ اخلاق کا معیار بلند رکھتے ہوں۔ رواداری کے زرین اصول کو سمجھتے ہوں اور اس پر عمل کرتے ہوں۔ ہم سب کو اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا چاہیئے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنا کام ڈر یا خوف یا ترقی کی خاطر نہ کریں بلکہ ہم ہند میں پیدا ہوئے ہیں اور ہند کے بچوں کی تعلیم تربیت خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ہمارے ذمہ ہے میرا تو یہ ایمان ہے کہ انہی خیالات کے تحت کام کرنے والے مدرسین اپنے کام میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

دوسرا نقص جو ہمارے مدرسین میں ہے وہ تربیت کے جز کا نظر انداز کرنا ہے تربیت سے جو اثر اخلاق پر پڑتا ہے وہ ظاہر ہے مگر ایسی چیز کو ہم غیر اہم خیال کرتے ہیں۔

جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہماری زندگی کا عام معیار اخلاق گھٹتا جاتا ہے۔ جب والدین میں اس کی صلاحیت نہیں یا اس کام کے لئے وقت نہیں دے سکتے۔ تو مدرسہ ہی ایسی جگہ ہے جہاں اس کا معقول انتظام ہو سکتا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تربیت کس طرح ہو۔ میری رائے میں یہ اس وقت ممکن ہے جب سختی سے مدرسہ کے قواعد کی پابندی کی جائے۔ مدرسین ہی پابند نہ ہوں تو طلبار کو کیسے پابند کیا جا سکتا ہے اس میں شک نہیں کہ اکثر قواعد چھوٹی چھوٹی چیزوں کے متعلق ہوتے ہیں مگر تربیت کے لئے کوئی چیز چھوٹی تصور نہیں کی جا سکتی جب تک یہ غلط خیال ہمارے اور والدین کے دلوں سے دور نہ ہو جائے۔ ہمارے مدارس ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب پورا ماحول بگڑا ہوا ہو تو ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر اس کے سدھارنے کی کوشش کریں اور ارد گرد کے پست خیال سے بغیر متاثر ہوئے اپنے فرائض انجام دیں۔ اس ضمن میں اس عام ذہنیت کی جانب اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کی وجہ سے ہر ایک کوشش بے کار سمجھی جاتی ہے۔ کام کرنے والوں کو کام سے روکا جاتا ہے اور عام طور سے یہ الفاظ سنائی دیتے ہیں "اجی یہاں کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ ولایت نہیں ہے" میں نے مانا کہ یہ ولایت نہیں ہے مگر انسانی فطرت تو تمام عالم میں ایک ہے۔ انسان خواہ ولایت کا ہو خواہ افریقہ کا خواہ ہندوستان کا۔ جو چیز دوسری جگہ ممکن ہے یہاں بھی ممکن ہے۔ جو دوسرے کر سکتے ہیں وہ ہم بھی کر سکتے ہیں جو گذشتہ زمانہ میں ممکن تھا اب بھی ممکن ہے۔ دنیا وہی ہے جو آگے تھی۔ انسانی فطرت وہی ہے جو پہلے تھی۔ صرف فرق یہی ہے کہ گذشتہ زمانہ میں لوگوں کے آنکھوں کے روبرو ایسے پردے نہیں پڑے ہوئے تھے اور ان میں ایسے پست خیالات نہ تھے۔ بچے اب بھی وہی دماغ اور جسمانی و روحانی صلاحیت لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو بگاڑنے والے ہم ہیں اگر ہمارے خیالات کوتاہ اور ہماری نظر تنگ ہے تو ہم اپنی زندگی برباد کر سکتے ہیں۔ اس میں زیادہ

نقصان نہ ہوگا لیکن ہونہار بچوں کو اس وبا میں کیوں مبتلا کریں۔
غرض اس طرح کی اور بھی کمزوریاں موجود ہیں جن کا بیان وقت گذرنے کی وجہ سے نامناسب سمجھتا ہوں۔

حسب تصفیہ مجلس انتظامی انجمن اساتذہ مدرسہ وسطانیہ مومن آباد کا ایک معاشرتی جلسہ بیرون آبادی ایک باغ میں منعقد کیا گیا۔
حسب پروگرام صبح ہی سے اساتذہ صاحبان جمع ہونے لگے تھے۔ پکوان کے کڑھاؤ چڑھ گئے تھے۔ لکڑی جمع کرنا آگ جلانا۔ پانی کا انتظام فرش بچھانے اور چٹنی کی کیریاں جمع کرتے کرتے دس بج گئے۔ اس وقت تک مجمع بھی خاصا ہوگیا۔ باغ کی وسیع باؤلی میں پیراکی شروع ہوئی۔ کہنہ مشقوں کا کنارے سے پانی میں کودنا۔ پانی کے ہچکولوں کے ساتھ نوآموزوں کا ہچکولے کھانا۔ خالی از لطف نہیں تھا۔ ساڑھے بارہ بجے مسلمان اساتذہ نے نماز جمعہ کی تیاری کی نماز سے فراغت پاکر کھانے کی تیاری شروع کی۔ ہندو اساتذہ کے ساتھ مسلمانوں نے پھر ایک مرتبہ اشنان کیا۔ سب کے سامنے بھوجن پروسا گیا۔ فرش زمین پر برہمنی چوکوں اور پتوں کے ساتھ ساتھ اسلامی دسترخوان بھی بچھا۔ کھانوں کے اقسام اور افراط دیکھنے اور کھانے سے تعلق رکھتے تھے باسوندی کا مزہ بھی کچھ نرالا تھا۔ ہر کس کے لب بندہ گئے تھے۔ مگر کھانے کے ساتھ ساتھ باتوں کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے۔ کم خوراک حضرات بھی بسیار گوئی کے ساتھ ایسے شکم سیر ہوتے ہیں۔ کہ پھر شیروانی کندھے پر ہی ڈالنے کی نوبت آتی ہے۔
بعد نماز عصر اس مشغلۂ سیر و تفریح کا سنجیدہ پہلو شروع ہوا۔ مسٹر رامچندر راؤ نے تحریک۔ و مسٹر وشوناتھ راؤ نے مسٹر پنگلے کی صدارت کی تائید کی۔ موصوف نے بجائے کرسی صدارت کو زینت بخشنے کے اس سودیشی اصول پر عمل کیا۔ کہ صدر ہر جا کہ نشیند

صدر است۔ ورآپ نے فرش خاکی پر بیٹھے بیٹھے ہی تھوڑی سی انکساری اور مختصر سی تمہید کے بعد آج کے مقرر مولوی عبدالجبار سبحانی کو اس عنوان پر تقریر کرنے کی اجازت دی۔ اساتذہ صاحبان کے واسطے تعطیل کا بہترین مصرف کیا ہونا چاہیئے۔

اساتذہ کے مجمع میں کسی مدرس کا اپنے علمی تجربے بیان کرنا کس قدر دلچسپ ہوگا ظاہر ہے ماضی کے تجربات آیندہ کے لئے مشورہ۔ اور تعلیم و تدریس میں ترقی کے وسائل پر ایک پرمغز تقریر ہوئی۔ مقرر نے مدرس کو اپنی ذاتی قابلیت میں اضافہ کرنے اور تعلیم کا مشغلہ ہمیشہ جاری رکھنے پر زور دیا۔ اور بتایا کہ مدرس کے واسطے سب سے زیادہ تسکین دہ بات یہی ہے۔ کہ مدرس عمر بھر طالب علم رہتا ہے۔ اور یہ نعمت سوائے مدرسین کے دوسرے سررشتہ کے ملازمین کو میسر نہیں۔ فرصت کے اوقات میں اور اس وسیع تعطیل کے زمانے میں اساتذہ صاحبان کو آیندہ سال بچوں کو تعلیم دینے کے اچھے طریقوں پر غور کرنا چاہیئے۔ اور تعلیم دینے کے ایسے ذرائع اور وسائل اختیار کرنے چاہئیں کہ رفتہ رفتہ مدرس اپنے فن کا ماہر ہو جائے۔ تقریر کے خاتمہ پر جناب صدر نے وقت کی قلت کی وجہ سے دوسرے مقررین کو تقریر کی اجازت نہیں دی۔ اور افسوس ظاہر کیا کہ اس دلچسپ مضمون پر ہر شخص تقریر کرنے کا متمنی نظر آتا ہے۔ مگر افسوس کہ وقت کم۔ اور کام بہت ہے۔ جناب صدر نے اس کے بعد حضرت اختر کو نظم پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ نظم کے متعلق کچھ کہنا بے سود ہے موقع و محل کے لحاظ سے اس کی خوبی کا ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مگر پڑھنے کا طریقہ اور حاضرین کی واہ واہ کے نعرے دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت اختر اس نواح کے مشہور کہنہ مشق شاعر ہیں جن کی طبیعت کو شاعری سے فطری لگاؤ ہے۔ موصوف نے (۲۱) اشعار کی طویل نظم لکھی ہے۔ جس میں سے بلا کسی خاص انتخاب کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

نظم

سیر و تفریح سے ہوتی ہے مسرت پیدا — دل کو ہوتی ہے خوشی روح کو راحت پیدا
کہیں کوئل کی صدا جی کو لبھا جاتی ہے — راگ شاما بھی کہیں اپنا سنا جاتی ہے
دیکھ سایہ کو وہاں دھوپ بھی محجوب رہے — ایسا منظر ہو کہ ہر طرح سے مرغوب رہے
الغرض ایک چمن میں گئے احباب تمام — تھا مسرت کا مہیا جہاں اسباب تمام
لطف اندوز کہیں باد صبا کے جھونکے — راحت افروز کہیں سرد ہوا کے جھونکے
آج آزاد ہیں۔ کچھ خوف طبیعت میں نہیں — سیر و تفریح میں ہیں۔ رعب صدارت میں نہیں

نظم کے خاتمہ پر جناب صدر نے خاص طور پر نظم کی تعریف فرمائی۔ اور پورے دن کے مشاغل پر مختصر سا تبصرہ کیا اور بجا طور پر فرمایا۔ کہ ایسے جلسوں سے اتحاد و یگانگت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مدرسین کے جوش عمل میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ موصوف نے اس بات پر بہت زور دیا۔ کہ ایسے جلسے اکثر و بیشتر ہوتے رہیں۔ تو بہتر ہوگا۔ ناچیز معتمد نے ناظرین کا شکریہ ادا کیا۔ کہ جلسہ معاشرتی کو کامیاب بنانے میں سب حضرات نے غائت دل چسپی کا اظہار فرمایا۔ خاص طور پر مسٹر چنتامن راؤ جی نے نہایت جانفشانی اور محنت سے باسوندی یعنی دودھ کا میٹھا تیار کیا۔ و نیز نو آموز تیرنے والے حضرات کی جانب سے اپنے کہنہ مشق بھائیوں کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان حضرات نے ماہرین فن کی حیثیت سے تیرنے کے عملی اسباق بہت اصرار اور سخت کاوش کے ساتھ دئے۔ مگر اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اسباق حاضرین کے واسطے کیسے ہی دل چسپ اور باعث تفریح کیوں نہ ہوں لیکن نو آموزوں کیلئے ہمت شکن اور صبر آزما ضرور تھے۔ اخیر میں مجھے امید ہے کہ تیرنے کے ان اسباق کا سلسلہ آیندہ بھی ضرور جاری رہے گا۔

مدرسہ تحتانیہ گٹے پلی تعلقہ عثمان نگر ضلع کریم نگر کے بڑے ہال میں شب کے ۸ بجے

علہ تقسیم انعامات ذیلی ٹورنمنٹ بصدارت جناب مولوی غلام علی صاحب خطیب منعقد ہوا۔ پبلک کثیر تعداد میں شریک جلسہ ہوئی۔ قصبہ ہذا میں اس سے قبل کبھی ایسا بڑا جلسہ نہیں ہوا۔ جلسہ کے آغاز میں حمد باری و ترانہ دکن کمسن طلباء نے نہایت خوش الحانی سے پڑھا۔ اس کے بعد ساتذہ اور مولوی سید سعادت حسین صاحب۔ اور مولوی خواجہ الفت حسین صاحب کی تقاریر ہوئیں جن میں انہوں نے تعلیم کے فوائد نہایت وضاحت سے بتلاتے ہوئے رعایا کو اپنے اپنے لڑکے روزانہ مدرسہ بھیجنے کی ترغیب و تحریص دی۔ من بعد محمد غوث صدر مدرس نے جاپان کے طلباء اور رعایا کی حب الوطن و شاہ پرستی اور یکجہتی کے واقعات بتلاتے ہوئے رعایا کو مقصد تعلیم اور حاضری میں مدرسہ کا ہاتھ بٹانے کی استدعا کی۔ اور مدرسہ میں گھڑی اور گھنٹہ کی عدم موجودگی سے تعلیم کی باقاعدگی میں جو رکاوٹ ہے تشریح کر کے گھڑی اور گھنٹہ کے لئے چندہ کی تحریک کی چنانچہ مولوی سید امام صاحب کی سعی سے مبلغ (۱۵۰) روپیہ کے چندہ کا وعدہ ہوا۔ بعد ازاں جناب صدر نشین صاحب نے اپنے دست مبارک سے ان طلباء کو (جو سلطان آباد جا کر ذیلی ٹورنمنٹ میں فٹ بال۔ لون بال۔ جونیر میچ کی دوڑ۔ سینیر میچ کی دوڑ اور سوگز کی دوڑ میں جیت کر کامیاں سلیٹ چاقو کتب حاصل کئے تھے) تقسیم فرما کر طلباء کی حوصلہ افزائی کے لئے مختصر سی تقریر فرمائی۔

جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ اعلیٰ حضرت بندگان عالی۔ شہزادگان بلند اقبال اور شہزادیان فرخندہ فال کی ترقی عمر و دولت اقبال و جاہ و جلال کی دعا پر ختم ہوا۔

مدارس حلقہ کہم کی صنعتی نمائش گیمس و اسپورٹس کا انعقاد بہ سرپرستی مولوی سید شرف الدین صاحب قادری بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ناظر مدارس حلقہ کہم۔ بمدرسہ تحتانیہ مدہرہ عمل میں لایا گیا۔ مدرسہ و احاطۂ مدرسہ رنگین جھنڈیوں اور بیرقوں سے سجایا گیا حسب پروگرام ہر روز صبح ۶½ تا ۸ بیڈمنٹن۔ شام ۴½ تا ۶ فٹ بال ٹیمس نے مقابلہ کیا۔ ۸ تا ۱۰ گیمس و اسپورٹس

ہوتے رہے۔ ۱۴ تا ۱۹ پبلک کو صنعتی اسباب کا معائنہ کروایا گیا۔ پبلک نے ازراہ قدردانی اہل مدارس کے ہاتھوں کی بنی ہوئی بہت سی چیزوں کو خرید فرمایا۔ فروخت شدہ اشیاء کی قیمت کا تخمینہ (۵۰) روپیہ سکہ رہے۔

ایک دن زنانہ نمائش کے لئے مختص تھا۔ بوائے اسکوٹس مدرسہ مدہرہ نے زنانہ نمائش کا بخوبی انتظام کیا۔ گیمس و اسپورٹس میں قابل ذکر فٹ بال اور بیڈمنٹن فینل ہے فٹ بال میں مدرسہ تحتانیہ مدہرہ کے طلبہ فسٹ اور مدرسہ تحتانیہ محلہ دمنان کھم کے سکنڈ آئے۔ بیڈمنٹن میں مدرسہ تحتانیہ ایشورا پیٹھ کے طالب علم فسٹ اور مدرسہ تحتانیہ کلور کے سکنڈر رہے۔

تقسیم انعامات کا جلسہ بصدارت عالی جناب مولوی ملا عبدالباسط صاحب (ناظم حصہ ضلع عدالت منصفی تعلقہ مدہرہ) منایا گیا۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن مجید کے ساتھ عمل میں آیا۔ قرأت محمد عبدالرزاق صاحب مددگار مدرسہ تحتانیہ مدہرہ نے پڑھی۔ بعدہٗ حضار مجلس (جن کی تعداد بشمول طلبائے مدارس تقریباً پانچ سو تھی) سے چند حضرات نے اُردو تلگو میں تقاریر فرمائیں۔ اور بانی جلسہ نے دوران تقریر میں صنعتی تعلیم کے فوائد پر روشنی ڈالی اور مدرسین کی کارگزاری طلبا کی دلچسپی کا اظہار فرماتے ہوئے عہدہ داران مقامی کی معاونت کا شکریہ ادا کیا۔ ازاں بعد صدر نشین صاحب نے ایک بسیط اور زرین تقریر سے حاضرین جلسہ کو محظوظ فرمایا و نیز پبلک کے سامنے اس امر کا بہترین پیرایہ میں اظہار فرمایا کہ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ تربیت جسمانی اور عملی (صنعتی) کام کی سخت ضرورت ہے۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے جلسہ کی کامیابی کے لئے جو اہتمام و انتظام مدرسین مدرسہ مدہرہ نے عمل میں لایا اُس پر اظہار اطمینان فرماتے ہوئے بانی جلسہ کی کامیابی پر مبارکباد دی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت حضور پرنور و صاحبزادگان بلند اقبال و صاحبزادیان فرخندہ فال کی صحت و سلامتی و ترقی عمر و اقبال و جاہ و جلال کی دعا مانگی گئی۔

مدرسہ تحتانیہ درجہ اول واڑونہ ضلع ناندیڑ کی انجمن اساتذہ کا ماہواری جلسہ بصدارت جناب مسٹر ولونپٹ صاحب ناظر درجہ دوم منعقد ہوا۔ جدید طریقۂ تعلیم اور طرز تدریس سے ٹی اے کے لئے مدرسین دیہات وچند معززین قصبہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا حمد و پرارتھنا کے بعد مدرسہ کے بچوں نے چند دلچسپ اور نتیجہ خیز مکالمے کئے۔

مسٹر وینکٹیش راؤ صاحب مدرس مدرسۂ ہذا نے جماعت دوم کو زباندانی کا سبق پڑھایا بعد اختتام سبق مدرسین نے سبق پر تنقیدیں کیں۔ صدر مدرس مدرسہ نے اس قسم کے اسباق سے جو فوائد مترتب ہوتے ہیں شرح وبسط سے بیان فرمائے۔ جناب صدر نشین صاحب جلسہ نے قدیم وجدید طرز تعلیم کا موازنہ فرماتے ہوئے آج کے سبق کے معائب ومحاسن ظاہر فرمائے۔ اور مدرسین کی رہنمائی کے لئے فن تعلیم وغیرہ سے متعلق اپنے تجربات نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمائے۔

مدرسہ تحتانیہ درجۂ اول قصبہ مرکھل تعلقہ ویگلور ضلع ناندیڑ کا نواں سالانہ جلسہ زیر صدارت عالیجناب مولوی کریم احمد خاں صاحب بی۔ اے۔ یم۔ ٹی مہتمم تعلیمات ضلع ناندیڑ ٹھیک ۱۰ بجے دن کے منعقد ہوا شرکاء جلسہ کی تعداد تخمیناً چار سو سے کم نہ تھی۔ احاطہ مدرسہ کے باغیچہ کو کاغذی پھولوں سے آراستہ کیا گیا تھا اور رنگ برنگ کی بیرقیں لگائی گئی تھیں نیز موقعہ بموقعہ سنہری حروف میں خوشخط قطعات بادشاہ ظل سبحانی کی شان میں نصب تھے علاوہ ازیں دستی مشاغل میں مٹی سے تیار کردہ اشیاء نمایاں جگہ پر رکھی گئی تھیں جس سے مدرسہ رشک گلزار بن گیا تھا۔ تحریک صدر نشینی جناب مولوی محمد عبدالقادر صاحب صدر مدرس مدرسۂ ہذا نے کی اور تائید مولوی محمد علی صاحب مددگار اول و مزید تائید مسٹر کھنڈیراؤ صاحب مددگار دوم نے کی حسب تحریک عالیجناب مہتمم صاحب تعلیمات نے کرسئ صدارت کو زینت بخشی۔ پھولوں کے ہار پہنائے گئے جلسہ کا آغاز حمد اردو مرہٹی سے

کیا گیا اور ترانہ دکن طلبائے مدرسہ نے نہایت خوش الحانی سے پڑھا۔ اُردو مرہٹی میں دلچسپ مکالمے تلامیذ مدرسہ نے بڑی خوبی سے کئے جس سے حاضرین جلسہ محظوظ ہوئے من بعد مسٹر گنپت راؤ صاحب جوشی و شنکر راؤ صاحب جوشی و گرو پدا پا صاحب سوداگر و گنگا دیرا پا متعلم نیز مسٹر نگرام صاحب مددگار نے دلپذیر تقریریں کیں جس سے حاضرین جلسہ پر گہرا اثر پڑا۔ اس کے بعد جناب صدر مدرس صاحب نے مدرسہ سے متعلق مختصر سی رپورٹ پڑھی اور زمانہ صدارت ۱۳۲۹ف تا ۱۳۴۱ف تک جو طلباء کی تعداد اور نتائج امتحانات کی حالت رہی بتلائی بعد ازاں فاضل اجل عالی جناب صدر نشین صاحب نے بکمال ہمدردی مدرسین کو کتب، رسائل، اخبارات کا مطالعہ کر کے معلومات میں اضافہ کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی اور حاضرین جلسہ کی علمی دلچسپی پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے شکریہ ادا فرمایا نیز قیام مدرسہ شبینہ و انتظام تعلیم بالغان خصوصاً از قوم ارذل کی تعلیم پر اظہار طمانیت فرمایا بعد اختتام تقریر صدر جلسہ مسٹر نگرام صاحب مددگار نے زباندانی مرہٹی پر جماعت چہارم کو حاضرین جلسہ کے روبرو نمونے کا سبق دیا من بعد امتحان سالانہ میں کامیاب شدہ و نادار طلباء کو صاحب صدر نے اپنے دست مبارک سے (۱۲) کتب بطور انعام و ختم کردہ کورس جماعت چہارم کے تلامیذ کو صداقت نامہ جات تقسیم فرمایا رعایا میں سے مسمی ملنا صاحب نے (۵) روپیہ کی شرینی و مسمی گنپت راؤ صاحب جوشی و غلام محبوب صاحب سوداگر نے (۴) کتب اُردو مرہٹی بغرض تقسیم دئے۔

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرماویں

(۴) جو مضامین ناقابل متصور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۸ے) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱ے	۸ے	۸ے
۳ بار	۲ے ۸ر	۱ے ۸	۸ے ۸ر
ششماہ	۱ے	۲ے ۸ر	۱ے
سالانہ	۲ے	۱ے	۲ے ۸ر

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے۔

دفتر رسالہ المعلم

سیف آباد حیدرآباد دکن

ضروری اطلاع

برائے طلباء مدارس تحتانیہ و سطانیہ و فوقانیہ

چونکہ ٹکسٹ بک کمیٹی نے نئے سال تعلیمی سے مختلف جماعتوں اور درجوں کے کتب نصاب میں اہم تغیرات فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم نے طلباء مدارس کی سہولت کے لئے ان تمام جدید کتب کا کافی اسٹاک فراہم کرلیا ہے جس میں سے اکثر مطبع ہذا کی مطبوعہ بھی ہیں یا جن کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے خصوصاً انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے مرتبہ کل اردو ریڈریں پہلی سے ساتویں تک (جو شریک نصاب ہوئی ہیں) ان سب کی ایجنسی بھی کتب خانہ ہذا نے حاصل کرلی ہے جدید منظورہ نصاب کتب کی فہرست کتب خانہ ہذا نے طبع کی ہے یہ فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے اُمید کہ مدرس صاحبان مدارس طلباء کو خریدی کتب میں بموجب نصاب جدید ہدایات فرماکر قدیم کتب کی خریدی سے احتیاط کرنے کی مناسب تدابیر اختیار فرمائیں گے

المشتہر

سید عبدالقادر تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر

حیدرآباد دکن

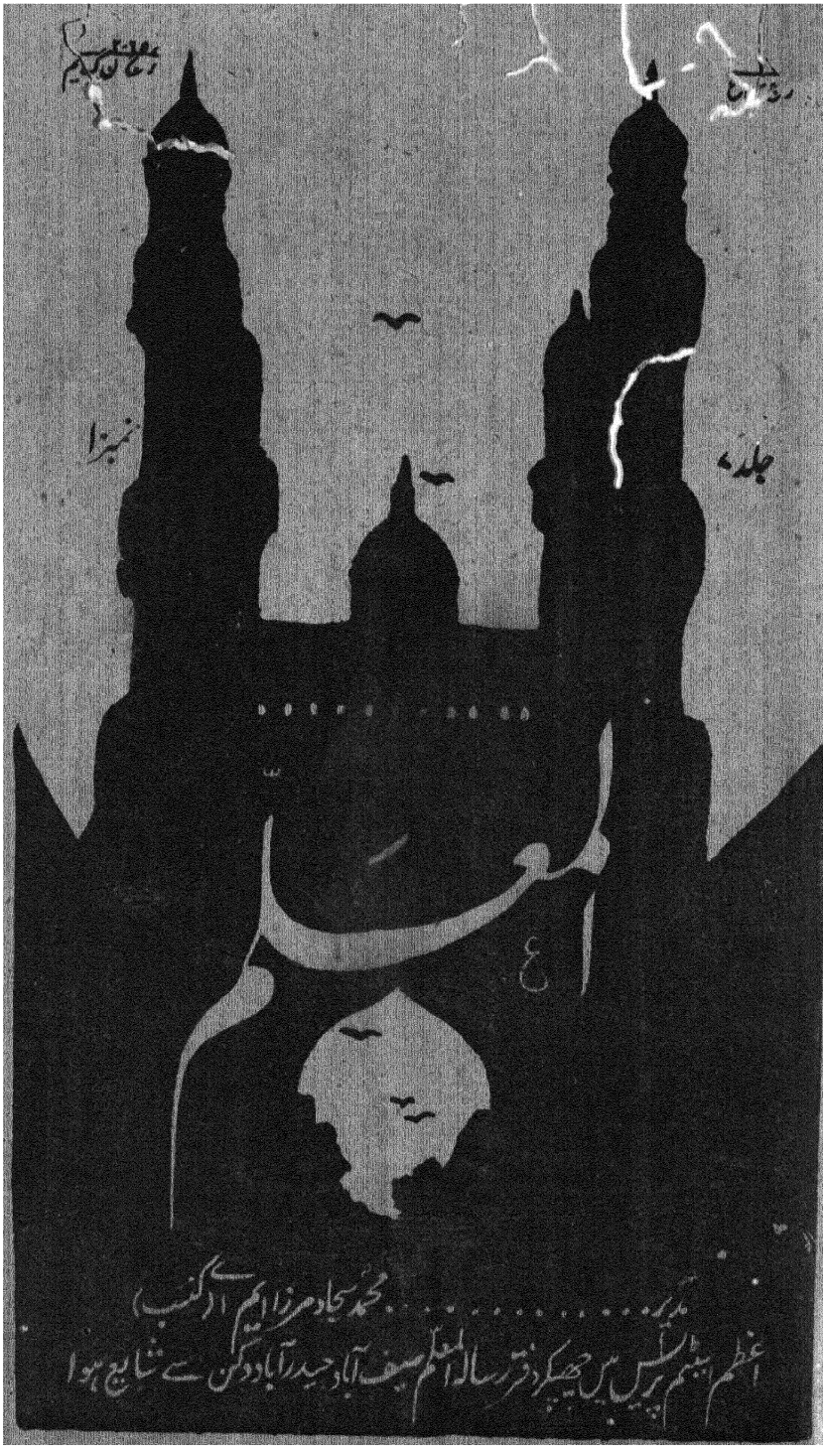
جلد ۷
نمبر ۱
المعلم
مدیر ..... محمد سجاد مرزا ایم اے (کنٹب)
اعظم پبلشنگ پریس میں چھپکر دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

مدارس کو مژدہ

مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری بی اے (آکسن) نائب ناظم تعلیمات کی معرکتہ الآرا کتاب

ڈنمارک اور اُس کا نظام تعلیم

نہایت دیدہ زیب صورت میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے بابت عالی جناب سر مہاراجہ صدر اعظم یمین السلطنت بہادر کی رائے ہے کہ اُردو زبان میں یہ کتاب اپنی نوعیت میں دلچسپ اور مضمون کی خصوصیات میں یگانہ ہے۔

متعدد تصاویر سے مرصع ہے کوئی گھر اور مدرسہ اس سے خالی نہ ہونا چاہیئے قیمت فی جلد (صرف) ۱۲

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرستِ مضامین

رسالہ المعلم

(۱) صدارت نامہ ..... نواب مرزا یار جنگ بہادر ممبر مجلس مدارت العالیہ (۱ تا ۲۳)

(۲) رپورٹ بابتہ "سائنس کا تعلق روزمرہ زندگی سے" ..... مرتبہ انجمن اساتذہ بلدہ ..... (۲۴ تا ۳۶)

(۳) رپورٹ بابتہ تربیت اخلاق طلبا ..... ,, ,, ,, ... (۳۷ تا ۴۲)

(۴) شذرات ..... مولوی محمد عبدالرحمن صاحب ضیا صدیقی صدر مدرس تحتانیہ کنوئیں تعلوئید (۴۳ تا ۴۴)

نمبر (۱۰)	ماہ شہریور ۱۳۴۰ فصلی	جلد (۷)

صدارت نامہ

یہ واقعہ ہے کہ ماہرین فن اپنے خیالات اور نظریوں میں ایسے منہمک ہو جاتے ہیں کہ بعض اوقات وہ اپنے دائرہ سے خارج چیزوں سے غیر مانوس ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کی بڑی ضرورت ہے کہ اصحاب صاحب الرائے اور صائب الرائے اپنی ضرورتوں سے ان کو واقف کرائیں تاکہ وہ یہ دیکھیں کہ اوروں کی آنکھوں میں

وہ کیسے دکھائی دیتے ہیں، نواب مرزا یار جنگ بہادر میر مجلس مجلس العالیہ عدالت کے ہم ممنون ہیں کہ وہ ایک دفعہ سے زیادہ اپنے قیمتی خیالات کو ہم پر واضح فرما چکے ہیں۔ آپ کا انجمن اساتذہ بلدہ کی سالانہ مجلس کا صدارت نامہ گو بڑی حد تک حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے صدارت نامہ کا نچوڑ تھا پھر بھی اس میں نہایت عمدہ باتیں ہیں جن پر ہم سب کو بہت غور کرنا چاہیئے۔ ہمیں توقع ہے کہ تالیفات پر انعام دینے کی بہترین تجویز کو انجمن مذکور عملی جامہ پہنانے کی جلد کوشش کریگی۔

جناب نواب صاحب ممدوح کے تعلیمی خیالات پر ہم قبل ازیں المعلم کے ماہ بہمن ۱۳۵۰ف کے پرچے میں تفصیلی تبصرہ کر چکے ہیں۔

(مدیر)

(۱) اظہار تشکر: میں اس کو اپنے لئے باعث عزت خیال کرتا ہوں کہ مجھے ایک ایسی انجمن کا صدر نشین بنایا گیا ہے جس کے اراکین نے ان لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہے جو اس ملک میں خزینہ علم انسانی کے محافظ بننے والے ہیں اور اس ملک کے خیالات و تمدن کے آیندہ رہبر و لیڈر ہونے والے ہیں۔

میرے مدرس دوستو! میں آپ کے پیشے کے متعلق اُن بہت سے فنی اُمور پر کچھ زیادہ روشنی نہیں ڈال سکتا جن کے متعلق رائے قائم کرنے کے آپ ہی اصحاب بہترین اہل ہو سکتے ہیں اور جن کی بابتہ آپ اس کانفرنس میں تحریکات پیش فرماویں گے لیکن آپ غالباً اُن والدین اور ان اہل ملک کے خیالات معلوم کرنا پسند کریں گے جن کے بچوں کو آپ تعلیم دے رہے ہیں۔ اور جو اس بات سے خوب واقف ہیں کہ آپ کی محنت کا ثمرہ کس قدر شیریں رہا ہے اور کس قدر تلخ۔

اس خطبے میں جو کچھ میں کہوں گا وہ بحیثیت والدین یا اہل ملک یا غیر ماہر فن عرض کرونگا یہ تو میں بتا سکوں گا کہ درد کس مقام پر ہو رہا ہے لیکن علاج بتلانے سے قاصر ہوں۔

اس وقت جو اظہار خیال کا موقعہ مجھے عطا فرمایا گیا ہے اس پر میں اسوسی ایشن کا شکر گزار ہوں۔

(۲) ثانوی جماعتوں کے اصول تعلیم میں حقیقی تبدیلی کی ضرورت ہے

تعلیم کے تین مدارج ہیں۔ ابتدائی۔ ثانوی اور اعلیٰ اس وقت صرف ثانوی کے متعلق میں کچھ عرض کرتا ہوں۔

تخمیناً چھ سال گزرے مجھے حیدرآباد کی ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کی عزت بخشی گئی تھی۔ اُس وقت میں نے اس بات پر بہت زور دیا تھا کہ ہمارے مُلک کی ضروریات کے لحاظ سے جو اُصول تعلیم موزوں ہو اس کو معین و مشخص کر دینے کی سخت ضرورت ہے۔ میں نے اُس وقت یہ بھی بتلایا تھا کہ موجودہ طریقہ تعلیم کس طرح رائج ہوا اور اپنا اصلی مقصد پُورا کرنے کے بعد بھی کس طرح اب تک زندہ ہے۔ میں ان تمام باتوں کو اس وقت نہیں دھرانا چاہتا لیکن اس مضمون کی اہمیت کے اعتبار سے اونہیں خیالات کا اعادہ ایک جداگانہ پیرایہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ان کوششوں کو جو سرکار اشاعت تعلیم کے لئے کر رہی ہے اُن کی اہمیت کو کم کرنا ہرگز ہرگز میرا مقصود نہیں۔ گزشتہ ۵۰ سال میں سررشتہ تعلیمات کا خرچ چند لاکھ سے بڑھتے بڑھتے اسّی لاکھ تک پہنچ گیا ہے یہ سب کچھ ہے لیکن اگر میں اُن خیالات کا اظہار کروں جن کا مجھ کو یقین ہے تو معاف فرمائے گا۔ موجودہ طریقہ تعلیم مفید اور کماؤ افراد قوم کی تعداد میں خرچ کی مناسبت کے ساتھ اضافہ کرنے سے قاصر رہا ہے۔ ہم ابھی تک تعلیم کے متعلق کوئی ایسی مستحکم پالیسی قرار دے کر اس پر کاربند نہ ہو سکے جو زمانہ موجودہ کی ضروریات کے لئے مفید ہوتی۔ ہم کو خاص قسم کے ثانوی مدارس میراث میں ملے ہیں اور اس قسم کے مدرسوں میں ہم اور اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ گزشتہ چند سال میں ہمارے ہاں کے صرف مدارس وسطانیہ و فوقانیہ کی تعداد (۱۰۹) سے (۱۵۵) ہوگئی ہے اور ان مدرسوں کے طلبا کی تعداد بڑھتے بڑھتے (۲۵) ہزار سے (۴۱) ہزار تک پہونچ گئی ہے لیکن ان مدارس کی نوعیت تعلیم میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ

جو تعلیم فوتانیہ اس وقت تک رائج رہی ہے اُس میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ جہالت کی تاریکی سے علم کی روشنی کی ایک کرن بھی بدرجہا بہتر ہوتی ہے بقول شخصے علم شے بہ از جہل شے۔ لیکن فکر معیشت جو آج دنیا میں سب کو دامنگیر ہے ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم ذرا ٹھیریں اور غور کریں کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری ثانوی تعلیم کا طریقہ بالکل بدل دیا جائے۔ اب حالت یہ ہے کہ بحیثیت ایک باپ کے میں سوچتا ہوں کہ میرے لڑکے نے میرا بوجھ کہاں تک ہلکا کر دیا۔ ایک ٹیکس دہندہ کی حیثیت سے میں غور کرتا ہوں کہ مدرسوں کے روز افزوں طلبا نے ہمارے ملک کی دولت میں کس حد تک اضافہ کر دیا۔ اور ایک کاشتکار جس کا لڑکا سرکاری مدرسے میں پڑھ رہا ہے وہ اس فکر میں پڑ گیا ہے کہ اس کے لڑکے کو جس ڈھنگ کی تعلیم دی جا رہی ہے اس سے خاندان کو یا اس کے پیشہ زراعت کو کیا فائدہ ہوا ہے۔ غرضکہ بحیثیت اہل ملک بحیثیت والدین اور بحیثیت ایک کاروباری آدمی کے اس قسم کے سوالات ہمارے دلوں میں آ رہے ہیں۔ اور ان کا جواب اطمینان بخش نہیں ملتا ہے میرا تجربہ ہے کہ ملازمت کے بارے میں بحیثیت ایک عہدہ دار کے جن اشخاص کو مجھے مایوس کرنا پڑتا ہے ان کی تعداد سال بسال بڑھتی جا رہی ہے جن تنخواہوں پر نوکری کرنے کے لئے بعض میٹرک اور ایف اے پاس رضامند ہو جاتے ہیں ان سے زیادہ تنخواہیں ہمارے باورچی اور خدمت گار پا رہے ہیں بہت سے مدبرین ملک کہتے ہیں کہ برٹش انڈیا کی موجودہ بےچینی اور شورش کے اسباب کے منجملہ نصف اسباب معاشیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ ثانوی جماعتوں کے تعلیم یافتہ اشخاص کے زبردست گروہ نے بیکاروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا ہے تو اس لحاظ سے گورنمنٹ کے لئے یہ مسئلہ اور بھی قابل توجہ ہو جاتا ہے کہ ان طلبا نے کس حد تک ملک کی قوت میں اضافہ کیا ہے اور جو روپیہ ان پر صرف ہوا وہ بہ اعتبار نتائج کہاں تک جائز تھا

اس امر کے ثابت کرنے کے لیے زبردست شہادت موجود ہے کہ اب وہ
آگیا ہے کہ ہمارے ثانوی مدارس کا عام طریقہ تعلیم بے حد بدلنے کے قابل ہے
اور اس کی ضرورت ہے کہ اس میں پیشہ کی تعلیم کے عنصر کا اضافہ کیا جائے۔ ان اُمور
میں ہم کو جرمنی سے ڈنمارک سے، اور دیگر متمدنہ ممالک یورپ سے سبق حاصل کرنا
چاہیئے۔ جو بات اب مسلمہ ہوگئی ہے اُس کو میں ضرورت سے زیادہ دوہرانا نہیں
چاہتا۔ میں ان کوششوں سے بھی ناواقف نہیں ہوں جو موجودہ ناظم صاحب تعلیمات
اس بارے میں فرما رہے ہیں۔ آپ کی ایک کانفرنس نے تعلیم پیشہ وری کے مسئلہ
پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بھی مقرر کی تھی اور اس نے ایک مفید رپورٹ
مرتب کرلی ہے لیکن پیشہ وری تعلیم کی تائید میں کوئی مستقل پالیسی نہ ہونے کی وجہ سے
رفتار ترقی جیسی کہ چاہیئے تھی ہنوز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کی رقمی گنجایش لامحدود
نہیں ہے۔ سرکار موجودہ طریقہ کے مدارس کو پہلو بہ پہلو اُن مدارس کے قائم نہ رکھ سکے گی
جن میں دولت پیدا کرنے والے افراد جدید پالیسی کے تحت تیار کئے جائیں گے۔
اس وقت بعض قدیم نہروں کو جن میں پبلک کا روپیہ چلا جارہا ہے سوکھا دینا پڑے گا
اور نئی نہریں کھودنی پڑینگی۔ توسیع تعلیم کا کام ملتوی کردینا پڑے گا اور موجودہ تعلیم گاہوں کو
خاص طریقہ پر مستحکم کرنے کا کام شروع کیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ ہم کو چند ایسے الیف اے
کی جماعتوں کو بند کرنا پڑے جو حال میں چند ثانوی مدارس کے ساتھ اضافہ کردی گئی ہیں
وہ اس لئے نہیں کہ وہ بے کار ہیں بلکہ اس لئے کہ جو نفع ان سے حاصل ہوتا ہے وہ ان
کے اخراجات کے مقابلے میں بہت گھٹا ہوا ہے۔ وہی روپیہ جدید پالیسی کے تحت
زیادہ فائدہ بخش کام میں لگایا جاسکے گا۔ جب ایک مرتبہ جدید پالیسی اختیار کرلی جائیگی
تو پھر آیندہ ہر اسکیم اور تعلیمی جدید امداد کا توازن جدید پالیسی کے معیار ہی پر کیا جائیگا۔
اگر ہم موجودہ طریقہ تعلیم کو قائم رکھیں جو سال کے سال بے کاروں کی تعداد بڑھا رہا ہے۔

تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اس مسئلہ کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیں گے جس سے ہمارے ملک کو جلد یا بدیر دوچار ہونا ہے جیسا کہ زمانہ کے علامات و قراین سے ظاہر ہے۔ اس جدید تعلیمی پالیسی سے کسی شورش کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں معلوم ہوتا ہے مجھے یقین ہے کہ اہل ملک اس تبدیلی کا خیر مقدم کریں گے۔ موجودہ اسکول بند نہیں کئے جائیں گے بلکہ ان کی اصلاح کر دی جائے گی۔ اس ترکیب سے ہم ان دروازوں کو بند کر دیں گے جو فضا کو مکدر کر رہے ہیں اور ان کی جگہ ایسے روشن دان کھول دیں گے جن میں سے تازہ اور خوشگوار ہوا داخل ہو۔ اگر گورنمنٹ کا رجحان اس پالیسی کو مناسب طریقے سے نافذ کرنے کا ہو تو میں عرض کروں گا کہ اس کو عمل میں لانے کے لئے سرگرم ماہرین فن کی ایک کمیٹی حتی الامکان جلد مقرر فرمائی جائے۔

(۳) مدرسین کو فن تعلیم کے قدم بہ قدم چلنا چاہیئے۔ گذشتہ پچاس سال میں بہت سے فنون نے باقاعدہ علمی شکل اختیار کر لی ہے منجملہ ان کے فن تعلیم بھی ہے۔ میرا تعلق قانون پیشہ طبقے سے ہے۔ اور یہ میں جانتا ہوں کہ اگر میں ہر وقت اپنے تئیں قوانین نافذہ و نظائر عدالت ہائے عالیہ سے باخبر نہ رکھوں گا تو میرا کام ناقص ہو جائیگا اور میں اپنے فرائض باحسن الوجوہ انجام نہ دے سکوں گا اور یہی حالت ہر پیشے کی ہے۔ تعلیم کے طریقوں میں بھی بہت تغیرات ہو گئے ہیں اور روز بروز ہوتے جا رہے ہیں اور بجائے زجر و توبیخ کے اب ترغیب و تشویق اصول تعلیم قرار پائے ہیں۔ چونکہ حواس ظاہری کے ذریعے سے دل و دماغ و ادراک پر زیادہ اثر پڑتا ہے لہذا انہیں حواس کے ذریعے سے تعلیم دینے کا طریقہ آج کل بہترین طریقہ خیال کیا جاتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اس کو کیوں کر عمل میں لائیں یہ استاد کی قابلیت پر منحصر ہے۔ جس طرح جسم کے ظاہری امراض کے اطبار کے لئے ضرورت ہے کہ کسی بیماری کا نسخہ تجویز کرنے سے قبل وہ تمام اعضا و جوارح کا کامل علم حاصل کر لیں۔ اسی طرح جسم کے باطنی اعضا یعنی دل و

دماغ کے کل پرزوں کے لئے بھی جو ہمارے جسم پر حکمران ہیں اور جو بہت نازک و پیچیدہ ہیں علم کے جاننے کی بڑی ضرورت ہے جس میں ان کا نظام قائم رکھ کے اصول بتائے گئے ہیں۔ میری رائے میں ایک مدرس کو کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے نہ صرف علم اجسام انسانی و علم نفسیات (فزی آلوجی و سائکولوجی) کے جاننے کی ضرورت ہے بلکہ اس کو فن تعلیم و تربیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدم بہ قدم چلتے رہنا چاہیئے۔ اس فن تعلیم کی ترقی انسان کے باطنی قویٰ کے علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ جاری ہے۔ مگر عموماً مدرسین کی یہ حالت ہے کہ ان کو اتنی استطاعت نہیں کہ فن تعلیم کے متعلق جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں اور جتنے رسالہ جات اس وقت جاری ہیں ان کو فراہم کر سکیں۔ عموماً مدرسین کے فرائض مفوضہ کے نوعیت کے مقابلے میں ان کا معاوضہ کم ہے۔ میں خیال کرتا ہوں آپ کی کانفرنس تجدید کنندہ معلومات کا ایک نصاب تعلیم تجویز کرنے والی ہے جو بلاشک حصول مقصد کے لئے بہترین تدبیر ہوگا۔ میں اتنا اور کہوں گا کہ گورنمنٹ اس کانفرنس کو ایک اچھا کتب خانہ مہیا فرمادے جو خصوصاً فن تعلیم کی کتابوں اور رسالوں پر مشتمل ہو۔ اور ان کا مطالعہ بذریعہ گشت ممبران کانفرنس کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے جو رقم منظورہ ہے وہ ناکافی ہے۔ اس کے سوا سالانہ دو انعام بھی مقرر کئے جائیں یعنی ایک انعام ہزار روپیہ کا اور دوسرا پانسو کا۔ یہ انعامات ممبران کانفرنس میں سے اُن کو دئے جایا کریں جو تعلیم پر سب سے بہتر کوئی رسالہ لکھیں۔ میرے خیال میں اس سے فن تعلیم کو بہت تقویت پہونچے گی۔

(۴) جسمانی نشوونما جب سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ علم اجسام و علم نفسیات کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ یہ امر بایہ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ بغیر جسمانی نشوونما کے دماغ کی باقاعدہ ارتقا غیر ممکن ہے۔ اس کی اہمیت تسلیم کرنے میں ہماری ریاست دوسرے ملکوں سے پیچھے نہیں ہے۔ یہاں یورپ کا کامیاب شدہ ایک استاد اس شعبہ کے لئے

مقرر کیا گیا ہے اور طلبا کی جسمانی ترقی کی دیکھ بھال کے لئے مختلف طور سے کوشش کی جارہی ہے اسکوٹ کی تحریک کو بارآور کرنے کے لئے بھی ہر ممکنہ طریقہ سے ترغیب دی جارہی ہے بہرحال اس بارے میں دو امور کی جانب میں آپ کی توجہ معطوف کرتا ہوں۔ اول یہ کہ امتحانات میں لڑکوں کی جسمانی حالت کے لحاظ سے کچھ نمبر دئے جایا کریں مثلاً ایک رجسٹر حاضری رکھا جائے جس میں کھیل اور ورزش میں شریک ہونے والوں کی حاضری غیر حاضری درج ہوا کرے یا کوئی اور تدبیر ایسی اختیار کی جائے جس سے لڑکوں کی جسمانی ترقی کا اندازہ علیٰ قدر مراتب ہو سکے اور اس کے لئے کچھ نمبر فیصدی حاصل کرنا لازم کر دیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ اس مضمون میں کامیابی کے واسطے خواہ کتنے ہی کم نمبر کیوں نہ رکھے جائیں تب بھی اس ترکیب سے جسمانی نشوونما پر بہت اچھا اثر پڑے گا۔ اگرچہ اس میں مجھے کچھ عملی مشکلات بھی نظر آتی ہیں لیکن وہ ایسی نہیں ہیں جو حل نہ ہو سکیں۔ دوسرے یہ کہ سرکاری اور امدادی دونوں قسموں کے مدرسوں میں طلبا کا معاینہ طبی لازم قرار دے دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ کوئی عملی طریقہ نقایص کے رفع کرنے کا بھی اختیار کیا جائے۔ ہمارے طلبا کی عام صحت گویا ایک قومی سرمایہ ہے۔ اس خزانے کی حفاظت یا اس کو کفایت شعاری کے ساتھ خرچ کرنے کا کون ذمہ دار ہے جس طرح ایک باپ اپنے لڑکے کی دماغی اور جسمانی نشوونما کو نظر انداز کر کے اپنی غلطی کی سزا بڑھاپے میں پاتا ہے اسی طرح ایک ملک بھی من حیثیت المجموع اپنے افراد کی دماغی اور جسمانی کمزوریوں کا دفعیہ نہ کرنے کا خمیازہ جلد یا بدیر۔ بہرحال اٹھاتا ہے۔ تاریخیں شاہد ہیں کہ قانون معاشرت انسانی کے تحت اس غفلت کے پاداش میں قومیں کی قومیں نیست و نابود کر دی گئی ہیں کسی ملک کے بچوں اور طالب علموں کی صحت اور تندرستی اس ملک کا بہترین سرمایہ ہے۔ مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری نے حال میں ایک بیش بہا کتاب زبان اردو میں تالیف فرمائی ہے۔ اس کا عنوان "ڈنمارک اور اس کا طریقہ تعلیم" ہے۔ یہ کتاب جعفری صاحب ممدوح کے یمین مشاہدات

متعلق ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ڈنمارک میں طلباء مدارس کے طبی معائنہ پر کس قدر زور دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ والدین کو اپنے بچوں کی صحت سے اتنا فائدہ نہیں ہے جتنا کہ سلطنت کو اپنی رعایا کی صحت سے ہے۔ اس قسم کے امور میں والدین اور سلطنت کے علی الترتیب خواہ کچھ ہی فرایض ہوں مگر ایک بات بالکل صاف ہے۔ وہ یہ کہ والدین چند برس میں مر جاتے ہیں اور ان تمام تکالیف سے نجات پا جاتے ہیں جو ان کی اولاد کی کمزوریوں کا نتیجہ ہوتی ہیں مگر سلطنت قایم رہتی ہے اور ان لوگوں کی جسمانی کمزوریوں کی وجہ سے جو اس کی دولت کا سرچشمہ ہوتے ہیں وہ پشت ہا پشت تک مصیبتیں اٹھاتی رہتی ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے یہاں بھی معائنہ طبی کا مسئلہ سرکار کے زیر غور ہے۔ امید ہے کہ اس پر ضرور لحاظ فرمایا جائے گا۔ میں آخر میں یہ کہوں گا کہ اگر استاد یہ چاہتے ہیں کہ ان کے شاگرد اسپورٹس میں دلچسپی لیں تو اس میں ان کو بھی اس سے بڑھ کر حصہ لینا چاہیئے جتنا کہ وہ اب تک لیتے رہے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر استاد کھیل کے میدان میں روزآنہ موجود رہے گا۔ آپ چاہے اس قاعدہ کو غیر معمولی یا ضرورت سے زاید سخت کہیں مگر آج ہمارے ملک کے افراد ارتقاد کے بہت نازک مدارج طے کر رہے ہیں۔ ہم رفتار ترقی بڑھانا چاہتے ہیں۔ اب کسی انتظار کا موقعہ نہیں ہے۔ غیر معمولی کمی کو پورا کرنے کے لئے غیر معمولی کوشش بھی درکار ہوتی ہے ٹرکی نے تعلیم کے بارے میں جو کچھ تدبیریں شروع کی ہیں اس سے میرا مقصد واضح ہو جاتا ہے۔ استادوں کے اعضاء و جوارح بھی قانون ورزش جسمانی کے اسی طرح تابع ہیں جیسے کہ طالب علموں کے تھے۔ زیادہ دلچسپی پیدا کرانے کے لئے ہم استادوں کے تقرر کے وقت کھیل میں ان کا دلچسپی لینا ایک لازمی شرط قرار دے سکتے ہیں۔ مجھے شبہ نہیں ہے کہ اسپورٹس میں جتنی زائد دلچسپی استاد لیں گے اتنی ہی ترقی ان کے

شاگردوں کے شوق میں ہوگی۔

(۵) اساتذہ وطلباء کے والدین میں تعاون واتحاد۔ بحیثیت ایک باپ کے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اساتذہ طلباء کے والدین میں اتحاد و تعاون ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ طلبہ کے سرپرست میرے اس خیال کو پسند کریں گے۔ اگر یہ ممکن ہو تو ہر دو مہینے کے بعد کوئی ایک دن ایسا مقرر کیا جائے جس میں طلبہ کے سرپرست اور مدرسے کے اساتذہ باہم مل کر بچوں کی تعلیم کی نسبت ضروری امور پر تبادلہ خیالات کیا کریں۔ اپنے بچے کے ضعیف اور قوی پہلوؤں سے واقف ہونے کے علاوہ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ایک سمجھ دار اور دور اندیش سرپرست استاد سے معلومات حاصل کر کے کوئی صحیح رائے قائم کر سکے گا کہ اوسے اپنے بچے کو بلحاظ قابلیت رجحان اور صلاحیت کے کونسا پیشہ اختیار کرانا چاہیئے۔ یہ باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق سرپرست بطور خود کوئی صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں بہت سی غلطیاں ہمارے بچوں کی زندگی تباہ کرنے کا باعث ہوئی ہیں۔ اور بہت مرتبہ ایک گول سوراخ میں چوکھونٹی کیل ٹھوکنے کی کوشش کی گئی ہے وقت ضرورت استاد کسی لڑکے کے والدین کے دل میں یہ خیال بٹھا دیں گے کہ اس بارے میں وہ اپنے بچے کی ابتدائی زندگی کی نوبت پر کوئی قطعی رائے قائم کر لیں کہ انہیں اپنے بچے کو کونسا کام سکھانا چاہیئے۔ ہر اُستاد کے پاس راز میں ایک نوٹ بک بھی رہنی چاہیئے جس میں اپنے طلبہ کی رفتار و روش اور چال چلن وغیرہ کے متعلق وہ اپنے مشاہدات کے نتائج کو درج کرتا رہے۔ اس سے بہت سی دوسری باتوں میں بھی مدد ملے گی۔ اگر استادوں اور سرپرستوں کے ایک جگہ جمع کرنے کے اصول کو سرکار منظور فرمائے تو میرے خیال میں اس سے کوئی ایسی اسکیم مرتب ہو سکے گی جس میں طرفین کی بھلائی مضمر ہو۔ اس وقت کیفیت یہ ہے کہ

لڑکا برسوں تک مدرسے میں پڑھتا رہتا ہے اس کی طالب علمانہ زندگی ختم بھی ہو جاتی ہے مگر اس کے باپ کو کبھی یہ دیکھنے کا موقعہ نہیں ہوتا کہ اس کے لڑکے کو کون تعلیم و تربیت کر رہا ہے۔ بہر حال استادوں اور سرپرستوں کے درمیان روابط پیدا کرنے کے لئے ہم کو کچھ عملی قدم بڑھانے چاہئیں۔ اور میرے خیال میں یہ کوئی ایسا دشوار نہیں ہے۔

(۶) تہذیب اخلاق | ہمارے طلبہ کی تہذیب اخلاق کا مسئلہ اسوقت تمام اہل علم اور ہندوستان کے بھی خواہوں کی توجہ اپنی طرف معطوف کرا رہا ہے۔ اور ہر شخص اس پر متفق ہے کہ ہمارا موجودہ طریقہ تعلیم ہم کو تہذیب اخلاق میں اس قدر مدد نہیں دے رہا ہے جتنی اس سے توقع تھی۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ کہ اسپورٹس۔ کھیل اور بوائز اسکوٹ کی تحریک مذکورہ بالا مقصد کی تکمیل میں بڑی حد تک امداد کر سکتی ہے۔ اور ان تحریکات کو ہر قسم کی تقویت دینی چاہیئے۔ یہ بھی سچ ہے کہ بچوں کے گھر کے اثرات کو بھی اس میں بہت بڑا دخل ہے مگر میں فی الحال تہذیب اخلاق کے صرف اس جزو کی نسبت بحث کروں گا جس کا تعلق کلاس کے باہر استاد کی ذات سے ہے۔ دینیات و اخلاقیات کی تعلیم خواہ فہرست نصاب میں شریک ہو یا نہ ہو لیکن اگر کوئی استاد اخلاق کے کچھ اصول و قواعد اپنے شاگردوں کو ذہن نشین کرنا چاہے تو اس کے لئے اس کو بے شمار موقعے مل سکتے ہیں کھیل کے میدان میں وہ سکھا سکتا ہے کہ خودداری کے ساتھ شرم و تواضع و انکساری کس طرح کام میں لائی جا سکتی ہے۔ جو لوگ کھیل میں اپنے حریف کو شکست فاش دیتے ہیں ان کی عزت کس طرح کی جاتی ہے۔ بلا لحاظ قوم و مذہب کسی شخص سے محض اس کے عمدہ صفات کی وجہ سے کس طرح محبت کی جاتی ہے۔ جماعت کے کمرے میں جب وہ کوئی ایسا سبق پڑھا رہا ہو جس کا مقصود کوئی خاص اخلاقی اصول

سکھاتا ہے تو وہ اُس کے سمجھانے میں چند منٹ صرف کر کے اچھی طرح اس کی تشریح و توضیح کر سکتا ہے۔ فرض کیجئے کہ حق اور سچائی کا بیان ہے استاد ایک سبق کے لئے کتاب بند کر کے موقع و محل کے لحاظ سے اس کے متعلق خود کچھ بیان کر سکتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس بات کی تشریح کرنے میں کہ حق کیا چیز ہے کس طرح انسان کے ہر خیال میں حق سرایت کرتا ہے۔ حق کی کیا خوبیاں ہیں۔ حق کس طرح انسانی اخلاق کو سانچے میں ڈھالتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایک اچھا استاد اپنی کلاس کو چند منٹ کے لئے محو کر سکتا ہے۔ ایک اچھا استاد اپنے شاگردوں ہی کے اہل وطن میں سے کسی کی بہادری کے کارنامے بیان کر کے اُن کو تھوڑی دیر کے لئے مسخر کر سکتا ہے۔ اس وقت میں اپنی حد سے آگے بڑھا جا رہا ہوں اور اس کوچے کا ذکر کر رہا ہوں جس سے میں نابلد ہوں یعنی تھوڑی دیر کے لئے میں اُستادوں کا استاد بننا چاہتا ہوں لیکن میں بحیثیت ایک عام شخص کے جو فن سے ناواقف ہو وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تعلیم کے طریقہ سے تہذیب اخلاق میں بہت کچھ فرق پڑ جایا کرتا ہے۔ استاد استاد میں بھی بڑا فرق ہے۔ مثلاً ایک استاد ہے کلاس میں آتا ہے۔ کتاب کھولتا ہے اور صرف اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ کسی جملے کے ان الفاظ و فقرات کے معنی اپنے شاگردوں کو سمجھا دے جو ان کی سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ اُس کو اس کی پروا نہیں ہوتی کہ اس سبق کا کیا اثر طلبہ کے اخلاق پر مرتب ہوا۔ برخلاف اس کے ایک دوسرا استاد ہے جو سبق کے منشاء و مقصد کو پیش نظر رکھتا ہے سمجھانے میں جان لڑا دیتا ہے اور زندگی کے اعلیٰ صفات کو اپنی آواز۔ حرکات۔ سکنات اور قوت بیانیہ کے زور سے شاگردوں کے دلوں پر نقش کر دیتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک استاد چند سیکنڈ میں ایک سوتے ہوئے لڑکے کو بغیر اسے چھوئے ہوئے جگا سکتا ہے اور ایک لڑکے کے ہنسوڑے

چہرے کو اپنے طریقہ تعلیم سے سنجیدگی و متانت میں مبدل کر سکتا ہے۔ بہت سے ویلوں کے ہونڈے طرز بیان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جج اجلاس پر اونگھنے لگتا ہے۔ برخلاف اس کے کسی وکیل کے پر لطف طرز اور جوشیلے لہجے سے بہت سے سوتے ہوئے جج جاگ اٹھتے ہیں۔ مہینوں میں بلکہ روزانہ استاد بتدریج اپنے شاگردوں کے دل و دماغ میں گھر کرتا جاتا ہے اور چپکے چپکے اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ شاگرد میں بہت سے ایسے اوصاف کا پرتو نظر آنے لگتا ہے جن پر اثر ڈالنے کا تہیہ استاد نے کر لیا تھا۔ ایک اچھا استاد شاذ و نادر ہی اپنے شاگردوں کے قلوب پر اپنے اخلاق کا گہرا اثر چھوڑنے میں ناکام ہوتا ہے اگر آپ استادوں کے اخلاق کا معیار اونچا کر دیں گے تو شاگردوں کا اخلاق خود بخود بڑھ جائے گا۔ اگر استاد کے اخلاق میں کمی آئی تو لڑکوں کا اخلاق تحت الثریٰ کو پہونچ جائے گا۔ میرے خیال میں ہمارے طلبہ کے اخلاق کی تہذیب کا سوال ایسا سوال ہے جو ہمارے اساتذہ کی ٹریننگ اور قابلیت کے سوال سے تعلق رکھتا ہے۔

(۷) مدرسین کا وقار بڑھانا چاہیئے۔ معلمی کا پیشہ زندگی میں ایک شریف ترین پیشہ ہے لیکن روپیہ پیدا کرنے کے نقطہ نظر سے زیادہ زرخیز نہیں ہے۔ مدرس بھی انسان ہے۔ گھر بار رکھتا ہے۔ اور اس دنیا کے افکار و مصائب کا اس کو بھی حصہ ملا ہے اگلے زمانے میں شاگرد و استاد یا گرو کا رشتہ ایسا مقدس رشتہ تھا جس کا درجہ باپ سے کسی طرح کم نہ تھا۔ ایک اعتبار سے استاد اپنے شاگرد کا مالک و آقا سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل صحیح ہو یا غلط۔ صورت بدل گئی ہے اور استاد کا وہ وقار باقی نہیں رہا ہے۔ تاہم معلمی کا پیشہ ایسا ترغیب دہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے بہترین افراد اس طرف رجوع ہو سکیں۔ چونکہ اس پیشے میں روپیہ زیادہ نہیں ملتا اس لئے میں اس تجویز سے بالکل متفق ہوں کہ مدرس کے بچوں کے لئے تعلیم میں خاص خاص سہولتیں ہونی چاہئیں۔ اس کے لئے

پراویڈنٹ فنڈ کھول دینا چاہیئے اور ہر طرح کی رعایت اس کے ساتھ ملحوظ رکھی جانی چاہیئے تاکہ وہ حتی الامکان دلچسپی کے ساتھ اپنے فرایض ادا کر سکے۔ اگر عطائے خطابات کسی کی خدمات کا اعتراف مقصود ہے یا اگر دربار اور سرکاری تقاریب میں مقام نشست سوسائٹی میں کوئی خاص امتیاز پیدا کر دیتا ہے تو میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ سررشتہ تعلیمات کے بہترین افراد کی خدمات کا اعتراف بھی اسی طریقہ سے کیوں نہ ہو۔ میری یہ بھی رائے ہے کہ اگر ممکن ہو تو تعلیم کے بارے میں ان کو اُس سے بڑھ کر آزادی اور اختیارات دینے چاہئیں۔ جتنے کہ ان کو اب حاصل ہیں۔ غرضکہ مدرسین کا وقار بڑھانے کے لئے بہت گنجائش ہے۔ مدرسین کو بھی اپنے پیشے کی نسبت وہی بلند اور شریفانہ خیال رکھنا چاہیئے جو ہمیشہ سے ہندوستان میں مشہور چلا آرہا ہے وہ یہ کہ تعلیم دینا نیکی و انسانی ہمدردی کا ایک کام ہے نہ کہ کسب معیشت کا ذریعہ۔ اگلے لوگ معلمی پر فخر کیا کرتے تھے۔ جب تک ایک مدرس کے دل میں اس قسم کے پاکیزہ خیالات جذبات موجزن نہ ہوں وہ اپنا کام اچھی طرح نہیں کر سکتا۔

(۸) تعلیم نسوان قومی نقطہ نظر سے آج کل کوئی شخص تعلیم نسوان کی قدر و قیمت کا منکر نہیں ہے۔ بے پڑھی لڑکیاں بہ نسبت ناخواندہ لڑکوں کے قوم پر زیادہ بار خاطر ہوتی ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کا سوال دراصل نصف بنی نوع انسان کی تعلیم کا سوال ہے اس کے ساتھ ہی یہ معاشیات کا بھی مسئلہ ہے۔ عورتوں کی تعلیم بغیر ہم اُن کے قوائے ذہن و عقل کے فوائد سے محروم ہیں۔ ان کو اگر باقاعدہ طور پر چلا دیا جائے اور کام میں لایا جائے تو ہماری دولت اور ذرایع آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔ اس ضمن میں ایک چیز ہے جس کی طرف میں نے ۱۹۲۵ء میں جبکہ میں حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر نشین بنایا گیا تھا اشارہ کیا تھا اگر اُس کی اہمیت کے خیال سے اس کا اعادہ میں اس وقت بھی کر دوں تو مجھے معاف فرمائے گا۔ ہماری لڑکیوں کی تعلیم ان اصول پر

نہ ہوں چاہیئے جو ہمارے لڑکوں کی تعلیم کے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری لڑکیوں کے لئے کسی مدرسہ نسوان میں سینیر و جونیر کیمبرج کے نصاب کی تعلیم کیا کام آسکتی ہے۔ شاید پانچ فیصدی لڑکیوں کے لئے وہ مفید ہو تو ہو۔ ان پانچ کی خاطر ہم پچانوے فیصدی لڑکیوں کے حقیقی فائدے کا خون کر رہے ہیں۔ ہم کو لڑکیوں کے لئے تعلیم کا دوسرا رستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ مدارس نسوان کے نصاب میں کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں لیکن ان میں اصلی ضروریات کے لحاظ سے بہت کم تبدیلیاں ہوئیں۔ میں یہاں اس مسئلہ پر زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ یہ معاملہ بڑا اہم ہے۔ اور ان عہدہ داروں کی عاجلانہ توجہ کا محتاج ہے جو اس ریاست میں سررشتہ تعلیم کے ذمہ دار ہیں۔ جہاں تک معلمات کا تعلق ہے میں صرف ایک ریمارک کرنا چاہتا ہوں۔ جو والدین کسب معیشت کے نقطہ نظر سے اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں ان کو اپنی لڑکیوں کے لئے معلمی سے بڑھ کر کوئی مفید اور شریف پیشہ نہیں مل سکتا۔ بحیثیت مجموعی ہندوستانی تعلیم کے اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ لوگ اب ضروریات زمانہ کو زیادہ سمجھتے جا رہے ہیں۔ اگر ہمارا ملک دنیا کی ترقی یافتہ و مہذب اقوام کی فہرست میں مناسب جگہ لینا چاہتا ہے تو اس پر تعلیم نسوان واجب ہے۔ روز بروز معلمات کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے اور جس تعداد میں یہ درکار ہیں ملک اتنی فراہم نہیں کر سکتا۔ وقت اب آرہا ہے کہ ہماری معلمہ خواتین اپنے حسب منشاء معاملات کو طے کر سکیں گی۔ جس قدر جلد ہماری ریاست کوئی موزوں طریقہ تعلیم نسوان اختیار کرے اور معلمات کے ذریعے سے لڑکیوں کے ٹریننگ کے لئے جماعتیں کھول دے اتنا ہی اچھا ہے۔

(۹) مدارس کی فہرست نصاب | اس بات کے بیان کرنے میں کہ مدرسوں کے لئے مختلف نصابوں کی فہرست کس طرح مرتب کرنی چاہیئے۔ میں اپنی حد سے تجاوز کر کے

آپ کے حدود میں داخل ہو رہا ہوں اور اس طرح گویا ان مضامین کے جانے کا راستہ صاف کر رہا ہوں جن کا میں ماہر نہیں ہوں لیکن مسئلہ تعلیم زمانہ گزشتہ میں بھی اکثر میرے دل میں جاگزین رہ چکا ہے اس لئے اگر اس موضوع پر میں آپ کے سامنے اظہار خیال کروں تو مجھے معاف فرمائیے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جماعتوں کے واسطے فہرست نصاب مرتب کرنے میں ہم غلط ترتیب سے آگے بڑھ رہے ہیں یعنی ہم گھوڑے کو گاڑی کے پیچھے لگا رہے ہیں۔ میں عام طریقہ کا ذکر کر رہا ہوں اگر کہیں استثنائی صورت ہو تو اس کا ذکر نہیں ہے۔ صرف ہماری ریاست میں ہی نہیں بلکہ برٹش انڈیا کے بڑے حصے میں بھی یہی حالت ہے۔ موجودہ صورت یہ ہے کہ مختلف جماعتوں کے نصاب کا وہی ایک پرانا ڈھانچ چلا آرہا ہے۔ کہیں کہیں ہم اس میں خفیف سا تغیر کر دیتے ہیں باقی طریقہ تعلیم وہی قدیم ہی ہے اور اس کی ترتیب اور پالیسی میں فرق نہیں آیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر زمانہ گذشتہ میں کوئی غلطی تعلیم کی پالیسی میں ہوگئی ہے تو وہی غلطی زمانہ مستقبل میں بھی چلی جا رہی ہے۔ ہماری ضروریات و حوائج خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر پرانا طریقہ نہیں توڑا جاتا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نصاب تجویز کرنے میں اکثر ہم اپنی اصلی ضروریات کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ میرا منشاء غالباً ذیل کی مثالوں سے زیادہ واضح ہو جائے گا۔

فرض کیجئے اولاً ہم اپنے لڑکوں کے نقایص کو سوچنا شروع کریں اور ان کے معلوم کرنے کے بعد پھر ہم ان کے علاج کا خیال کریں تو آگے بڑھنے کو یہ قدرتی ترتیب ہوگی۔ نسخہ تجویز کرنے سے پیشتر مرض کی تشخیص ہونی چاہیئے۔ اگر ہم اس طرح دیکھنا شروع کریں تو ہمارے طلبہ میں حسب ذیل عیوب نظر آتے ہیں

(الف)۔ جدت خیالات و تصورات کا فقدان اور کسی نئے کام کو شروع کرنے کی عدم قابلیت۔

(ب) مشرقی خوبیوں سے لاعلمی۔ ماضی اور ہندوستان کی معاشرت کی اصلی کیفیات سے علیحدگی کا رجحان یا الفاظ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم ان کے اصول معاشرت سے مطابقت نہیں رکھتی۔

(ج) اخلاق حمیدہ کی کمی۔

(د) جسمانی نشوونما کا انحطاط۔

(ہ) فنون لطیفہ سے (بالخصوص اپنے ملک کے) بے توجہی۔

میں نے یہ پانچ نقص صرف اپنے منشاء کو واضح کرنے کے لئے نوٹ کئے ہیں ان پانچوں نقایص کو اول ہم اپنے سامنے رکھیں پھر اس طرح نصاب تجویز کریں کہ یہ بڑے بڑے عیب دفع ہوجائیں۔ مثلاً پہلا نقص یعنی فقدان جدت خیالات کے نقص کے رفع کرنے کی غرض سے ہم کو اپنا نصاب ایسا بنانا چاہیے کہ طلبہ کو خود اپنی ترقی کرنے اور اپنے صفات ذاتی کے ظاہر کرنے اور بڑھانے کا زیادہ موقع ملے۔ ہم کو مخصوص چند کتابوں کا پابند نہ ہونا چاہیے جیسا کہ آجکل ہے اگر ہم مذکورہ بالا ترتیب سے چلیں گے تو طلبا کو پڑھاتے وقت غالباً ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ لڑکوں کی ان صفات و خواص کے ابھارنے میں زیادہ زور دیں جو ان کے دماغ کی ساخت میں ودیعت رکھی گئی ہیں اور اس کا خیال نہ کریں کہ ان کے دل میں صرف چند ایسے خیالات کا ذخیرہ جمع کردیں جن کو ان کے دماغ کبھی ہضم نہ کرسکے۔

کسی کتاب کے الفاظ و فقرات سمجھا دینے سے غالباً ایک مضمون کا لکھنا نصاب میں زیادہ وقعت رکھیگا۔ البتہ کتب مجوزہ بطور رہنما کے کام دیں گی۔ موجودہ رو کھے پھیکے نصابوں میں قومی ضروریات کے اعتبار سے قوائے انسانی کو کام میں لانے اور ان کو ترقی دینے کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے اس لئے ہم کو مختلف

نصابوں اور مضامین میں اس طرح رد و بدل کرنا پڑے گا کہ امتحان کے نتائج سے یہ پتہ چل سکے کہ ہمارے طلبہ نے ان نقائص کے رفع کرنے میں کہاں تک کوشش کی ہے۔ آج کل جس قدر انتظامی اُمور میں قابلیت کا اور کامیاب طلبہ کی تعداد کا ہم خیال رکھتے ہیں اتنا اصلی علم و تعلیم کا ہم لحاظ نہیں کرتے۔ بجائے تعلیمی قابلیت و نوعیت کے۔ ہم کامیاب طلباء کی تعداد کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ تعلیم کے بارے میں ہمارا یہ نقطہ نظر بدل دینے کے قابل ہے۔ تعلیم کا یہ منشاء نہیں ہے کہ طالب علم کے دماغ میں چند واقعات جمع کر دئے جائیں بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی انسانی ترقی کرے۔ اس طور سے ابتدائی لکھنے پڑھنے اور حساب کا نصاب مقرر کرنے میں دیہاتی زندگی کی عام معاشرت کو پیش نظر رکھنا ضرور ہے۔ دیہاتی زندگی سے طلباء کو ناآشنا رکھنا سخت نقصان دہ ہوگا۔

مذکورہ بالا نقطہ سے اگر ہم نصاب تعلیم پر غور کریں تو بعض مضامین کو خارج کرنا پڑے گا اور بعض نئے مضامین شامل کرنے ہوں گے۔ مثلاً اخلاقی عیب کی اصلاح کے لئے طالب علم کو اس کے عام طرز عمل کے اعتبار سے اور نیز استاد کی راز کی اس نوٹ بک کے لحاظ سے جس میں تمام طلباء کے چال چلن درج ہوں کچھ نمبر اسی طرح ملنے چاہئیں جیسے کہ نصاب کے دوسرے مضامین میں دئے جاتے ہیں۔ اس سے نصاب میں ایک جدید مضمون کا اضافہ کرنا مقصود ہے۔ اسی طرح ہم کو ایسی کتابیں تجویز کرنی چاہئیں جو ہمارے سامنے ہندوستان کا حقیقی موقع پیش کرتی ہوں۔ جن کے مطالعے سے طالب علم کے دل میں اپنے وطن اپنے تمدن اور اپنی تہذیب سے محبت پیدا ہو جائے۔ اگر ضرورت ہو تو ان کو قومی گیت یاد دلائے جائیں۔ حیدرآبادی مدرسے کے طالب علم کو یہاں کی قدیم عمارات کی جو شہر کے اطراف و اکناف میں پھیلی ہوئی ہیں۔ خوبصورتی و کمال کے

پہچاننے اور سمجھنے کے قابل بنایا جائے۔ چند میل کا چکر اس کی آنکھیں کھول دے گا۔ کتاب کی خشک تعلیم سے کہیں زیادہ یہ مؤثر ہوگا کہ طالب علم کو کسی دن صناعی تاریخی نقطہ نظر سے قلعہ گولکنڈہ اور سلاطین قطب شاہیہ کے مقبروں کی سیر کرائی جائے۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی سیر و گشت کو بھی نصاب تعلیم میں مقرر کر دینا چاہیئے۔ اور طالب علم کی جانچ پڑتال کے وقت یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے ذرایع سے اس نے اپنے وطن اور اپنے ملک کے کس قدر معلومات حاصل کئے ہیں۔ جرمنی میں میں نے دیکھا کہ لڑکے لڑکیوں کی جماعت کی جماعت کو اس غرض کے لئے باہر لے جا رہے تھے۔ اس سے بھی مقصود ایک مضمون کا اضافہ ہے۔ جس کے واسطے نمبر ہوں گے اور جس سے ایک خاص نقص رفع ہوگا جسمانی نشو و نما کے سوال کو بھی اس نقطہ نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے دنیا کے کسی اسکول کے طالب علم پر امتحان میں کامیابی میں اس قدر بار نہ پڑا ہوگا جتنا کہ ایک ہندوستانی طالب علم پر۔ اس محنت شاقہ کا بڑا سبب کچھ تو ذریعہ تعلیم ہے لیکن جہاں تک اس ریاست کا تعلق ہے یہ مشکل بہت کچھ حل ہوگئی ہے۔ بہرحال مختلف جماعتوں کے ترتیب مضامین اور تجویز نصاب میں ابھی بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔ تاکہ طالب علم کو اوقات درس کے بعد کھیل کود اور اسپورٹس میں حصہ لینے کے لئے کافی موقع مل سکے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ایسا طالب علم جو درجہ اول میں کامیابی کا خواہاں ہوتا ہے وہ ہمیشہ وقت کی قلت کی شکایت کرتا ہے کہ اس کو ورزش جسمانی میں حصہ لینے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اس عیب کو رفع کرنے کے لئے جسمانی قابلیت کو بھی ایک مضمون قرار دینا چاہیئے جس کے نمبر مقرر ہوں غرض کہ نصاب کے تجویز کرنے کے قبل اس کے نقایص کو پیش نظر رکھنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ بعض وہ مضامین جو اس وقت پس پشت ڈال دئے گئے ہیں وہ

صف اوّل میں جگہ لیں گے اور جو مضمون آج کل مقدم سمجھے جا رہے ہیں ان میں کے بعض موخر ہو جائیں گے۔

اس طرح اگر لڑکیوں کا نصاب مقرر کرنا ہو تو پہلے ایک مکمل ہندوستانی لڑکی کا تصور اپنے دل میں قایم کریں۔ اور پھر نصاب کو اس طرح مرتب کریں کہ وہ اس نمونے کے لئے موزوں ہو۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری موجودہ ضروریات کے اعتبار سے ایک ہندوستانی لڑکی کے لئے "علم مثلث"، "جبر و مقابلہ"، اور "تاریخ یورپ" سے واقف ہونا ضروری ہے تو ان مضامین کو بھی مقرر کیجئے۔ لیکن آپ کی رائے اگر اس کے خلاف ہو تب اس میں ضروری رد و بدل کر دیجئے۔ اب تک ہم اس بات کے عادی رہے ہیں کہ غیر ممالک کے نصاب تعلیم کی نقل کر لیا کرتے ہیں اور اپنی اصلی ضروریات و حوائج کو کافی اہمیت نہیں دیتے ہمارے طالب علموں کے خاص امراض کے لئے ہم کو خاص ادویہ کی ضرورت ہے۔ پیٹنٹ ادویہ سے اب کام نہیں چل سکتا۔ میرے خیال کا یہی وہ پہلو ہے جس نے مجھے "اخلاق" "نشو نمائے جسمانی" اور "تعلیم نسواں" وغیرہ کے متعلق متذکرہ بالا خیالات کے اظہار پر مائل کیا ہے۔ آج کل اٹلی کیا کر رہا ہے۔ وہاں کے وزیر تعلیمات نے ایک بہترین اطالوی کا نمونہ اپنے ذہن میں قایم کیا ہے۔ اس کے بعد تمام تعلیم اس طرح دی جا رہی ہے کہ اس نمونے کی تکمیل کر دے۔ آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنے ہاں کے مدرسین کا نصاب بھی بدلنے کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں قدیم نصاب سے اب قطع نظر کرنا نہایت ضروری ہے۔ پرانا سانچہ پرانے قسم کے ہی طلبہ تیار کرے گا جن پر ملک کو اطمینان نہیں ہے۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ نصاب تجویز کرنے اور تعلیم کے جدید طریقے اختیار کرنے میں جرأت و دلیری سے کام لیا جائے۔

(۱۰) انجمن اساتذہ کی اہمیت۔ ایک مستعد عاملانہ کمیشن کا انعقاد

میرے مدرس دوستو! میں تقریباً اپنے مضمون کے ہر پہلو پر بحث کر چکا۔ میں آپ کے سامنے بحیثیت ایک دوست کے آیا ہوں نہ کہ ناصح کی شکل میں بحیثیت آپ کا بھی خواہ ہونیکے میری نظر میں جو بات کھٹکی وہ میں نے آپ سے کہدی۔ جس چیز کا مجھ پر سب سے زیادہ اثر ہوا وہ تمام ہندوستان کے اساتذہ کی اپنے تئیں متحد و منتظم بنانے کی کوشش ہے۔ جس چیز سے مجھے بیحد خوشی ہوئی ہے وہ اُن کی روشن خیالی ہے کہ یہ لوگ اپنی تنظیم کے لئے ذات پات اور ملت و مذہب کی تمام قیود کو بالائے طاق رکھ کر اور قومی و ملکی ہر قسم کے تعصبات سے قطع نظر کر کے "اتحاد جمع اساتذہ ہند" کو "اتحاد جمع ایشیا" کی صورت میں تبدیل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اور کس کو معلوم ہے کہ آیندہ چل کر یہ اتحاد ایشیا کی حدود سے گزر کر عالمگیر اتحاد اساتذہ کی صورت اختیار کرلے۔ اگر موجودہ نسل کے اساتذہ کی یہی ذہنیت رہی تو دنیا اس قسم کے بہت سے ہولناک مناظر سے محفوظ ہو جائے گی جو انسانیت کی بدقسمتی سے گزشتہ ایک صدی میں تاریخ عالم ہمارے سامنے پیش کر چکی ہے۔ آپ کی موجودہ کانفرنس آخر میں اس عظیم الشان انجمن کی ایک شاخ بن جائے گی جو آیندہ کسی زمانہ میں بنی نوع انسان پر حکمرانی کرے گی۔ آپ کی آواز کے سامنے جنگجویوں کا شور و غل پست پڑ جائے گا۔ آپ کے شاگرد بھی انسانیت کی حمایت میں آپ کے ہمنوا ہوں گے اور اس طرح آپ لوگ بالواسطہ دنیا میں انسانیت کے قیام و بقا کا باعث اور امن و امان کے ضامن ہو جائیں گے۔ آج کل انسانیت کی فضا مجھے بہت ہی تاریک و مکدر نظر آ رہی ہے۔ قومی و معاشی جدوجہد کا شور و غل کوئی اچھی علامت نہیں ہے لیکن جس طریقے سے دنیا کے اساتذہ اپنی تنظیم کر رہے ہیں اس میں مجھے روشنی کی ایک جھلک دکھائی دے رہی ہے اور اسے میں اچھے آثار

سمجھتا ہوں۔ اگر دنیا کے اساتذہ تمام طلبا کو اس طرح تربیت کرنے کے لئے متحد ہو جائیں کہ وہ زندگی کی قدر ہر چیز سے زاید کرنے لگیں اور وہ رنگ و قوم و ملت کے قیود سے آزاد ہو جائیں تو اس سے بنی نوع انسان کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ اے تنظیم کرنے والو خدا کرے کہ تم اپنے ارادے میں کامیاب ہو۔ آپ کی کانفرنس کے متعلق اب ایک بات مجھے اور کہنی ہے وہ یہ کہ رزولیوشن جو آپ سال بسال پاس کرتے رہتے ہیں وہ کچھ مفید نہ ہوں گے تاوقتیکہ آپ کی مجلس عاملانہ مستعدی کے ساتھ اس پر نظر نہ رکھے کہ مدرسین کے مطالبات مناسب طور پر گورنمنٹ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں یا نہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جب تک سر اکبر حیدری صدر المہام فینانس ہیں۔ ہندوستان کی کوئی گورنمنٹ خواہ وہ حکومت انگریزی ہو یا کوئی دیسی ریاست تعلیمی اُمور میں آپ کی ریاست سے زیادہ ہمدردی اور امداد کرنے والی نہ نکلے گی۔ آپ کو گورنمنٹ کے روبرو صرف اپنا معاملہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر کامیابی یقینی ہے۔ مگر یہ سب کچھ آپ کے مطالبے اور ان طریقوں پر منحصر ہے جو آپ تحریک کرنے میں اختیار کریں۔ آپ اپنی کانفرنس کی کامیابی کا توازن حقیقی و عملی نتائج سے کیجئے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ضرورت اس کی ہے کہ آپ کی مجلس عاملہ ہمیشہ مستعدی سے کام کرتی رہے اور کبھی غافل نہ ہو۔

(۱۱) اعلیحضرت بندگانعالی کے حق میں دعا۔

اگر کوئی مورخ حیدرآباد کی تاریخ لکھنے اور وہ حیدرآباد کے موجودہ زمانے کو زمانہ رینا سنس (دور اصلاح جدید) سے تعبیر کرے تو اس میں کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔ جب وہ انتظام مملکت کے مختلف شعبوں کی ترقی کا ذکر کرتے کرتے سررشتہ تعلیمات کا تذکرہ کرے گا تو اس کو یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ اس وقت حیدرآباد میں سلطان العلوم کا خطاب رکھنے والی مقدس ہستی اپنی ذات

وصفات کے اعتبار سے فی الحقیقت اس نام سے مخاطب ہونے کی مستحق ہے اللہ تعالیٰ ان ایک کروڑ بیس لاکھ نفوس کی تقدیروں کو تادیر اس بادشاہ سے وابستہ رکھے جس نے ان کی تعلیم کی خاطر اپنے خزانوں کے منہ کھول دئے ہیں۔

رپورٹ بابت "سائنس کا تعلق روزمرہ زندگی سے"

سب کمیٹی کی یہ رپورٹ جو مضمون "سائنس کا تعلق روزآنہ زندگی سے" پر بحث کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ مدارس کے نصاب میں مطالعہ فطرت کے شریک کرنے کی اہمیت بتلائی ہے۔

مطالعہ فطرت کے مقاصد و اغراض۔ (۱) قوت مشاہدہ اور استدلال کی تربیت

(۲) طلباء کو فطرت پرست بنانا۔

(خدا کی مخلوق سے ان کی عظمت کو سمجھکر محبت کرنا زندگی کے شریف ترین مقاصد میں سے ایک ہے)

(۳) طلباء کے جبلت جو اور استفسار کا نشو و نما ہونا۔

مطالعہ فطرت کی وسعت۔ چھوٹے لڑکے غیر ذی روح مادہ میں دلچسپی نہیں لیتے اس لئے ابتدائی جماعتوں میں علم ہیئت علم حوادث سماوی اور ارضیات کا مطالعہ ترک کر دینا چاہیئے۔ مطالعہ فطرت کے باقی دو شعبے نباتیات اور حیوانیات نصاب میں داخل ہوں گے ان میں سے بھی خوردبینی خلوی اجسام ترک کر دینے ہوں گے تفصیل کے لئے منسلکہ نصاب ملاحظہ ہو۔

مطالعہ فطرت کا معلم۔ معلم سائنٹفک ٹریننگ حاصل کر چکا ہو۔ حیوانیات اور

اور نباتیات کے اُصول سے اچھی طرح واقف ہو معلم کو کتابی معلومات پر اکتفا نہیں کرنی چاہیئے بلکہ مشاہدہ کا شوق پیدا کرے اور اپنے کتابی علم کا اطلاق اطراف واکناف کے زندہ مثالوں پر کر کے اس کو ترقی دے اور لطف اندوز ہو۔

(۲) مدارس فوقانیہ میں ابتدائی سائنس کے نصاب کی ترمیم کی سفارش اور وجوہ۔ مدارس فوقانیہ اور وسطانیہ کے سائنس کے نصاب میں صرف طبیعیات اور کیمیا داخل ہے علوم فطرت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبا ان علوم سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اور یونیورسٹی میں جا کر ان مضامین کے لینے سے گھبراتے ہیں اس لئے طبیعیات اور کیمیا کے ساتھ علوم فطرت کا بھی نصاب میں داخل ہونا ضروری ہے ان علوم کی تعلیم طبیعیات اور کیمیا سے قبل ہونی چاہیئے ان کی مدد سے نہ صرف سائنٹیفک تخیل کی تربیت ہوگی بلکہ طلبا کو اعلیٰ جماعتوں میں اپنے اپنے مذاق کے لحاظ سے مضامین کے انتخاب کرنے کا صحیح موقع ملے گا انہیں اُمور نے مدراس ایچ۔ بیس۔ ایل۔ سی بورڈ کو ۱۹۲۷-۲۸ء میں متوجہ کیا اور قابل اساتذہ کی کمیٹی نے اس مسئلہ پر بحث و مباحثہ کر کے علوم فطرت کو ابتدائی سائنس کا ایک جزو بنانے کی تائید کی چنانچہ ایک نصاب تیار کیا گیا جس میں طبیعیات اور کیمیا کو گھٹا کر ان مضامین کو داخل کرنے کی گنجائش پیدا کی گئی ہے اس مرمہ نصاب کے تحت پہلا سرکاری امتحان مارچ ۱۹۳۱ء میں لیا گیا ہے اس لئے ہم طبقہ فوقانیہ کے نصاب میں حیوانیات نباتیات عضویات حفظان صحت اور فوری امداد کے شریک کرنے کی سفارش کرتے ہیں اس مطلب کو پورا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مدراس ایچ۔ بیس۔ ایل۔ بی کے نصاب کو اختیار کیا جائے۔

(۳) طریقہ تعلیم سائنس۔ سب سے پہلے طلبہ کے دلوں میں سائنس کے متعلق دلچسپی اور رغبت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اس مطلب کے لئے وہ پرانا

طریقہ جس میں سائنس کی ابتداء۔ مادہ کی تین مختلف حالتوں اوزان پیمانے اور ضوابط سے کیجاتی ہے ترک کر دینا چاہیئے۔ سائنس کی ابتداء کسی دلچسپ اور حیرت انگیز تجربے سے کی جائے تاکہ طلباء کے خوابیدہ شوق کو تحریک ہو۔ کسی اُصول کے تفہیم کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس اُصول کے متعلق کوئی کل یا کوئی چیز جو ہماری روزمرہ کی زندگی میں پائی جاتی ہو بتائی جائے اور پھر اس کی مدد سے اُصول دریافت کیا جائے تو یہ روکھا پھیکا اصول اپنے اندر ایک قسم کی دل آویزی اور کشش پیدا کرے گا اور طالب علم اس کو نہایت شوق سے سمجھنے کی کوشش کرے گا۔

عملی کام۔ عملی کام کا اصل مقصد یہ ہے کہ طلباء میں سائنس کے آلات کو مہارت اور صحت کے ساتھ استعمال کرنے کی قابلیت پیدا ہو جائے اور کم سے کم وقت میں تجربہ کر کے قابل اعتماد نتائج حاصل کر سکیں۔

ارتباط۔ تقریباً چھ مضامین کے ساتھ آسانی سے تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے

(۱) ڈرائنگ۔ دوسرے اور اشیاء کی طرح سائنس کے آلات کی شکلیں صحیح تناسب اور تشکیل کے ساتھ ڈرائنگ جماعت میں اتارنا بتایا جائے۔

(۲) جغرافیہ۔ ارضیات علم حوادث سماوی وغیرہ وغیرہ کے ساتھ نہایت آسانی سے ملایا جا سکتا ہے۔

(۳) انگریزی۔ کسی اُصول کی تفہیم یا سیر و سیاحت کیمیائی کارخانوں یا گرنیوں کے معائنہ کے بعد ان پر مضامین لکھنے کے لئے کہے جا سکتے ہیں پھر انگریزی کا مدرس زبان کے لحاظ سے اور سائنس کا مدرس مضمون کے لحاظ سے ان کی جانچ کرے تو انگریزی اور سائنس دونوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

(۴) ریاضی۔ درسی کتب کے امثلہ حل کرنے دینے کے بجائے دارالتجربہ کے نتائج اور مقادیر پر سوالات دیئے جا سکتے ہیں کیونکہ اس صورت میں دلچسپی کا عنصر

رہتا ہے۔

(۵) تاریخ۔ تاریخ کا مدرس وقتاً فوقتاً مشاہیر سیاست اور مذہب کے ساتھ ساتھ ان کے ہمعصر علماء سائنس کا ذکر کر دیا کرے تو طلباء کو دنیاوی ترقی کے مکمل حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۶) مذہب۔ قدرتی مظاہر جہلا کی سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے توہم پرستی کا باعث ہو جاتے ہیں سائنس کی مدد سے مذہب کو توہم پرستی سے پاک کیا جا سکتا ہے۔

عمدہ ارتباط کا اثر مدرس متعلقہ پر۔ ہر مدرس کو چاہیئے کہ سائنس کے ہر شعبہ سے تھوڑی بہت وقفیت حاصل کرلے اس کے بعد وہ محسوس کرے گا کہ اُس کے مضمون کے درس میں کتنی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور کس سہولت سے وہ طلباء کی غلط فہمیاں اور شبہات کو دور کر سکتا ہے۔

رپورٹ بابت تربیت اخلاق طلبا

اگر انسانی زندگی کے ماحول و ضروریات پر نظر بھی ڈالی جائے تو یہ حقیقت خود بخود ظاہر و ثابت ہو گی کہ انسان کامل حصول علم کے ساتھ تربیت اخلاق کا بھی ناگزیر طور پر حاجت مند ہے اور جب تک یہ احتیاج پوری نہ ہو اس کو اپنے مبلغ علم سے کوئی حقیقی فائدہ پہونچ نہیں سکتا چنانچہ اخلاقی تربیت سے عاری افراد کے لئے تعلیم طغرائے امتیاز ہونے کی بجائے کلنگ کا ٹیکہ ہو جاتی ہے۔ اور جب ایک نرا تربیت یافتہ شخص کسی نا تربیت یافتہ خواندہ فرد کی غیر مہذب حرکات و سکنات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے لئے یہ فیصلہ یقیناً دشوار ہو جاتا ہے کہ یہ بھی کوئی انسان ہے۔ اس ضمن میں یہ خیال بجائے خود لغو ہے کہ طلبہ کی عقل پختہ اور تعلیم موثر ہو گی تو اخلاق خود بخود سنور جائینگے کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جو زمانہ تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص و مفید ہے اسے ناموزوں اور قبل از وقت قرار دیا جاتا ہے کیا اس بین مشاہدے سے بھی اغماض کیا جا سکتا ہے کہ بدقسمتی سے جو افراد اس ناعاقبت اندیشانہ خیال کے تحت نا تربیت یافتہ رہے ہیں وہ فارغ التعلیم ہونے کے بعد بھی اخلاقی تربیت کا کوئی عمدہ نمونہ پیش نہیں کر سکتے۔ تربیت سے عاری تعلیم ایک ایسے چراغ کی مانند ہے جس کا تیل اور بتی تو فصاب تعلیم ہیں اور اس کا روشن کرنا تدریس و تفہیم کا مترادف ہے۔ مگر جب تک حباب کثافت اور گرد و غبار سے پاک و صاف نہ ہو تاریکی مبدل بہ روشنی نہیں ہو سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ جو چراغ تاریکی کو دور نہ کر سکے اس کا وجود و عدم دونوں یکساں ہے اور جس کا وجود اس کے عدم سے بہتر نہیں ہوتا اس کی حقیقی قدر و قیمت بھی کچھ نہیں ہوتی

مختصر یہ کہ جس طرح زندگی کے لئے جسم اور جان کی احتیاج ناگزیر ہے اسی طرح کامل انسانیت کے لئے تعلیم و تربیت لازم و ملزوم ہیں۔ اور ایک کے بغیر دوسرے کا وجود اس قدر موہوم و بے حس ہوتا ہے کہ اس پر ہستی کا صحیح اطلاق کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ باوجود اس لزوم کے اخلاقی تربیت کو تعلیم سے جدا کرنا جسم و جان کے باہمی رشتہ حیات کو منقطع کرتا ہے جس کا نتیجہ بجز موت کے اور کچھ نہیں۔ گویا تربیت سے عاری تعلیم کی زندگی فی الحقیقت انسانیت کاملہ کی حیات نہیں بلکہ موت ہے۔ کیا اس بے شبہ موت کو حیات سمجھنا پرلے درجے کی غلطی نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ضرورت اور شدید ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم و تربیت ایک ہی نظر سے دیکھی جائے۔ اور جب تک ایسا نہیں ہوگا نتائج تعلیم عملاً ناقص رہیں گے چنانچہ ہر سال خواندہ افراد کی تعداد میں دل خوش کن اضافہ تو ہو جاتا ہے مگر ان کے سرمایہ زندگی میں چند ادھوری معلومات اور ناپختہ قابلیت کے بے بھروسہ ضامن یعنی دو چار کاغذی اسناد کے سوا اخلاق حسنہ اور انسانیت کاملہ کا کوئی قابل قدر و لایق اعتماد جوہر موجود ہی نہیں ہوتا۔

مذہبی تعلیم۔ مذہبی تعلیم کی ضرورت و عدم ضرورت کے متعلق کتنا ہی شدید اختلاف آرا کیوں نہ ہو جب تک مذاہب قایم ہیں مذہبی تعلیم کی ضرورت بھی مسلم ہے نیز مذہب کی حقیقی تعلیم سے بے بہرہ ہو کر خود ساختہ اصول کے تحت یہ قیاس کرنا کہ مذہبی تعلیم تعصب و نفاق کی اصل اور منافرت کی موجب ہے درست نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف مذہبی تعلیم سے دیدہ و دانستہ اغماض کرنا ملک و قوم کے لئے مضرت رساں ثابت ہوا ہے۔ جس کے ثبوت میں تاریخی شہادتیں دلیل قاطع ہیں۔ جس طرح انسانی زندگی دولت علم کے بغیر بے قیمت ہے۔ اسی طرح علم اخلاق کے بغیر بے سود ہے۔ اور اخلاق کی درستی مذہبی تعلیم پر منحصر ہے کیونکہ مذہب و اخلاق

لازم وملزوم ہیں فن اخلاق میں جو امور اہم قرار دئے گئے ہیں مذہب ان سب کا حامل ہے۔ اور ماہران تعلیم کی مقاصد اخلاق سے جو مراد ہے وہ مذہبی تعلیم کے بغیر کماحقہٗ پوری نہیں ہوسکتی۔ اور یہی ایک شعبہ ایسا ہے جو حصول مقصد میں دیگر ذرائع سے نسبتاً آسان۔ موفق طبع۔ زود اثر اور مانع ہے مگر مدارس کے عدم التفات کے سبب بدقسمتی سے طلبہ بھی اس غلط فہمی میں بری طرح مبتلا ہیں کہ مذہبی تعلیم نسبتاً کچھ زیادہ اہم نہیں ہے۔ اور اس میں ناکامی مانع ترقی نہیں ہوسکتی۔ ان ہی خیالات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ مذہبی معلومات سے بے بہرہ اور اس کے عملی فوائد سے محروم ہیں۔ ایسی حالت میں مدارس کا فرض ہے کہ مذہبی نصاب اور دیگر مضامین درس کی اہمیت میں جو خط امتیاز طلبہ کے ذہن نشین ہو اس کو دور کرکے مذہبی تعلیم کی عظمت اور قدر و قیمت پیدا کریں۔ جس کی آسان اور واحد تدبیر بھی ہے کہ اہمیت و التفات میں نسبتاً اور عملاً ہر گز کمی نہ کی جائے نیز عہدہ دار معائنہ تشویق و تہدید اور باز پرس کا کوئی پہلو نظر انداز نہ کرے تاکہ طلبہ اور خود مدرسین حسب ضرورت توجہ کرنے میں تھوڑی سی غفلت کے بھی مرتکب نہ ہوں۔

مذہبی تعلیم کی اہمیت و منفعت کے مدنظر اس بات کی ضرورت ہے کہ ٹریننگ کالج کی ہر ایک جماعت کے نصاب میں مذہبی تعلیم شریک اور مشروط الامتحان قرار دی جائے تاکہ ٹرینڈ مدرس مذہبی معلومات کے ساتھ ہا اصول مذہبی تعلیم کے جدید طریقوں سے واقف ہوجائیں اور یہ موجودہ دلخراش منظر کہ ٹرینڈ اساتذہ کے لئے دیگر فنون کے ساتھ مذہبی تعلیم غیر ضروری ہے نیز مذہبی تعلیم کے واسطے ٹرینڈ مدرسین کی ضرورت نہیں جلد از جلد محو ہوجائے۔

علم و عمل کے نقطہ نظر سے مذہبی تعلیم اس حالت میں مؤثر و مفید ہوسکتی ہے جبکہ طلبہ عمل کرنے کے عادی بنائے جائیں اور ان کے عمل پر نگرانی کی جائے۔

مذہبی تعلیم صرف ایسے اساتذہ کے تفویض کی جائے جو عالم باعمل ہوں اور جن کو فرایض ادا کرنے میں تکلیف نہ ہو ورنہ "من نکردم وشما حذر بکنید" کا طریقہ بے سود ہوگا تقریباً ہر ایک مدرسہ مسلمان طلبہ کے لئے کم از کم نماز ظہر کا انتظام ہونا چاہیے۔ اگر ضروریات نماز موجود اور جگہ کافی نہ ہو تو قریب کی مسجد میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اس خصوص میں سررشتہ نہ صرف نماز کے دیرینہ وسابقہ احکام پر اکتفا کرے بلکہ دیگر تعلیمی ضروریات کی فراہمی کی طرح مصلے اور لوٹے مہیا کر کے عملی پابندی کے لئے وقتاً فوقتاً توجہ مبذول کیا کرے۔

دینیات کی مروجہ تعلیم کے فقہ اسلام کے ساتھ مسلمان قوم اور برگزیدہ بزرگوں کے سوانح اور مناسب حال قرآنی قصص بھی ضرور شریک کئے جائیں۔ اسی طرح اخلاقیات کے نصاب میں چند خشک ذہنی مضامین کے عنوانات میں کمی کر کے بلاتفریق مذہب وملت قابل فخر وتقلید ہستیوں کی زندگی کے سچے حالات وواقعات اور اخلاقی سبق آموز قصے پڑھائے جائیں کیونکہ سیرت واخلاق کو سنوارنے کا یہ بھی ایک بہترین طریقہ ہے چنانچہ گزشتہ زمانے میں جبکہ علم کی روشنی اس قدر جلوہ گر نہیں تھی بے علموں میں بھی محاسن اخلاق کے ایسے جواہر ریزے پائے جاتے تھے جو آج کل دی علموں میں بھی نظر نہیں آتے۔ جہاں اس سیرت سازی کے بہت سے اسباب ہیں وہاں ایک ناقابل تردید بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کو اپنے زمانہ طفولیت میں پراز نتائج اخلاقی قصص سننے کے مواقع بکثرت ملا کرتے تھے۔ اگر رستم کی دلاوری اور سکندر کے استقلال کے حقیقی اسباب دریافت کئے جائیں تو یقیناً بچپن میں سنے ہوئے قصوں سے ان کو نہایت ہی قریب کا تعلق ضرور ہوگا۔ اس اہمیت کے مدنظر اگر ابتدائی جماعتوں میں قصہ گوئی کی تعلیم صرف اخلاقی سبق آموز حکایات سے مخصوص کر دی جائے تو بہ یک گرشمہ دو کار کا مصداق ہوگا کہ قصہ گوئی کا مقصد بھی

پورا اور بالواسطہ درستی اخلاق کی صورت بھی خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ اسی طرح حفظ کرنے کے اشعار کے ساتھ بھی اخلاق کی قید لگا دی جائے تو غالباً خلاف ضرورت نہ ہوگا کیونکہ حافظے میں ضوابط اخلاق کا محفوظ و تازہ رہنا طلبہ کے لئے بالضرور فائدہ مند ثابت ہوگا۔

طلبہ سے بیادہ طالبات کو اخلاقی تربیت کی شدید ضرورت ہے کیونکہ کسی لڑکے کی تربیت محض ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے لیکن کسی لڑکی کا تربیت کرنا اس کے تمام خاندان کی تربیت کا مرادف ہوتا ہے۔ جب تک طالبات حسن خلق کے زیور سے حقیقی طور پر آراستہ نہ ہوں گی آغوش تربیت میں پرورش پانے والے بچے خوش خلق و نکوکار نہیں ہو سکتے۔ یہی سبب ہے کہ اکثر ذی شعور و زمانہ شناس والدین کو اس بات کی فکر کم ہوا کرتی ہے کہ ان کی لڑکیاں ریاضی یا ادب وغیرہ کی ماہر ہو جائیں بلکہ ان کی آرزو اور کوشش زیادہ تر یہی ہوتی ہے کہ محاسن اخلاق کا نمونہ اکمل ہوں تاکہ زندگی میں لازماً پیش آنے والے دور انقلاب میں خدا ترس۔ نیک نفس۔ فرمان برداری۔ راحت رسانی۔ شرم و حیا۔ خلق و مروت۔ غرض حسن معاشرت و اخلاق کی تمام صفات کاملہ سے متصف ہو کر مقصد حیات کو بدرجہ اتم پورا کریں۔ اس شریفانہ مقصد کے حصول کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ مذہبی تعلیم پر پیش از پیش توجہ کی جائے اور فقہ و عقاید کے ساتھ مناسب حال نسوانی اور قصص سے پورا استفادہ کرنے کا موقع دیا جائے تاکہ مذہبی تعلیم کا شعبہ اصل مقصد کی تکمیل میں ادھورا اور ناقص نہ رہ جائے۔

درس کا کمرہ۔ بہ دوران درس جماعت میں طلبہ کی اخلاقی تربیت کا مسئلہ نسبتاً زیادہ مشکل اور اہم ہے۔ مشکل اس وجہ سے کہ جماعت میں عموماً ایسے طلبہ کا اجتماع ہوا کرتا ہے جن کی طبائع مختلف ہوا کرتی ہیں۔ اور اہم اس سبب سے کہ طلبہ میں اخلاق کا احساس بہ طریق راست پیدا کرنے کا موقع حاصل ہوتا ہے مگر اس موقع کو بدیں وجہ

ضائع کر دیا جاتا ہے کہ نصاب تعلیم کا حجم بہ لحاظ مدت تعلیم اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ باوجود ان تھک کوششوں کے مدت مقررہ میں اختتام کی نوبت نہیں آتی اور تکمیل نصاب کی دھن کچھ ایسی لگی رہتی ہے کہ وہ دوران تفہیم میں تربیت اخلاق کی شدید ترین ضرورت کی طرف بھی متوجہ ہونے کی مہلت نہیں دیتی۔ اس میں شک نہیں کہ اس اعتراض میں تھوڑی سی معقولیت پائی جاتی ہے مگر غیر پراستخوان کو ترجیح دینی کونسی عقلمندی ہے کیا حضرات اساتذہ کی تمام قوتیں اور ساری کوششیں صرف اس ایک ادنیٰ مقصد کے لئے وقف ہیں کہ ان کے شاگرد امتحان میں کامیاب ہو جائیں اور بس اگر یہ روش اخلاقی تربیت سے قطعاً عاری ہی کیوں نہ ہوں اس موقع پر ایک عذر بے جا یہ کیا جاتا ہے کہ افسران معائنہ کنندہ بوقت معائنہ اپنی توجہ زیادہ تر نصاب تعلیم کی طرف منعطف کرتے ہیں اور اخلاقی تربیت پر کافی زور نہیں دیتے۔ ایسی صورت میں استاد کو تربیت اخلاق کی جانب متوجہ ہونے کی ترغیب یا تو ہوتی ہی نہیں یا اگر ہوتی بھی ہے تو حسب ضرورت نہ ہونے کے سبب نتیجہ خیز نہیں ہوتی۔ اس طرز عمل کی تمثیل یہ ہے کہ اگر کوئی طبیب کسی تیماردار سے بیمار کو دوا پلانے اور پرہیز کرانے کی نسبت بروقت معائنہ استفسار نہ کیا کرے تو تیماردار اپنے اٹل فریضے کو غیر ضروری تصور کر کے ٹال سکتا ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو فرائض شناس بھی کہتا ہے اور فریضہ اہم کو محض کوئی پرسان و نگران نہ ہونے کے سبب فراموش بھی کر جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طلبہ تقریباً اٹھارہ گھنٹے بیرون مدرسہ گزارنے کے بعد ایسے مقامات سے صرف چھ گھنٹوں کے لئے مدرسے میں جمع ہوتے ہیں جہاں اخلاقی ماحول نسبتاً اچھا نہیں ہوتا۔ یہ درست ہے مگر جس طرح تازہ اور صاف لطیف ہوا میں گھنٹے بھر کی تفریح تمام دن کی کثافت کو دور کر کے از سر نو تازگی پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح مدرسے کے

تھوڑے سے وقت کا اخلاقی اثر بیرونی ماحول کے مخرب الاخلاق اثرات پر غالب آسکتا ہے بشرطیکہ ایک مصلح کی طرح جس کو حصول مقصد میں قدم قدم پر دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ استاد بھی للہ کی تربیت میں پیش آنے والی دقتوں کو مردانہ وار برداشت کرے۔ مگر یہ یاد رہے کہ نصائح کا دفتر بالکل بے معنی ہوگا کہ بات بھی کھوئی
طلبہ میں تقلید کا مادہ فطرتاً ودیعت ہوتا ہے اس لئے تربیت اخلاق
یادہ مؤثر چیز استاذہ کی شخصیت اور محاسن اخلاق کا عملی نمونہ ہے۔
ت میں ضبط قایم رکھنا تربیت اخلاق کے لئے ممد و مفید ہے۔ لیکن
بعض وقت ایک تند خو سزا دہندہ استاد کی جماعت میں طلبہ کی مہذب نشست
و برخواست اور شائستہ حرکات و سکنات کا بہترین اخلاقی نمونہ دکھلائی دیتا ہے جو
دراصل دھوکے کی ٹٹی ہے جس کی آڑ میں بسا تشدد نے اخلاق کے حقیقی خط و
خال کو مسخ کر دیا ہے۔ اخلاقی ضبط کے لئے استاد کا مشفقانہ سلوک۔ شائستہ طرز تخاطب
خامیوں پر منصفانہ چشم نمائی۔ نیک افعال کی قدردانی۔ فرائض میں انہماک۔ جماعت
میں صفائی چیزوں میں قرینہ وغیرہ بہت ضروری ہیں تعلیم خواہ کسی مضمون و فن کی
ہو اگر ہر ایک استاد اپنا مضمون اخلاقی رنگ آمیزی کے ساتھ پڑھانے کی کوشش
کیا کرے تو یہ طریقہ تعلیم و تربیت دونوں کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوگا اور
اس کے سبب مدرسے میں ایک ایسی اخلاقی فضا خود بخود پیدا ہو جائے گی جو آسمان
تربیت کو چار چاند لگا دے گی۔ چنانچہ ایک ماہر تعلیم (Rousseau) کا قول ہے
کہ دماغی تعلیم کا مقصد اعظم اخلاقی تربیت ہونا چاہیئے ورنہ وہ تعلیم نہیں کہی جا سکتی۔
دارالاقامہ۔ مدرسے کے بعد اگر کوئی جگہ طلبہ کے لئے تہذیب و شائستگی کا
مسکن۔ امن و امان کا امن تعلیمی دلچسپیوں کا مرکز۔ مسرت و نشاط کا منبع شرافت
و انسانیت کا سرچشمہ۔ اور علم و اخلاق کا گہوارہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف دارالاقامہ

جہاں بلالحاظ عمر و استعداد ہر ایک ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا اور ایک ہی دھن میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ طلبہ جن کو دارالاقامہ کی زندگی نصیب ہے۔ چونکہ ان کی کوئی مصروفیت طالب علمانہ مشاغل کے دائرے سے باہر نہیں ہوتی اس لئے ایک طرف حصول علم میں دلچسپی و انہماک اور دوسری جانب دینی اخلاق کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ چنانچہ بیرونی ماحول کی کوئی غیر معمولی کشش کا کوئی برا اثر ان کی مصروفیت اور ذات پر مرتب نہیں ہو سکتا ہے۔

اپنے ہر ایک فرض کو نہایت دلچسپی۔ انہماک اور احساس کے ساتھ دیتے ہیں۔ ان کی ہر ایک ضرورت وقت پر پوری ہوتی ہے اور وہ خود بھی اپنا ہر ایک کام وقت پر کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ پھر میں یہ ممکن ہے کہ ایک بچہ پڑھنے اور دوسرا کھیل میں مصروف ہو مگر دارالاقامہ میں ایسا ہو نہیں سکتا بلکہ ایک وقت میں سب کا ایک ہی مشغلہ ہوتا ہے دارالاقامہ کی زندگی میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بری خصلت کا لڑکا وہاں داخل ہوتا ہے تو دوسروں کے عملی نمونے اور فیض صحبت سے بہت جلد نیک رو یہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں ہوتا۔ اخلاقی تربیت خود بخود حاصل کرنے کی تحریک کسی دوسری جگہ اس آسانی سے پیدا اور کارگر نہیں ہو سکتی۔ طالب علموں کے اخلاق و عادات پر گہری نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ جب گھر اور دارالاقامہ کے طلبہ مدرسے میں جمع ہوتے ہیں تو اخلاقی نقطۂ نظر سے ان میں نمایاں تفاوت پایا جاتا ہے اور تعلیمی امور میں بھی وہ ممتاز ہوتے ہیں۔ چونکہ طلبہ کا وقت مدرسے کی نسبت دارالاقامہ میں زیادہ صرف ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو اخلاقی تربیت کا زیادہ موقع نہیں ملتا ہے۔ دارالاقامہ کی کامیابی و نیک نامی ضبط۔ انتظام۔ باقاعدگی۔ نگرانی۔ صبر اور نگرانی کا فریضہ سب سے زیادہ اہم اور نازک ہے اگر کسی دارالاقامہ میں کوئی اخلاقی برائی

بڑھائے تو اُس کی پوری ذمہ داری نگرانی پر عاید ہوگی۔ نگرانکار کے انتخاب میں اخلاقی پہلو سے غور و خوض کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ نگرانکار کی حیثیت اور فرایض صدر مدرس سے کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہیں۔ مدرسے میں تو ایک سے زیادہ کئی استاد طلبہ کے اخلاقی نمونہ ہوتے ہیں مگر دارالاقامہ میں صرف نگرانکار طالب علموں کے پیش نظر رہتا ہے۔ اس لحاظ سے نگرانکار کا مجسم ہونا ہے ورنہ طلبہ کی اخلاقی تربیت کی توقع عبث ہوگی۔

جس طرح تحصیل علم کے لئے مدرسے کا قیام ضروری ہے اسی طرح تربیت اخلاق کے واسطے دارالاقامہ کی احتیاج ناگزیر ہے اور جب کہ تعلیم سے تربیت کی اہمیت کسی طرح کم نہیں ہے تو پھر شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس کے ساتھ دارالاقامہ جات کی تعداد میں بھی مناسب اضافہ کیا جائے مگر کوئی دارالاقامہ محض اس واسطے قایم نہ کیا جائے کہ طالب علموں کو کھانے پینے اور رہنے سہنے میں سہولت ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر مکان اور دارالاقامہ میں اخلاقی پہلو سے کوئی امتیاز باقی نہیں رہے گا۔

چونکہ دارالاقامے کو تربیت اخلاق سے گہرا تعلق ہے اس لئے مجلس ہذا کی رائے میں موجودہ دارالاقامہ جات کی حسب ضرورت اصلاح ضروری ہے تاکہ تربیت اخلاق کا اہم ترین مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو۔

کشافہ یعنے اسکوٹنگ۔ اخلاقی تربیت کی اہمیت و ضرورت کے مدنظر جتنی تحریکات عمل میں آئی ہیں اُن سب میں کشافہ یعنے اسکوٹنگ کی تحریک بلحاظ فواید گوناگون بہت وسیع واعلیٰ اور مبارک و مسعود ہے۔ کیونکہ اس کے تمام قوانین وضوابط در اصل اخلاق کے جواہر ریزے ہیں۔ مثلاً خدا کی بندگی مخلوق کی خدمت۔ وطن کی محبت۔ مذہب کی پابندی۔ راست بازی حق گوئی ایفائے

وعدہ بزرگوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت عزت کا پاس۔ اپنی مدد آپ کرا صحت کی حفاظت صفائی کی عادت۔ فرائض سے دلچسپی انہماک محنت وملنساری۔ ایثار وہمدردی غرض ہر ایک صفت محاسن اخلاق کا جزو لاینفک ہے۔ جس کی جس قدر بھی قدر کی جائے کم اور بہت کم ہے۔

اسکوٹنگ نے کچھ ایسا اصول اور طرز اختیار کیا ہے کہ بلا لحاظ ہر شخص اس کا گرویدہ ہوسکتا ہے خصوصاً طلبہ کے قوائے جسمانی و د سن وسال زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی اخلاق آموز مشغلہ ا ں اسی پذیر طبیعت کے موافق ہوسکتا ہے تو وہ صرف اسکوٹنگ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدارس میں اس کا رواج دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ اور اس کو عام مقبولیت بلا دقت حاصل ہو رہی ہے۔ اگر اسکوٹنگ کو چند ظاہری لوازمات کی اٹل احتیاج نہ ہوتی تو ہر ایک طالب علم کشاف بننا اپنا فرض اولیں سمجھتا۔

جس طرح شیر خوار بچے کے لئے ماں کا دودھ نعمت عظمیٰ ہے اور قدرت نے اس کو اپنی حکمت بالغہ سے مناسب حال پیدا کر کے فطری نشو ونما کا کفیل بنایا ہے۔ بالکل اسی طرح طلبہ کی اخلاقی تربیت کے واسطے اسکوٹنگ کا ایک خداداد وسیلہ ظہور میں آیا ہے جو سراسر کھیل اور سرتاپا معلم اخلاق ہے۔ چنانچہ اسکوٹنگ کے قوانین اور عہد وپیمان کو دیکھنے کے بعد اس صداقت پر سخت تعجب ہوتا ہے کہ بادی النظر میں جو مشغلہ محض تفریح دکھائی دیتا ہے وہ حقیقت میں درستی اخلاق کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

جب ایک کشاف اپنی اخلاقی تربیت کے ... رجے طے کر دیتا ہے تو اس میں انسان کامل کی اکثر صفات ازخود پیدا ہو جاتی ہیں جو کو آنے والے دور زندگی کی مشکلات کا آسانی سے مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیتی ہیں۔

اگر حقیقی معنوں میں اسکوٹنگ ہمارے ملک میں رائج اور کامیاب ہو جائے تو یقین ہے کہ تربیت اخلاق کے لئے جداگانہ انتظام کرنے کی ضرورت لاحق نہ ہوگی۔
ان حقایق کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجلس ہذا اس امر کی پرزور سفارش کرتی ہے کہ بلا امتیاز درجہ ہر ایک مدرسے میں اسکوٹنگ جلد از جلد قایم کی جائے اور کشادگی اخلاقی نمو کا ممکنہ اضافہ بھی کیا جائے تاکہ طلبہ بالواسطہ تربیت سے مستفید ہوں۔

فٹ بال کھیل۔ نہایت وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ واٹرلو کی لڑائی [illegible] کے میدان ہی کی گاہ پر فتح ہوئی۔ یہ درست ہے اور اس کی صداقت سے انکار ناممکن ہے۔ اسی طرح مدرسے کی چار دیواری کی تمام علمی و اخلاقی مہمات میدانی کھیل کود کی مستقل مشق و عادت کے بغیر انجام نہیں پا سکتیں دماغ کتنا ہی قابل اور مزاج کیسا ہی خلیق کیوں نہ ہو جب تک قوائے جسمانی صحت و رنہ ہونگے علم و اخلاق کی عملی خوبی ظاہر نہیں ہو سکتی۔

کچھ عرصہ قبل کے طرز تعلیم کے لحاظ سے جماعت کے کمرے کو قید خانے کا حجرہ کہا جائے تو غالباً بیجا نہ ہوگا۔ مزید برآں یہ کہ مدرسے کے اوقات تعلیم ختم ہو جانے کے بعد بھی غریب طالب علموں کو مصیبت سے رہائی نہیں ہوتی ہوم ورک کی کثرت سے بیچارے کا دم ناک میں آجاتا ہے۔ فی زمانہ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ اس کوتاہ نظری کی نظر ثانی کی جائے۔ اور ہونہار طلبہ کے علمی و عملی مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصلاح کی جانب توجہ کی جائے تاکہ مدرسے کی اس ننھی منی سوسائٹی کو اپنی موجودہ اور آیندہ زندگی میں تعلیم و تربیت کی برکات سے حقیقی طور پر مستفید ہونے کا موقع مل سکے۔

بیٹھنا بچے کی طبیعت میں فطرتاً داخل ہے جو بجائے خود بہت مفید ہے اور جس کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا بھی ضروری ہے مگر جب بچے کو

اس کے اظہار کے لئے کوئی مناسب موقع حاصل نہیں ہوتا ہے تو فطرت کی یہ ودیعت اپنے ظہور کی مخرب الاخلاق صورتیں خود بخود ڈھونڈ پیدا کر لیتی ہے اس لئے ضرور ہے کہ بچہ ایک ایسی راہ پر لگایا جائے جس سے اس کی قوائے دماغی وجسمانی کی ترقی اور اخلاق کی تربیت ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کی بھی ایک یہی تدبیر ہے کہ اس کے لئے کھیل کود کا کافی انتظام کیا جائے۔

تعلیم و تربیت میں کھیل کود کا شمول موجودہ ماہران تعلیم کے ہاں گو ہے لیکن اکثر والدین اور خود اساتذہ بھی کھیل کود کو مفاد کے منافی تصور کرتے ہیں یہ خیال خواہ درست ہو یا غلط لیکن بچہ فطرت کی دی ہوئی امانت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ قدرت کے خلاف بچے کو کھیل کود سے باز رکھنا ایک ایسے نقصان کا موجب ہے جس کی تلافی عمر بھر نہیں ہو سکتی۔ بچے کی فطرت پر نظر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر کھیل کود کا نہایت ہی خوش گوار و خوش آیند اثر ہوتا ہے۔ جو جماعت کی چار دیواری کے اندر باوجود کوشش تمام کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک جماعت میں بیٹھا رہتا ہے۔ مدرس کی قہر آلود نگاہوں کا شکار ہو کر اپنی اندرونی کیفیات کو حتی الامکان پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر بچے کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھنا مقصود ہو تو وہ صرف بازی گاہ پر دیکھا جا سکتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں بچے کے عیوب و کمزوریاں ہم عمروں کے ساتھ میل ملاپ کرنے سے سبب خود بخود درست ہو جاتی ہیں۔ گویا جز کل کے ساتھ مل کر خود بھی کل ہو جاتا ہے۔ کھیل کود کے باعث بچوں میں ایثار۔ ہمدردی۔ فرض شناسی۔ باقاعدگی۔ محنت۔ پھرتی۔ بہائی چارہ۔ اتحاد جیسے محاسن اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں جن کا اثر صرف مدرسے کی حد تک باقی نہیں رہتا بلکہ ختم تعلیم کے بعد معاشرت کے نہایت قابل قدر رنگوں میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ جس کے سبب وہ اپنی آیندہ

زندگی میں ملک و قوم کے لئے ایک نہایت کارآمد فرد بن سکتا ہے جو اس کے لئے
دین و دنیا کی بہترین نعمت ہے۔ جس مدرسے میں تعلیم کے بعد کھیل کا کوئی معقول انتظام
نہ ہو وہاں طلبہ اکثر بیہودہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں اور خراب خصلتیں اور رذیل
عادتیں ان کے اخلاق [illegible] پر اپنا برا اثر ڈالتی ہیں جن کے سبب وہ اپنی آئندہ
زندگی میں طرح طرح کی مصیبتوں میں یقیناً مبتلا ہو جاتے ہیں بلوغت کے میلانات اچھی
جوانی کا خاصہ ہوا کرتے ہیں لیکن پسندیدہ کھیلوں کے عدم انتظام کے باعث اس
[illegible] میں تباہ کن خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے بچوں کی دماغی مضر فیت
تربیت پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس لئے ہر ایک مدرسے میں کھیل کا کافی اور باقاعدہ
انتظام ہونا چاہیئے۔

اخلاقی تربیت میں والدین کا حصہ۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ والدین نے
تعلیم کے ساتھ تربیت کی تمام تر ذمہ داری بھی اساتذہ پر رکھ چھوڑی ہے اور ان کا اپنا
فریضہ صرف اس قدر ہے کہ بچے کو مدرسے میں داخل کر کے وقتاً فوقتاً تعلیمی مطالبات
پورے کر دیئے جائیں اور بس۔

سپردم بہ تو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

تربیت اخلاق کے اس اہم فریضے سے والدین کا دیدہ و دانستہ گریز کرنا نہ صرف
تعجب خیز بلکہ افسوس ناک بھی ہے۔ چنانچہ یگانگی میں بے گانگی کا برتاؤ بالکل بے جوڑ
اور مضرت رساں ہے۔ یہ ایسا اہم فریضہ ہے کہ اس سے جائز طور پر دست کش
ہونے میں سخت سے سخت مجبوری اور معقول سے معقول عذر بھی کسی طرح درست
نہیں ہو سکتا کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ خانہ داری کی معمولی ضروریات بھی جن کا
سرانجام بالکل [illegible] کر جا کر سے متعلق ہوتا ہے جب والدین کی ذاتی اور موقتی نگرانی
کے بغیر انجام نہیں پا سکتی ہیں تو پھر اپنی عزیز از جان اولاد کی اخلاقی تربیت کا اہم

فریضہ ان کی ذاتی توجہ کے بغیر صرف استاد کی کوشش سے کیونکر پورا ہو سکتا ہے
اگر تربیت اخلاق کے مسئلے میں استاد کی حیثیت مثل طبیب کے تسلیم بھی کر لی جائے
تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مریض کو پرہیز کرانے کی ذمہ داری تیمارداروں کی بجائے
طبیب پر عاید نہیں ہو سکتی مگر جو تیماردار بدقسمتی سے مریض کے پرہیز کو بھی طبیب کے
فرائض میں داخل کرتا ہے اور اپنا فرض صرف اسی قدر سمجھتا ہے کہ دوا کی قیمت اور
طبیب کی فیس بروقت ادا کر دی جائے تو ایسے مریض کے جانبر ہونے کی کیا توقع
ہو سکتی ہے۔ بادی النظر میں قصور تو علاج کا معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں پرہیز کی غلطی
مہلک ہوتی ہے جو مؤثر اور نافع علاج کو بھی بے اثر کر دیتی ہے۔ کیونکہ علاج کے
ساتھ پرہیز کو جو اہمیت حاصل ہے وہ بجائے خود علاج ہے۔ یہی حال اخلاقی تربیت
کا ہے۔ چنانچہ جب تک والدین کے ساتھ اساتذہ اور اساتذہ کے ساتھ والدین
اشتراک عمل نہیں کریں گے طلبہ کی اخلاقی تربیت کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

والدین اور مدرسین میں بالمشافہہ یا تحریراً تبادلہ خیالات ضروری ہے۔ یہ ضروری
نہیں ہے کہ والدین ہی کی طرف سے پیش قدمی ہوا کرے۔ خود اساتذہ کو بھی کوئی
موقع ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ اگر ضرورت ہو تو ان کو مدرسے کے اوقات فرصت
میں بیرون مدرسہ جانے اور والدین سے ملنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ اور اشارات
تعلیم کی کاپی میں آخر کے چند صفحات صدر مدرس کی اطلاع کی غرض سے اس کے
اجمالی ذکر کے لئے مختص کر دیے جائیں تو غالباً بیجا نہ ہوگا اس سے ایک لازمی
فایدہ یہ ہوگا کہ مدرسین میں تبادلہ خیالات کا احساس عام اور اہم ہو جائے گا۔ اور
خود والدین کی توجہ میں بھی اضافہ ہوگا مشہور تہوار اور عیدین کے موقع پر جب کہ
والدین کو بھی اطمینان اور فرصت ہوتی ہے۔ مدرسے کی جانب سے ملاقات کے
لئے اجتماع ہوا کرے۔ انجمن طلبہ کے ماہواری جلسوں کی صدارت وغیرہ کے لئے

والدین کو بھی مدعو اور آمادہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر ان کے لئے مدرسہ کے اوقات ناموزوں ہوں تو بہ آسانی موزونیت پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک سے تین تک دو گھنٹے کا وقفہ دے کر تعلیمی کام کے بعد پانچ بجے سے جلسے کا آغاز کیا جائے۔ اس خصوص میں عام طور پر ایک قابل افسوس حق تلفی یہ دیکھی جاتی ہے کہ مدارس کے سالانہ اور غیر معمولی جلسوں کی صدارت والدین کی بجائے افسران رشتہ کے سر تھوپ دی جاتی ہے اور اس پر طرہ یہ کہ جلسے کے نظام العمل میں والدین کا نہیں نام ہی نہیں ہوتا۔ یوں تو ہر مہینہ مدرسے کی جانب سے والدین کو طلبہ کی تعلیمی اور اخلاقی حالت کی اطلاع دی جاتی ہے تاکہ جو خامی والدین کی توجہ سے رفع ہو سکتی ہے اس کے ارتفاع پر بیجا تاخیر کے سبب مایوسی اور دشواری نہ ہو۔ مگر سہ ماہی ششماہی اور سالانہ امتحانات کے بعد اکثر مدارس میں نتائج امتحان صرف طلبہ کو سنا دیئے جاتے ہیں اور والدین کو کوئی خبر ہونے نہیں پاتی۔ جہاں اطلاع دینے کا طریقہ رائج ہے وہاں اطلاع کے اطمینان کا ذریعہ مفقود ہے۔ یہ واقعہ کس قدر حیرت خیز ہے کہ مدرسے سے طلبہ کا نام خارج ہوئے مہینوں گزر جاتے ہیں مگر والدین کو علم نہیں ہوتا۔ یوں تو مدرسہ اور اس کی ہر چیز سے والدین کو جائز طور پر استفادہ کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہیئے۔ مگر خاص کر کتب خانے اور دار المطالعے سے بلا معاوضہ فایدہ اٹھانے کے ذرائع بہ سہولت تمام فراہم کرنے چاہئیں اس میں مدرسہ کا نقصان ہی کیا ہے۔ برخلاف اس کے بہت ممکن ہے کہ بعض خوش حال والدین نقد معاوضہ دیں یا کوئی اخبار و رسالہ اپنی طرف سے جاری کرا دیں کتب وغیرہ کی داد و ستد طلبہ کے ذریعہ انجام پا سکتی ہے۔ اس طریقہ عمل میں ایک بڑا فایدہ یہ مضمر ہے کہ تعلیم و تربیت کے متعلق بہت سے مفید مضامین والدین کی نظر سے گزر کر "دیدہ اثرے دارد" کا مصداق ہوں گے۔ والدین اور

اساتذہ ازدیادِ تعلق کے معمولی مواقع مثلاً عیادت۔ تعزیت اور مبارکباد وغیرہ ہرگز نظر انداز نہ کریں۔ اگر مدرسے میں یہ طریق رائج کر دیا جائے کہ طلبہ ہر ہفتہ ہوم ورک کی کاپیوں پر والدین سے اطلاعیابی کی دستخط بالالتزام لیا کریں اور مدرس متعلقہ اس کا اطمینان کر لیا کرے تو خود ہوم ورک باقاعدہ اور اشتراک عمل کا سلسلہ مستحکم اور غیر منقطع ہو جائے گا۔ جن مدارس میں صنعتی تعلیم اور باغبانی کا انتظام ہے اگر وہاں سے طلبہ کی دستکاری کی چھوٹی چھوٹی کارآمد اشیاء اور باغبانی کے ثمرات کبھی کبھی والدین کو تحفتاً بھیجے جائیں تو یقیناً حق بہ حق دار رسید کا مصداق ہوگا۔ جب کوئی طالب علم کسی بات میں امتیاز حاصل کرے تو اس سے والدین کو مطلع کرنا بھی مفید ثابت ہوگا اگر مدرسے کے چند مقررہ امتحانات کے اختتام پر طلبہ کے اخلاقی حالات کے متعلق جو مکان کی چار دیواری تک محدود ہو۔ والدین سے نہایت مختصر مبنی بر حقیقت رپورٹ طلب کی جائے اور جماعت میں طلبہ کے روبرو فرداً فرداً پڑھی جائے۔ نیز مدرس صاحب ضروری رہنمائی کے بعد طلبہ کی رائے سے بہترین رپورٹ کا انتخاب کرائیں اور مناسب حال انعام انجمن طلبہ کے جلسے میں تقسیم کرنے کا نہ صرف انتظام کریں بلکہ انعام یافتہ طلبہ کے نام ایک مخصوص تختے پر جلی اور خوشخط لکھ کر مدرسے کے کسی منظر عام پر آویزاں بھی کر دیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس مفید تدبیر کا ایک ادنیٰ جزو بھی خوش آیند اخلاقی نتائج مترتب کرنے سے قاصر رہے گا۔

اگر ہماری علم پرور اور دریا دل سرکار نیز علم دوست ذی ثروت حضرات طالب علمانہ دلچسپی کے مختلف مفید مشغلے مثلاً سیر و تفریح کے پر فضا باغ۔ کھیل کود کے میدان۔ ورزش ساز و سامان۔ پیراکی کے حوض۔ تالابوں میں کشتیاں۔ عجائب خانہ تعلیمات کا نمایش گھر۔ لکچر ہال۔ اور لکچروں کا انتظام۔ دلچسپ۔ و مفید مشغلوں کا بلا معاوضہ نظارہ۔ ذرایع آمد و رفت کے کرایہ میں بلا تخصیص ایام و تعداد مناسب رعایت۔

قابل دید اور تاریخی مقامات کے دیکھنے میں عام سہولت وغیرہ رفتہ رفتہ حسب ضرورت مہیا کر دیں تو یقین کامل ہے کہ ایک طرف والدین کے فرائض میں نمایاں طور پر کمی ہو جائے گی۔ اور دوسری جانب خود طلبہ بھی کسی مخرب الاخلاق کشش سے بہ آسانی اور جلد متاثر نہ ہوں گے۔ خدا کرے کہ ہم سب کو اپنی مراد زندگی کا یہ مبارک و مسعود دن جلد از جلد دیکھنا نصیب ہو فقط۔

شذرات

معلم کے پرچہ ماہ دسمبر سنہ رواں میں ایک مضمون تحتانیہ مدارس کے متعلق شائع کر کے صدر مدرسین اور مدرسین مدارس تحتانیہ سے خواہش کی گئی تھی کہ وہ اس موضوع پر روشنی ڈالیں۔ چنانچہ سینکڑوں ناظرین کے باوجود ایک صاحب نے ایک لچپ مراسلہ مع جوابی کارڈ جس کے ٹکٹ پر جلی حروف میں "سرکاری" لکھا ہوا ہے روانہ فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم اس مضمون کو اس لئے شائع کرتے ہیں کہ اس کی اشاعت پر ہم کو ایک اور مضمون دیہات کی دقت اور دشواریاں اور اس کے انسداد وغیرہ کی امید ہے:۔

تعلیم تحتانیہ مدارس تحتانیہ کے لئے بہ نسبت تعلیم کے تعداد کا لحاظ موخر نہیں بلکہ مقدم ہے۔ ترسیل تحریر بذا کا تجربہ ہے کہ وہ تعداد کو اہم تصور کرتا ہے۔ بہ نسبت تعلیم کے کیوں؟ عموماً مدارس تحتانیہ میں ساٹھ سے سو تک کی تعداد ہوتی ہے اس میں حاضر باش کی تعداد بہ مشکل تہائی اس تہائی میں تہائی بھی ایسا نہیں ہوتا جن کے پاس تعلیمی مکمل اشیاء ہوں۔ فرض کیجئے اسکول کے اطفال ایکسو ہیں اور اس کے نصف آتے ہیں اس میں آدھے اطفال کے پاس اشیاء خواند و نوشت ہیں۔ تو استاد کو اسباق اچھے یاد کرلانے کی توقع انہیں تلامیذہ سے ہے۔ یا بالفاظ دیگر سو میں پچیس لڑکے تعلیم پانے کو تیار ہوئے۔ علیٰ ہذا تعداد دوگنا دو یا ڈھائی سو ہو تو فیصد کم نکلیگا

یا زیادہ؟ آئے دن سررشتہ کے احکام اضافہ اطفال میں جو اجرا ہوتے رہتے ہیں اُس سے یہی غرض ہے کہ آبادی کا زیادہ حصہ زیورِ علم سے آراستہ ہو۔ مجھ ناچیز کے خیال میں تعلیم تحتانیہ صرف جُھلا کے جہل کی جُھلس ہے یعنے بے علموں کو علم کے راستہ پر کر دینا۔

معائنۂ مدرسہ معلم صاحب کا یہ مضمون جو عنوان مذکورہ میں مرقوم ہے مبالغہ سے معرہ نہیں ہوسکتا۔ معائنہ کنندہ حضرات مدرسین کے اس معمّہ سے ناواقف نہیں ہیں۔ میری ذاتی سرگذشت ہے مدرسی سے پہلے جب میں محرر تھا۔ مہتمم صاحب کے ساتھ دورہ پر نکلا وہ مجھ سے فرماتے "منشی صاحب مدرسین مختلف موقعوں پر مہتمم کو مغالطہ دے کر اپنا مطلب نکال لیتے ہیں آپ اس سے باخبر رہئے" (یہ ایک غیر ملک و مذہب کے مہتمم صاحب کا بیان ہے) ہمارے ہی ملک و مذہب کے مہتمم صاحبان مدرسین کی خُو بُو سے خاصے واقف اور اُن کے ہر خرابی کا خلاصہ ہوتے ہیں بالفرض مُحال مہتمم کو ایک کی چالاکی سے چُوک ہوگئی دوسرے کی بھالاکی اُس کو چونکا و چمکا دیتی ہے یہ میرا ہی واقعہ ہے جب کہ مجھے صدر معلمی کی مدد گار صاحبین مبالغہ و مغالطہ سے اپنے مقصد براری کرتے رہے مگر تین ہی سال کے تجربہ نے وہ سب تاریکی کو تباہ کر ڈالا اس کے بعد اب تک مہمات صدارت بخوبی انجام پا رہے ہیں خلاصۃ الکلام یہ کہ چار پر حکومت کرنے والا چالاک ہوتا ہے۔

بعنوان امداد خامی کی پانچویں سطر میں جو مرقوم ہے۔ اُس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے معلم صاحب مرسلہ مضمون کو بالکل چھوٹے چھوٹے مواضعات کے مدرسوں پر رکھکر تعلیم دینے کا موقع نہیں ملا جس کے تفصیلی تحریر کا اس وقت موقعہ نہیں انشاء اللہ آئندہ۔

آخر میں ملتجی ہوں کہ مرسلہ مضمون کو عالی جناب مدیر صاحب المعلم پسند فرمائیں اور شائع فرمادیں تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ دیہات کی دقت و دشواریاں اور اس کے انسداد و دفعیہ کے لئے اور ایک مضمون ابلاغ خدمت کیا جائے گا۔

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۰ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرماویں

(۴) جو مضامین ناقابل متصور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۸/) ن بمحصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱	۸/۵	۸/۳
۳ بار	۸/۱۵	۱	۸/۷
ششماہ	۱	۸/۱۵	۱
سالانہ	۱	۱	۸/۱۵

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے

دفتر رسالہ المعلم

سیدنا آباد حیدرآباد دکن

خوشخبری

مصنفین و مؤلفین کی خواہش اور اہل ملک کے اصرار پر ہم نے لیتھو کی طباعت کے کاروبار کو اعلیٰ پیمانہ پر جاری رکھنے کے علاوہ ٹائپ (۱) اردو۔ (۲) انگلش۔ (۳) تلگو۔ (۴) مرہٹی۔ ہندی۔ پانچ زبان میں عمدہ کتب و دیگر کام اور ہر قسم کے ملاک کی طباعت کا بہترین انتظام خاص اہتمام کیساتھ ماہران فن کی نگرانی میں کیا ہے۔

قدیم و جدید تصانیف کا ذخیرہ **درسی کتب** بموجب نصاب تعلیم سرکار عالی اور **سرکاری** دفاتر اور مدارس کے لئے رجسٹرات و نمونہ جات حسب نمونہ منظورہ سرکار طبع شدہ فروخت ہوتے اور **اضلاع** کے آرڈروں کی تعمیل بذریعہ وی پی کیجاتی ہے اور دیگر اشیا بھی فراہم کر کے بھجوائے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ آرڈر دیکر آزمائش فرمائیں

المشتہر

عبدالقادر تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر

حیدرآباد دکن سرچاپنیار

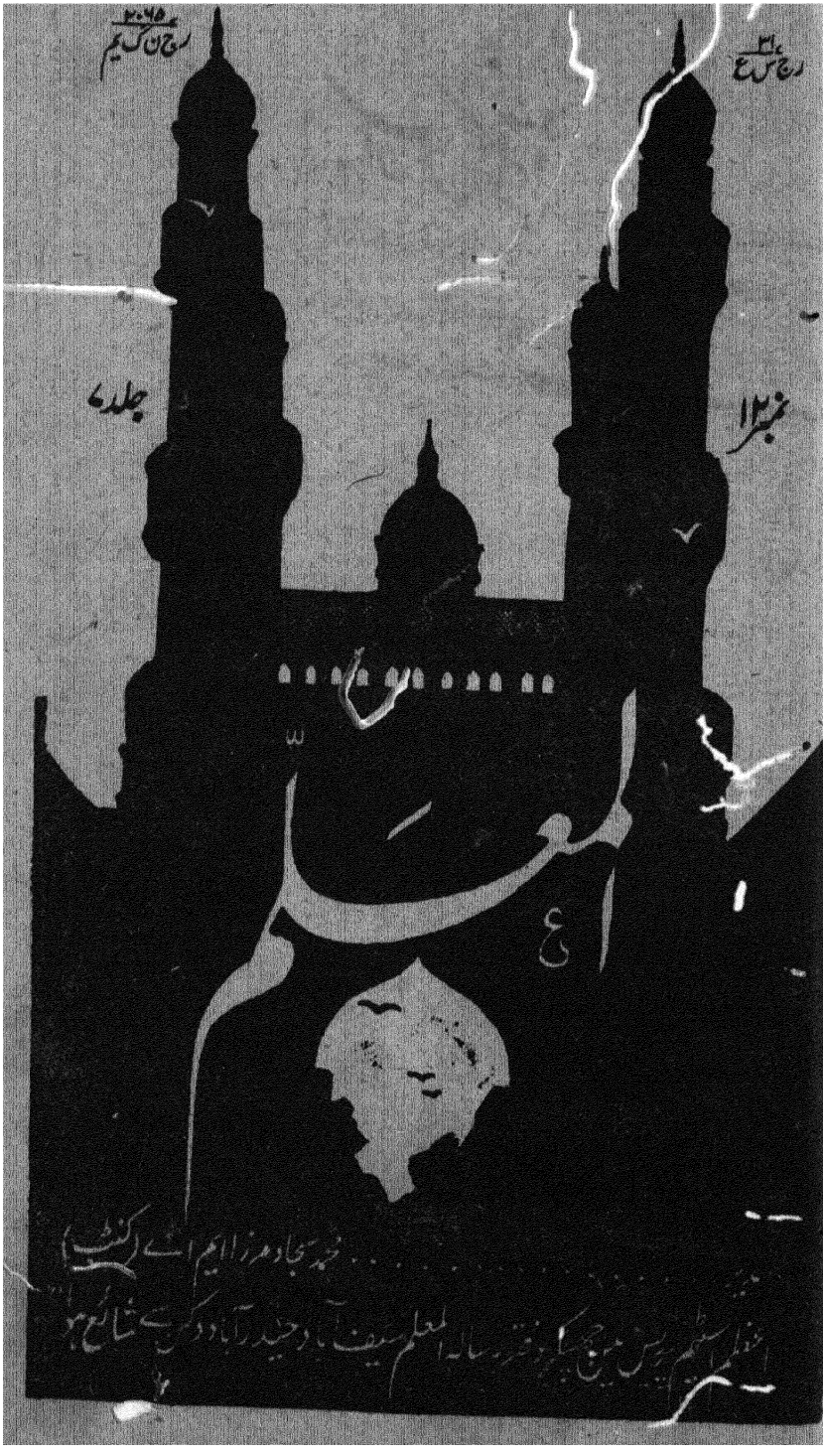
رج ن ک یم
۲۰۶۵
رج س ع
۲۱
جلد ۷
نمبر ۱۲
المعلم
ع
محمد سجاد مرزا ایم اے (کنٹ)
مطبع اسلامیہ پریس میں چھپکر دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

مدارس کو مژدہ

مولوی سید محمد محسن صاحب جعفری بی اے (آکسن) نائب ناظم تعلیمات کی

معرکۃ الآرا کتاب

ڈنمارک اور اس کا نظام تعلیم

نہایت دیدہ زیب صورت میں شائع ہوئی ہے اس کے بابت عالیجناب سر مہاراجہ صدر اعظم یمین السلطنت بہادر کی رائے ہے کہ اردو زبان میں یہ کتاب اپنی نوعیت میں دلچسپ اور مضمون کی خصوصیات میں یگانہ ہے متعدد تصاویر سے مرصع ہے کوئی گھر اور مدرسہ اس سے خالی نہونا چاہیئے قیمت فی جلد (صہ) روپے۔

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ المعلم سیف آباد حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین المعلم

(۱) ایک شاعر کا مدرسہ ... ڈاکٹر مسز بندرانا تھ ٹگور ... (۱ تا ۹)

(۲) جغرافیہ کا اثر تہذیب تمدن پر ... مولوی عبدالجبار بجانی صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی صدر مدرس (۹ تا ۲۳)

(۳) پوور فنڈ اور مدارس دیہات ... مولوی محمد عبدالغفور صاحب صدر مدرس مدرسہ سلطانیہ مومن آباد تحتانیہ (۲۴ تا ۲۸)

(۴) ریاضی ... مترجمہ مولوی محمد عثمان علی بیگ صاحب (۲۹ تا ۳۲)

(۵) ابتدائی نقش کشی ... مولوی ثناء اللہ صاحب شریف ایم اے (۳۳ تا ۳۷)

(۶) تبصرے و شذرات ... (۳۸ تا ۴۴)

جلد (۷)	ماہ آبان سنہ ۱۳۴۰ فصلی	نمبر (۱۲)

ایک شاعر کا مدرسہ

سب سے اول آپ صاحبان کے سامنے اس امر کا اظہار کر دینا ضرور ہے کہ میں فطرتی شاعر ہوں۔ اپنے تخیلات کو نظم میں اظہار کرنے کی عادت مجھے لڑکپن سے ہے۔ مگر خدا معلوم وہ کونسی قوت تھی۔ جس نے مجھے ایسے کام کے شروع کرنے پر مجبور کیا جس کے لئے میں قطعی موزوں نہیں تھا۔

اوائل عمری میں حسب دستور مجھے بھی مدرسہ میں شریک کیا گیا۔ آپ حضرات نے

میری سوانح عمری میں وہ حادثہ پڑھا ہوگا۔ جو مجھے طالب علمی کے زمانہ میں پیش آیا۔ میری طالب علمی کی زندگی بہت تکلیف دہ تھی جس سے میں عاجز آگیا تھا۔ اُس وقت تو مجھ میں اتنی عقل نہ تھی۔ کہ اُس کے وجوہ معلوم کر سکتا۔ مگر کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی روشن ہو گئی کہ میں اُس مکتب کے بردانستہ خاطر یہ ایسا ہیں کہ میرے ... مجھ شریک کیا تھا۔

مجھے اُس مقام سے علٰحدہ ہونے پر مجبور کیا گیا جہاں میرے عزیز و اقربا تھے اس زندگی اور ماحول سے جدا کیا گیا جس سے قدرتی لگاؤ تھا۔ اور جلاوطن کر کے اس مکتب میں لا بٹھایا۔ جس کے سپید دیواروں کے تختے اپنے تیز مٹے دیدوں سے گھور گھور کر مجھ کو ڈراتے رہتے تھے وہ چار دیواری میرے فطرت کے خلاف تھی۔ وہ زندگی کا پوشیدہ جامہ میرے جسم کے لئے غیر موزون اور تکلیف دہ تھا۔ اور وہ فضا میرے نظر میں مردہ۔ افسردہ اور غیر موزون تھی۔

یہ وہ فضا ہے جہاں اُستاد نسل ایک زندہ گراموفون کے۔ بار بار اپنے بتائے کے ریکارڈ دہرایا کرتے ہیں جس سے بچہ کوئی سبق حاصل نہیں کر سکتا۔ اور چنانچہ میں نے تو قطعی انکار کر دیا۔ اور اوستاد سے ایک حرف بھی پڑھنا گوارا نہیں کیا۔ ان اوستادوں میں ہمدردی نام کو نہیں تھی وہ جوان بچہ کے سریع الاثر روح سے بالکل لاعلم۔ اور معمولی معمولی غلطیوں پر سزائیں دینے کے لئے تلے ہوئے رہتے تھے۔

اس قسم کے اوستاد اصول تعلیم سے لاعلم ہوتے ہیں۔ انہیں یہ نہیں معلوم کہ بچوں کے تازہ دماغوں کے خزانے علم کی دولت سے کس طرح مالا مال کئے جا سکتے ہیں۔ وہ زبردستی کرتے ہیں۔ جب ناکامیابی ہوتی ہے۔ تو طلبا کو مورد الزام اور جبر و تعدی کا شکار بناتے ہیں۔

یہی اسباب تھے۔ جن کے ہاتھوں تیرہ سال کی عمر تک میں پریشان رہا۔

اس کے بعد میں نے مدرسہ کو خیرباد کہا۔ میرے بزرگوں نے مجھ پر ہزاروں طرح کے دباؤ ڈالے، مگر میں نے اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اُس زمانہ سے اب تک میں اپنی تعلیم آپ ہی حاصل کرتا رہا۔ اور جو کچھ میں نے پڑھا لکھا۔ وہ مکتب کی چار دیواری سے باہر اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ میری عمر کی نیک ساعت، اور سنہرا موقعہ تھا۔ کہ مدرسین کو اُس وقت آخری سلام۔ اور مدرسہ کو الوداع کہا جبکہ میری عمر بہت زیادہ نہیں ہونے پائی تھی۔

اُس کے بعد جو کچھ میں نے اپنے جدید خیالات اور قدرتی تحائف کے انمول جواہر آپ صاحبان کے سامنے پیش کئے وہ میرے ذاتی سعی کے نتائج تھے۔ اور اُس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میرا دماغ اُس قابل وقعت تعلیم و تربیت تک نہیں پہونچایا گیا تھا جس سے کہ عام تعلیم یافتہ نوجوانوں کا طبقہ متاثر ہے۔

یہ مسئلہ عرصہ تک جاری رہا۔ پھر میں نے گنگا کے کنارے ایک سنسان مقام اختیار کیا اور عمر کا ایک بڑا حصہ سکونتی کشتی میں بیٹھکر نظمیں اور ڈرامے وغیرہ لکھ کر گذارا۔ رفتہ رفتہ میرے ہم وطنوں کی مجھ پر نظر پڑنے لگی۔ اور ملک کے ہر حصہ علمی اور دیگر امداد کا طالب ہوا اور فرمائشات کا طومار بندھ گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کونسی پراثر آواز اور برقی قوت تھی جس نے مجھے علم و ادب کی دلچسپ اور خاموش فضا سے اٹھا کر اپنے ہم جنسوں کی امداد کرنے کے لئے دنیا کے ایک پہل میں مقام پر لا بٹھایا۔

اور سب سے زیادہ تعجب خیز یہ چیز ہے۔ کہ مجھ کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور درس و تدریس کے خاطر مدرسہ کھولنے کی یک بیک کیسے جرأت ہوگئی کیونکہ مجھے اس شعبہ کا مطلق ہی تجربہ نہیں تھا۔ مگر مجھے اپنے پر بہر دسہ بچوں سے گہری ہمدردی اور ان کے نفسیات پر کافی عبور تھا۔

مجھے خیال ہوا کہ میں بہ نسبت اُن اوستادوں کے بچوں کی زیادہ مدد کر سکتا ہوں

جن کی تعلیم کے متعلق عام خیالات ہیں میں نے ایک خوبصورت مقام شہر کے گرد و غبار سے دور انتخاب کیا اور وہیں مدرسہ کی بنا ڈالی۔

کیونکہ میں نے کلکتہ میں نشو نما پائی۔ اور ہمیشہ اس مرض میں مبتلا رہا کہ جہاں میں میرا دل۔ اور میری روح صحیح معنوں میں آزادی کا لطف اٹھا سکے۔

بے اضافات کا تجربہ نہیں مگر ہمیشہ یہ خیال رہا۔ کہ میں اس چار دیواری۔ اور سنگدل سوتیلی ماں یعنی کلکتہ سے باہر چلا جاؤں مجھے معلوم تھا کہ میرا دماغ میری آنکھیں قدرت اور بار فطرت کے نظارہ کی بھوکی ہیں۔ اس لئے میں نے مدرسہ کے لئے ایسا مقام منتخب کیا جہاں کہ آسمان کی سطح اور دائرہ افق کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں وہاں دل و دماغ بغیر کسی روک ٹوک کے قدرتی نظاروں کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔ اور موسم اپنی اصل رنگ میں آکر۔ انسان کے جذبات میں ایک برقی لہر دوڑا سکتے ہیں۔ اس مقام پر میں نے چند بچے جمع کر لئے جن کو میں خود تعلیم دیتا تھا میں ان کا ہمجولی بن گیا۔ ان کو گیت سناتا۔ ڈرامے کہتا۔ اور وہ ڈرامے کرتے میں ان کو نغمہ قدیم سناتا۔ یوں میرے مدرسہ کا آغاز ہوا۔ اس وقت میرے پاس ۵ یا ۶ بچے تھے۔

میرا خیال تھا کہ تعلیم زندگی کا ایک جزو ہونا چاہیئے۔ اور اس کو زندگی سے علیحدہ کر کے ایک ذہنی شے نہیں بتا دینا چاہیئے۔ جب میں ان بچوں کو اپنے گرد جمع کرتا تو اجازت دیدیتا کہ وہ ایک مکمل زندگی بنانے کے لئے اپنی مرضی کے مطابق پورے آزادی کے ساتھ رہیں سہیں۔ اور ان کے سامنے ایسی چیزیں پیش کرتا جو ان کے دلچسپی کا باعث ہوں میں یہ کوشش کرتا تھا کہ وہ میری ہر چیز میں دلچسپی لیں مظاہرہ قدرت میں کاؤں کے زندگی میں۔ اور ادب میں اور یہ سب کچھ جماعت کے تعلیم کے ذریعہ نہیں بلکہ سوتی۔ اور ڈراما کے ذریعہ۔

جب میں کسی ڈراما لکھنے میں مشغول ہوتا۔ تو وہ اور بھی دلچسپی لیتے۔ جوں جوں

ڈراما کھیلا جاتا۔ اُن کا شوق بڑھتا جاتا پھر اُس کو (rehearsal) کرتے ہیں۔
اُن کو جس قدر علم ادب کا مطالعہ کرنا پڑتا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مطالعہ کتب یا مدرسہ کی تعلیم میں حاصل کرنا قطعی غیر ممکن تھا۔ اور یہ میرا طریقہ تعلیم تھا۔

بچہ کو بچوں کے جذبات کا اندازہ تھا۔ بچوں میں عقل کے مقابلہ میں جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے سرپرست اس بات کی ہے کہ اُن کے سامنے ایسی پیریا پیش کی جائیں کہ جن سے اُن کے دماغ میں ایک حرکت پیدا ہو اور دلچسپیاں بڑھیں ہم شام کے وقت موسوقی سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ وہ طلبہ جن کی طبیعتیں علم موسوقی کی طرف زیادہ مائل نہ تھیں کمرہ کے باہر کھڑے ہو کر تعجب سے گانا سنا کرتے رفتہ رفتہ کمرہ میں آنے لگے اور موسوقی کا ان میں بھی ذوق پیدا ہو گیا۔ میرے ساتھ چند بہترین مصور تھے۔ جب وہ اپنے کام میں مشغول رہتے تو بچے اُن کو کام کرتے دیکھتے۔ جوں جوں کام ہوتا اُن کے دماغ میں حرکت پیدا ہوتی۔

وہاں پر یہ ایک فضا پیدا کر دی گئی تھی۔ اور بڑی بات یہ کہ بچوں کو اُس فضا کے مطابق رہنے میں ایک اُمنگ پیدا ہو گئی۔ شروع میں بچوں کی تعداد کم تھی یہ تو ظاہر ہے کہ اُس وقت میں تن تنہا اُن کا ہمدم اور اوستاد تھا۔ اور سچ پوچھو تو یہی ہمارا بہترین اور سنہرا زمانہ تھا مجھے معلوم ہے کہ اُس زمانہ میں جن طلباء نے تعلیم پانے کی عزت حاصل کی۔ وہ اس زمانہ کو اب تک یاد کرتے رہتے ہیں مگر جوں جوں طلبہ کی تعداد بڑھتی گئی مدرسہ کو میرے خیالات کے بموجب چلانے کے لئے زیادہ رقم کی ضرورت محسوس ہونے لگی اوّل تو ہمارے یہاں یہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ کہ طلباء جو حصول تعلیم کی غرض سے آتے ہیں اُن کی تعلیم کا ذمہ دار اوستاد ہے۔ اور ہمارے ملک میں بعض ایسے بچے تھے جو بلا فیس تعلیم پاتے تھے۔ اور نیز اوستاد کے گھر پر مفت کھاتے پیتے اور رہتے سہتے تھے۔ خود اوستاد کو اپنی ذمہ داری پر خیال رہتا۔ ان کو یہ

حق تھا کہ تعلیم پائیں۔ اور سوسائٹی کا یہ فرض تھا کہ وہ اُن طلبا کو دے اور اُس کے معاوضہ میں فیس اور اُجرت کے طور پر کسی قسم کا مطالبہ پیش نہ کرے یہ رواج اور طریقہ قدیم سے تھا۔ اور اس پر عمل کیا گیا مفت تعلیم، مفت خورد و نوش۔ اور بغیر کسی معاوضہ کے ضروریات زندگی کے اسباب بہم پہونچانے کے لئے میں نے اپنے قلیل ذرایع سے انتظامات کئے آپ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں یہ طریقہ قائم رکھنا قطعی غیر ممکن ہے اس لئے کہ آپ کو ایسے اوستادوں سے امداد لینا ہے جن کی تنخواہیں بڑی ہوتی ہیں اور روزانہ زندگی کے دوسرے اخراجات بھی بڑھے چڑھے رہتے ہیں مجھے یہ خیالات اپنے مدرسہ کے دل و دماغ سے نکالنے پڑے کہ تعلیم دینا اوستاد کا فرض ہے تاکہ اس کی فضا ایک دُکان کی سی نہ ہو جائے۔ جہاں کہ آپ رقم دے کر سامان کی خرید و فروخت کرتے ہیں مجھے مجبوراً اس خیال کو ترک کرنا پڑا۔ اور اب آہستہ آہستہ اس نے ایک معمولی مدرسہ کی صورت اختیار کر لی۔ میں نے اپنے مدرسہ میں چند ایسی باتیں سکھانے کی حتی الوسع کوشش کی جو دوسرے مدارس میں نہیں سکھاتے ہیں۔ اوستاد بچوں کی عام زندگی میں حصہ لیں کھیل کود۔ تہوار وغیرہ میں بچوں کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں یہ قفس ہیں جس میں پرندوں کو باہر سے دانہ پانی ڈالا جاتا ہے۔ بلکہ ایک آشیانہ ہے جس میں طلبہ خود ہی آپس میں ملکر اتفاق اور محبت کے ساتھ رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں۔

شروع میں مجھے اپنے طلبہ سے نہیں بلکہ مدرسین سے بہت جھگڑا کرنا پڑا جیسا کہ عام مدرسوں میں ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ میں طلبہ کی طرف داری کرتا تھا۔ جبکہ اُن کو بغیر کسی خطا اور قصور کے سزا دیجاتی اور اس سے مدرسین چڑھتے تھے مجھے یاد ہے کہ ایک روز ایک نیا مدرس آیا اور اُس نے دیکھا کہ بچے درختوں کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے اپنا سبق یاد کر رہے ہیں۔ وہ بہت خفا ہوا۔ اُس وقت اوستاد کے خلاف مجھے بچوں کی طرفداری کرنا پڑی میں نے کہا کہ جب بچے تمہاری عمر کے ہو جائیں گے۔ تو

وہ درخت پر بیٹھکر اپنا سبق یاد کرنے کی زحمت نہ اُٹھائیں گے بلکہ وہ زیادہ باوقعت ہو جائیں گے۔ اور ما در فطرت اور قدرت سے دور دور رہنے کی کوشش کریں گے۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اب ایک فضا پیدا کر دی گئی ہے اور وہ ترقی پذیر ہے۔ سالانہ طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے جو گو مفید نہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کے سوا اب کوئی چارہ بھی نہیں۔

ایک اور بات حال میں پیدا ہو گئی ہے۔ وہ یہ کہ طبقہ اناث کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے لڑکے اور لڑکیوں کا مخلوط طریقہ تعلیم ہندوستان میں ایک نئی چیز ہے۔ مگر وہ کامیاب ثابت ہوا۔ ہم کو شکایت کی کوئی وجہ نہیں پیدا ہوئی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں آپس میں ملکر تفریح اور سیر کو باہر جاتے ہیں لڑکے لکڑیاں اور پانی لاتے ہیں لڑکیوں کی مدد کرتے ہیں اور لڑکیاں اُن کے لئے کھانا تیار کرتی ہیں اسی طرح ہر ایک کام امداد باہمی سے انجام پاتا رہتا ہے جو بذات خود ایک بڑی تعلیم ہے۔

ایک اور بھی امر ہے جس کو میں اہم خیال کرتا ہوں میں ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ ہندوستان کے باہر۔ یورپ اور بعد مشرق سے لکچرار کو بلاؤں جو بچوں کو تعلیم بھی دیں۔ اور اُن کے ساتھ مدرسہ کے سادہ زندگی میں بھی شریک ہوں۔ اس چیز سے بھی یہاں کی فضا میں ترقی ہوتی ہے ان باہر کے آنے والوں مہمانوں اور ملاقاتیوں کے ساتھ ہمارے طلبہ بالکل فطرتی طریقہ سے ملتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ بچوں کا دماغ ہر اعتبار سے آزاد ہے۔ اور یقین ہے۔ کہ ابتدائی تربیت کی بدولت ہمارے طلبہ۔ ملک۔ قوم۔ مذہب اور تعصب کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو جائیں گے۔ اور بڑے ہو کر ان چیزوں سے پیچھا چھڑانا در اصل بہت مشکل ہو جاتا ہے بلکہ عام طور پر تو یہ چیزیں ہمارے ملک کے مدرسوں کی کتب دینی ہیں خاص طور پر

سکھائی جاتی ہیں اور ایسے حضرات بھی ان کو ترقی دینے کے باعث ہوتے ہیں جو طلبہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے کارناموں پر فخر و مباہات کریں اور دوسرے ملکوں کو تہ و بالا کر دیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ چیزیں بعض بعض تعصبات کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو گئی ہیں کہ ان کو قومیت کا درجہ دیدیا گیا ہے ان باہر سے آنے والے لوگوں کی مدد سے میں نے انتہائی کوشش کی ہے۔ کہ ہمارے طلبہ کے دل متواضع بن جائیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں مجھے کامیابی بھی ہو گئی ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے مشغلے ہیں۔ ہمارے گرد و نواح کے دیہات میں کچھ قدیم تہذیب والے لوگ بھی ہیں جن کو ہماری مدد کی ضرورت ہوتی ہے وہاں ہم نے "مدارس شبینہ" قائم کر دئے ہیں ہمارے طلبہ وہاں جا کر تعلیم دیتے ہیں۔

پھر ہمارے مدرسہ سے متعلق گاؤں کا اور کام بھی ہے۔ اور ایسے طلبہ بھی ہیں جن کو اس بات کا موقعہ حاصل ہے کہ وہ دیہاتی زندگی کا مطالعہ کریں اور سائنٹفک طریقوں پر کاشت میں اور اندفاع بیماری میں ان کی مدد کریں۔ میرے خیال میں ہمارا مقصد یہ ہے کہ نہ صرف علمی معلومات بہم پہونچائے جائیں۔ بلکہ یہ سکھایا جائے کہ انسان اپنی مکمل زندگی کس طرح بسر کر سکتا ہے۔

صرف ایک چیز جو میں اپنے طلبہ کے لئے مہیا نہیں کر سکا۔ وہ سائنس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اس قدر اخراجات عائد ہوتے ہیں کہ ہمارا غریب ملک ان کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اب تک میں اس کا کوئی انتظام نہیں کر سکا۔ لیکن مجھکو اور میرے طلبہ کو یہ توقع ہے کہ ایک نہ ایک روز ہم اس کمی کو بھی پورا کریں گے۔

یہی خیال میرے دل میں ہے اور کم ہو مائگی اور قلت ذرائع کے باوجود بھی میں نے کچھ نہ کچھ سامان بہم پہونچا لیا ہے۔ جن لوگوں نے ہمارے مدرسہ کا معائنہ کیا ہے۔ وہ بتا سکتے ہیں کہ گاؤں والوں کی ہم کس طرح مدد کر رہے ہیں بچوں کو اس قسم کے

شغلوں کی تربیت دینا صرف اس لئے نہیں کہ وہ گاؤں والوں کو اُن کی ضرورت کے موافق امداد دیں بلکہ علمی نقطہ نظر سے اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ وہاں رہکر اُس کے متعلق علم حاصل کریں۔

گاؤں ہمارا ہی زندگی کے گہوارہ ہیں۔ اگر ہم اُس کے ضروریات کے موافق اس کی امداد نہ کریں تو گویا ہم خودکشی کر رہے ہیں۔

جغرافیہ کا اثر تہذیب و تمدن پر

مولوی عبدالجبار سبحانی صاحب صدر مدرس اطلاع دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مدرسہ وسطانیہ مومن آباد میں ایک انجمن قائم فرمائی ہے جس میں اراکین مختلف مضامین پر اظہار خیالات کرتے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل مضمون اس کا مفید نتیجہ ہے۔ یہ ایک قابل مبارک باد کوشش ہے کہ انجمن مذکور اپنے اراکین ہی کو مستفید نہیں کرتی بلکہ تشہیر سے وسیع طبقہ مدرسین کو بھی فائدہ اُٹھانے کا موقع دیتی ہے۔ اُمید ہے کہ دیگر مدارس بھی اِسارے میں توجہ کریں گے۔

(مُدیر)

جغرافی حالات میں سب سے زیادہ آب و ہوا اثر انداز ہوتی ہے آب و ہوا پر دوسری چیزیں اثر ڈالتی ہیں اور پھر آب و ہوا اپنی تبدیل شدہ صورت میں اُن چیزوں پر اثر ڈالتی ہے۔ یہ عمل اور ردّعمل کا سلسلہ ہزارہا سال سے قائم ہے اور یقین ہے رہتی دنیا تک برابر قائم رہے گا۔ تہذیب و تمدن کا بھی مشاہدہ کر لینا مناسب ہے کسی ملک کی تہذیب معلوم کرنا ہو تو ہم اُس ملک کے باشندوں کا طرز بود و باش،

لباس، خوراک، پیشہ، دیگر شاغل مذہب زبان پر غور کریں گے اور دوسری اقوام کی تہذیب کے ساتھ مقابلہ کر کے اندازہ لگائیں گے۔ کہ آیا ترقی یافتہ کونسی قوم ہے۔ اور جغرافیائی حالات نے اُن کی ترقی پذیری میں کہاں تک حصّہ لیا ہے۔

سب سے پہلے انسان کے مکانات کو لیجئے اور غور کیجئے کہ ریگستان کا بدّو خانہ بدوش کیوں ہے؟ منجمد شمالی کا اسکیمو برف کے گھر بنا کے کیوں رہتا ہے؟ جنگلوں کے باشندے بانس کی جھونپڑیاں کیوں ڈالتے ہیں؟ پنجاب میں دو منزل مکانات کیوں ہوتے ہیں؟ بنگال میں ڈھلواں چھتیں کیوں رکھی جاتی ہیں؟ تلنگانے میں کولیو کے مکانات کیوں بناتے ہیں؟ اور مومن آباد میں عام طور پر گھاس کے چھپّر کیوں بناتے ہیں؟ ریگستان کی سی بنجر زمین میں جہاں گھاس کا تنکا تک نہ پیدا ہوتا ہو آپ آدمیوں سے یہ اُمید نہیں رکھ سکتے۔ کہ وہ بڑی بڑی بستیاں بنا کر رہیں گے اور اگر بالفرض بستیاں آباد بھی کریں تو گھاس کہاں سے اور پینے کو پانی کہاں سے لائیں بلکہ بستیاں بسانے سے قبل بھی مکان بنانے میں پتھر اور چونے اور پانی کی ضرورت ہوگی جو ریگستان میں ناپید ہے۔ ہاں ریگستان کے کنارے سمندر کے نزدیک یا پہاڑوں میں گاؤں اور شہر آباد ہوتے ہیں مگر وہاں کے حالات خاص ریگستان کے حالات سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور ان شہروں میں رہنے والا بھی غریب طبقہ سال کے چند ماہ خانہ بدوش ہونے پر مجبور ہے کہ ریگستان کے نخلستانوں میں اپنے جانور چرائے اور جنگل کی تر و تازہ ہوا کھا کر خود بھی فربہ ہو۔ اور جانوروں کو صحت مند رکھے۔ ٹنڈرا کے سرد بیابانوں میں جہاں سال کے بارہ مہینے نہیں تو نو مہینے برف ہی برف جمی رہتی ہے اور جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے ایک سفید چادر بچھی دکھائی دیتی ہے، جہاں ریگستان کی مانند گھاس کا تنکا بھی پیدا نہیں ہوتا اور جہاں سوائے برف کے مٹی یا پتھر کا ایک روڑا بھی نظر نہیں پڑتا آپ یقیناً یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہاں فلک بوس مناجیا کوئی قصرِ شاہی تعمیر کیا جائے گا۔

پارہ اسکیمو برف کے بڑے بڑے ڈھیلے اُٹھا کر ایک کے اوپر ایک جماتا ہے۔ چونے
درگارے کے بجائے یا توچربی استعمال کرتا ہے یا گھاس۔ مکان کا راستہ نہایت
نیچا اور سطح سے ملا ہوا رکھتا ہے کہ ہوا کا گذر بھی نہ ہو۔ کھڑکی کے بجائے برف کی
ایک شفاف سِل لگا لیتا ہے۔ دِن بھر شکار کر کے جب گھر پہونچتا تو دروازہ سے برف
کا پتھر ہٹا کر رینگتا ہوا مکان میں داخل ہوا۔ چربی کی مشعل کو یا تو چقماق سے اور یا اب کہ
اگر اُس کے پاس دیا سلائی پہونچ گئی ہے اور سیلن سے محفوظ ہے اُس سے سلگا لیا
کپڑے اُتار ڈالتا ہے اور نہایت اطمینان کا سانس لے کر شکار کیا ہوا گوشت آدھا
کچا آدھا پکا کھانا شروع کر دیتا ہے سردی اُسے ذرا نہیں لگتی۔ بلکہ پسینہ خشک ہونا دشوار
ہو جاتا ہے۔ اس لئے رکابی میں برف پگھلا ہوا جو پانی رکھا رہتا ہے پی لیتا ہے۔ آٹھ
نو ماہ بعد جب برف پگھلنا اور بہنا شروع ہوا تو اُس نے اپنا ٹانڈا سنبھالا اور رینڈیر
کی کھال کے ڈیرے ڈال دئے۔ آج یہاں پڑاؤ کیا کل وہاں۔ اور اس طرح سیر و شکار
میں عمر گذار دی۔ اس طرز زندگی کے علاوہ دوسرا کوئی اور طریق رہایش تصوّر میں آ ہی
نہیں سکتا۔ گھنے جنگلوں میں بانس اور لکڑی کی افراط ہوتی ہے برگد اور جنگلی درخت کے
بڑے بڑے پتے چھت بنانے کے کام آتے ہیں بارش کی شدت سے اوّل تو
ہر جگہ پانی اور زیادہ پانی نہ ہو زمین نم ہوتی ہے اس لئے بلیاں اور بانس گاڑ کر کرسی
اونچی کر کے بانس کا جھونپڑا تیار کیا اور پتے ڈال کر چھت بنالی۔ ان چیزوں پر غور
کرنے سے واقعی خدا کی قدرت نظر آتی ہے حضرتِ انسان نے کس طرح مختلف
حالات میں مختلف طریقے استعمال کئے ہیں۔ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے شمالی ہندوستان کی
گرمی سے بچنے کی خاطر لوگ تہ خانے بناتے ہیں اور جاڑوں میں دھوپ کھانے
کے واسطے دو منزلہ مکان اور اوپر کی چھت کھلی رکھتے ہیں، بنگال کی بارش مجبور کرتی
ہے کہ لوگ ڈھلواں چھتیں رکھیں۔ جو بارش ہو فوراً بہ جائے، چوڑی سیاٹ

چھتیں بہت صرفہ سے نہایت مضبوط بنائی جاتی ہیں جو بارش کی شدت کو سہار سکیں بانس کی افراط اور کولو بنا۔ مٹی کی عمدگی کی وجہ سے عام طور پر لوگ کولو کے مکانات بناتے ہیں۔ مومن آباد میں گھاس کی افراط ہے۔ اس لئے عام طور پر مکانات پھوس کے ہوتے ہیں۔ ہندوستان اور منطقۂ معتدلہ کے دوسرے حصص میں طرز رہائش بہت پیچیدہ ہے قسم قسم کے اور نوع بنوع کے طرز بود و خانہ پائے جائیں گے۔ بہرحال یہاں مقصد یہ ہے کہ ہر بات کی توجیہ جغرافیائی حالات کے تحت کی جائے۔ کسی بات پر کوئی قطعی حکم لگانا مقصود نہیں۔ بہت ممکن ہے بعض صورتوں میں عمل جغرافیائی حالات کے خلاف ہو اصول کے مطابق نہ ہو مگر یقیناً اس کی کوئی نہ کوئی جغرافیائی وجہ ضرور ہوگی جاپان میں پختہ عمارتیں اینٹ پتھر چونے کی بھی بنتی ہیں مگر جب زلزلہ آتا ہے تو گر بھی جاتی ہیں اس لئے عام طور پر وہاں لکڑی کے مکانات بناتے ہیں یورپ کے مکانات کی دیواریں بہت چوڑی رکھتے ہیں کہ سردی اور رطوبت سے محفوظ رہیں۔ کینیڈا میں دوہری کھڑکیاں لگاتے ہیں کہ ہوا کی حفاظت ہو سکے۔ فرش فروش قالین چاندنی سوزنی مرطوب آب و ہوا کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ سرد خشک یا گرم خشک آب و ہوا میں کام میں لائی جاتی ہیں۔ رطوبت سے نم ہو کر یہ چیزیں ضائع جاتی ہیں اس وجہ سے مرطوب مقامات پر رنگ برنگ کے پتھروں کا فرش بناتے ہیں۔ مدراس اور بنگال میں نہایت خوبصورت بنی ہوئی چٹائیاں استعمال کرتے ہیں ایسے مرطوب مقامات پر مچھر دانی کا استعمال زندگی کا لوازمہ تصور کیا جاتا ہے بنگال میں جسے دیکھو امیر غریب ہر کس و ناکس رات کو مچھر دانی لگائے بغیر نہیں سوتا سرد ممالک میں گرم رہنے اور مکان گرم رکھنے کا خاص التزام کیا جاتا ہے۔

گرمی کے طریقے بھی مختلف ملکوں میں مختلف ہیں کشمیر میں لوگ بڑی بڑی انگیٹھیوں میں آگ دہکاتے ہیں شمالی ہندوستان میں سخت سردیوں کے زمانہ میں کھلی ہوا میں

الاؤ لگاتے ہیں اور اطراف بیٹھ کر قصہ کہانی سنتے سناتے ہیں۔ بنگلستان میں کھلی ہوا میں بیٹھنا تو کجا نکلنا بھی دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے موسم سرما کے آتے ہی گھر کے اندر بسر ہوتے ہیں۔ یہاں سردی کے ساتھ رطوبت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے مکانوں کو گرم رکھنے کے واسطے ہر مکان بلکہ ہر کمرہ میں ایک انگیٹھی ہوتی ہے۔ جس کا دھواں چمنی کے ذریعہ چھت پر سے نکل جاتا ہے۔ اس طریقہ سے آگ اور گرمی نا زیادہ حصہ بے کار خارج ہو جاتا ہے۔ مگر رطوبت دور کرنے کے واسطے اس سے بہتر دوسرا طریقہ نہیں۔ اس کے برخلاف کینیڈا کے حالات اس طریقہ کے متقاضی نہیں۔ یہاں کی آب و ہوا سرد خشک ہے۔ اس لئے مکانوں کو گرم پانی کے ذریعہ گرم رکھا جاتا ہے ہر جگہ نل لگائے جاتے ہیں جن میں گرم پانی دوڑتا پھرتا ہے۔ پرتگال یورپ کا ہی ایک حصہ ہے مگر قدرتی طور پر گرم ہے وہاں مکانوں میں لوگ آتش دان بناتے تک نہیں۔ گرم مرطوب ہوا جسنیوں اور بنگالیوں کو نحیف و کمزور بناتی پھر ان کی غذا اور دوسری چیزیں اس کمزوری میں امد و معاون ہوتی ہیں۔ ان ممالک میں گرمی اور رطوبت کی وجہ جسم سے اس قدر جسمانی پسینہ خارج ہوتا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بنگالی ہر وقت تیل میں شرابور رہتے ہیں۔ اور اشنان سے پہلے تیل کی مالش چاہے کوئی کسی ذات کا ہو ضرور کر لیتا ہے۔ ریگستان کے حصے گرم ہوتے ہیں سورج کے ڈوبتے ہی اتنے ہی سرد ہو جاتے ہیں یہ سنکر تعجب ہوگا کہ گرمی کے موسم میں بھی اس حصہ ملک کے لوگ سونے سے قبل اطراف میں آگ جلا لیتے ہیں۔ ان ممالک میں ہوا لگ جانے پر بڑا خدشہ ہوتا ہے۔ مقیاس الحرارت کے یکایک گھٹنے بڑھنے سے یہ ڈر ہمیشہ رہتا ہے۔ دکن کے بعض حصوں میں گرمی کے موسم میں بھی لوگ ٹویڈ کی شیروانیاں پہنتے ہیں ملک کے اکثر حصوں میں رات کو ہلکے اونی کپڑے پہنے جاتے ہیں اس کی بھی شاید یہی وجہ ہے۔ جس طرح سرد ممالک میں گرم رہنے کی خاص ترکیبیں کی جاتی ہیں اس طرح

گرم ممالک میں سرد رہنے کے لئے خاص ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں ہندوستان میں پنکھے کا رواج یہاں کی جغرافیائی حالات کے تحت ہوا۔ پنکھے بھی جگہ جگہ قسم قسم کے ہوتے ہیں۔ بنگال مدراس میں تاڑ کے چھوٹے بڑے پنکھے بنتے ہیں۔ شمالی ہند میں کھجور کے۔ جہاں یہ دونوں چیزیں نہیں وہاں کپڑے ہی کے پنکھے بناتے ہیں۔ آج کل بڑے شہروں میں بجلی کے پنکھے گھر گھر لگے ہیں۔ پانی ٹھنڈا کرنے کے مختلف طریقے ہیں برف بنانے کے مختلف طریقے۔ جب تک جاری نہیں ہوئے تھے شورے سے پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا۔ صراحیاں بھی شورہ کی آمیزش سے تیار کی جاتی تھیں اب قدیم ذرائع کلوں کے رواج کے سامنے کون اختیار کرے مگر دیہات میں پھر بھی برتن میں کپڑا باندھ کر منہ اُلٹا کر کے درخت میں لٹکا دینے سے ذرا دیر میں پانی ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔ کپڑے کا مشکیزہ بھی اِس اُصول کے تحت استعمال کیا جاتا ہے اسٹریلیا میں عام طور پر مشکیزہ کپڑے کا ہی ہوتا ہے۔ شاہان مغل کشمیر سے برف منگا کر زمین میں دفن کر دیتے تھے گرمی میں حسب ضرورت استعمال کرتے تھے سپاہی جنگوں کے زمانے میں سلطان صلاح الدین اپنے مخالف شاہ رچرڈ کو روزانہ برف روانہ کرتے تھے وہ بھی اسی طرح پہاڑوں سے لایا ہوا برف ہوتا تھا۔

ہماری غذا کا انحصار بلکہ جغرافیائی حالات کے تحت ہے، سرد ممالک میں جو غذا کھائی جاتی ہے وہ گرم ممالک میں نہیں کھائی جا سکتی پھر نوعیت کے ساتھ ساتھ مقدار میں بھی بڑا فرق ہو جاتا ہے، سرد ممالک میں حدت پیدا کرنے والی اشیاء چربی روغن شکر کھائی جاتی ہیں۔ گرم ممالک میں اِن کی اتنی مقدار میں ضرورت نہیں ہوتی اسکیمو کا گزارہ صرف گوشت اور چربی پر ہے۔ ٹرینڈا کا باشندہ گوشت اور چربی کے ساتھ ساتھ دودھ اور مچھلی اور گرمی میں جنگلی چیز اور پرند وغیرہ کھا کر زندگی بسر کرتا ہے۔ منطقہ معتدلہ میں اینڈیر کے لوگ ملی جلی غذا کھاتے ہیں۔ پنجاب میں گھی دودھ دہی

مٹھا، مکا۔ اس کثرت سے ہوتا ہے کہ بنگالی کے ذ[illegible] بھی نہیں سکتا۔ وہ بے چارہ
تیل کھا کر بھی اپنی گزر بسر کرتا ہے۔ ہندوستان کے [illegible] عام طور پر ترکاریاں
کھائی جاتی ہیں۔ دکن میں کھٹے کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ نہ ہو نہ جیسا کہ آپ کو معلوم
ہے صفرہ کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح یورپ کے شمال میں بھی جہاں
نہایت وسیع اور عمدہ چراگاہیں ہیں۔ دودھ مکھن زیادہ استعمال ہوتا ہے جنوبی ممالک
یونان ترکی اسپین میں مکھن اور گھی کے بجائے روغن زیتون استعمال کیا جاتا ہے۔ ایران
فرانس اٹلی اسپین میں انگور کی کاشت بڑے وسیع پیمانہ پر ہوتی ہے اس وجہ سے
ان ممالک میں شراب نہیں ہے۔ شمالی ممالک میں الکحل کا استعمال ہوتا ہے۔

گرم مرطوب ممالک میں ترکاریاں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں پھل اور رس دار
چیزیں مثلاً گنا۔ خربوز۔ تربوز۔ ناریل کی بہتات ہے کہ ان کے استعمال سے سکون ہوتا
ہے۔ گوشت یا ایسی ہی دوسری کسی غذا کی حاجت نہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے
کہ غذا کونسی قوت بخش ہے۔ اور آیا گرم ملک کے باشندوں کی موجودہ حالت انکی
جسمانی کمزوری اور دبلاپن ان کی غذا کا باعث تو نہیں، اس حالت کی ذمہ داری غذا
سے زیادہ آب و ہوا پر ہوتی ہے۔ شدت کی سردی جیسی کہ شمالی و جنوبی ممالک میں
ہوتی ہے زندگی کے واسطے موافقت نہیں کرتی منقطعہ حارہ کی گرمی زندہ تو رہنے
دیتی ہے۔ مگر بڑا سخت انسانی تاوان عائد کرتی ہے جو لوگ دوسرے ممالک میں
آنے جانے کے عادی ہیں جانتے ہیں کہ آب و ہوا اور جغرافی حالات کے ساتھ
ساتھ انسان بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ سیاہ آدمی کا رنگ سرد ملک میں جا کر رہنے سے
تھوڑا بہت تبدیل ہونے لگتا ہے۔ انگریز ہندوستان میں آکر وہ نہیں رہتے جو
انگلستان میں ہوتے ہیں۔ خود ہندوستانی حالانکہ اسی نسل سے ہیں۔ جس سے
انگریز مگر رفتہ رفتہ کالے سیاہ ہو گئے اسی طرح عادتوں اور طور طریق پر بھی بہت

اثر پڑتا ہے۔

گرم مرطو ں غذا زیادہ دن تک نہیں رہتی۔ برخلاف اس کے سرد اور خشک ممالک میں عمدہ غذا خراب نہیں ہوتی۔ میکسکو میں پہاڑوں سے برف حاصل کرکے تازہ دودھ اور پھل دوسرے مقامات کو روانہ کرنے میں آسانی ہے ہندوستان میں ابھی تک ہمالیہ و کشمیر کے برف سے کچھ کام نہیں لیا جاتا۔ انگریز اپنی کلوں اور دوسری ایجادوں کو رائج کرنے کے خیال سے قدرتی برف سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اور بجائے ملک کی تازہ اشیاء استعمال کرنے کے ٹین میں بند کی ہوئی سات سمندر پار کی چیزیں استعمال کرتے ہیں دودھ مچھلی پھل گوشت اور کھانے پینے کی معمولی معمولی چیزیں بھی بند ٹینوں کی انگلستان کی ساختہ استعمال ہوتی ہیں، ہندوستان کی قسمت میں ہے تو ایک دن وہ آئے گا جبکہ برف سے بھری ریل گاڑی میں پنجاب و کشمیر کا تازہ دودھ روزانہ کلکتہ اور مدراس میں فروخت ہوا کرے گا۔ وائسرائے کی گاڑی میں برف کی سیلین گرمی سے بچنے کے واسطے استعمال ہوتی ہیں وہ بھی کلوں کا بنا ہوا مصنوعی برف ہوتا ہے۔ شاہان مغلیہ کے عہد حکومت میں جتنا برف استعمال میں آتا تھا سب ہمالیہ کا ہوتا تھا۔ اس ضمن میں ابھی ہندوستان میں کام کی بہت گنجائش ہے۔ گرم ممالک میں لباس کی اتنی ضرورت نہیں جتنی سرد ممالک کے لوگوں کو ہوتی ہے بنگالی کی دھوتی اور مہاتما جی کی لنگوٹی شوق کی چیزیں نہیں بلکہ اُن کی ارتقا جغرافیائی حالات کے تحت ہوتی ہے، بنگال کے بڑے سے بڑے امیر کبیر بھی باہر نہیں تو گھر میں سوائے چار ہاتھ کپڑے سے اپنے کو ڈھک لینے کے کوئی دوسرا لباس استعمال نہیں کرتے، اس کے مقابلہ میں انگلستان کے فقیر کی حالت ملاحظہ ہو کہ بوٹ جوتا اور اونی موزوں کے بغیر اس کی زندگی محال ہے۔ رات کو سونے کے واسطے کمبل اور بچھونے کی ضرورت بھیک میں سے

ایک پیسہ آئے رات کو بستر کی اُجرت ادا کرنے والے کو بچا لینا پڑتا ہے
اور اگر کسی نے اخبار پڑھ کر پھینک دیا تو اُٹھا کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو کاغذ
میں لپیٹ لے اور کاغذ ہی کا ایک ٹکڑا وہ اپنے پیر پر ڈالے تاکہ ہوا اور
سردی کا اثر نہ ہو اگر آپ نے کبھی بمبئی، کلکتہ، احمد آباد، شولاپور، دہلی، راس دیکھا ہے تو
آپ کو معلوم ہوگا کہ قلی اور مزدور سڑکوں کے کنارے رات کو جب آمد و رفت کم
ہو جاتی ہے ایسے آرام سے لمبی تان کر سوتے ہیں کہ شاید لارڈ اروِن بھی انگلستان
و ہندوستان کے کمائے ہوئے شال اور غالیچوں میں بھی اس آرام و چین سے
نہ سوتے ہوں گے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہمارے ان مزدوروں کی موجودہ حالت
قابل اطمینان ہے یا ہم اس میں تغیر نہیں چاہتے ہیں بلکہ دکھانا جغرافیائی حالت کا ہے
خدا وہ دن جلد لائے کہ موجودہ صورت حال میں تبدیلی ہو۔

یقین ہے کہ متذکرہ بالا باتوں کے جغرافیائی حالت متاثر ہونے کے
متعلق آپ کو کچھ شبہ نہ رہا ہوگا۔ اگر ہو تو آپ کسی گانے والے سے پوچھئے وہ آپ
کو بتلائے گا کہ موسم کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کی ساخت و آواز میں بھی تغیر ہو جاتا
ہے اور اس کی سُرتان میں غیر محسوس طور پر تبدیلی ہو جاتی ہے۔ یہ تبدیلی ٹکڑوں کی
تبدیلی کے ساتھ ساتھ اور بڑھ جاتی ہے۔ آواز کے اس تغیر و تبدل پر مزید غور کیا
جائے تو معلوم ہوگا کہ تلفظ کے ادا کرنے میں لوگ ملک کی آب و ہوا کے اثر سے
معذور و مجبور ہوتے ہیں۔ ان کے حلقوم کے بعض پردوں کی ساخت میں تبدیلی ہو
جاتی ہے۔ اس مضمون پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا سکتا ہے پھر ملک ملک کے الفاظ
ان کی ساخت طریق ادا پر مثالیں دے کر سمجھایا جا سکتا ہے۔ مدرس کو اس مضمون
سے کماحقہٗ واقفیت کی ضرورت ہے مگر چونکہ یہ مبحث موجودہ عنوان کے تحت
تفصیل سے نہیں بتایا جا سکتا ہے ضرورت ہے کہ خاص اس مضمون پر علیحدہ

غور کیا جائے۔

اگر آپ کسی ... نوں اور ضرب المثل پر ذرا غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ جغرافیائی حالات کا ... ان پر بھی پڑا ہے۔ مثلاً دھوپ ہے تو گھاس سکھا لو۔ اسے ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان میں گرمی کا موسم جب سورج میں تیزی ہو۔ کہ گھاس سوکھ جائے بہت تھوڑے عرصہ رہتا ہے۔ غیر شادی شدہ آدمی اس کے مانند ہے جس کے پاس برسات میں پوستین کا کوٹ نہ ہو۔ اس ضرب المثل میں سردی کی شدت کا اظہار ہوتا ہے۔ جو روس میں ہوتی ہے۔ عرب کی ایک کہاوت ہے موت سیاہ اونٹ کی مانند ہے جو ہر کس کے گھر ٹھیرے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹ عرب کا خاص جانور ہے۔ ہندوستان میں بھی ہزاروں کہاوتیں چرند پرند کی نسبت ہیں جن کی وجہ ظہور جغرافیائی حالات ہیں کوّے کے بولنے سے سمجھا جاتا ہے کہ خرچ آئے گا۔

سرد گرم ملکوں کا یہ فرق اس شخص کے ذہن میں آنا دشوار ہے۔ جس نے تھوڑی بہت سیر و سیاحت نہ کی ہو اور ہر چیز کا مشاہدہ کر کے خود تھوڑا بہت تجربہ حاصل نہ کیا ہو۔ اٹلی کے باشندے ہندوستان کے اکثر ملکوں کے مانند کھلی ہوا میں بیٹھ کر کام کاج کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں فرصت کے اوقات بھی سڑک کنارے یا گھر کے صحن میں بیٹھ کر باتیں بنانے میں گزار دیتے ہیں۔ اس کا مقابلہ کشمیر کے یا سوئٹزرلینڈ کے باشندوں یا ناروے اور سوئڈان کے باشندوں سے کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئے۔ یا خشک اور گرم موسم میں عام طور پر لوگ میدان میں گزارتے ہیں سرد اور خاص کر مرطوب آب و ہوا میں پھرنا ممکن نہیں۔ برسات میں جب کہ شمالی ہند کے شہروں کی سڑکوں پر ایک آدمی بھی نظر نہ آئے بمبئی میں موسلا دھار بارش میں بھی لوگ کاروبار کی خاطر پھرتے نظر آئیں گے۔ بمبئی کا یہ مرطوب

موسم زیادہ عرصہ رہتا ہے، لوگ اس کے عادی ہیں برخلاف باہر کا جو شخص یہاں پہونچتا ہے کچھ دن سخت مصیبت میں مبتلا رہتا ہے ماہ زیادہ تر عام کے کام کاج کھیل کود کے طریقوں کا انحصار بھی زیادہ تر جغرافیائی حالات پر ہے۔ بنگالی ذرا سی محنت میں زیادہ تھک جاتے ہیں برخلاف اس کے پنجابی زیادہ اور قوت برداشت میں دوسروں کے نسبت مضبوط ہوتے ہیں۔ چاندنی رات میں گنگا کی ریت پر ٹہلی ہوا میں جو لطف کبڈی کا شمالی ہند کے لوگ اٹھاتے وہ آسام اور برما کے آدمی خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ پہلوانوں کی فہرست میں شمالی ہند کے نامور پہلوانوں کے علاوہ آپ نے کبھی کسی دوسرے ملک کے آدمی کا نام بھی سنا ہے۔ گاما عبدالغفور، کیکر سنگھ یہ اور بہت سے دوسرے ایسے پہلوان ہیں جن کا مثل دنیا میں بھی مشکل ہی سے ملے مگر بنگال میں ہمیں یہ کیا اس کے پاسنگ کے برابر قوی بھی کوئی آدمی نہیں دکھائی دیتا۔ انگریزوں کے کھیل کود اور دوڑ دھوپ اور دیگر تفریحی مشاغل پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ سب جغرافیائی حالات کے تحت عالم وجود میں آئے۔ تر۔ زمین میں فٹ بال، میدان صاف ہو تو کرکٹ اور دوسرے کھیل مگر کرکٹ جو انگلستان میں گرمیوں میں کھیلتے ہیں ہندوستان میں جاڑوں میں کھیلتے ہیں اسی طرح سکیٹنگ (Skating) کے واسطے شمالی یورپ نارو ے اور سویڈن برف تو مگر دن چھوٹے اور دھندلے ہونے سے سوئٹزرلینڈ کی پہاڑیاں جس قدر موزون اس کھیل کے واسطے ہیں دوسرا کوئی ملک نہیں یہی وجہ ہے کہ سوئٹزرلینڈ آج کل یورپ کا تفریح گاہ بنا ہوا ہے۔ گیاس کے متعلق مختصر طریقہ پر اوپر بتایا جا چکا ہے کہ گرم ملکوں میں لباس کی اتنی حاجت نہیں جتنی سرد ممالک میں ہوتی ہے گرم ممالک میں آسمان جتنی رنگین بدلتا ہے اتنی ہی رنگون کے کپڑے یہاں کے رہنے والے استعمال کرتے ہیں، اور موسم جس قدر صاف اتنے ہی اجلے چمٹے براق کپڑے

یہاں پہنے جائے تو ہ ۔ جاپان ہندوستان میں جو رنگارنگ کے لباس دیکھنے
میں آتے ہیں یو ۔ ۔ میں نہیں دکھائی دیتے۔ موسم کی حالہ کپڑوں پر
بہت اثر پڑتا ہے۔ ۔ د مرطو ۔ ملک میں جیسا کہ انگلستان ہے۔ بادامی سیاہ اور اسی
قسم کے دوسرے ۔ فدرے ہے ۔ ۔ کے کپڑے پہنتے ہیں، اسکیمو کیلئے سمور ناگزیر
ہے عرب کے لئے اونٹ کی اون کامبل زندگی کے لئے لازمی ہے دکن کے
لوگ بھیڑوں کے سیاہ کمبل استعمال کرتے ہیں۔ بنگال میں کوئی بغیر چھتری کے نظر نہیں
آئے گا۔ اسی طرح اُن ممالک میں بھی جہاں بارش یا دھوپ کی شدت ہوتی ہے
ہر کس کی بغل میں چھتری دبی دکھائے گی۔ سواریوں اور گاڑیوں کی نوعیت پر غور کیا جائے
تو معلوم ہوگا کہ ان پر جغرافیائی حالات نے بہت اثر ڈالا ہے۔ سب سے اوّل ریل کو
لیجئے جو ہر جگہ چلتی ہے۔ جہاں پٹڑی بچھادی جائے مگر سائبریا کی ریل جہاں پٹڑی پر برف
جم جاتی ہے خاص ہوتی ہے وہاں انجن میں برف توڑ کر سڑک صاف کرنے کے
اوزار لگے ہوتے ہیں اسی طرح بغداد سے دمشق کو جو موٹریں جاتی ہیں اُون سے
بہت مختلف ہیں جو یہاں استعمال ہوتی ہیں۔ برف سے ڈھکے ہوئے ممالک میں
پھسلنے والی سلج ہوتی ہیں دکن کی کالی مٹی میں برسات میں صرف گھوڑا ہی چلتا ہے
ریگستان میں چلنے کے واسطے اونٹ کے پیروں پر غور کیا جائے تو خدا کی قدرت
نظر آئے۔ بعض ممالک میں جہاں بارش کی کثرت ہوتی ہے لوگ چھوٹی چھوٹی
کشتیاں لئے پھرتے ہیں حتیٰ کہ وہ چلنے پھرنے کے کام کے نہیں رہتے۔ انگلستان کے
آٹھ گھنٹے کے دن اور رات میں بھی اندھیرا اور دھند ایسی چیزیں ہیں جو ہم ہندوستان
والوں کی سمجھ میں ذرا مشکل سے آتی ہیں۔ اسی طرح جب انگریز ہندوستان میں آتا ہے
تو اُس کی آنکھیں پھٹی رہ جاتی ہیں اور جو روشنی اور دھوپ اُسے ولایت میں کبھی کبھار
دکھائی دیتی تھی اور جب دکھتی تو وہ چھٹی منایا کرتا تھا یہاں روز دکھتی ہے۔ برسات اور

بارش کے زمانہ میں جب کہ کالی مٹی میں بیج ضائع ہو جاتا ہے۔ بنگال میں دھان کی کاشت کے وقت کھیتوں میں گھٹنے گھٹنے پانی ہوتا ہے ماہ زیادہ میں سردی کی شدت تخم ریزی کے مانع آتی ہے اور انگلستان میں گیہوں کی تخم ریزی کا زمانہ سردی کا بھی ہوتا ہے۔ پہاڑوں پر موسم کی حالت اور اس کے ساتھ دیگر حالات پیچیدہ ہوتے ہیں۔ ایک وادی کے حالات پہاڑ کے دوسرے رخ دوسری وادی کے حالات سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ اگر یہ وادی زرخیز ہے آب و ہوا اچھی اور لوگ صحت مند ہیں تو دوسری وادی کے لوگ بہت ممکن ہے غیر صحت مند ہوں۔ ملک بنجر ہو اور پیداوار بالکل نہ ہوتی ہو۔ اگر بمبئی سے کوئی شخص پشاور تک جائے تو ریل کے سفر میں اُسے ہزاروں عجائبات نظر آئیں گے جہاں راجپوتانہ کا ریتیلا پتیل میدان دکھائی دے گا وہاں کے دوآبہ کے سرسبز و شاداب میدان بھی لہلہاتے نظر آئیں گے جہاں دکن کے کسی حصہ میں پانی کی قلت کے باعث مویشی اور انسانوں کی بربادی کا حال اُسے معلوم ہوگا۔ تو دوسری جانب بہت ممکن ہے کہ ہمالیہ پر برف پگھلنے سے دریائے جہلم میں طغیانی نظر آئیں گی۔ کاشت کاری پیداوار اور صنعت و حرفت جغرافیائی حالات سے متاثر ہوتی ہے کشمیر کے لوگ مجبور ہیں کہ گھروں کے اندر رہیں اس لئے وہ شال دوشالے بنانے میں مصروف رہتے ہیں راجپوتوں کی جنگجوئی اور بنگالیوں کی کاشت کاری ہی کیطرف توجہ ہو سکتی ہے۔ مذاہب کے متعلق کچھ کہنا مذہبی پیشواؤں کا کام ہے مگر مذاہب مروجہ پر ایک نگاہ ڈالی جائے اور نظر غائر سے دیکھا جائے تو بہت سے حقائق روشن ہونگے یہ عجب اتفاق ہے کہ اسلام زیادہ تر اس حصہ ملک میں ترقی پذیر ہوا جو ریگستان کا خطہ ہے صحرائے منگولیا عرب اور افریقہ کے ریگستان میں جس تیزی سے اسلام کی ترقی ہوئی یا ہو رہی ہے تعجب انگیز ہے۔ عیسائیت نے یورپی سرد ممالک میں عروج پایا۔ گرم ممالک میں باوجود ہزار کوشش کے

عیسائی مذہب نے ترقی نہیں کی۔ ہندو لوگ صرف ہندوستان میں اور بودھ ایشیا کے صرف مشرقی حصّہ میں۔ اگر مذہبی حالات رسم و رواج پر غور کیا جائے تو ہر ملکے ورسے بالکل صحیح معلوم ہوگا کیا وجہ کہ ریگستان کے باشندے کے ذہن میں دوزخ کا تخیل یہ ہے کہ وہ دھکتی ہوئی آگ کا انبار ہوگی مگر اسکیمو اور قطبین کے باشندے دوزخ کو نہایت سرد مقام تصور کرتے ہیں جہاں انسان کی زندگی محال ہو گی ہندوستانیوں کے اوہام پرستی اور یورپی لوگوں کی لامذہبیت اتفاقیہ طور پر نہیں ہیں بلکہ آب و ہوا اور دیگر جغرافیائی اثر کے برسوں کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں اور خاص کر گنگا جمنا کے دوآبہ میں جہاں، مایحتاج زندگی کی اس قدر فراوانی ہے لوگ سوائے خیال آرائی کے کچھ نہیں کرتے جہاں غذا کی بہتات ہو لباس کی حاجت نہ ہو نیچے فرش زمین اوپر آسمان مکان کی طرف سے بے فکری، دریا کا کنارہ اور پُر لطف منظر وہاں سوائے یادِ خدا کے دوسری کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ برخلاف اس کے یورپی ممالک کی کشمکش حیات اور ایک دوسرے پر سبقت پانے کا خیال خاص جغرافیائی حالات مذہبی باتوں کی جانب غور و فکر کا موقع بھی نہیں دیتے۔ آبادی کی تقسیم قدیم زمانہ میں پانی کی فراوانی پر ہوتی تھی۔ اور آریہ جب ہندوستان میں آئے تو گنگا جمنا کے زرخیز علاقہ میں آباد ہوتے گئے۔ پشاور سے لے کر کلکتہ تک کی زمین ایسی زرخیز اور زرریز ہے کہ دنیا کے بہترین حصّوں میں شمار ہوتی ہے۔ یوں تو یقیناً ہندوستان سونے کی چڑیا ہے مگر جو بات اس شمالی حصّہ ملک کو حاصل ہے۔ دوسرے کو نہیں قدرتی طور پر جو عظیم الشان سلطنتیں اس حصّہ میں قائم ہوئیں دوسری جگہ ممکن نہ تھیں، ابتدائے آفرینش سے یہ حصّہ تہذیب و تمدن کا مرکز رہا اور کسی بنگالی پروفیسر کا یہ قول کہ جب بندروں کی طرح ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر کودتے اور چھلانگیں مارتے پھرتے تھے ہم ہندوستانی تہذیب و تمدن کے

اعلیٰ معیار پر پہونچ چکے تھے۔ لفظ بہ لفظ صحیح ہے۔ نینوا اور بابل کے پرانے شہر دجلہ و فرات کی زرخیز وادی میں واقع ہیں یہ بھی تہذیب و تمدن کے بہترین مرکز تھے۔ آج کل کھنڈرات کی کھدائی سے ان کی تہذیب و معاشرت کے اعلیٰ تمدنہ دستیاب ہو رہے ہیں۔ نوشیروان کا بغداد کو آباد کرنا پھر اس حصہ میں سلطنت عباسیہ کا عروج یہ باتیں غور و توجہ کی محتاج ہیں۔ یونان و روما مصر و اٹلی کے علاوہ کبھی آپ نے یہ بھی سنا کہ قطب شمالی کے کسی حصہ میں قدیم سلطنت یا تہذیب و تمدن کے آثار پائے گئے یا ریگستان کے کسی حصہ میں کچھ آثار ایسے ملے ہیں جن سے معلوم ہو کہ یہ بھی تہذیب و تمدن کے مرکز رہ چکے ہیں۔

آج کل دخانی مشینوں اور کلوں پٹرول اور ہوائی جہازوں کا دور دورہ ہے تہذیب کا مرکز ان سہولتوں کے مدنظر تبدیل ہو کر انگلستان، فرانس، جرمنی، امریکہ قرار پائے۔ مگر گرم ریگستان اور برف پوش سرد میدان پھر بھی خاص جغرافیائی حالات کے باعث خارج از بحث رہے ممکن ہے کہ آئندہ حالات بدل جائیں اور یہاں بھی کبھی بڑی بڑی سلطنتیں قایم ہوں۔ اس حی و قیوم میں لا انتہا قوت و قدرت ہے وہ جو چاہے۔ سو کرے۔ آئندہ کے متعلق ماہران علوم خود متذبذب ہیں اور ان ممالک کے مستقبل کے متعلق قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ مگر جیسا کہ عرض کیا گیا ہمارا کام کسی بات کے متعلق حکم لگانا نہیں ہے بلکہ حالات و واقعات کی توجیہ جغرافیائی حالات کے تحت کرنا مقصود ہے۔

پورفنڈ اور مدرسین دیہات

اس سے تو سب کم و بیش حضرات واقف ہیں کہ پورفنڈ انگریزی کا ایک مرکب لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں غریبوں کا خزینہ جو غیر مستطیع اور غریب اشخاص کی مدد کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر سخاوت، فیاضی، خیرات اور محتاجوں و ضرورت مندوں کی حاجت برائی کی ضرورت۔ فائدے اور ثواب وصلہ کی نسبت بھی کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر شریف آدمی فطرتاً اپنے ہم جنس کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اس کی مصیبت میں غم خواری کرتا ہے۔ اُس کی خوشی میں خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ بقول حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ۔

بنی آدم اعضائے یک دیگراند کہ در آفرینش ز یک جوہراند

ہر شخص ضرور فقیروں کو خیرات دیتا ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے اور محتاجوں کی مدد کرنے میں اپنی استطاعت کے موافق پیش قدمی کرتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے دنیا کے نظام ہی میں یہ بات رکھی ہے کہ ایک کی ضرورت دوسرے سے پوری ہوتی ہے ایک کو دولت مند بناتا ہے۔ دوسرے کو محتاج پیدا کرتا ہے مگر ساتھ ہی دولت مند کے دل میں محتاج کی مدد کا خیال بھی پیدا کر دیتا ہے۔ اور دنیا کے جتنے مذہب بھی ہیں۔ وہ سب محتاجوں کی امداد، یتیموں، بیواؤں، مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرنے اور اُن کی حاجتوں کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

پورفنڈ کی ضرورت۔ حاجت مندوں میں ایک جماعت اُن طالب علموں کی بھی ہے

جو یتیمی یا والدین کی مفلسی کی وجہ سے اپنی ضروریات زندگی و تعلیم کی تکمیل نہیں کر سکتے یہ افراد حصول علم کی پاک کوشش میں مصروف ہوتے ہیں۔ یہ دوسرے محتاجوں اور گداگروں کی طرح در بہ در پھرتے اور اپنی احتیاجیں پوری کرا لینے کا موقع بھی نہیں ڈھونڈتے۔ یہ ایسے غیرت مند ہوتے ہیں کہ اور گداگروں کی طرح کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کر سکتے ایک طرف حصول علم کا شوق دامنگیر ہے اور دوسری طرف تنگ دستی اور مفلسی کا یہ حال کہ دن رات کا کھانا بھی بمشکل تمام مل سکتا ہے۔ کتابیں خریدنا اور اطمینان سے پڑھنا کیسا؟ کتنے ہی ہونہار ایسے ہیں جو قدرت کی طرف سے فہم و فراست اور اعلیٰ دل و دماغ لے کر آئے ہیں۔ اگر انہیں تعلیم دی جائے۔ اور یہ زیور علم سے آراستہ و پیراستہ ہو جائیں تو ملک و قوم کی وہ خدمت انجام دیں گے اور اپنی قدرتی صلاحیت اور تعلیم کے اثر سے وہ عظیم الشان کارنامے دنیا میں چھوڑ جائیں گے جو نہ صرف ان کو لافانی بنا دیں گے بلکہ ملک اور قوم کو چار چاند لگائیں گے۔

مگر اکثر ایسے جوہر قابل در یتیم ہوتے ہیں اور گدڑی کے لعل کی طرح مفلس ماں باپ کے گھر پیدا ہوتے ہیں جہاں انہیں دو وقت پیٹ بھر کر کھانا اور تن ڈھانکنے کے لئے کافی کپڑا بھی بمشکل سے ملتا ہے۔

ایثار کی تقلید۔ مہذب و متمدن ملکوں میں ایسے ہونہاروں کی امداد کی متعدد صورتیں ہیں۔ دولت مند لوگ بڑی بڑی جائدادیں وقف کر دیتے ہیں جس کی آمدنی سے ذہین مگر غریب طالب علموں کو نہ صرف کتابیں اور سامان تعلیم مفت مہیا کیا جاتا ہے۔ بلکہ ماہوار وظیفے بھی دیئے جاتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کے لئے نقد انعامات اور تمغے دیئے جاتے ہیں۔ نہ صرف دولت مند بلکہ ہر شخص اپنی استطاعت کے موافق ان ہونہاروں کی امداد میں حصہ لینا اپنا فرض سمجھتا ہے ہزاروں مدرسے

لاکھوں وظیفے اور انعامات کے ذریعہ ہونہاروں کی پرورش اور ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

معاہین و مدرسین بھی اپنی استطاعت کے موافق ایسے کارِ خیر میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اور بعض قومی مدارس اور کالجوں میں تو نہایت ایثار سے کام لیا جاتا ہے اور اساتذہ اپنی واجبی تنخواہ کا آدھا، پاؤ اور کبھی اس سے بھی کم حصہ اپنے لئے لیتے ہیں اور باقی اسی کالج اور مدرسے کے لئے وقف کر دیتے ہیں جو آب سے مضمر نہیں۔

فراہمی کے تدابیر۔ مدرسین کو یہ بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اُن کے طلبہ میں کون نادار اور مفلس ہے دوسرے یہ کہ یہ لوگ اپنے پیشے کے لحاظ سے طالب علموں کے ساتھ نہ صرف پدرانہ تعلق رکھتے ہیں بلکہ دونوں کا مقصد اعظم بھی ایک ہی ہے یہ علم کے شمع بردار ہیں اور علم کی روشنی سے دنیا کو منوّر کرنے کی خدمت اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ اور طالب علم اسی روشنی کے طالب اور جویا ہیں۔ طالب علموں کے ساتھ اُن کی ہمدردی مسلمہ ہے۔ اور اسی ہمدردی کا اقتضاء ہے کہ عموماً مدرسین اپنی تنخواہوں سے ایک قلیل حصہ ماہواری نادار طالب علموں کی مدد کے لئے الگ کر دیتے ہیں اور اس طرح تھوڑی تھوڑی رقم یکجا جمع ہو کر اُن تشنگان علم کی پیاس بجھانے اور انہیں سیراب کرنے میں مدد دینے والا چشمہ بن جاتی ہے۔

مُدرسین اپنے پیشے اور مقصد زندگی (یعنی علم کی تبلیغ و اشاعت) کے مدنظر ایک نہایت معزز گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ تو مسلمہ ہے کہ اُن کی طرز زندگی اور سیرت و کردار کا طالب علموں پر براہ راست و دیرپا اثر پڑتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دوسرے مقامی اصحاب جو یوں بھی ان لوگوں کو عزت و محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُن کی نیتوں سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ اگر مدرسین اپنے

مدرسہ میں پورا فنڈ قائم کرکے ماہانہ اس کی امداد کرتے رہیں تو بلاشبہ دوسرے پیشوں کے
انتخاب پر اس کا مفید اثر پڑے گا۔ اور جب وہ یہ دیکھیں گے کہ قلیل اجب اب مدرسین
کا پیشہ اختیار کرنا ہی ایک قسم کا ایثار ہے۔ اور جو دوسرے پیشوں کی بڑی
بڑی مدنیوں کو نثار کرکے مدرسی کا کام کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اپنے
سیرت و کردار سے طلبہ اور دوسرے لوگوں کے لئے نیک نمونہ بنتے ہیں تو ضرور وہ
بھی غریب طالب علموں کی مدد و اعانت میں حصہ لینے لگیں گے۔

جب کبھی ضلع کے تعلیمی جلسے منعقد ہوں۔ اُن موقعوں پر معزز رؤسا اور
دوسرے مقامی عہدہ داران (پٹیل۔ پٹواری) وغیرہ کو مدعو کریں اور نادار طلبا کے والدین
و اُن کے ضروریات سے متعلق اختتام جلسہ پر مختصر سی گفتگو کرتے ہوئے ہمدردانہ خیالات
کئے جائیں۔ ممکن ہے کہ مجلس طلبہ کے ضروریات کے نظر کرتے ہر ایک شخص اپنی
استطاعت کے موافق امداد کرنے میں زنہار کوتاہی نہ کرے گا۔ اس طرح نہ صرف
قصبہ یا گاؤں میں بلکہ ملک میں بڑی وسعت اور سرعت کے ساتھ علم کی روشنی پھیل
جائے گی۔

قسم اور مقدار شہری مقامات کے مقابلے جہاں طلبہ کی امداد کے
لئے بہت سی صورتیں آسانی سے مہیا ہو جاتی ہیں۔ دیگر اضلاع اور بالخصوص دیہات
کی حالت زیادہ محتاج توجہ ہے۔ اول تو دیہات میں علم کا وہ شوق نہیں جو بلدہ اور
دوسرے بڑے بڑے مقاموں اور مستقروں میں ہے۔ دوسرے جو لوگ دیہات
میں دولت مند ہوتے ہیں۔ وہ باوجود سخی اور فیاض ہونے کے عام طور پر اس سے
واقف نہیں کہ کن کی سخاوت سے فیض پانے کا طالبہ کو سب سے زیادہ حق حاصل
ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ گاؤں کے چند ہونہار لڑکوں کو اگر علم حاصل کرنے میں کچھ تھوڑی
سی مدد دی جائے تو آگے چل کر یہ بچے اُن گاؤں کے [illegible]

ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ دیہات کے عام باشندوں کی زندگی اور اُن کی مالی حالت جس قدر ناگفتہ بہ ہوتی ہے اُس کی تشریح اس موضوع پر غیر ضروری ہے

چونکہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ دیہات کی آبادی کا بڑا حصہ [illegible] اور زراعت پیشہ لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اُن کی ساری محنت کا [illegible] کا ایک خفیف سا حصہ ہوتا ہے۔ جو اُن کی ابتدائی ضروریات کے لئے بھی ناکافی ہوتا ہے۔ اگر بارش نہ ہوئی یا کھیت بگڑ گئے تو یہ غریب بالکل تباہ حال ہو جاتے ہیں اُن تمام چیزوں کے مدنظر اگر ہر مدرسے کے اساتذہ دیہات سے ایثار سے کام لیں اور اُن کی خواہوں سے فی روپیہ چندہ (کم از کم دو یا زیادہ سے زیادہ چار) پائی کے حساب سے تھوڑی سی مدد غریب طالب علموں کی کر دیا کریں۔ تو اس سے جائز اور مناسب طور پر خیرات اور غریبوں کی امداد کی وہ بنیاد پڑ جائے گی جو ایک طرف ہر گاؤں میں دن دونی رات چوگنی ترقی کا باعث ہوگی اور دوسری طرف عام لوگوں کی خیرات کے صحیح مصرف کی طرف رہنمائی ہو جائے گی۔

ریاضی

ریاضی کا مضمون ہے کہ جس میں ہر طالب علم اور ہر استاد کو
بعض انفراد[illegible] محسوس ہوتی ہے۔ ایک ماہر فن استاد کی
راہنمائی کا [illegible] کہ وہ طالب علم کے سامنے ایک تحقیق دلچسپی کی صورت
میں پیش کرتا ہے لیکن [illegible] باتوں کا ازالہ علم طلبہ کی جماعت میں ہوتا ہے
جہاں کہ حسب معمول مدرس اساتذہ بیس یا تیس منٹ کے مقررہ گھنٹوں میں لیکچر
دیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرز عمل سے ذہنی قوتوں کا بے
قاعدہ استعمال اور تضیع اوقات نہیں ؟

اگر سبق تمام طلبہ کے ذہن نشین کرایا جائے تو سب سے کمزور طالب علم کی
ذہنی رفتار کے ساتھ چلنا پڑتا ہے جس سے دوسرے ذہین اور ہوشیار طلبہ کا نقصان
ہوتا ہے۔ کیونکہ تیز بچے بعجلت ممکنہ بے تکان آگے بڑھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں
علاوہ ازیں کمزور طلبہ کے لیے جو وقت دیا جاتا ہے وہ بھی عموماً بہت زیادہ ہوتا
ہے جماعت میں ہر روز استاد پچھلی صفحہ کے مشکل پر سوالات کرتے اور ان کی مشکلات
کو دور کرنے سے ان کی خاص خاص کمزوریوں سے واقف ہو جاتا ہے۔ بسا
اوقات ایک تجربہ کار استاد کے اپنے تئیں سوالات بھی کمزور طلبہ کے اصلی کمزوری کے
وجوہ معلوم کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ کیونکہ طلبہ کے موجودہ سبق نہ سمجھنے کی وجہ صرف
کوتاہی تفہیم ہی نہیں ہوتی بلکہ اُن کے پچھلے کئی سال کے استقام اور عدم تفہیم کی
کمزوریاں ہوا کرتی ہیں۔ بلاشبہ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ استاد کو ایسے ایک
ہی کمزور طالب علم سے سابقہ نہیں پڑتا بلکہ اس اسد [illegible] ایک

استاد اگر خانگی طور پر کسی طالب علم کے قریب بیٹھا ہوا ہو
ہوئے طالب علموں کے اس کی غلطیوں کی اصلاح کم وقت
کر سکتا ہے۔ جب یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے تو طالب علم کا
رفع ہو جاتا ہے بلکہ اس کی ہمیشہ کے لئے اصلاح ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس
سے طالب علم کے اندر کن فخر اور شخصیت کے احساس کو بھی بڑھاوا ملتا ہے جبکہ
وجود اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کا اظہار اپنے ہم سبق
روبرو بر ملا نہیں کر سکتا
جب طالب علم کو اس طرح انفرادی مدد
اس کے دل سے رفتہ رفتہ
شخصیت کا گھمنڈ دور ہو جاتا ہے۔

اگر جماعت بندی توڑ دی جائے یقیناً انفرادی گروپ کا نظام الاوقات
اختیار کرنا پڑے گا جس کے معنی بالفاظ دیگر یہ ہوں گے کہ مختلف مضامین کے لئے
مختلف استعداد کے طلبہ کو ایک مقررہ وقت میں تعلیم نہیں دی جا سکتی یا مختلف
ذہنیت کے طلبہ کو ایک ہی طرح کی تفہیم مفید نہیں ہو سکتی۔

جہاں مضمون ریاضی ایک ہی استاد کے سپرد ہو تو وہاں وہ تمام جماعتوں
کی تعلیم ترتیب وار اپنے منضبط اصولوں کے تحت دے سکتا ہے۔ اگر مختلف اساتذہ
کے تفویض ہو تو بھی متفقہ طور پر کسی مقررہ اصول پر کام چلایا جا سکتا ہے۔ بہرحال دو صورتوں
میں یہ بات ناممکن نہیں کہ ختم سال سے کچھ دن پہلے جماعت بندی نظر انداز کر دی
جائے۔ تخنیہ تعلیم کی ترتیب کے وقت اس بات کا ضرور لحاظ رہے کہ اس میں کچھ
دنوں انفرادی تعلیم کی گنجائش بھی نکل آئے۔

اس تجویز پر ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ کیا اس کو عملی جامہ پہنانے
کے معنی کہ وقت میں زیادہ کام انجام دینے کے نہ ہوں گے؟
یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب ذمہ دار اساتذہ اس تجویز پر کافی غور

ہو گئے ہوں تو پھر اس قسم کا اعتراض کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ایک
کا ہے کہ کیا اس تجویز سے انفرادی استاد کی شخصیت پر ایک قسم کا
اس کی تعلیم کی قدر و قیمت پر کچھ فرق نہیں آتا اس کا جواب یہ
مجموعی حیثیت سے اس تجویز کو مان لے تو اس کو لازم ہے
کہ وہ ہر ممکنہ صو اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے۔ اب رہا طرز تعلیم
کے کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔

متذکرہ تجویز کیا گیا ہے جس پر سے ذیل میں صرف حساب کے
متعلق سرخیاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) انگریزی پیمانے۔

(۲) کسور (عام اور اعشاریہ)

(۳) فیصدی۔

(۴) اعشاریہ اور فیصدی کے محصلہ علم کی مدد سے کس رقم یا مقدار کا کون حصہ
دریافت کرنا۔

(۵) نسبت۔

(۶) مفرد اور مرکب اجزائے متناسبہ۔

اس تختہ تعلیم کے لئے تقریباً (۲۵۰) مشقیں منتخب کر لی گئیں تھیں جن کو حل کرنا
ہر ایک طالب علم کے لئے ضروری تھا۔ اور تمام سوالات کی تصحیح بھی لازمات سے
قرار دی گئی تھی۔

طلبہ نے (جنکی عمریں ۱۱ تا ۱۲ سال تھیں) تجویز مصرحہ کے مطابق کام شروع
کر دیا۔ اور جو [illegible] صرف ہوتا تھا اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ جب
کوئی دقت پیش آتی یا نئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو [illegible] تمام طلبہ استاد سے مدد

لینے کی جرأت کرتے۔ بسا اوقات دیکھا گیا کہ ایک یا دو لمحوں کی مدد سے مشکلات کو رفع کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ صرف اوسط سے گرے ہوئے طالب کی جانب استاد کو اپنی توجہ زیادہ مبذول کرنی پڑی باقی اوسط اور اوسط سے بڑھے طالب علم بعض اسباق کو عام حیثیت کی تفہیم ہی سے اور اکثر کو قابل بن۔

گذشتہ تجربہ میں ایک ریاضی سے غیر معمولی دلچسپی رکھنے والے طالب علم کو جو بہت ہی صرف ایک مرتبہ مدد کی ضرورت داعی ہوئی یہ کہ وہ چوبیس گھنٹوں تک بذات خود بلا استاد کو تکلیف دیئے کام کرتا رہا۔

انفرادی ترقی کا حساب ہر پندرہویں دن ایک کتاب میں درج ہوتا تھا جس سے نہ صرف طلبہ میں رشک و مقابلہ کے پاکیزہ خیالات پیدا ہوئے بلکہ اس سے اوسط سے گرے ہوئے اوسط درجہ اور اوسط سے بڑھے ہوئے طلبہ کو جہانٹ لینے کا بہترین ذریعہ ہاتھ آیا۔

ہماری انفرادی تعلیم کی تجویز امید سے کہیں زیادہ کارآمد اور مفید ثابت ہوئی لڑکے یہی نہایت ذوق و شوق سے کام کرتے ہیں یہ ٹھیک طور پر نہ معلوم ہو سکا کہ کیوں طلبہ ریاضی کو شوق سے پڑھتے ہیں اگر طلبہ کو ابتداً اس سے رغبت نہیں ہوتی ہے تو اس کا سبب خود مضمون نہیں بلکہ طرز تعلیم کا نقص ہے۔ ان لڑکوں نے اپنی تعلیمی ترقی کا موقع بشوق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور درمیانی مدارج طے کرنے میں جو رکاوٹیں انہیں پیش آئیں اس سے ان کے حوصلے ذرہ بھر بھی پست نہیں ہوئے۔

اب رہا یہ کہ اس تجویز کی رو سے استاد پر کیا گذرتی ہے یہ ظاہر ہے کہ اس کا ایک لمحہ بھی سرد سے خالی نہیں رہتا۔ اس کا تمام وقت [illegible]

مدد کرنے میں گذر جاتا ہے جنہیں کہ اس کی ضرورت داعی ہوتی ہے۔ البتہ اوسط درجہ کے اچھے اور اوسط سے بڑھے ہوئے طلبہ کی تعلیم میں اس کی مصروفیت [illegible] گھٹ جاتی ہے۔ یہاں سبق کی حالت اور طلبہ کی ذہنیت [illegible] کے لحاظ [illegible] پیدا ہو جاتی ہے۔ اس تعلیم میں اساتذہ کے درمیان [illegible] اور بے لوث اتحادی حد ضرورت ہے۔ اختتام پر یہ بات [illegible] سے کہی جا سکتی ہے کہ اس بحویر عمل اس حوصلہ شکن احساس کا تو ضرور قلع قمع کر دیتا ہے جو ایک استاد کو ایسے موقع پر ہوا کرتا ہے جب کہ وہ کامل (۴۰) منٹ تک دماغ صرف کرنے پر بھی تشفی بخش تفہیم نہ کر سکے اور انجام کار گھنٹے کے ختم ہونے پر لڑکوں کے ٹلنے ہی کو اپنے درد سر کا مجرب نسخہ تصور کرے۔

ابتدائی نقش کشی

ہم دیکھتے ہیں کہ بچے جبلی طور پر دیواروں سلیٹوں اور تختیوں پر بے سر و پا لکیریں کھینچتے ہیں یہ ان کی محض "خوش فعلی" ہے۔ ان لکیروں سے وہ اپنے کسی خاص متخیلہ کا اعادہ کرنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کی بے سر و پا لکیروں اور خاص نقش کشی میں ایک وسیع خلیج واقع ہے۔ اور استاد کا فریضہ ہے کہ وہ طلبہ کو ان اعمال کی ایسی رہنمائی کرے کہ وہ اپنی دماغی متخیلات کا بھی لکیروں کی مدد سے اعادہ کر سکیں۔ اگر اس طرح غور کیا جائے تو ابتدائی [illegible] سے نقش کشی کی تعلیم شروع ہو جانی چاہیئے۔

تیاری کے امتحان ابتدائی امتحان میں [illegible] اس [illegible] کی کوشش کرے کہ طلبہ کی لکیر بازی میں ایک خاص قسم کا نظام و ترتیب پیدا ہو جائے۔ اس امتحان کا مقصد

یہ ہے کہ ان کے ذریعہ بچوں میں قلم کی گرفت کا طریقہ آجائے، اور وہ اپنے ہاتھ پر کسی قدر قابو پا جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے خاکہ کشی و خاکہ پُری کے مشاغل نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔

مقوے کے مختلف اقلیدسی اشکال کٹوا لئے جائیں۔ مدارس میں ایسے اشکال موجود ہوں۔ اور اگر نہ ہوں تو یہ کہا جائے کہ وہ ان شکلوں کو کاغذ پر رکھ کر خاکہ کھینچیں اور خاکہ کھینچنے کے بعد متوازی خطوط سے خاکہ پُری کریں۔ ملاحظہ ہو خاکہ نمبر (۱) مختلف جانوروں کی شکلیں مقوے میں کٹوائی جا سکتی ہیں اور بچے ان کی بھی خاکہ کشی کر سکتے ہیں طلبہ ایک بڑی شکل کی خاکہ کشی کے بعد اس خاکہ کے اندر ایک چھوٹی شکل کا خاکہ بھی کھینچ سکتے ہیں۔ مدرس کو چاہیئے کہ وہ طلبہ کے سامنے ایک دو مرتبہ خود اس قسم کی خاکہ کشی و خاکہ پُری کیا کرے۔ بچے اگر مختلف رنگ کے قلموں سے خاکہ کشی کریں تو مناسب ہے اس لئے کہ مختلف رنگوں کا نظارہ اُن کے لئے نہایت مسرت دہ ہوگا۔

بلاک بورڈ ڈرائینگ | جب طلبہ میں چاک کے گرفت کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور انہیں اپنے ہاتھ پر یک گونہ قابو حاصل ہو جائے تو اس کے بعد کا درجہ بلاک بورڈ ڈرائینگ کا ہے۔ بلاک بورڈ پر کھلے ہاتھ کی نقش کشی سے طلبہ کو اپنے ہاتھ کی حرکت پر بہت زیادہ قابو حاصل ہوتا ہے اگر اس درجہ پر پہنچنے کے بعد طلبہ میں نقش کشی کی کچھ دسترس ہو جائے تو انہیں ضرور اپنے نقوش سے اطمینان حاصل ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ بعض طلبہ اپنے کام کی داد بھی ایک دوسرے سے یا استاد سے طلب کریں۔ لیکن اگر استاد انہیں سے دریافت کرے کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کے نقوش تم نے کھینچے ہیں تو ممکن ہے کہ بعض طلبہ دائرہ، مستطیل کو چھڑی یا نتاشا کو گیند کہہ دیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ طلبہ کے لئے نقوش بے معنی

ہیں یا بہت کم معنی رکھتے ہیں۔

اس وقت جب کہ طلبہ میں عام طور پر یہ بات دیکھی جائے کہ وہ اپنے نقوش کا ماحول کے ساتھ اختلاف پیدا کر رہے ہیں تو استاد کا یہ فریضہ ہے کہ وہ بچوں کے ادراک کو تیز کرنے کی تدابیر اختیار کرے۔ سادہ ترین اشیاء ماحول کے نمونے صاف ریتی پر رکھ دئے جائیں اور طلبہ سے کہا جائے کہ وہ اپنی انگلیوں سے اس کی خاکہ کشی کریں۔ اسی طرح بلاک بورڈ پر بھی ان نمونوں کا چربہ اتارا جاسکتا ہے اس قسم کے اشغال سے طلبہ کو نہ صرف اشیاء اور نقوش میں تعلق پیدا ہوگا بلکہ وہ اپنے قائم کردہ متخیلات اور نقوش میں بھی ربط پیدا کرسکیں گے۔

اس منزل پر پہنچنے کے بعد طلبہ کی "لکیر بازی" "خوش فعلی" کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ایک معنی دار چیز ہو جاتی ہے۔ اس کا تعلق بچے کے ذہنی عالم سے پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اظہار ذات کا ایک ذریعہ پہنچاتی ہے جس کو ہم نقش کشی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور جو خاص تعلیمی اہمیت رکھتی ہے۔ اس حالت میں جب کہ طلبہ نقوش کو اشیاء میں ربط پیدا کر چکے ہوں معلم نقش کشی کو چاہیئے کہ وہ طلبہ کے نقوش کی ہمدردانہ اصلاح کیا کرے۔ اس لئے کہ نقش ابتدائی ہونے کی وجہ سے غیر واضح اور محض علامتی (Symbolic) ہوں گے اور ان کی اصلاح سے فائدہ یہ ہوگا کہ ایک طرف تو بچوں کے متخیلات کی اصلاح ہوگی اور دوسری جانب انہیں اشیاء کے مشاہدہ کی رغبت ہوگی۔

تبصرے

مطبوعات مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن | **قواعد مضمون نویسی** مؤلفہ محمد مظفرالدین

اس کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول میں قواعد زبان اردو کے بیان کے بعد مضمون نگاری کے لئے ہدایات دئے گئے ہیں۔ قواعد اس قدر اختصار سے بیان کئے ہیں کہ طالب علم تو کجا معمولی استعداد کے تحتانیہ مدارس کے مدرسین کو بھی سمجھنے میں دقت ہو۔ تقریباً بارہ سطروں میں مضمون نویسی جیسے اہم مضمون کے متعلق کل ہدایات ہیں اس کے بعد چند مضامین کے نمونے دیکر وضاحت کی گئی ہے۔ سب سے پہلے بیانیہ مضامین ہیں۔ اس کے بعد قصے کہانیاں اور آخر میں عرائض اور خطوط۔ نہ معلوم یہ ترتیب کس اصول کے مطابق ہے۔ گو مؤلف کا خیال ہے کہ انہوں نے اس کتاب سے ایک بڑی کمی کو پورا کیا اور جماعت سوم کے لئے مفید مواد فراہم کیا لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ یہ اپنے دعویٰ میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حصہ دوم بھی اسی ڈھنگ کا ہے لیکن دیباچہ میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ یہ کس جماعت کے لئے لکھا گیا۔ حصہ دوم میں بعض مثالیں مصلحت کے خلاف بھی ہیں۔ کتاب لکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے ایسے شوقین حضرات اگر کسی کتاب کا ترجمہ فرمادیا کریں تو بڑا احسان ہوگا۔ لکھائی چھپائی کاغذ معمولی قیمت حصہ اول (۵) حصہ دوم (۶)

محمود گاواں مؤلفہ محمد ظہیرالدین۔ گو سیرت المحمود مؤلفہ مولوی عبدالعزیز مرزا صاحب مرحوم یکتا کتاب ہے لیکن یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ محمود گاواں پر ایک اور مختصر سی کتاب ایک نوجوان طالب علم نے لکھی ہے بقول مؤلف تالیف کی وجہ اس

صدر انجمن اساتذہ گلبرگہ شریف کی تحریک ہوئی جو کہ اس کے روح روان مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ کتاب کی ترتیب اچھی ہے۔ عبارت روان ہے۔ خواجہ کے مزار کی تصویر پہلی دفعہ شائع کی گئی ہے۔ یہ کتاب ہمارے مدارس میں جگہ پانے اور انعامات میں دینے کے قابل ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ اور تصاویر کے مدنظر (۸) قیمت کم ہے۔

ہمجولی حالیہ دور میں حیدرآباد دکن سے متعدد رسالے جاری ہوئے لیکن یہ دیکھکر ضرور تعجب ہوتا تھا کہ طبقہ نسوان کے مذاق اور ضرورت کے پورا کرنے کی کوئی کوشش نہیں کیگئی یہ باعث مسرت ہے کہ جناب سیدہ بیگم خوشگی صاحبہ نے ہمجولی کا دیدہ زیب رسالہ جاری کر کے ایک بڑی کمی کو پورا فرمایا۔

ہمجولی کا پہلا نمبر اُمید افزا ہے۔ اس میں مختلف مضامین مختلف طبائع کے لحاظ سے درج کئے گئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو بلا تخصیص ہر طبقہ میں مقبول بنانا مقصود ہے لیکن ہمارے خیال میں اب وہ زمانہ ہے جب کہ نصب العین کو وسیع کرنے کے بجائے محدود کرنا ترقی اور کامیابی کا راز ثابت ہو چکا ہے ہمجولی کو حقیقی معنوں میں ہمجولی بننا ہے تو اس کو اپنی ہم عمر بہنوں ہی سے میل ملاپ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مفید معلومات بہم پہونچانا چاہیئے اور بحیثیت مجموعی "آئیڈیل بہن" کا نمونہ پیش کرنا چاہیئے ہماری رائے میں بحالت موجودہ بھی ہمجولی اس لائق ہے کہ ہمارے طبقہ نسوان اور مدارس نسوان اس کی قدر کر کے باہمت اور باسلیقہ مدیرہ کی حوصلہ افزائی فرمائیں کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ تصاویر قریب قریب قیمت صرف ۱؎ للہ سالانہ ملنے کا پتہ فتح میدان حیدرآباد دکن۔

رشدرا

جلسہ تعلیمی مدرسہ تحتانیہ قصبہ ویلجال تعلقہ کلواکرتی ضلع محبوب نگر۔ بصدارت عالیجناب مولوی محمد عبدالرحمن صاحب منتظم کوتوالی منعقد کیا گیا مدرسہ رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا جس کا سلسلہ بازار میں بھی چاروں طرف لگایا گیا تھا۔ اور طلبار کے تیار کردہ رنگین اشیاء دستی مشاغل ایک قرینہ سے رکھے گئے تھے۔ جس سے جلسہ کی رونق دوبالا ہو رہی تھی۔

جلسہ ہذا میں مقامی معزز حضرات و رعایا راور دیگر معزز ملازمین سرکاری وغیرہ مقامی ایک کثیر تعداد میں شریک تھے مدرسہ کی جانب سے مسٹر کشن راؤ صاحب نے عالیجناب صدر صاحب و مسٹر بی۔ رام چندر ریڈی صاحب و دیگر معزز حضرات کو پھولوں کے ہار پہنائے ابتداءً طلبائے مدرسہ سے مختلف و دلچسپ کرتب کروائے گئے من بعد قرأت سے جلسہ آغاز کیا گیا شیخ محمد اُمید وار مدرسہ نے خوش الحانی سے قرأت پڑھی اس کے بعد طلبار نے ایک نتیجہ خیز ڈرامہ اور سبق آموز و موثر مختلف مکالمہ و علمی تقاریر کئے و نیز نظمیں پڑھیں گوپال راؤ محمد عثمان و محمد قاسم انصاری طلبائے چھارم ہمدردی پر مکالمہ کئے جس کی موثر تشریح گوپال راؤ نے کی۔ جو مدرسہ کی جانب سے چندہ پور فنڈ کا اشارہ تھا۔

مولوی سید علی صاحب و مولوی محمد احمد صاحب مددگاران مدرسہ ہذا نے رپورٹ ترقی مدرسہ و تحریک پور فنڈ سے شرکت پور فنڈ کی جانب سامعین کی توجہ منعطف کرائی اور فرمایا کہ مولوی محمد خاں صاحب صدر مدرس جڑچرلہ و مسٹر بوداصاحب مددگاران مدرسہ کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جنہوں نے تحریک پور فنڈ کے

متعلق مدرسہ کا ہاتھ بٹایا۔ ازاں بعد معزز حضرات سامعین نے پور فنڈ کی امداد میں (۵۰) روپیہ چندہ دیا جس پر صدر صاحب جلسہ و مسٹر چہار اؤ صاحب و مسٹر نارائن راؤ صاحب ڈسٹرکٹ راؤ صاحب مقدمان قصبہ ہذا و محمد قاسم صاحب منشی گنڈلہ پلی و مولوی محمد عثمان صاحب سوداگر نے مدرسہ کی تحریک چندہ پور فنڈ میں دلچسپی اور معقول حصہ لیا۔
خاتمہ پر محمد عبدالرحمن صاحب صدر مدرس مدرسہ نے سامعین اکرام و صدر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حضور پر نور سلطان العلوم اعلیحضرت بندگان عالی و متعالی و شہزادگان بلند اقبال و صاحب زادیان فرخندہ فال کے ترقی عمر و اقبال کی دعا کی شرکاء کی تواضع چائے سے کی گئی اور جلسہ برخاست کیا گیا۔

انجمن اساتذہ مرکز نمبر ۴ تعلقہ گلبرگہ کا جلسہ بصدارت مولوی مرزا ضیاالدین بیگ صاحب بی اے بی ٹی ناظر تعلیمات درجہ اول ضلع گلبرگہ شریف منعقد ہوا۔
مدرسہ تحتانیہ نمبر ۴ گلبرگہ کا غربی وسیع ہال نقشہ جات و تصاویر سے مزین کیا گیا تھا اور صحن مدرسہ کے چوگوشہ کیاریوں کے خوشنما پودے قدرتی پھولوں سے مہک رہے تھے۔
شرکاء جلسہ میں طلباء مدارس مٹن و نمبر ۴ و جاؤلی و دھنگاپور و سنٹور کے علاوہ معززین و کامداران دیہی و ساہوکار و تجار مقامی بھی تھے۔
جلسہ کا آغاز قرأت قرآنی سے کیا گیا۔ اور تحتانیہ مٹن و نمبر ۴ کے ہونہار طلبہ نے اردو و کنڑی و مرہٹی نظمیں نہایت خوش الحانی سے پڑھیں اور دلچسپ تقاریر بھی بڑی خوبی سے کیے۔
مولوی محمد امین الدین صاحب صدر مدرس مٹن نے اردو ادب میں طلبائے جماعت چہارم کو نمونہ کا سبق دیا جو کامیاب رہا۔

صدر نشین صاحب جلسہ نے سلیس و عام فہم اُردو میں مفید تقریر فرما کر رعایا کو حصول علم کی ترغیب و تحریص دلائی۔ اور کنٹری میں حسب ضرورت وضاحت بھی کی جس سے حاضرین جلسہ بجید متاثر ہوئے۔ آخر میں سید محمد عبدالقادر شطاری صدر مدرس و معتمد انجمن نمبر گہ نے حاضرین جلسہ کا علمی دلچسپی پر شکریہ ادا کیا۔

من بعد اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ و دودمان شاہی و سلطنت عالیہ آصفیہ کے لئے دعا مانگی گئی اور جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

مدرسہ تحتانیہ درجہ اول پرگی کی عمارت میں منجانب اساتذہ بجین دورہ عالیجناب مولوی سید محمد جواد صاحب بی اے۔ بی ٹی مہتمم تعلیمات ضلع محبوب نگر ایک جلسہ تعلیمی بہ تحریک مولوی مرزا حسن بیگ صاحب صدر مدرس و بہ تائید مولوی محمد عبدالکریم صاحب مددگار مدرسہ ہذا بصدارت عالیجناب مولوی عزیز احمد خانصاحب بی اے۔ یل۔ یل۔ بی منصف عدالت پرگی منعقد ہوا۔ جلسہ کی ابتدا قرأت و نعت سے ہوئی۔ مولوی محمد یوسف صاحب قاضی قصبہ ہذا نے قرأت و مولوی حبیب سالم صاحب صیغہ دار دفتر مہتمی تعلیمات ضلع محبوب نگر و مسٹر موتہاجی صاحب مددگار مدرسہ ہذا نے نعت نہایت خوش الحانی کے ساتھ سنایا۔ اس کے بعد ناریل تقسیم کیا گیا۔ طالب علموں نے بزبان تلنگی اور چنیا و خورشید علی خاں طالب علموں نے بزبان اُردو نظم سنائی۔ اس کے بعد جناب صدر مدرس صاحب نے روئداد جلسہ ہائے سابقہ سنا کر ساتھ ہی رپورٹ مدرسہ کی ایک بدتل طویل تقریر سنائی۔ جو مدرسہ کی ابتدائی و موجودہ حالت و توجہ طلب امور مدرسہ آلات تعلیمی و کتب و دیگر سامان مدرسہ پوئنڈ اور اس کی ترقی کے ذرائع پر مشتمل تھی۔ تقریر کے اختتام پر حامیان پورفنڈ عالیجناب مہتمم صاحب تعلیمات ضلع ہذا و عالیجناب مولوی خواجہ میر رضا علی صاحب تحصیلدار تعلقہ پرگی و عالیجناب

مولوی ہدایت احمد صاحب سابق ناظم عدالت پرگی کا شکریہ ادا کیا۔ مسٹر موہناجی صاحب مددگار مدرسہ ہذا نے حفظانِ صحت پر زبانِ تلنگی تقریر فرمائی۔ مولوی محمد عبدالکریم صاحب مددگار مدرسہ نے تدابیر آبادی مدارس کے متعلق پہلے تو مدرس میں جن خوبیوں کی ضرورت ہے۔ اُن کا اظہار کرتے ہوئے۔ تدابیر ذیل مدرس کا آبادی کے ذی اثر اصحاب سے میل جول۔ تعلیمی جلسوں کا انعقاد۔ طلبا کے ساتھ مدرس کا برتاؤ۔ والدین طلبا سے تعلقات۔ صفائی مدرسہ۔ انتظام تعلیم۔ انتظام ڈال وکھیل پورفنڈ۔ تعلیم شبینہ پر ایک طول طویل تقریر فرمائی۔ مولوی ریاست علی خاں صاحب وکیل پرگی نے پورفنڈ پر ایک طویل تقریر فرمائی۔ نادار طلبا کی مجبوریات اور اُن کی امداد کے متعلق حاضرین جلسہ کو توجہ دلائی۔ جس سے شرکا جلسہ متاثر ہوئے۔

مولوی سیّد محمد جواد صاحب نے بھی بلیغ تقریر فرما کر حاضرین کو پورفنڈ کی جانب متوجہ فرمایا۔ سب حاضرین نے بہ طیب خاطر دام درم سخن کے مصداق کو پیش نظر رکھکر چندہ عطا فرمایا۔ جس کی تعداد فی الوقت تقریباً (۱۵۰) سے اونچی رہی۔

صاحب صدر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے حاضرین کو مزید چندہ پورفنڈ کے متعلق توجہ دلائی۔ اور اپنے دست مبارک سے اس فنڈ میں (۵۰) کا عطیہ سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت بندگان عالی ومتعالی۔ صاحب زادگانِ بلند اقبال وشاہزادیانِ ہمایوں فال کی عمر واقبال کی ترقی کے لئے دُعا مانگی۔

مدرسہ تحتانیہ درجہ اول قصبہ مرکہل تعلقہ دیگلور ضلع ناندیڑ کا دسواں سالانہ تعلیمی جلسہ زیر صدارت مسٹر تلمی رام صاحب صدر مدرس اینگلو منعقد ہوا۔ حاضر کار کی تعداد بشمول طلبائے مدرسہ تخمیناً ساڑھے چار سو سے کم نہ تھی احاطہ مدرسہ کو رنگ برنگ کے کاغذی کمانوں اور بیرقوں سے آراستہ کیا گیا تھا نیز سنہری حروف میں خوش خط

قطعات شاہ کن کی شان میں موقعہ بموقعہ نصب تھے علاوہ ازیں تعلیمی رنگین چارٹس مدرسہ کی
دیواروں پر آویزاں تھے اور ایک نمایاں جگہ پر بڑی سائز میں شبیہ مبارک اعلیحضرت
سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ نصب تھی اور اس کو کاغذی پھولوں سے خوب سنوارا گیا
تھا جس سے مدرسہ گلزار ارم بن گیا تھا تحریک صدر نشینی جناب مولوی محمد عبد القادر
صاحب صدر مدرس مدرسہ ہذا نے کی اور تائید مولوی محمد علی صاحب مدگار اول
و مزید تائید مسٹر کھنڈیراؤ صاحب مدگار دوم نے کی حسب تحریک جناب صدر مدرس
صاحب مدرسہ تحتانیہ اینگلو نے کرسی صدارت کو زینت بخشی پھولوں کے ہار پہنائے
گئے جلسہ کا آغاز حمد و پر ارتہنا سے کیا گیا طلبائے مدرسہ نے اردو مرہٹی میں دلچسپ
مکالمے خوبی سے کئے جس سے حاضرین جلسہ محظوظ ہوئے کئی نے پُر مغز تقریریں
کیں خصوصاً مسٹر وٹھل راؤ صاحب ویسکھہ نے اپنی تقریر میں مدرسہ شبینہ کے قیام اور
مدرسین کی محنت شاقہ کا اظہار فرماتے ہوئے اہالیان بستی کو اس امر کی ترغیب و تحریص
دلائی کہ قوم ارذل کے طلبار مدرسہ شبینہ میں کس دلچسپی و انہماک سے تعلیم پا رہے
ہیں جس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے پس ہمیں اپنے بچوں کو شوق سے شریک مدرسہ
کرنا چاہیئے جس سے حاضرین جلسہ پر گہرا اثر پڑا من بعد جناب صدر مدرس صاحب نے
مدرسہ سے متعلق مختصر سی رپورٹ پڑھی۔ اور بعد اختتام تقریر صاحب صدر نے سالانہ
امتحان میں کامیاب شدہ و نادار طلبار کو کتب و سادہ کاپیاں و سرمائی پنسل و دوات
قلم و سلیٹ وغیرہ تقسیم فرمایا اور جماعت چہارم کا کورس ختم کردہ طلبار کو صداقت نامہ
عطا کئے۔ بعد ازاں جناب صدر مدرس صاحب مدرسہ نے بادشاہ ظل سبحانی کی عمر و
اقبال میں ترقی کی دعا مانگی اور حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا فرمایا اور بعد تقسیم شیرینی جلسہ
برخاست ہوا بعد نماز مغرب دلچسپ ڈراما کیا گیا جو مسٹر منگرام صاحب مدگار کی کوشش
کا نتیجہ تھا رعایا میں سے غلام محبوب صاحب فرزند محمد عبد الرحمن صاحب سوداگر

گرو پدا پا صاحب سوداگر و سید حبیب پاشاہ صاحب فرزند جناب مولوی سید محمد صاحب منتظم کوتوالی و غلام محبوب فرزند محمد جلال صاحب گماشتہ مالی مٹیل و محمد صفدر حسین صاحب فرزند محمد مولانا صاحب گماشتہ مالی مٹیل سانولی نے کامیاب شدہ و نادار طلبا کو (۲۴) سادہ کاپیاں (۲۹) اکرو و موٹی کتب (۲۱) سرمائی پنسلیں (۲) سلیٹ (۲۴) سلیٹ پنسلیں بغرض تقسیم دیئے مسٹر گوبیندراؤ صاحب برادر مالی مٹیل و سدپا صاحب و مہادیا صاحب خوش باش نے (ملے) کی شیرینی بغرض تقسیم دی۔

حسب عادت مستمرہ مدرسہ تحتانیہ معظم شاہی سرکار عالی بلدہ حیدرآباد کا گیارہواں سالانہ جلسہ بابتہ ۱۳۴۰ف زیر صدارت جناب مولوی محمد عبدالقادر صاحب صدیقی یم اے مددگار پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ بمکان مدرسہ منعقد کیا گیا۔ اولیائے اطفال و دیگر معززین جو شریک جلسہ تھے۔ مدرسہ کاغذی پھولوں اور رنگارنگ کی جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا صحن کے وسط میں مدرسہ کے نام کا ایک نشان بھی نصب تھا۔ جو ہوا کے تموج سے ایک خاص لطف پیدا کر رہا تھا آغاز کارروائی جلسہ سے پہلے ہی طلبہ اور مہمانوں سے مدرسہ کا مکان کافی بھرا ہوا تھا تقریباً ۳½ بجے صدر مدرس کی تحریک اور مولوی سید عبدالمہیمن صاحب نقیب رسالہ مددگار مدرسہ و معتمد جلسہ کی تائید کی بناء پر جناب ممدوح الصدر نے کرسی صدارت کو زینت بخشی اور جلسہ کا آغاز عبدالعزیز طالب علم کی قرأت سے ہوا جس نے اپنی خوش الحانی سے مجلس کو محظوظ کیا ازاں بعد دیگر طلبہ اردو میں اور مسٹر لچھیا مددگار تلنگی مدرسہ نے بزبان تلنگی ترانہ حمد پڑھا اور پھر معتمد صاحب جلسہ نے مدرسہ ہذا کی سالانہ رپورٹ بابتہ ۱۳۴۰ف سامعین کرام کے گوش گزار کی۔ آپ کے بعد مسٹر پی سوامی مددگار مدرسہ تحتانیہ دھول پیٹھ نے موثر تعلیم کے عنوان پر ایک بااثر تقریر فرمائی۔ جناب مولوی عمر بن علی صاحب مددگار مدرسہ ہذا نے مولوی

محسن اللہ خاں صاحب مددگار مدرسہ فوقانیہ چادر گھاٹ کی نظم جو خاص اس جلسہ کے لئے تیار کی گئی تھی صاحب موصوف کے کسی خاص سبب سے تشریف نہ لانے کی وجہ سے سامعین کو پڑھ کر سنائی۔

جناب مولوی محمد صدیق صاحب مددگار و گیم ٹیچر مدرسہ ہذا اور جناب قاری شمس الدین محمد عثمان صاحب (علیگ) مددگار مدرسہ وسطانیہ گوشہ محل نے علی الترتیب کھیل اور مدرسہ اور تربیت اطفال پر بہترین تقریریں فرمائیں ازاں بعد جناب ڈاکٹر بدرالدین صاحب بدر ایم بی بی ایس نے طلباء کے فہم و عقل کے موافق سلیس اردو میں تیار کی ہوئی اخلاقی نظم سنا کر مجلس کو نہایت محظوظ فرمایا۔ آپ کے بعد جناب مولوی سید محمد اکبر صاحب وفا قانی بی۔ اے نے سینما اور ناٹک کا اثر موجودہ تمدن پر کے عنوان پر ایک فاضلانہ تقریر فرمائی۔

ختم تقریر پر جناب صدر نشین صاحب نے منجانب سرکار ابد قرار و مدرسہ اور منجانب جناب مولوی سید معین الدین صاحب قریشی ایم اے سابق صدر نشین جلسہ سالانہ بابتہ ۱۳۳۹ف اور منجانب جناب مولوی خواجہ محبوب علی صاحب صدر مدرس مدرسہ تحتانیہ ملے پلی جملہ (۳۱) انعامات سالانہ امتحان بابتہ ۱۳۴۰ف میں اول و دوم کامیاب ہونے والے طلبہ نیک اطواری۔ صفائی کپڑے و غیرہ و خوشخطی کے صلہ میں انعام پانیوالے منتخب طلبہ اور مدرسہ ہذا کی فٹبال ٹیم کے گیارہ کھلاڑیوں کو انعامات تقسیم فرمایا۔ تقسیم انعامات کے بعد جناب صدر نشین صاحب نے صدارت کی تقریر فرمائی جو طلبہ کے لئے تعلیم میں کوشش وقت کی پابندی اور اخلاق حسنہ کے حاصل کرنے کے متعلق نہایت موثر اور قابل عمل تقریر تھی صاحب موصوف نے دوران تقریر میں آئندہ سال کیلئے اپنے جانب سے بھی مدرسہ ہذا کے طلبہ کو چار انعامات مرحمت فرمانے کا اعلان فرمایا۔ صدارتی تقریر کے ختم پر صدر مدرس نے جناب صدر نشین صاحب و معزز مقررین و حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور برخاست جلسہ کے بعد طلبہ کو شیرینی تقسیم کیگئی اور معزز مہمانوں کی چار بسکٹ وغیرہ سے تواضع کیگئی فقط

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہوں گے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تاریخ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرماویں

(۴) جو مضامین ناقابل متصور ہوں گے انکی واپسی خرچہ ڈاک کی روانگی پر منحصر ہوگی۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (۴) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لی جائے گی۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا۔

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے۔ رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	۱۰	۸ر۵	۸ر۳
سہ بار	۸ر۱۴	۱۰	۸ر۵
ششماہ	۱۰	۸ر۱۴	۱۴
سالانہ	۱۴	۱۰	۸ر۱۴

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونا چاہیئے۔

دفتر رسالہ المعلم

سیف آباد حیدرآباد دکن

विशेष सवलत

ग्रंथ कर्त्याच्या इच्छेनुरूप व लोकाच्या आग्रहास्तव आही (लिथो) छापण्याचे काम मोठ्या प्रमाणावर चालु ठेवल्या शिवाय उर्दु, इंग्लीश, तेलगु, मराठी, हिंदी पांचही भाषेतील पुस्तके वगैरे, आपि प्रतयेक प्रकारच्या लोकांचे छापण्याचे सोय उत्तम काम जाणणाऱ्या लोकाच्या देखरेखी खाली केली आहे. एकवेल आरडर देऊन अनुभव घ्यावा.

व्यवस्थापक

सयद अब्दुल खादर मालक,

आजाम स्टीम प्रेस चारमीनार

సంతోషసామచారం

నమస్కారములు విద్వాంసులు మొదలుట్టు విన్న వములు వారివారి యిష్టప్రకారం. నేము వాగే పైయిన ప్రాయబిడు అచ్చములు మంచిగ ప్రాయబడుయే కాక, టుయిపు, పుర్టు, మరీ యిగ్లీసు, మరెటి, తెల్గు, హిందీ, ఆయిదు భాషల యందు మంచి పుస్తకములు గీట్టి మరియును. తిరుమైన బిలాకులు, అచ్చు వేయబమునకు, మంచివనివారితో సిద్ధ పరిచ్చియున్నాము నకసాగి మిరు చూచినట్టు లేవుతే మీకు బాగుగా తెలుసుతుంది.

యిట్లు

సయ్యద్ అబ్దుల్ ఖాదర్

మాలక్ అజాంయిష్టీం ప్రేస్, చార్‌మినార్ వ్యా బ్యా బాడ్ దర్శక్

المعلم حسنک ۳۷۵

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ

۱۔ دارالعلوم علی گڑھ کا مجلس انتظامی

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ [illegible]

۵۔ [illegible]

۶۔ [illegible]

۷۔ [illegible]

۸۔ [illegible]

۹۔ [illegible]

۱۰۔ [illegible]

۱۱۔ [illegible]

۱۲۔ [illegible]

۱۳۔ [illegible]

۱۴۔ [illegible]

۱۵۔ [illegible]

۱۶۔ [illegible]